سلسلۂ نصابات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

مبادلات

تصنیف

جان، اے، ٹاڈ ایم۔ اے (آکسفورڈ) بی۔ ایل (گلاسگو)

سابق پروفیسر معاشیات و تجارت یونیورسٹی کالج ناٹنگ ہیم

ترجمہ

مولوی رشید احمد صاحب بی۔ اے (علیگڈھ) ایف، آر، ای، ایس (لندن)

رکن دارالترجمہ جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی

سنہ ۱۳۵۳ھ م سنہ ۱۳۴۳ف م سنہ ۱۹۳۴ء

از مطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

یہ کتاب آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کی اجازت سے
جسکو حق اشاعت حاصل ہے اُردو میں
ترجمہ کرکے طبع و شائع کیگئی ہے۔

دیباچۂ مترجم

کتاب ہذا ٹاڈ کی کتاب میکنزم آف اکسچینج کے قدیم ایڈیشن (سنہ ۱۹۲۳ء) کا ترجمہ ہے۔ گو اس کے بعد بھی جدید ایڈیشن بہ شکل اشاعت چہارم سنہ ۱۹۳۳ء میں شائع ہوا ہے لیکن اس اشاعت سے پیشتر ہی قدیم ایڈیشن کا ترجمہ طبع ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس کے پانچ سو نسخے تیار ہو جانے کے بعد جدید ایڈیشن کے شایع ہونے کی اطلاع ملی جس میں مصنف نے حسب ذیل ترمیمیں اور تبدیلیاں کی ہیں:- (۱) تین جدید بابوں کا اضافہ (۲) جگہ جگہ عبارت اور مضمون میں تغیرات۔ (۳) جملہ جدولوں کو بلحاظ سنہ جدید ترین بنا دیا گیا ہے بعضوں کو حذف اور کچھ اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ غرض نئے ایڈیشن میں اتنی کافی تبدیلیاں اور ترمیمیں ہوئی ہیں کہ اگر قدیم ایڈیشن کے ۵۰۰ نسخے طبع نہ ہو گئے ہوتے تو ناظرین کے سامنے اس وقت بجائے قدیم ایڈیشن کے جدید ایڈیشن کا ترجمہ ہوتا جو طلبہ کے لئے بھی زیادہ مفید اور بہتر ہوتا لیکن جدید ایڈیشن کی تبدیلیوں کو من حیث الکل مطبوعہ ترجمے میں شریک کرنا بہت دقت طلب ہے اور کتاب طبع ہو جانے کے بعد درمیان میں جابجا اصلاح و ترمیم کس طرح ممکن ہے۔ لہذا طلبہ کی سہولت کے مدنظر سردست تین جدید باب بطور ضمیمہ کتاب کے آخر میں شریک کر دئے گئے ہیں اور صرف یہی ابواب بلا دقت شامل کئے جا سکتے تھے۔

بقیہ تبدیلیوں اور ترمیموں کی تکمیل آئندہ نیا اڈیشن شائع ہوتے وقت ممکن ہے۔

چونکہ جدولوں کا اندراج بھی ضروری اور بہ آسانی ممکن نہ تھا لہذا ان کو اس طرح شریکِ ضمیمہ کیا گیا ہے کہ متبدلہ جدولوں کے صرف جدید و زائد اجزا حوالوں کے ساتھ پیش کر دئے گئے ہیں اور جدید جدولوں اور نقشوں کو بجنسہ اور بلا کم و کاست درج کر دیا گیا ہے۔

اس طرح یہ کتاب قدیم اڈیشن کے مطابق ہونے کے باوجود جدید اڈیشن کا اہم جزو اپنے اندر رکھتی ہے۔ گویا دونوں ایک حد تک ملے ہوئے شائع ہو رہے ہیں۔

مورخہ ۴ آذر ۱۳۴۵ف
دار الترجمہ سرکار عالی

رشید احمد

(از مصنف)

جنگ عظیم کے نتیجے کے طور پر معاشیات نے اپنا لوہا منوا لیا ہے یوں تو جنگ سے کئی سال پیشتر ہی سے وہ بدنامی بتدریج دور ہوتی جا رہی تھی جو ایک نسل قبل تک اس علم کے حصے میں تھی جس کو گمراہ کن خیال کیا جاتا تھا اور اس کے بجائے روزمرہ کے کاروبار کے علم کی حیثیت سے اس کی قدر و وقعت روز افزوں بڑھتی جا رہی تھی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کی عملی اہمیت عامۃ الناس اور خاص کر کاروباری طبقے میں ویسے موثر طریقے پر کبھی ذہن نشین نہیں ہوئی جیسے کہ جنگ کے بعد سے ہوئی ہے۔ اس کا سبب نہایت واضح اور سادہ ہے۔ جنگ نے ہمارے جملہ کاروبار اور مالی نظام کی بیخ کنی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ چنانچہ یہی نہیں کہ ہماری تجارت خارجہ اس کے مہلک اثرات سے برباد ہو گئی بلکہ تجارت بین الاقوام سے متعلق اور اس کے دوش بدوش جس پیچیدہ مالی نظام نے ترقی پائی تھی وہ بھی درہم و برہم ہو گیا۔ یوں تو اعلان جنگ سے پیشتر ہی عارضی طور سے اس نظام کا شیرازہ تقریباً پوری طرح بکھر چکا تھا لیکن کاروباری و صنعتی اغراض پر اس کے جو تباہ کن اثرات پڑے وہ اس درجہ ہمہ گیر اور وسیع تھے کہ کوئی شخص بھی خواہ وہ بیرونی کاروبار سے الگ ہی کیوں نہ رہا ہو محفوظ نہ رہا۔ مبادلات خارجہ کی بربادی کی لپیٹ میں ہمارا اندرون ملک کا نظام زر

اور مالی معاملات بھی آگئے حتیٰ کہ ہر شخص کی جیب متاثر ہوئی اور تکلیف و مصیبت ہر ایک نے براہ راست محسوس کی۔ اس کا فطری نتیجہ یہ ہوا کہ معاشی معاملات میں نمایاں طور سے از سر نو دلچسپی لی جانے لگی اور زر، بنک کاری اور تجارت کے مسائل قدرتی طور سے جاذب توجہ بن گئے۔ اس لئے کہ اس اختلال وافراتفری نے سب سے اول انہی کو متاثر کیا۔ جملہ کاروباری لوگوں نے جب دیکھا کہ معمولی مالی سہولتوں کے فقدان کی وجہ سے کاروبار مفلوج ہو گیا ہے تو ان کو اس کی وجہ دریافت کرنے کی فکر ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ اس کا جواب معاشیین ہی دے سکتے ہیں۔

معاشیات کی اہمیت کا یہ تازہ احساس معاشیئین کے لئے فطری طور سے طمانیت بخش ہے اس لئے کہ اپنے علم کی قدر و عزت ان کے دل میں ہمیشہ سے رہی ہے۔ لیکن اس کے بالمقابل ان کے سر پر اتنی ہی بڑی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے جس کی جانب بدقسمتی سے اکثر علمائے معاشیات سر دست اس لئے متوجہ نہیں ہو سکتے کہ حقیقی جنگی خدمات کے سلسلے میں وہ انتہائی طور سے مصروف ہیں۔ معاشیات کی تعلیم کو نہ صرف مابعد جنگ بلکہ اب بھی زمانۂ حال سے اقرب رکھنے کی ضرورت ہے اور یہ بتانا چاہیے کہ معاشیات کے مسلمہ اصول یا ان اصول کے اظہار کے طریقوں پر تجربۂ جنگ نے کس طرح مہر تصدیق ثبت کی یا ان میں کس طرح تبدیلی اور ترمیم کی۔ ہمارے علم کے ہر شعبے کے لئے نئی درسی کتابوں کی ضرورت ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ قدیم معاشی خیالات عدیم النظیر اور غیر معمولی حالات کی کسوٹی پر کس طرح کھرے ثابت ہوئے۔ یہ بخوبی استدلال کیا جا سکتا ہے کہ آفت کا دور ختم ہونے سے پیشتر ان مسائل کو سلجھانے اور حل کرنے کی کوشش لاحاصل ہے اور نتائج پر اس وقت تبصرہ کرنا مناسب ہے جب کہ حالات میں کم و بیش سکون پیدا ہو جائے۔ لیکن اس حالت میں دو اسباب اس مشورۂ کامل پر عمل کرنے سے باز رکھتے ہیں۔ اولاً یہ کہ معمولی کاروباری شخص کو زمانۂ حال کے نئے مسائل سلجھانے میں کچھ نہ کچھ مدد دینے کی ضرورت اتنی شدید ہے کہ مزید انتظار اور تاخیر نہیں کی جا سکتی۔ کاروباری شخص فی زمانا یہ معلوم کرنے کا خواہاں ہے کہ جنگ کے ابتدائی زمانے میں کون سے واقعات ظہور پذیر ہوئے تاکہ اگر ممکن ہو تو وہ اس بارے میں سرسری طور سے

کوئی رائے قائم کرسکے کہ ان نئے حالات کے تحت کیا کرنا چاہیئے جن کے رونما ہونے کا اختتام جنگ سے پیشتر ہی امکان ہے اور جن سے وہ جنگ ختم ہوتے ہی اور ہماری کاروباری بنیاد کی ازسرنو تنظیم بزمانہ امن شروع ہوتے ہی یقیناً دوچار ہوگا۔ دوسرے یہ کہ یہ اندازہ کرنا قطعاً غیر ممکن ہے کہ معاشی معاملات میں کم وبیش سکونی کیفیت ازسرنو کب تک پیدا ہوگی اور کل صورت حالات کی کامل علمی و اصولی بحث کس وقت ممکن ہوگی۔ بظاہر اس کا یقین ہے کہ جنگ کے بعد کئی سال تک اس کا موقع نہ ملے گا۔

لہذا اس امر کا پورا اعتراف کرتے ہوئے کہ واقعات کے متعلق ہماری موجودہ معلومات نامکمل ہیں اور یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ قبل از وقت نتائج اخذ کرنے میں خطرات ہیں بظاہر یہ نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ معاشیات کی موجودہ درسی کتابوں کی فوراً نظرثانی شروع کردی جائے اور اس سلسلے میں ابتدائی زمانۂ جنگ کے واقعات کے کچھ بیان کو ان میں شامل کرلیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ جنگ کے زمانے میں واقعات نے اپنی آپ کس طرح تشکیل کرلی۔ بظاہر ممکن ہے کہ بعضوں کو اتنی ترمیم ناکافی معلوم ہو اور وہ معاشیات کی جملہ سابقہ تعلیم کو نئے سانچے میں ڈھالنا ضروری خیال کریں جس کے معنی فی الواقع یہ ہوں گے کہ ایک نیا علم تخلیق و مرتب کرنا پڑے گا۔ لیکن مصنف اپنی پوری قوت کے ساتھ اس نقطۂ خیال کا مخالف ہے۔ بعض نام نہاد مکاتیب معاشیات کے اصول ترک کرنے کے بارے میں غیر ذمہ دارانہ طریق پر بہت کچھ کہا جاتا ہے لیکن جس طرح قانون جاذبیت کو ترک نہیں کیا جاسکتا اسی طرح معاشی اصول کو بھی ترک نہیں کیا جاسکتا۔ معاشی اصول معدودے چند اور سادہ ہیں اور یہ لحاظ نوعیت اس قدر بدیہی طور سے حقیقت متعارف ہیں کہ ان کی مناسب طریقے پر تفہیم ہوجانے کے بعد کوئی شخص ان کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لیکن ساری وقت اس بات میں مضمر ہے کہ مختلف حالات کے تحت ان کا اطلاق و انطباق نہیں کیا جاسکتا۔ جنگ کے بعد سے حالات میں متعدد اعتبارات سے تبدیلی واقع ہوئی ہے چنانچہ اس وقت اس بات کی ضرورت ہے کہ متبدلہ حالات کے مطابق اصول نئے طریق پر پیش کئے جائیں

مثلاً اصول کے بحث مباحثہ کے متعلق یہ توقع ہے کہ شرائط صلح کے طے پانے کے زمانے میں نہیں تو اس کے بعد اس کی تجدید ہوگی۔ لیکن اس بحث مباحثے کے بارے میں زمانۂ جدید کے عالم معاشیات کی روش میں زمانۂ قبل از جنگ کے کسی غیر متعصب و صحیح الدماغ معاشی کی روش کے مقابلے میں رتی برابر بھی تبدیلی نہ ہوگی۔ یوں تو تجارت بین الاقوام کے معاشی اصول غیر متبدلہ ہیں لیکن انگلستان اور دوسرے ملکوں کے حالات میں قابل لحاظ تغیر واقع ہوا ہے۔ ایسی صورت میں ہمیشہ کے مانند سوال یہ ہوگا کہ آیا تجارت آزاد کے غیر مشتبہ فوائد ان نئے حالات کے تحت اُن مشکلات اور بے ضابطگیوں سے زائل ہو جاتے ہیں جن میں تجارت آزاد ہمیں مبتلا کر دیتی ہے یا مخالف اصول عمل کے فوائد کا پلہ بھاری رہتا ہے۔ معاشیات کی درسی کتاب کے مرتب کا کام یہ نہیں ہے کہ فوائد یا نقصانات میں سے کس کا پلہ بھاری ہے اس کے متعلق اپنی ذاتی رائے کا اظہار کرے بلکہ یہ کہ حتی الامکان غیر جانب داری کے ساتھ دونوں پہلوؤں کے دلائل پیش کرے اور اپنی معلومات کی حد تک واقعات بیان کر کے فیصلے کو ناظرین پر چھوڑ دے یا واقعات کو بطور خود دریافت کرنے کے بارے میں ناظرین کی رہبری کرے۔

کتاب ہذا کی تیاری میں مصنف نے اپنی ایک دیرینہ آرزو کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی ہے کہ معاشیات کا مطالعہ مبتدی یا اُس کاروباری شخص کو کس نہج پر کرنا چاہیئے جو یہ جاننا چاہتا ہو کہ معاشی مسائل اس کو کاروبار کے سلسلے میں کس طرح متاثر کرتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ معاشیات روزمرہ کے کاروبار کا علم ہے اور اس کے مطالعے میں نظریوں کو دائمی طور سے حقیقی حالات پر منطبق کرنا پڑتا ہے۔ لہذا معاشیات کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس میں ایک زندہ اور واقعی علم کی شان ہو تاکہ طالب علم معاشی چشمہ لگا کر اپنی روزمرہ کی زندگی کا مطالعہ کر سکے اور یہ محسوس کر سکے کہ وہ ہمہ وقت معاشی اصول پر زندگی بسر کر رہا ہے۔ ایسا کرنے کے قابل بنانے کے لئے طالب علم کو نہ صرف موضوع سے متعلق مسلمہ نظریوں کی تعلیم دینی چاہئے بلکہ یہ بھی بتانا چاہئے کہ یہ واقعات کہاں اور کس طرح مل سکتے ہیں ان سے کس طرح کام لیا جا سکتا ہے اور ان کو کس طرح صحت کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے۔ اس خیال کے مدنظر

کتاب ہذا میں جن مسائل سے بحث کی گئی ہے ان کے بارے میں اعداد و شمار کی شکل میں معلومات کا ذخیرہ مندرجہ ضمیمہ جدولوں میں جمع کر دیا گیا ہے اور معلومات کے ماخذ بھی بیان کیے گئے ہیں۔ یہ اعداد و شمار بحالت موجودہ لازماً بالکل ناکمل ہیں اس لیے کہ دور حاضر میں وہ حیرت ناک سرعت کے ساتھ قصۂ ماضی بن جاتے ہیں۔ لیکن ان کو ضمیمے کی شکل میں جمع کرنے کی عملی صورت اس توقع میں اختیار کی گئی ہے کہ جوں جوں واقعات ترقی کرتے جائیں گے ان اعداد کی نظرثانی و ترمیم میں سہولت ہوگی۔

معاشی اصول کے دقیق نکات کی مثالوں کا انتخاب کرنے میں مصنف نے انگریزی و امریکی حالات کے ساتھ مصری و ہندوستانی حالات آزادی کے ساتھ بیان کرنے میں پس و پیش نہیں کیا ہے۔ اس کی وجہ محض یہی نہیں ہے کہ مصنف کو مشرقی ممالک سے ذاتی طور پر دلچسپی ہے بلکہ اس وجہ سے بھی ایسا کیا گیا ہے کہ یہ ان لوگوں کے لیے بھی خاص طور سے کارآمد ہے جو صرف مغربی دنیا کے حالات سے واقفیت رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ اس سے انھیں معلوم ہوگا کہ اکثر معاملات میں ان کا نقطۂ نظر ٹھیک اتنا ہی نمایاں طور سے اور بلا شرکت غیرے انھی تک محدود ہے جتنا کہ مشرقی نقطۂ نظر اہل مغرب کے نقطۂ نظر سے کلیتہً مختلف ہے۔ نہ صرف معاشیات میں بلکہ دوسرے معاملات میں بھی مناسب یہ ہے کہ ہم اپنے پر اس زاویے سے نگاہ ڈالیں جس زاویے سے دوسرے ہم کو دیکھتے ہیں بشرطیکہ ایسا کرنے سے ہمیں اپنے حالات کو اسی طرح دیکھنے میں مدد ملے جس طرح وہ فی الواقع ہیں۔

مصنف نے جس کسی کتاب سے مدد لی ہے اس کے خاص بابوں کے حوالے کتاب ہذا کے ہر باب کے آخر میں درج کر دیے گئے ہیں یا دوسری ایسی کتابوں کا بھی حوالہ دیا گیا ہے جو طالب علم کے لیے اس باب کے سلسلے میں مزید مطالعے کی غرض سے کارآمد ہو سکتی ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ طریقہ کل کتاب میں جگہ جگہ حوالے پیش کرنے کی ضرورت و زحمت سے بچا دے گا۔ اس لیے کہ جگہ جگہ حوالے دینا ناظرین کے اس طبقے کے لیے جو مصنف کے پیش نظر ہے سراسر غیر مفید و بے کار ہے فقط۔

یونیورسٹی کالج ناٹنگ ہیم
مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء

جان اے ٹاڈ

دیباچہ

پہلا باب

تمہید

دوسرا باب

مبادلے کی سرگزشت

تیسرا باب

بازار

چوتھا باب

زر کے کام

پانچواں باب

نظریۂ مقدار زر

چھٹا باب

عمدہ سکوں کی خوبیاں

ساتواں باب

دو فلزی طریق

آٹھواں باب

زر کاغذی

نواں باب

اعتباری نظام

دسواں باب

انگلستان کی بنک کاری کا نظام

گیارھواں باب

شرح مبادلہ

بارھواں باب

مالی آفت

تیرھواں باب

نظریۂ مقدار زر کی تنقیح

چودھواں باب

توازن تجارت

پندرھواں باب

نظریۂ تجارت بین الاقوام

سولھواں باب

جنگ عظیم کے مزید اثرات ونتائج

از صفحہ ۲۵۹ تا صفحہ ۳۲۱

ضمیمہ

از صفحہ ۳۲۲ تا صفحہ ۳۸۱

اشاریہ

از صفحہ ۱ تا صفحہ ۳۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مبادلات

پہلا باب

تمہید

(۱) قدر مبادلہ کا مفہوم۔ (۲) زر مبادلے کا ذریعہ ہے۔ (۳) قیمت اور قدر۔ (۴) قدر پر مبادلے کی کل کا اثر

اس کتاب میں "مبادلات کی کل" کے ایک عام موضوع کے تحت متعدد معاشی مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ معاشیات کی تعریف اگر اجمالاً کی جائے تو یہ ہو سکتی ہے کہ وہ قدر مبادلہ کا علم ہے یا چونکہ قدر مبادلہ بحوالۂ زر "قیمت" کہلاتی ہے اس لئے معاشیات کی تعریف قیمتوں کا علم بھی ہو سکتی ہے۔ زر اپنے وسیع ترین معنوں میں فلزی سکہ، زر کاغذ، زر بنک اور اعتباری نظام پر مشتمل ہے اور اس لحاظ سے مبادلے کا ذریعہ ہے۔

مبادلہ کا مقصد

مبادلے کی اصلی غایت مختلف اشیاء کی قدروں کو ایک دوسرے

کے حوالہ سے معین و معلوم کرنا ہے۔ چنانچہ سہولت کی خاطر اضافی قدر کو بحوالہ زر قیمت کہا جاتا ہے۔ مگر اس بنا پر کہ زر بحیثیت آلۂ مبادلہ استعمال ہوتا ہے اس واقعے کو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کہ کسی شئے کی حقیقی قدر کے معنی زر کی وہ مقدار یعنی قیمت نہیں ہے جس کا اس شئے سے مبادلہ کیا جاتا ہے، بلکہ دوسرے اشیاء کی وہ مقدار ہے جو کہ اب یا بعد میں اُس زر کے مبادلے میں حاصل کی جا سکتی ہے۔ قیمت، دو اشیاء کی اضافی قدر کو ایک دوسرے کے مقابلے میں ظاہر کرنے کا محض ذریعہ یا وسیلہ ہے۔ وہ اضافی قدر کو براہ راست ایک دوسرے سے مقابلہ کرکے ظاہر نہیں کرتی بلکہ بالواسطہ ایک تیسری عام شئے یعنی زر کے ذریعہ سے مقابلہ کرکے ظاہر کرتی ہے۔ مثلاً ایک پونڈ چائے اور ایک پونڈ شکر کی اضافی قدر کو بیان کرتے وقت یہ کہنے کے بجائے کہ چائے کی قدر شکر سے پانچ گنی زیادہ ہے، یہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ ایک پونڈ چائے کی قیمت ۲ شلنگ ۶ پنس اور ایک پونڈ شکر کی قیمت ۶ پنس ہے۔ اس لحاظ سے زر، معیار قدر ہے یعنی زر کی وساطت سے مختلف اشیاء کی قدر ایک دوسرے کے مقابلے میں اس طرح ناپی جاتی ہے جس طرح کہ اشیاء کے اضافی وزن، عمر اور اُنچائی کو بجائے انھیں ایک دوسرے سے مقابلہ کرکے ظاہر کرنے کے ان میں سے ہر ایک کو کسی خاص مسلمہ معیاروں مثلاً سیروں، سالوں اور گزوں کے ذریعہ سے ناپا جاتا ہے۔

قیمت کا مفہوم

لیکن اس قسم کی پیمائش کے معیاروں کے استعمال کرنے میں ایک بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ یہ ضروری ہے کہ معیار یا آلۂ پیمائش حتی الامکان غیر تبدل پذیر ہوں، اور ان میں یکسانیت رہے۔ اس سے قطعاً سروکار نہیں ہے کہ صحیح معیار یا آلۂ پیمائش کیا ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ معیار یا آلۂ پیمائش ہر جگہ اور ہمیشہ یکساں ہو چنانچہ یہ امر کہ ایک آلہ پیمائش جس کو گز کہا جاتا ہے اس کا صحیح طول کیا ہے اور کتنے فٹوں کا ایک گز کہنا قرار پایا ہے معاملے پر قطعاً کوئی اثر نہیں ڈالتا۔ لیکن یہ قطعی طور پر ضروری ہے کہ سب گزوں اور فٹوں کے پیمانے بالکل یکساں ناپ اور طول کے رہیں اور ہمیشہ ان کی ایک ہی لنبائی قائم رہے۔ کسی پارچہ فروش کو کبھی اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ اپنے ہمسایہ کے مقابلے میں ایک چھوٹا گز رکھے اور اس کو استعمال کرے۔ اس لئے کہ یہ تو اہل معاملہ کو

معیار کا مفہوم

صریحاً دھوکہ دینا ہے۔ معیاری پیمانے کے متعلق سب سے بڑا اور سہل نکتہ یہ ہے کہ اس کا معروف
ہونا اور غیر تبدل پذیر ہونا ضروری ہے تاکہ جب کسی معاملے میں وہ پیمانہ استعمال کیا
جائے تو خریدار کو یہ معلوم ہو کہ وہ کتنی مقدار لے رہا ہے اور فروشندے کو یہ معلوم ہو کہ وہ
کتنی مقدار دے رہا ہے۔

ان لوازم کا اطلاق قدر کے معیار پر یعنی پیمانۂ قدر کی حیثیت سے زر پر اس قدر
بدیہی طور سے نہیں ہوتا۔ لیکن کسی دوسرے معیار کے بارے میں ان کا اطلاق جس طرح ضروری
ہے اسی طرح معیار قدر کے بارے میں ضروری ہے۔ سب سے اول یہ کہ ایک ہی رقم
کے سب سکوں کا مساوی القدر ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ایسے مختلف قدر رکھنے والے
ساورن رائج نہیں کئے جاسکتے جن میں ایک ساورن کی نسبت دوسرے ساورن میں
سونے کی مقدار زیادہ ہو اگر سب سکے مساوی القدر نہوں تو اس کا اندازہ کرنا ناممکن ہوگا کہ
کس شئے کے مبادلے میں کتنی قیمت ادا کی گئی ہے تاوقتیکہ پہلے سے یہ نہ معلوم ہو کہ کونسی قسم اور
وزن کا سکہ مبادلے میں استعمال کیا گیا۔ سب کا مساوی القدر ہونا ایک بدیہی ضرورت ہے۔ لیکن

زر کی قدر

اس کے علاوہ ایک اور بہت زیادہ دقت طلب آزمائش کا اطلاق زر کی
کارکردگی پر معیار قدر کی حیثیت سے کرنا ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ
مکمل زر کی قدر کو ہمیشہ اور ہر جگہ یکساں رہنا چاہیئے۔ مگر اس چیز کا حاصل کرنا بہت دقت
طلب ہے۔ زر کی حقیقی قدر اس کی قوت خرید ہے یعنی اشیا کی وہ مقدار ہے جن کے عوض
زر کی مقررہ مقدار کا مبادلہ کیا جاسکتا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس قوت خرید کو مختلف مقامات
میں اور خاصکر مختلف دوروں میں مختلف مدارج کا ہونے سے روکنا تقریباً ایک ناممکن امر ہے
لیکن زر کو معیار قدر کی حیثیت سے مکمل بنانے میں یہ اختلاف نہایت مضرت رساں ثابت
ہوتا ہے۔ قوت خرید کا یہ اختلاف یا تغیر ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی پارچہ فروش اپنی دوکان میں
ایسا گز رکھے جو ہمیشہ تغیر پذیر ہو یعنی کبھی تو سکڑ جائے اور کبھی بڑھ جائے یا فولاد کی پیمائشی زنجیر
جو ایک بڑا پل تعمیر کرنے والا مہندس استعمال کرے اور جو فضا کی حرارت کے تغیرات کے ساتھ آئے
دن گھٹتی اور بڑھتی رہے۔ حرارت کے تغیرات کی وجہ سے خاصکر ایسی آب و ہوا میں جہاں انتہائی
سردی اور انتہائی گرمی ہوتی ہو جیسی کہ مصر اور ہند میں ہوتی ہے، دھات اور پتھر دونوں میں
تغیرات واقع ہوتے ہیں، اور یہ بھی سکڑتے اور بڑھتے رہتے ہیں۔ اس لحاظ سے بڑے بڑے

کارہائے ہندسی کی تعمیر میں یہ ضروری ہے کہ پیمائش کے حسابات اور اندازے بہت باریک بینی اور احتیاط کیساتھ کیے جائیں تاکہ ان تغیرات کی بنا پر تعمیرات کی صحت میں رخنہ نہ پڑسکے۔

دوسرے معلومہ معیاروں کے مقابلے میں زر کے بارے میں غالباً بہت زیادہ دقت پیش آتی ہے۔ اس لئے کہ یہ اب اچھی طرح معلوم ہوگیا ہے کہ زر کی قدر میں مختلف اوقات اور مختلف مقامات میں بہت زیادہ کمی اور زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ اور قدر زر کے یہ اختلافات بہترین نظام زر میں بھی (جن کا قائم کرنا اب تک ممکن ہوسکا) بڑی حد تک ناگزیر ہیں۔ چنانچہ گزشتہ چالیس سال کی مدت میں ابتداءً تو زر کی قدر میں بحیثیت مجموعی اضافہ ہوا اور بعد میں پھر بہت بڑی کمی ہوگئی اور ان تغیرات سے جو نتائج رونما ہوئے وہ بعض اوقات تباہ کن اور ہمیشہ تکلیف دہ ثابت ہوئے۔ اس لئے کہ یہ تغیرات اشیاء کی اضافی قدر میں ایک دوسرے کے مقابلے میں حقیقی بدنظمی پیدا کرسکتے ہیں۔ مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص کسی دن چند اشیاء فروخت کرکے محصلہ رقم رکھ چھوڑتا ہے۔ لیکن چند سال بعد اس زر کو فروخت کرنے یعنی اس زر سے دوسری اشیاء خریدنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اس دوران میں زر کی قدر میں تخفیف ہوجاتی یا دوسرے الفاظ میں عام اشیاء کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ اس لحاظ سے وہ اب اتنے زیادہ اشیاء نہیں خرید سکتا جتنے کہ اپنے پہلے کے اشیاء کی فروخت کے فوراً ہی بعد خرید سکتا تھا نتیجہ یہ کہ اس نے جو اشیاء فروخت کیئے اور جو اشیاء خریدنا چاہتا ہے ان دونوں کی اضافی قدر میں فرق پڑگیا اس لیئے کہ توقع کے خلاف وہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کے سابقہ اشیاء کے مقابلے میں کم اشیاء حاصل ہوتے ہیں۔ اس نے جو اشیاء فروخت کیئے اور جو اشیاء وہ حاصل کرنا چاہتا ہے ان کی اضافی قدر میں تغیر کا باعث اس زر کی قوت خرید یا قدر کا تغیر ہے جو بطور ذریعۂ مبادلہ استعمال کیا گیا اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ گویا گز سکڑ کر چھوٹا ہوگیا۔

اس طرح یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ معیار قدر میں اس قسم کے تغیرات واقع ہوسکتے ہیں، زر کے خواص اور اس کے فعل پر نہایت احتیاط کیساتھ بحث کرنا ضروری ہے تاکہ زر کی نوعیت معلوم ہو کہ زر کس طرح کام کرتا ہے، اس کی قدر میں تغیرات کیوں واقع ہوتے ہیں اور اگر ممکن ہو تو یہ معلوم کیا جائے کہ ان تغیرات کو کس طرح روکا جاسکتا ہے یا ان کی کیونکر اصلاح کیجاسکتی ہے۔ ان تمام امور پر بحث کرنا ہی ہماری کتاب کا اصلی مقصد ہے۔ مبادلات کے نظام کے سب پہلوؤں پر روشنی ڈالنا اس وجہ سے ضروری ہے کہ فلزی سکہ کے استعمال کا سادہ طریقہ اب ارتقائی منازل طے کرکے ایک ایسے حیرت انگیز اور پیچیدہ نظام سے مبدل ہوگیا ہے جس میں مختلف اشیاء حتیٰ کہ ردی کاغذ کے پرزے بھی بطور زر یا

آلۂ مبادلہ استعمال ہونے لگے ہیں، جو بعض حالات میں اب بھی احسن طریقے پر زر کا کام انجام دے رہے ہیں۔ انجام کار اعتبار اور بنک کے کاروبار کا ایک ایسا نظام وجود میں آیا اور اس نے اس درجہ ترقی کر لی ہے کہ اس کو ایک ایسا نظام کہا جا سکتا ہے جو زر کے تمام کاموں کو زر کو کسی شکل میں بھی استعمال کئے بغیر انجام دیتا ہے۔ اس پیچیدہ کل کو احتیاط کیسا تھ جانچنا اور یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ وہ کس طرح چلتی ہے اور مبادلے کے اصلی مقصد پر (یعنی اشیاء کے ایک دوسرے سے ادل بدل پر) اس کل کے عمل کے کیا اثرات مترتب ہوتے ہیں۔ اور کتاب کے مباحث میں ربط و تسلسل قائم کرنے والی یہی ایک کڑی ہوگی چنانچہ اس کتاب میں یہ بیان کرنے کی کوشش کیگئی ہے کہ زر یا نائبین زر کی مختلف شکلیں کس طرح وجود میں آئیں، ان کو کس طرح استعمال کیا جاتا ہے، اور آیا یہ شکلیں ذریعۂ مبادلہ یعنی اشیاء کی اضافی قدر کو ظاہر کرنیکا ذریعہ ہونے کی حیثیت سے (کیونکہ زر، اس مقصد کے حاصل کرنیکا ایک ذریعہ ہے) اپنے فرائض اطمینان بخش طریقے سے انجام دیتی ہیں۔ معاشیات اس معنی میں علم دولت نہیں ہے کہ وہ انسان کو دولت کا حاصل کرنا اور کسب کرنا یا خرچ کرنا سکھاتا ہے۔ وہ علم قدر ہے جس میں ان مختلف اشیاء اور خدمات کی اضافی قدروں کا مطالعہ کیا جاتا ہے جن کے پیدا کرنے، ادل بدل کرنے، حاصل کرنے اور صرف کرنے میں انسان اپنی زندگی صرف کرتا ہے۔ معاشیات کے مطالعہ کا موضوع زر نہیں ہے بلکہ یہی قدر ہے۔ اگرچہ اس لحاظ سے معاشیات کا یہ شعبۂ مبادلہ ایک حد تک ذیلی حیثیت رکھتا ہے لیکن اس کی اہمیت اور دلچسپی بہت بڑھی ہوئی ہے۔ اس لئے کہ مبادلہ ہی معاشیات کا ایک ایسا شعبہ ہے جس میں خالص تجارتی دنیا کے مسئلوں پر براہ راست بحث کیجاتی ہے۔ چنانچہ تاجروں کو اور کاروباری طبقے کو اس شعبہ سے بہت گہرا تعلق اور دلچسپی ہے۔ مارشل نے معاشیات کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ روزمرہ کی زندگی یا جد و جہد کا علم ہے"۔ اور معاشیات کے اس شعبے (مبادلے) پر اس تعریف کا کامل انطباق خاص طور سے ظاہر ہے۔

دیکھو Del Mar : The Science of Money

دوسرا باب

مبادلے کی سرگزشت

(۱) پیدائش کے عمل میں مبادلے کا درجہ (۲) مبادلے کی ترقی (۳) اس کے فوائد (۴) اس کے لوازم (۵) تجارتی طبقہ (۶) ذرائع نقل و حمل (۷) زر کی بدولت اشیاء کے ادل بدل کے بجائے خرید و فروخت ہونے لگی۔

6

قدیم علمائے معاشیات کا یہ دستور تھا کہ وہ معاشیات کی بحث میں مبادلے کو پیدائش سے ایک الگ اور جداگانہ شعبہ سمجھتے اور اس لحاظ سے اس پر بحث کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے پوری بحث کو تین جداگانہ شعبوں میں پیدائش دولت، مبادلہ اور تقسیم دولت میں تقسیم کر دیا تھا اور بعد میں چلکر ایک الگ شعبے کی حیثیت سے صرف دولت کا بھی اضافہ کر دیا گیا۔ موضوع پر اس طریقے سے بحث کرنے میں یہ خاص فائدہ موجود تھا کہ مباحث کی ترتیب کی بنا پر موضوع کی تفہیم و توضیح میں سہولت ہوتی تھی۔ مگر اس بنا پر اس واقع کو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کہ مبادلہ درحقیقت پیدائش کے عمل کا جزو ہے۔ پیدائش کا مفہوم اشیاء کی پیدائش نہیں ہے بلکہ افادوں کی پیدائش ہے۔ انسان مادے کی تخلیق و تکوین نہیں کر سکتا۔ اور نہ وہ مادے یا اشیاء کو فنا یا معدوم کر سکتا ہے۔ وہ بجز

پیدائش کا مفہوم

اس کے کہ ایک شئے کی صورت و شکل بدلدے اور اس طرح دوسری شئے تیار کرے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ لکڑی کی آفرینش نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ لکڑی کے ایک ٹکڑے سے میز تیار کر سکتا ہے۔ اسی بنا پر پیدائش کی تعریف یوں کیجاتی ہے کہ اس سے مراد افادوں کی تخلیق ہے۔ اشیاء کی پیدائش انسان کی قدرت سے باہر ہے لیکن انسان اشیاء کو کار آمد اور مفید بنا سکتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اشیاء کو کار آمد بنانے کا عمل اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ اس سے استفادہ کرنیوالا کوئی شخص فراہم نہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں پیدائش کا عمل اس وقت تک تکمیل کو نہیں پہنچتا جب تک کہ اس شئے کا کوئی خریدار نہ ہو۔ چنانچہ اس کی بہت سادہ مثال گلنے سڑنے والے اور سریع الزوال اشیاء جیسے میوہ کی ہے جو کسی بازار سے فاصلہ دراز پر باغوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

پیدائش کے تین عمل اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ پیدائش کا مکمل عمل تین حالتوں پر مشتمل ہوتا ہے (۱) اشیاء کی صورت و شکل کی تبدیلی یا محدود معنوں میں پیدائش جیسے کہ کاشتکار گیہوں پیدا کرتا ہے یا نجار میز پیدا کرتا ہے (۲) مقام کی تبدیلی یا نقل و حمل جیسے کہ کان کن لوہا یا کوئلہ معدن سے کھود کر نکال لیتا ہے اور آہنگر کے پاس لاتا ہے یا جہاز کنیڈا کا گیہوں لیورپول لاتا ہے اور اس کا آٹا اور روٹی انگلستان میں بنائی جاتی ہے۔ اور (۳) تملیک کی تبدیلی جیسے کہ تاجر، پیدا کرنے والوں کے پیش کردہ اشیاء کو ان کی ملکیت سے نکالکر خریداروں کے ہاتھوں میں پہنچاتا ہے۔ موجودہ زمانے کے حالات کے تحت پیدائش کے عمل کے ان اجزا میں سے ہر ایک جزو مساوی طور سے اہم اور لازمی ہے۔ اس لئے کہ دنیا کی سب قومیں اپنی غذا اور اپنے لباس کے لیئے ایک دوسرے کی محتاج ہیں اور اسی لحاظ سے ہر متمدن قوم میں ہر فرد تمام دوسرے بنی نوع پر نہ صرف اپنے ضروریات حیات کے لیے بلکہ آرام اور تعیش کی چیزوں کے لیئے بھی منحصر اور دست نگر ہے۔

مگر تہذیب و تمدن ابتدائی حالت میں جبکہ قوم کا مفہوم محض خاندان یا فرقے تک محدود تھا، اور یہ فرقے چھوٹے چھوٹے تھے، اپنی ضرورتیں آپ پوری کر لیا کرتے تھے اور زیادہ تر خانہ بدوش تھے، عملاً مبادلے کا وجود ہی نہ تھا اس لیئے کہ اسکی ضرورت ہی نہ تھی۔ ہر فرقے کا ہر فرد ایک ہی قسم کا کام اور پیشہ انجام دیتا تھا۔ اور اسی لیئے وہ وہی اشیاء تیار کرتا تھا جس کو اس کے ہمسائے بھی تیار کرتے تھے۔ تقسیم عمل کا طریق ایک حد تک موجود تھا خاصکر طبقۂ ذکور و اناث کے مابین۔ چنانچہ اس کی مثال ان فرقہ وار دستکاروں کی ابتدائی

شکل میں ملتی ہے جو فرقے کے تمام ارکان کے لیئے خدمت انجام دیتے تھے اور اس کے عوض ان کی تیار کردہ پیداوار کے شریک و سہیم ہوتے تھے۔ لیکن جب دو مختلف مقاموں کے دو دوست فرقوں میں اتفاقیہ طور سے میل ملاپ پیدا ہوتا تھا تو اس وقت کہیں مبادلے کے موجودہ مفہوم کے لحاظ سے اشیا کے ادل بدل کرنے کی نوبت آتی تھی۔ اس لیئے کہ نو وارد قومیں کسی دور افتادہ مقام سے آنے کی وجہ سے اپنے ساتھ اکثر ایسی چیزیں لاتی تھیں جو مقامی فرقوں کے پاس نہ ہوتی تھیں، اور ایسی چیزوں کے حاصل کرنے کی خواہشمند ہوتی تھیں جن کو مقامی فرقے کے افراد نہایت معمولی سمجھتے اور اس لیئے ان کی بہت کم قدر کرتے تھے۔ ان حالات میں مبادلے کا ہونا قدرتی امر تھا اس لیئے کہ یہ فریقین کے لیئے فائدہ مند تھا۔ اس طرح مبادلے کی نوعیت ابتداءً بین الجماعتی یا بین الاقوامی تھی نہ کہ مقامی۔ مبادلے کے طریق کے وجود میں آنے کا باعث غالباً یہ رسم تھی کہ کسی قوم کی جب ایسی قوم سے جس کی مخالفت کا امکان تھا اتفاقیہ مڈبھیڑ ہوتی تھی تو وہ امن و صلح کے خیال سے اس کو تحائف پیش کرتی تھی اور رفتہ رفتہ یہ ایک معمولی رواج پڑ گیا کہ دونوں قومیں ایک دوسرے کو لازمی طور سے تحائف پیش کیا کریں۔ اس طرح ہر قوم یہ توقع رکھتی تھی کہ وہ جو تحفہ پیش کرے اس کے مساوی القدر تحفہ اس کو دوسری قوم سے ملے۔ رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ اس قسم کی ملاقاتوں اور تحائف کے مبادلوں کے امکان پر نظر رکھتے ہوئے ارادۃً مختلف مقامات کے سفر اختیار کیئے جانے لگے۔

جب خانہ بدوش قومیں خاص خاص خطوں میں سکونت پذیر ہوگئیں جس کے نتیجے کے طور پر زراعت کا نشوونما ہوا اور ان کی آبادی بڑھتی گئی تو تقسیم محنت کی ضرورت روز بروز زیادہ محسوس ہونے لگی۔ اضافہ آبادی کے ساتھ ایک ہی قسم کے کام کو زیادہ انجام دینے کا کافی موقع ملا، اور مختلف پیشوں مثلاً آہنگری یا موچی کے پیشے میں اتنی وسعت پیدا ہوگئی کہ ہر شخص قوم کے لیئے اپنا پورا وقت اس پیشے میں صرف کرنے لگا۔ ان کے علاوہ شکاریوں اور سپاہیوں کے پیشے بھی تھے جنھیں گھر سے باہر جانا پڑتا تھا، بخلاف ان کے کاشتکاروں کو گھر ہی میں رہکر کھیتی باڑی کرنی پڑتی تھی۔ ان حالات میں مختلف پیداواروں کا ایک دوسرے سے ادل بدل کرنا لازمی تھا۔ جیسے جیسے دیہات ترقی کر کے قصبات اور شہروں کی شکل میں آتے گیئے

تقسیم محنت

8

اور شہروں کی ترقی اور توسیع سے ملک اور قوم کی بنا قائم ہوتی گئی ویسے ویسے اشیاء کے ادل بدل اور مبادلے کا طریق روز افزوں عام اور وسیع ہوتا گیا۔ موجودہ زمانے میں مغربی ممالک کی یہ حالت ہے کہ کوئی شخص تن تنہا کوئی مکمل شئے اپنے لیئے تیار نہیں کرتا، اور پیدائش میں کلوں اور کارخانوں کا طریق رائج ہونے کے بعد سے یہ حالت ہوگئی ہے کہ کوئی ایک شخص اپنے لیئے اپنے تیار کردہ خام اشیاء اور اپنے آلات سے کوئی چیز تیار نہیں کرتا۔ جو شئے تیار کیجاتی ہے وہ مبادلے کے لیئے تیار کیجاتی ہے۔ چنانچہ مبادلے کی دقتوں اور پیچیدگیوں میں اُسی سرعت کیساتھ اضافہ ہوا ہے جس سرعت کیساتھ تقسیم محنت کے طریق میں اور محنت کی تخصیص طلبی میں ترقی و توسیع ہوئی ہے۔

مبادلے کے فوائد

اگرچہ اس عجیب و غریب جدید نظام کے اکثر خصوصیات نقصان رساں اور قابل افسوس ہیں لیکن اس نظام کے بلا شبہ بے شمار فوائد بھی ہیں۔ اگر یہ نظام نہ ہوتا تو دولت کا وہ کل ذخیرہ، جس میں نہ صرف چند متمول افراد کا زر شامل ہے بلکہ تہذیب و تمدن کی وہ سب پیداوار بھی شامل ہے جس کو موجودہ دنیا قوم کے سب طبقوں کے لیئے فراہم کرتی ہے اور سب فائدہ اُٹھاتے ہیں، معرض وجود ہی میں نہ آسکتا اس لیئے کہ مبادلے سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ ٹھیک وہی ہیں جو تقسیم محنت سے حاصل ہوتے ہیں۔ پیدائش کی تنظیم کے جدید طریق کے لیئے جو کثیر المقدار دولت کی پیدائش کا باعث ہے مبادلے کی موجودگی ناگزیر ہے۔ لیکن اس وسیع نظام میں ایسے پیدا کرنے والے بکثرت ہیں جو بظاہر پیدائش میں کوئی صلہ لیتے نہیں معلوم ہوتے۔ یعنی یہ محض اشیاء کو ایک کے پاس سے دوسرے کے پاس منتقل کرتے ہیں چنانچہ ان کو بہ نظر حقارت درمیانی اشخاص کہا جاتا ہے اور بعض اوقات انھیں پیداوار کی سہامت کا مستحق نہیں خیال کیا جاتا۔ مگر یہ واضح کردینا ضروری ہے کہ اس قسم کا فرق و امتیاز بے بنیاد ہے۔ ہر وہ شخص، جس کی مبادلے کے عمل میں واقعی ضرورت ہو بشمول اس شخص کے جو پیدا کردہ اشیاء کے لیئے صارف کی تلاش کرتا ہے، پیداوار میں حصہ پانے کا جائز طور سے مستحق ہوتا ہے۔ درمیانی شخص، جس وقت تک اس کی ضرورت ہو، ایسا ہی پیدا کرنے والا ہے جیسا کہ کاشتکار۔ مگر فالتو

درمیانی شخص

درمیانی شخص بیشک کوئی افادہ نہیں پیدا کرتا۔ وہ اسی طرح غیر مفید ہے جس طرح کہ وہ کاشتکار جو بوئی ہوئی زمین پر دوبارہ ہل چلائے اور

کاشت کی ہوئی زمین پر دوسری فصل اُگانے کی کوشش کرے۔ ایسا درمیانی شخص جو کسی کسی طرح پیدا کرنے والے اور صرف کرنے والے کے درمیان آگھسے اور ان کے مابین ربط و تعلق پیدا کرنے میں کوئی ضروری کام انجام نہ دے، قطعاً افادے کی پیدائش یا افزائش نہیں کرتا۔ اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ بعض ملکوں اور بعض پیشوں میں ایسے اشخاص بکثرت پائے جاتے ہیں۔ لیکن یہ بجائے اصول کے تحت شمار ہونے کے غالباً اس کے مستثنیات میں زیادہ تر شمار ہوتے ہیں۔ ایک درمیانی شخص جو مبادلے میں سہولتیں پیدا کرتا ہے اسی معنی میں بلاشبہ افادہ پیدا کرتا ہے جس معنی میں مبادلہ خود افادے پیدا کرتا ہے۔ مبادلے کے ذریعہ سے ہر شخص اس قابل ہوتا ہے کہ خود اپنی زائد پیداوار کو ایسی اشیاء سے ادل بدل کرے جو دوسروں کے لیئے تو ضرورت سے زائد ہیں لیکن اس کے نزدیک بیش قیمت ہیں۔ دونوں فریقوں کے لیئے موضوعی افادہ کا دو طرفہ حصول مبادلے کے عمل کی تہ میں مضمر ہوتا ہے، اور اس کا اطلاق ایک ملک کے افراد کے مابین مبادلے پر جس طرح ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح قوموں اور ملکوں کے مابین مبادلے پر ہوتا ہے۔ مبادلہ ہر شخص اور ہر قوم کی پیدا آوری کی صلاحیت سے پورا پورا فائدہ حاصل کرنے کا موقع بہم پہنچاتا ہے، اور اس طرح ملک اور تمام عالم کے لیئے بیشتر مجموعی پیداوار حاصل کر لیتا ہے۔

مبادلے کے لوازم مبادلے کا نشو و نما اور جدید تجارتی نظام کی ترقی مع اپنے وسیع اور پیچیدہ مبادلے کے انتظامات کے تین اساسی لوازم پر مشتمل ہے:۔ (۱) تاجروں یا سوداگروں کی جماعت کی ترتیب جو پیدا کرنے والوں اور صرف کرنے والوں کے مابین وسطی کام انجام دے۔ (۲) ذرائع نقل و حمل کی ترقی و توسیع فاصلہ ہائے قریب و بعید کے لیئے۔ اس میں کرۂ زمین کے ایک حصے سے دوسرے نصف حصے میں گیہوں یا روئی جیسے اشیاء کی باربرداری اور خردہ فروشی کی دوکانوں کے ذریعے سے روزمرہ در بدر گھوم کر اشیاء کی بہم رسانی کرنا دونوں شامل ہیں۔ اور (۳) زر کی ایجاد جو بطور ذریعہ یا آلۂ مبادلہ کام کر سکے۔

تاجروں کا طبقہ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، تجارت اپنی نوعیت کے لحاظ سے ابتداءً مقامی طور سے نہ ہوتی تھی بلکہ بین الجماعتی یا بین الاقوامی تھی۔ یعنی تجارت ممالک غیر کے باشندوں سے کیجاتی تھی۔ اور چونکہ اس زمانے میں ممالک غیر کے باشندوں کے معنی دشمن لیئے جاتے تھے اس لیئے تجارت ابتداءً امن و صلح کے طریقوں سے انجام نہ پاتی تھی بلکہ اس کی خصوصیت متنازعہ جنگی طریقے تھے۔ اس لحاظ سے ہر فریق دوسرے کو

لین دین میں دھوکا دینے یا قوت و تشدد کے بل پر اس کا مال چرانے کی کوشش کرتا تھا۔ قدیم زمانے کے تاجر کے جان و مال دونوں ہر وقت معرض خطر میں رہتے تھے اور وہ اپنی جان و مال کو مٹھی میں لیے پھرتے تھے۔ تجارت میں خطرات بہت زیادہ ہوتے تھے۔ اس لحاظ سے ان کے بالمقابل منافعہ بھی بہت وصول کیا جاتا تھا۔

تاجروں کا کام

تجارت کے ارتقا کی ایک اور دلچسپ خصوصیت یہ ہے کہ ابتداءً تاجر اپنے گاہک کو ڈھونڈتا پھرتا تھا مگر اب خردہ فروشی اور دکانداری کے طریق کے رائج ہونے کی بنا پر یہ تغیر ہو گیا ہے کہ گاہک تاجروں کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ چنانچہ اشیاء کی نوعیت پر جو تجارت کا مقصد تھے اس کا اثر پڑا۔ قدیم زمانے میں تجارت قدرتی طور سے ایسے اشیاء کی نقل و حرکت تک محدود ہوتی تھی جن کی قیمت ان کے وزن یا جسامت کے مقابلے میں بہت زیادہ ہوتی تھی مگر جو ہلکی پھلکی اور سریع الزوال نہ ہوں۔ اس لحاظ سے وہ فاصلہ ہائے دراز پر منتقل کیے جا سکتے تھے۔ مثلاً چائے کے قرص ملک چین سے نکلکر بالائی راستے سے سائبیریا میں سے ہو کر ایران، ہندوستان اور پھر بعد میں یورپ جاتے تھے۔

زمانۂ جدید کے تاجروں کی جماعت سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں اس کی مثال اس امر سے ملتی ہے کہ موجودہ زمانے میں شہروں کے باشندے اپنی روزمرہ کی غذا کی رسد کے لیے تھوک اور خردہ تاجروں کے نظام کے بڑی حد تک محتاج اور دست نگر ہیں۔ دکاندار اور تھوک تاجر جو مال کے کثیر ذخیرے کا مالک ہوتا ہے، ایک ایسے سلسلے کی کڑی ہیں جس کا ایک سرا پیدا کرنے والا ہے جو کسی دور دراز مقام میں سکونت پذیر ہے اور جس کے پاس متفرق خردہ گاہکوں کو تلاش کرنے کا نہ تو وقت ہے اور نہ موقع نہ واقفیت اور دوسرا سرا صارف یا صرف کرنے والا ہے جو مختلف پیدا کرنے والوں کو جو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں تلاش نہیں کر سکتا۔ انھیں تاجروں کے ذریعے سے صارف حسب دلخواہ مال خرید سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ رسد کے اہتمام کی غیر معمولی ترقی کی وجہ سے نئی نئی احتیاجات پیدا ہو گئی ہیں۔ کیونکہ انھیں گھر بیٹھے اپنی آنکھوں سے دیکھ دیکھکر خریدنے کی ترغیب و تحریص ہوتی ہے مثلاً کسی معمولی پنساری کی دکان کا جائزہ لیکر یہ معلوم کرنا بھی کہ اس کے پاس کے مختلف اشیاء کن کن مقاموں سے آئے ہیں، ایک اوسط درجے کے گاہک کی جغرافی معلومات کے

دائرے سے باہر ہوگا۔ پھر یہ تھوک تاجر کثیر مقداروں کا لین دین کرتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے
وہ معمولی خردہ گاہک کے مقابلے میں بہت ارزاں نرخ پر مال خرید سکتے ہیں کیونکہ پیدا
کنندوں کے لیئے بمقابلہ متفرق خردہ گاہکوں کے ایک بڑے گاہک سے معاملہ کرنے میں بہت
سہولت اور کفایت ہوتی ہے۔ بعض اشیاء مثلاً ہندوستان کی چائے کی تجارت میں اسکی
کوشش کیگئی ہے کہ مال باغوں سے نکلکر براہ راست انفرادی گاہکوں کے گھروں میں پہنچایا
جائے لیکن اس طریق سے تجارت کرنے میں مقابلۃً بہت کم اشیاء فروخت ہوئے۔ اور سب سے آخر میں یہ کہ تھوک تاجر اور
دکاندار مختلف اشیاء کثیر مقداریں اپنے گوداموں میں رکھتے ہیں تاکہ گاہکوں کو اپنی مرضی کے موافق مال منتخب کرنے
اور جس وقت چاہیں خریدنے کا موقع ملے۔ ایک ایسے شخص کے لیئے جس کے گھر کا خرچ بہت کم ہے پہلے سے
اشیاء کا کثیر مقدار میں ذخیرہ رکھنے کی نوبت اور ضرورت بہت کم پیش آتی ہے۔ کیونکہ
جب کبھی اس کو کسی چیز میں کمی یا اس کی ضرورت معلوم ہوتی ہے وہ فوراً پاس ہی کی دکان
سے خرید سکتا ہے۔ اشیاء کا ذخیرہ رکھنا دکاندار کا کام ہے اور وہی اس کے تمام خطرات
برداشت کرتا ہے۔ سریع الزوال اشیاء کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک اس کے لیئے
بہت خطرات ہوتے ہیں اور بعض اوقات ایسے اشیاء اس کے لیئے کثیر نقصان کا باعث
ہوتے ہیں۔

نقل و حمل

ذرائع نقل و حمل کی ترقی پر جن امور کا اثر پڑتا ہے وہ
یہ ہیں:۔ (۱) فاصلہ یعنی دور دراز مقامات پر سامان کو لاد کر بھیجنے میں
باربرداری کے مصارف (جو بعض صورتوں میں اشیاء کی قیمت کا لحاظ کرتے ہوئے کسی طرح
واجبی نہیں تصور کیئے جاسکتے۔ (۲) خود اشیاء کی نوعیت۔ مثلاً نقل و حرکت میں سریع الزوال
اشیاء کے خراب ہونے یا نازک اشیاء کے ٹوٹنے پھوٹنے کی وجہ سے نقصان عظیم کا امکان اور اس
نقصان کی بناء پر بیچے کھچے اشیاء کی قیمت میں اضافہ کرنا ضروری ہے۔ (۳) وسائل نقل و حمل
کی ترقی۔ اکثر مغربی ممالک میں یہ ترقی کم و بیش ایک باقاعدہ طریق پر ہوئی ہے۔ چنانچہ پہلے
بحری راستے سے یا بڑے بڑے دریاؤں کے ذریعے سے اس کے بعد سڑکوں اور نہروں کے
ذریعے سے اور پھر ریلوں کے ذریعے سے۔ مگر مشرق میں سمندر کے راستے سے نقل و حمل
کرنے سے بہت پیشتر صدیوں تک دور افتادہ ممالک کو سامان بھیجنے کے لیئے سڑکیں
استعمال کیجاتی تھیں۔ حتیٰ کہ ہندوستان اس سے مستثنیٰ نہ تھا حالانکہ اس کو ایک طویل
ساحل میسر ہے۔ مصر کا دریائے نیل ایسے ملک کی سب سے زیادہ موثر مثال بہم پہنچاتا

11

ہے جہاں قدیم ترین زمانے سے اشیاء کا نقل و حمل زیادہ تر پانی کے ذریعے سے عمل میں آیا۔ چنانچہ مصر نے صدیوں تک کسی بڑے پیمانے پر بری راستے سے نقل و حمل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اور اس سے بھی زیادہ زمانے تک بحری راستہ تلاش کرنے کی کوئی سعی نہیں کی۔

زر بمقابلۂ طریق ادل بدل۔ مبادلے کے نشو و ارتقا میں سب سے آخری منزل زر کی ایجاد اور ادل بدل کے طریق کے بجائے خرید و فروخت کے طریق کا رواج ہے۔ ادل بدل کے معنی اشیاء کا براہ راست ایک دوسرے سے مبادلہ ہے۔ اور یہی اشیاء کی اضافی قدر معلوم کرنے کا سب سے سادہ اور آسان طریقہ ہے جس میں براہ راست اشیاء کا ایک دوسرے سے مقابلہ کیا جاتا ہے لیکن قدیم ترین قوموں کو بھی مبادلے کے طریق میں عملی دقتیں محسوس ہوئیں ممکن ہے کہ متبادلہ اشیاء کی اضافی قدر کو معلوم کرنا کافی آسان ہو لیکن یہ صرف آدھی دقت ہے۔ اس لیے کہ عمل مبادلہ کے واقع ہونے سے پیشتر تین شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے۔ سب سے اول تو یہ کہ دو ایسے شخص موجود ہوں جن میں سے ہر ایک ٹھیک وہی شئے دینا چاہے جس کی دوسرے کو ضرورت ہو۔ اس قسم کا انطباق بڑی حد تک ناممکن الحصول ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ دونوں شخص جن اشیاء کو ادل بدل کرنا چاہتے ہیں وہ مساوی القدر رہوں۔ اور تیسرے یہ کہ دونوں کو ایک وقت میں اشیاء ادل بدل کرنے کی ضرورت ہو۔ ان تینوں باتوں کے ایکجا ہونے کا بندوبست کرنا تقریباً ناممکن ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان مقامات میں بھی جہاں ادل بدل کا طریق عام ہے یہ دیکھا جاتا ہے کہ مبادلے کو ممکن بنانے کے لیئے دو طرفہ ادل بدل کے طریق کے بجائے سہ طرفہ ادل بدل کا طریق اختیار کرنا پڑتا ہے۔ آ اپنے اشیاء کا مبادلہ ب سے ایسے اشیاء کے عوض کرتا ہے جس کی آ کو ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ج کو حاجت ہوتی ہے۔ اس طرح آ اُنے جو اشیاء ب سے حاصل کیئے انھیں ج کے حوالے کرکے ج سے اپنی ضرورت کی شئے حاصل کرتا ہے۔ لیکن یہ مشکلات ایک تیسری عام شئے کے رائج کرنے سے حل ہو جاتی ہیں۔ یہ عام شئے زر ہے جو بطور آلۂ مبادلہ استعمال ہوتی ہے۔ ہر شخص بجائے اس کے کہ اپنے اشیاء کا براہ راست دوسروں کے اشیاء سے مبادلہ کرے، اپنے اشیاء زر کے عوض فروخت کرتا ہے اور اس زر سے وہ جس قسم کی شئے چاہے، جس شخص سے چاہے جس وقت

چاہے اور جتنی مقدار میں چاہے خرید لیتا ہے۔ اس طرح زر، اول بدل کے واحد عمل کو تحلیل کرکے مبادلے کے دو جداگانہ عملوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ ایک تو اشیاء کا زر کے عوض مبادلہ ہے جس کو فروخت کہا جاتا ہے اور دوسرا، جو وقت اور فاصلے کے لحاظ سے پہلے عمل سے الگ ہو سکتا ہے، اسی زر کا دوسرے اشیاء کے عوض مبادلہ جس کو خرید کہا جاتا ہے۔

اگرچہ اب یہ دونوں عمل الگ الگ انجام پاتے ہیں لیکن ان دونوں کا باہمی تعلق فراموش نہ کرنا چاہیئے۔ ہر خرید کا یہ مفہوم ہے کہ اس سے قبل فروخت عمل میں آچکی ہے۔ اور ہر فروخت یہ ظاہر کرتی ہے کہ آیندہ خرید عمل میں آئیگی۔ تفہیم کا اصل نکتہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی پیداوار اور خدمات کا دوسروں کی پیداواروں اور خدمات سے مبادلہ کرکے زندگی بسر کرتا ہے۔ دولت کی پیدائش کا آخری مقصد فروخت نہیں ہے بلکہ پیداوار کا دوسرے اشیاء سے مبادلہ کرنا اور انجام کار ان دوسرے اشیاء کو صرف کرنا آخری مقصد ہے۔ اسی لحاظ سے گزشتہ باب میں اس نکتے پر زور دیا گیا کہ کسی شئے کی حقیقی قدر، زر کی وہ مقدار نہیں ہے جس کے عوض وہ فروخت کیجا سکتی ہے، بلکہ دوسرے اشیاء کی وہ مقدار ہے جن کے عوض زر کی وساطت سے اس کا مبادلہ کیا جا سکتا ہے۔ قیمت، محض اشیاء کی قدر مبادلہ کو ظاہر کرنیکا ایک ذریعہ ہے۔ اشیاء کی حقیقی قدر مبادلہ ان تمام دوسری عام چیزوں کی وہ مقدار ہے جن کے عوض زر کے توسط سے ان اشیاء کا مبادلہ کیا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

1. Gide : Political Economy, Book II, Chapters I to II, (Archibald's Translation, 1914)

2. Jevons : Money, Chapter I .

بازار

(۱) بازار اور بازاری قیمت۔ (۲) بازار کا مفہوم۔ (۳) بازار کا قانون (۴) مقامی بمقابلہ بین الاقوامی بازار (۵) صغیر بمقابلۂ کبیر بازار۔ (۶) تمسکات اور پیداوار کے صرفے۔

گزشتہ بابوں میں بیان کیا جاچکا ہے کہ اس کتاب کا موضوع مبادلات کی کل ہے۔ اور مبادلات کی کل (؟) وسائل ہیں جن کے ذریعے سے اشیاء کی قیمتیں ادا کی جاتی ہیں۔ اس امر کی مفصل بحث کہ یہ قیمتیں کس طرح قرار پاتی ہیں اس کتاب کی وسعت سے باہر کی چیز ہے۔ چنانچہ اس کا مطالعہ اصول معاشیات کی کسی مستند نصابی کتاب میں کرنا چاہیئے جس میں نظریۂ قدر پر بحث کیگئی ہو۔ یہاں صرف اس نظریئے کے عام نتیجہ کے بیان پر اکتفا کرنا ضروری ہے۔ اور وہ نتیجہ یہ ہے کہ کسی شئے کی قیمت، ایک ایسے بازار میں جہاں مقابلہ کم و بیش موجود ہو، رسد و طلب کی متضاد قوتوں کے باہمی عمل سے قرار پاتی ہے۔ کسی شئے کی بازاری قیمت وہ قیمت ہے جو رسد و طلب کی موجودالوقت حالت کے تحت، وقت کے وقت یا طویل مدت کے لیئے رسد و طلب کو متوازن یا مساوی کرتی ہے۔ یعنی وہ قیمت جس پر کہ

فروخت کے لیئے پیش کردہ مقدار مطلوبہ مقدار کے ٹھیک مساوی ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں، بازاری قیمت وہ قیمت ہے جس پر خریدار ٹھیک اتنی ہی مقدار خریدنے کے لیئے آمادہ ہوگا جس کو فروشندے فروخت کرنے پر آمادہ ہوں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ جتنی مقدار خریدار لینے پر آمادہ ہیں اور جتنی مقدار فروشندے دینے پر آمادہ ہیں ان دونوں کا انحصار اس قیمت پر ہوتا ہے جو فروشندے طلب کرتے ہیں یا خریدار پیش کرتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ رسد وطلب کے معاشی قوانین کا یہی خلاصہ ہے، اس کو اختصار کیساتھ یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ قیمت جسقدر زیادہ ہوگی اسیقدر طلب کم ہوگی اور رسد زیادہ ہوگی اور اسکے برعکس قیمت جسقدر کم ہوگی رسد بھی اسیقدر کم ہوگی اور طلب اسیقدر زیادہ ہوگی ان متضاد قوتوں کے توازن سے بازاری قیمت جسطرح قرار پاتی ہے اسکی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ کوئی آدمی اپنے کندھے پر ایک ڈنڈے کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہو جس کے دونوں سروں پر مختلف وزن کے دو وزنی اشیا (جو غیر مساوی اور مختلف وزن کے ہوسکتے ہیں) آویزاں ہوں! ان دونوں اوزان کو متوازن کرنے کے لیئے ضروری ہے کہ وہ شخص ڈنڈے کو اپنے کندھے پر ادھر سے ادھر اس طرح حرکت دے کہ بالآخر اسے بیرمی اصول کی بنا پر ایک ایسا مقام ملجائے جس پر ڈنڈے کو ٹکانے سے یہ اوزان متوازن ہو جائینگے۔ بازاری قیمت یا قیمت متوازنہ بازار میں عملاً خریداروں اور فروشندوں کے کم وبیش اندھا دھند باہمی مقابلے سے قرار پاتی ہے! اور جس نقطے پر قیمت قرار پاتی ہے اس کا مدار زیادہ تر بازار کی نوعیت اور بازار کے حالات پر ہوتا ہے۔ پس مبادلات کی کل کو اچھی طرح سمجھنے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ

بازار کا مفہوم

لفظ "بازار" کے بنیادی تصور کی مفصل بحث کیجائے، کیونکہ "بازار" کی حیثیت ایک ایسے اکھاڑے کی سی ہے جہاں رسد وطلب کی قوتوں میں قیمتوں کے بارے میں مسلسل آویزش اور کشمکش جاری رہتی ہے، چنانچہ دنیا کے بازاروں کے عمل کی تنظیم اور اس کا طریق، مبادلات کی کل کا اساسی جزو ہے۔

عام اصطلاح میں "بازار" کا مطلب ایک ایسا مقام یا عمارت ہے جہاں کسی شئے کے خریدار اور بائع کاروبار کرنے کی غرض سے جمع ہوتے ہیں لیکن کاروباری طبقے میں یہ لفظ بہت زیادہ وسیع معنی میں استعمال ہوتا ہے اور یہی اس کے اصلی معاشی مفہوم سے بہت زیادہ قریب بھی ہے۔ مثلاً کاروباری لوگ جب روئی کے

بازار کا ذکر کرتے ہیں تو اس کا مفہوم ان کے ذہن میں روئی کے بازار کی کوئی عمارت
نہیں ہوتا بلکہ اس لفظ سے مراد وہ کچھ اور ہی لیتے ہیں۔ معاشیات میں ،بازار کے
مفہوم میں ،وہ پورا رقبہ داخل ہے جس میں کسی شئے کے صرف کرنے والے اور پیدا
کرنے والے پھیلے ہوئے ہیں۔ بازار کی اساسی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے حدود

گفت وشنید کی آزادی

کے اندر سامان تیار کرنے والوں اور صرف کرنے والوں کو
آپس میں آزادانہ طور پہ گفت وشنید کرنے اور ایک دوسرے کا
حال معلوم کرنے کا موقع حاصل ہو اور طلب ورسد کے مختلف حالات کے لحاظ سے
اسی رقبے میں سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ بلا کسی قید اور وقت کے منتقل کیا
جا سکے۔ اس طرح اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر اس رقبے کے ایک حصے میں دوسرے کے مقابلے
میں اشیا زیادہ ارزاں ہوں تو خریدار اس مقام سے اشیاء خرید سکیں جہاں ،،
اشیا ارزاں مل سکتی ہیں اور دوسری طرف بائع اپنا سامان اس مقام کو بھجوا سکیں
جہاں ان کو اچھی قیمت وصول ہونے کی توقع ہو سکتی ہے۔ گفت وشنید اور نقل و

قیمت کی یکسانیت

حمل کی اس آزادی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بازار میں قیمتوں کی
عدم یکسانیت باقی نہیں رہتی چنانچہ معاشی لحاظ سے کامل
اور حقیقی بازار کی تعریف دوسرے الفاظ میں یہ ہے کہ بازار کے پورے رقبے میں
ایک شئے کی قیمت ہر جگہ لازمی طور سے یکساں ہو۔ مغربی ممالک میں عام مقابلے کا
رنگ یہ ہے کہ فروشندے اپنے اشیاء کی قیمتوں کو مشتہر کرتے ہیں تاکہ خریداروں کو
ترغیب ہو کہ دوسروں سے خریدنے کے بجائے انھیں سے مال خریدیں۔ مغربی
ممالک میں نرخنامے شائع کرنے کا طریقہ مقابلے کے طریق کی اصلی جان ہے۔ اس میں
فائدہ یہ ہوتا ہے کہ خریدار مختلف تاجروں کے نرخناموں کا ایک دوسرے سے موازنہ کرکے
ارزاں ترین نرخ والے کے اشیاء خرید سکتے ہیں۔ اس انتظام کا فطری اور ناگزیر نتیجہ یہ ہے
کہ بازار کے پورے رقبے میں قیمتوں کی یکسانیت قائم رہتی ہے۔ اگر کوئی یہ جانتا ہے کہ
ایک تاجر کے پاس سے اس کو ارزاں سامان مل سکتا ہے تو وہ ہرگز اس قسم کے سامان کو گراں
فروش سے نہ خریدے گا۔ اسی طرح فروشندے کو بھی اگر یہ معلوم ہو کہ پاس کا ایک تاجر اشیاء کو
کم داموں فروخت کر رہا ہے تو وہ ہرگز یہ بے وقوفی نہ کریگا کہ اسی قسم کے اشیاء کو اپنے یہاں زیادہ

داموں پر فروخت کرے۔ اس طرح مقابلے کی بنا پر قیمتوں میں یکسانی پیدا ہوتی ہے۔

جیونس کا قانون بازار

چنانچہ جیونس کا "قانون بازار" کہتا ہے کہ "ایک ہی بازار میں ایک شئے کی دو مختلف قیمتیں رائج نہیں ہو سکتیں"۔ لیکن یہ تعریف معاملے کی تہ تک اس قدر نہیں پہنچتی جس قدر مارشل کی تعریف پہنچتی ہے۔ مارشل کی تعریف کے لحاظ سے بازار "ایسا رقبہ ہے جس میں خریدار اور بائع آزادانہ طور سے اس طرح گفت و شنید کریں کہ قیمتیں آسانی کے ساتھ مساوی اور متوازن ہو جائیں"۔ اصل نکتہ آزادانہ بات چیت، نرخ ناموں کی تشہیر، قیمتوں کا باہم مقابلہ، موازنہ، اور رسد و طلب کا آزادانہ عمل ہے۔

بازار کا رقبہ اور مدت

یہاں تک بازار کے نظریئے کی تشریح ہوئی۔ اس کے بعد یہ بتانا باقی رہتا ہے کہ بازار، دو اعتبارات سے جن کو زمان و مکاں کہا جا سکتا ہے، مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ بازار بلحاظ مکان چھوٹا یا بڑا ہو سکتا ہے اور وقت کے لحاظ سے بھی چھوٹا یا طویل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ بازار کی قیمتوں کی نوعیت کا مدار زیادہ تر بازار کے ان ہی مختلف حالات پر ہوگا۔ اس لحاظ سے ان امور کو بیان کر دینا ضروری ہے جو زماں و مکاں کے دو اعتبارات سے بازار کی وسعت پر اثر ڈالتے ہیں۔ (ا) وسعت مکانی۔ کوئی بازار اتنا مختصر ہو سکتا ہے کہ اس میں صرف ایک چھوٹے سے گاؤں یا قصبے یا پورے ضلع کی آبادی شامل ہو۔ یا کوئی بازار اس قدر بڑا اور کشادہ ہو سکتا ہے کہ تمام عالم شامل ہو مثلاً سوتی پارچہ کا بازار جو کئی دوسرے مشہور اشیاء کے بازار کے مثل تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ بازار کی وسعت کے فرق کا مدار زیادہ تر اشیاء کی نوعیت پر ہوتا ہے۔ کسی شئے کا بازار اس وقت وسیع ہوتا ہے جبکہ:-

(۱) اس شئے کی مانگ عام ہو۔ جیسے گیہوں اور روئی۔ اگر کسی شئے کی مانگ عام نہ ہو اور مخلوق کو بہت کم مقدار میں اس کی ضرورت ہو تو اس شئے کا بازار اس حلقے تک محدود رہے گا جس میں وہ طلب کی جا رہی ہے۔ مثلاً چھالیہ کی ڈلی کا انگلستان میں عام طور سے فروخت ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا کہ جنوبی ہند میں پشم یا پوستین کا فروخت ہونا۔

(۲) اس شئے کی شکل و حالت آسانی کے ساتھ بیان کی جاسکے، اس کے نمونے پیش کیے جاسکیں اور اس کی مختلف قسمیں اور درجے قایم کیے جاسکیں۔ تاکہ ہونے والے خریدار کی تفہیم زبانی یا خط یا تار کے ذریعے سے اشیاء کی نوعیت و حالت کو صحت کے ساتھ بیان کرکے اس طرح سے کی جائے کہ اس کو یہ با آسانی اور یقینی طور سے معلوم ہو جائے کہ اس کی خریداری میں فروشندہ کونسا مال پیش کرنے والا ہے۔ گویا اس طریقے سے مال کے پورے ذخیرے کو حقیقت میں دیکھے بھالے بغیر خرید و فروخت ممکن ہوتی ہے۔ اور اس طرح ایسی شئے کی تجارت ڈاک یا تار کے ذریعے سے صفحۂ زمین کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے کے مابین بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ گیہوں نمونوں کی بنا پر فروخت کیا جاسکتا ہے۔ علیٰ ہذا روئی چند مقررہ معیاروں کی بنیاد پر مدارج کا حال بیان کرکے مسلسل فروخت کی جاتی ہے۔ لیکن گھوڑے کی خریداری اس کو پوری طرح دیکھے بغیر محض نمونے یا بیان کی بنا پر عمل میں نہیں آسکتی۔

نقل پذیری

(۳) آسانی کے ساتھ قابل نقل و حمل ہونا ضروری ہے۔ یعنی یہ ضروری ہے کہ اس کی قدر، اس کی جسامت یا وزن کے لحاظ سے بہت خاصی زیادہ ہو تاکہ اس کی باربرداری کے مصارف کثیر نہ ہوں۔ اس طرح مصر میں تعمیری کاموں کے لیئے لکڑی بہت قیمت سے ملتی ہے۔ لیکن نیوزی لینڈ میں اس کی اتنی افراط ہے کہ جنگلوں میں درخت کاٹ کر زمین کو قابل کاشت بنانے کے لیئے کثیر مصارف لاحق ہوتے ہیں۔ باربرداری کے مصارف اتنے کثیر ہوتے ہیں کہ لکڑی کو کرۂ زمین کے ایک حصہ سے (جہاں وہ کوڑیوں سے بھی کم داموں پر دستیاب ہوتی ہے اس لیئے کہ اس کا "بازار" یا اس کی مانگ نہیں ہے) دوسرے حصے کو منتقل کرنا جہاں اس کی مانگ اور قدر زیادہ ہوسکتی ہے، قطعاً ناممکن ہوتا ہے۔

پائداری

(۴) اس کا دیرپا ہونا ضروری ہے۔ یعنی وہ شئے ایسی ہو جو نہ تو بہت نازک ہو کہ اسے کسی دور کے مقام پر منتقل کرنے میں ادھر اُدھر اُٹھانے اور رکھنے کی وجہ سے ٹوٹنے پھوٹنے کا امکان ہو اور نہ سریع الزوال

ہو کہ منزل مقصود تک پہنچنے میں عرصہ لگے تو وہ راستے ہی میں گل سڑ کر خراب ہو جائے۔ اگر وہ شئے دیرپا ہو تو وہ آسانی کے ساتھ منتقل کی جا سکتی ہے۔ مثلاً انگلستان کی گوشت کی تجارت میں، جہازوں میں محفوظ برفانی کمروں کے انتظام کی وجہ سے ایک انقلاب عظیم واقع ہوا ہے۔ اس انتظام کی بدولت آسٹریلیا یا ارجنٹائن سے انگلستان تازہ گوشت کا اچھی حالت میں بھیجنا ممکن ہو گیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ گوشت کا بازار تمام روئے زمین پر پھیلا ہوا ہے، اور گوشت کی ٹھوک قیمتیں جتنی ان دورافتادہ مقامات میں رائج ہیں تقریباً اتنی ہی مصارف باربرداری کو منہا کرنے کے بعد لندن میں بھی ہیں۔

18

وسعت زمانی

(ب) وسعت زمانی۔ کوئی بازار اس معنی میں چھوٹا ہو سکتا ہے کہ رسد و طلب جس کا لحاظ اس شئی کی قیمت کے معین کرنے میں کیا جاتا ہے لازمی طور سے ایسی ہو کہ وقت کے وقت میں اشیاء فروخت کے لیئے مہیا کیئے جا سکیں اور ایک ہی دن میں ہاتھوں ہاتھ فروخت اور صرف ہو جائیں۔ یا بازار اس معنی میں وسیع ہو سکتا ہے کہ صارف کسی شئے کو جس دن چاہیں خرید سکیں یا اس کی اتنی مقدار خرید سکیں کہ آئندہ چھے ماہ تک ان کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیئے وہ کافی ہو۔ اس لیئے کہ وہ شئی طویل مدت تک بھی اچھی حالت میں رہ سکتی ہے۔ "طویل المدت" بازار میں (مارشل کی اصلاح کے مطابق) فروشندے فوری رسد پر انحصار نہیں کرتے اس لیئے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ تازہ رسد کی آمد کا سلسلہ جاری ہے۔ اسی طرح وہ کسی ایک ہی دن میں اپنا مال فروخت کرنے پر مجبور نہیں ہوتے کیونکہ اگر موجودہ حالت میں وہ اچھی قیمت پر نہ اٹھتی ہو تو اس کو آئندہ اچھی قیمت پر فروخت کرنے کے لیئے رکھا جا سکتا ہے۔ بازار کی مدت کے بارے میں جن امور کو بیان کیا گیا ان کا مدار خود اشیاء کی

شئے کی نوعیت

نوعیت پر بھی ہوتا ہے۔ اس طرح (۱) طویل المدت بازار کا انحصار اس پر ہے کہ آیا شئے متعلقہ سریع الزوال ہے یا نہیں ہے۔ مثلاً مچھلی کی تجارت میں فروشندے کے لیئے پہلے ہی دن جو قیمت وصول ہو اس کا لے لینا ضروری ہے۔ ورنہ رکھے رکھے دوسرے روز تک وہ خراب ہو جائے گی۔ دوسری طرف کسی گھروالی کو اہل خاندان کے لیئے کسی دن جتنی مچھلی کی ضرورت ہو وہ اتنی ہی خریدے گی

اور اس سے زیادہ مقدار میں ہرگز نہ خریدے گی خواہ مچھلی کی قیمت گھٹ کر کتنی ہی کم نہ ہو جائے اس لئے کہ زائد مچھلی دو ایک دن سے زیادہ مدت تک نہیں رکھی جا سکتی۔

طلب کی نوعیت

(۲) بازار کی مدت کا مدار اس شئے کی طلب کی نوعیت اور مدت پر بھی ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہ آیا وہ شئے ایسی ہے جس کی طلب دائمی ہے جیسے گیہوں اور دوسرے اشیائے خورد و نوش یعنی وہ ایسی شئے ہے جس کا چند دنوں کے لئے فیشن ہو گیا ہے۔

رسد کی نوعیت

(ج) بازار کی مدت کا مدار رسد پر بھی ہوتا ہے۔ آیا رسد موجودہ ذخیرہ تک موجود ہے مثل کسی نایاب شئے یا دستکاری کے نمونے کے یا وہ کوئی باقاعدہ فصل کی پیداوار ہے جسکی قیمت کا تخمینہ پہلے سے لگایا جا سکتا ہے اور یہ یقین ہو سکتا ہے کہ اسکی ایک معتد بہ مقدار ہر موسم میں فراہم ہو جائیگی (گو اسکی مقدار میں ہر سال تغیر ہوتا ہے) جیسے دنیا کے گیہوں یا اون کی پیداوار۔ یا یہ کہ وہ مصنوعات کی قسم سے کوئی اشیا ہیں جنکی رسد میں حسب ضرورت غیر محدود طریقے سے اضافہ کیا جا سکتا ہے، جیسے کہ جنگ عظیم کے زمانے میں اسلحہ اور بارود کی رسد میں اضافہ کیا گیا۔

دنیا کے بازار۔

اس طرح گیہوں، روئی، اون، لوہا، فولاد اور تانبا یا ضروریات حیات کے دوسرے اشیاء کے بڑے بڑے بازار دنیا میں قائم ہونے کی بنا یہی حالات ہیں۔ چنانچہ اس قسم کے سب اشیاء کی مانگ عام اور عالمگیر ہوتی ہے اور کرۂ ارض کے وسیع خطوں پر ان کی کاشت یا پیدائش کی جاتی ہے۔ اس کے بعد اس امر پر غور کرنا ضروری ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے بازاروں میں کس نہج پر کاروبار ہوتا ہے، اس لیئے کہ ہر قسم کے اشیاء کا کاروبار بازار میں ایک ہی نہج پر ہوتا ہے اور بازار ایک ہی نمونے کے مطابق کاروبار کرتے ہیں اور وہ نمونہ زر کا بازار ہے جو سب بازاروں سے زیادہ وسیع ہے۔

تمسکات کا صرافہ

دنیا کے مشہور اجناس کی جن طریقوں پر تجارت ہوتی ہے، خواہ وہ موجودہ ضرورتوں کے لحاظ سے حقیقی خرید و فروخت ہو یا آئندہ ضرورتوں کے لحاظ سے تخمینی ہو، ان کی ترقی کی اساس تمسکات کے صرافے کے طریقوں پر قائم ہے۔ تمسکات کا صرافہ، اصل کے دنیا کے بازار کا مرکز ہوتا ہے اور اس کا سب سے

19

اہم کام اصل کا بازار قائم کرنا، نئی تجارتی کمپنیوں کو قائم کرنے کے لیئے اصل مہیا کرنا، موجودہ کمپنیوں کے حصص اور تمسکات کی خرید و فروخت کرنا اور سرکاری قرضوں اور دستاویزات کا کاروبار کرنا ہے۔

تمسکات کے صرافے کے طریق کار اور قواعد وضوابط کے بارے میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ ان سب کا مقصد زیادہ سے زیادہ کاروبار کم سے کم مدت میں انجام دینے کو ممکن بنانا ہے۔ ہر قسم کے خاص خاص انتظامات اختراع کیئے گئے ہیں یا بتدریج مکمل بنائے گئے ہیں اور ان کا اصلی مقصد یہ ہے کہ کاروبار میں سہولت پیدا کی جائے اور اس کو جلدی طے کیا جائے۔ چنانچہ عملی ضرورتوں کے لحاظ سے جو طریقے اختیار کیئے گئے ہیں ان کی ترقی کے نتیجے کے طور پر قلیل مدت کے اندر جو کاروبار ہوتا ہے اس کی مقدار بلاشبہ بہت کثیر ہوتی ہے۔ کسی دن بڑے تمسک کے صرافے میں یا پیداوار کے صرافے میں جب کاروبار سرگرمی کے ساتھ ہوتا ہے تو لاکھوں اور کروڑوں پونڈ کی قیمت کے حصص یا اشیا کا بیوپار چند منٹوں میں طے پاتا ہے۔ اس لحاظ سے پورے نظام کی اساسی بنیاد کاروبار کو بسرعت انجام دینے اور اس کے ساتھ ساتھ کمال احتیاط کے ساتھ انجام دینے کی ضرورت ہے یعنی یہ کہ جو کاروبار انجام دیا جائے اس میں کسی قسم کے شک وشبہ یا عدم اطمینان کی گنجائش نہ ہونی چاہیئے کیونکہ شک وشبہ کی بنا پر بالعموم فسادات اور مقدمہ بازی کی نوبت آتی ہے۔

دلالوں کی حیثیت اس طرح اس حکمت عملی کا جزو سب سے پہلے یہ ہے کہ تمسکات کے صرافے میں کاروبار کرنے کا اجارہ ایک خاص طبقے تک محدود رکھا گیا ہے اور اس طبقے کے افراد کا انتخاب اس وجہ سے کمال احتیاط کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ وہ متدین اور قابل اعتماد لوگ خیال کئے جاتے ہیں۔ ان لوگوں سے بڑے بڑے رقوم بطور ضمانت لیئے جاتے ہیں تاکہ اگر وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے مطالبات ادا کرنے کے ناقابل ہوں تو ان رقوم سے ان کی تلافی کی جاسکے۔ اس لیئے کہ تمسک دلالوں کی حیثیت کی غایت یہ ہے کہ وہ ایک طرف تو کسی دوسرے شخص کی جانب سے مقرر کردہ نمائندہ یا گماشتہ ہوتا ہے اور اس سے محض محنتانہ پاتا ہے اور دوسری طرف وہ صرافے میں اپنے موکلوں کی جانب سے کاروبار طے کرنے میں خرید و فروخت کے معاہدات کو

20

پورا کرنے کے لئے اپنے دوسرے ساتھی دلالوں کے سامنے شخصی لحاظ سے جوابدہ ہوتا ہے۔ کسی دوسرے نظام کے تحت یہ ممکن نہیں ہے کہ مبادلے کا کاروبار اس قدر تیزی کے ساتھ انجام پاسکے۔ اگر ہر فروخت کئے عمل کے موقع پر فروخت کرنیوالے کو خریدار کا نام معلوم کرنے کی محتاجی رہے اور یہ غور کرنا پڑے کہ آیا مجوزہ خریدار کسی مقررہ قیمت پر مناسب ہوگا تو ضروری سرعت کیساتھ کاروبار کا طے ہونا ناممکن ہوگا۔ اسلئے کہ فروشندے کے کسی قطعی نتیجے پر پہنچنے سے پیشتر بازار کی قیمتوں میں کئی دفعہ اتار چڑھاؤ ہوجائیگا، اور اس قسم کے تغیرات کے واقع ہونے کے بعد کاروبار کا فسخ کرنا بہت بعد از وقت ہوگا۔ اگر کاروبار چشم زدن میں محض ہاتھ کے اشارے سے اور قیمت کی ایک بولی پر طے کرنا ہو تو فروشندے کو یہ اطمینان اور یقین ہونا ضروری ہے کہ خریدار اچھا ہے۔ اور اس قسم کا اطمینان ویقین صرف خریدار دلال کے ایما و اشارے سے مل سکتا ہے۔ اسی طرح ہر دلال عملاً مختار کل کی حیثیت سے کام کرتا ہے اور اپنے اسامیوں کے سب قول و قرار اور واجبات کے لئے پوری ذمہ داری اپنے سر پر لیتا ہے۔

21 تصفیہ حسابات بھر صرافے میں کثیر المقدار کاروبار کو سرعت کے ساتھ انجام دینے کی بنا پر میعادی تصفیہ حسابات کا نظام ایک حد تک ضروری ہوگیا ہے۔ حصص و قیمتوں کے تغیرات کے ساتھ ہر گھنٹے اور ہر روز مختلف ہاتھوں میں گردش کر سکتے ہیں اس لئے یہ ضروری معلوم ہوا کہ ہر کاروبار کو علٰحدہ علٰحدہ انجام دینے، اور فرداً فرداً اسی وقت اس کا تصفیہ کرنے کے بجائے یعنی حصص کی باقاعدہ منتقلی عمل میں آنے کے بعد ہی روزمرہ قیمتیں وصول اور ادا کرنے کے بجائے ہر مہینہ کوئی ایک یا ایک سے زائد دن مقرر کئے جائیں تاکہ مہینہ کے گزشتہ ایام کے سب حسابات کا ایک ساتھ تصفیہ کیا جاسکے۔ اور حصص پہلے فروشندے سے آخری خریدار کے پاس براہ راست منتقل کئے جاسکیں۔ اس طرح ہر دلال کے رقوم واجب الوصول اور واجب الادا کو کتابوں میں درج کرنے اور ان کے باہمی حسابات کو ان نام نہاد میعادی تصفیہ حسابات کے موقعوں پر بے باق کرنے کا ایک نہایت ہی عمدہ نظام بنکوں کے حساب گھروں کے طریق پر معرض وجود میں آگیا ہے۔

تصفیۂ حسابات کے مقررہ دن رقم کا ادا کر دینا قطعی طور سے ضروری ہے۔

اگر دلال اپنے ذمہ کے رقوم کو ادا نہ کرے تو اس کو مشتہر کیا جاتا ہے کہ وہ خاطی ہے اور اس نے معاہدہ شکنی کی۔ اس لحاظ سے ان میعادی تصفیۂ حسابات میں یہ فائدہ بھی ہے کہ ہر دلال کو اس کے ساتھی دلالوں کی حیثیت کے متعلق جن سے وہ کاروبار کرتا ہے ایک حد تک واقفیت رہتی ہے۔ اگر کسی دلال کی مالی حالت میں کچھ خرابی ہو تو اس کے اپنے حسابات کو بے باق کرنے کے قابل نہ ہونے کے باعث یہ بات سب پر فوراً ظاہر ہو جائے گی۔

تمسکات کی ضمانت پر قرض

لیکن دلالوں یا اُن کے موکلوں کے لیئے یہ بات ہمیشہ ممکن نہیں ہے کہ معاملات کا جس دن تصفیہ ہو اُسی دن وہ رقم ادا کر دیں اور اپنے ذمہ مطالبات باقی نہ رکھیں۔ اس لحاظ سے ایک ایسا نظام قائم کیا گیا ہے جس کے تحت جس کسی کو مطالبات کی ادائی کرنے کے لیئے رقم کی ضرورت ہو وہ فوراً قرضہ حاصل کرکے اپنے ذمہ کی رقم ادا کر سکتا ہے۔ اس طرح بنک اپنے اہل معاملہ کو خواہ وہ دلال ہوں یا خانگی اشخاص، قرضے دیتے ہیں اور ان قرضوں کی ضمانت میں حصص و تمسکات بطور امانت اپنے پاس رکھتے ہیں۔ قرض گیر کے لیئے ضروری ہے کہ حصص کی قیمت کا ایک جز و خود ادا کرے اور بنک سے ان کی قیمت کا محض ایک حصہ بطور قرض حاصل کرے۔ اس طرح جو حصص بطور ضمانت رکھوائے جاتے ہیں ان کی قیمت مطلوبہ قرضے سے زائد ہوتی ہے۔ اگر حصص کی قیمت بازار میں کم ہو جائے تو بنک قرض گیر سے مطالبہ کرے گا کہ وہ زیادہ قیمت کے حصص بنک میں داخل کرے، دوسرے الفاظ میں قرضہ کو کم کرنے کے لیئے کسی رقم کی ادائی کرے یا مزید تمسکات داخل کرے تاکہ اس طرح حصص اور قرضہ کی مقدار میں ضروری فرق قائم رہے۔ لیکن چونکہ بنک اس قسم کا کاروبار بہت محدود طریق پہ کر سکتے ہیں اس لیئے دلالوں کا ایک خاص طبقہ اس کام کو انجام دینے کے لیئے رونما ہو گیا ہے۔ انھیں راہن دلال[1] کہتے ہیں اور وہ عملاً حصص و تمسکات کو رہن کرنے کا کاروبار کرتے ہیں۔ اگر

راہن دلال

تمسک دلال[2] اپنے حصص کی قیمت ادا کرنے کے قابل نہ ہو تو وہ راہن دلال سے

[1] Contango Brokers

[2] Stockbroker

زر بطور قرض حاصل کرتا ہے یا ہن دلال ان حصص کو لے لیتا ہے یا حقیقی خریدار کے لئے دوسرے تصفیۂ حسابات تک ان کو اپنے پاس رکھتا ہے۔ اس کام کے انجام دینے کے لیے جو محنتانہ وصول کیا جاتا ہے وہ دراصل قرضے کا سود ہے لیکن اس کو شرح رہن یا شرح پیش برد کہا جاتا ہے۔

تخمینی کاروبار حقیقی شغل اصل کے کاروبار کے لیئے جو سہولتیں بہم پہنچائی گئی تھیں ان کی بنا پر بدقسمتی سے ایک بالکل جداگانہ کاروبار کا نشوونما ہوا جو نسبتاً کم پسندیدہ ہے۔ یہ تخمین ہے۔ یعنی حصص کی خرید و فروخت اصل کو مشغول رکھنے کے ارادے سے نہیں بلکہ محض اس امید میں کہ انھیں دوبارہ منافعہ کے ساتھ فروخت کیا جائے گا کی جاتی ہے۔ رہن کے نظام نے لوگوں کو اس قسم کے کاروبار میں بڑے پیمانے پر شرکت کرنے کے قابل بنا دیا ہے۔ سبب یہ ہے کہ وہ چونکہ حصص کی قیمت کا بیشتر حصہ بطور قرض حاصل کر سکتے ہیں اس لیئے انھیں ترغیب ہوتی ہے کہ جتنے حصص خریدنے کی ان میں قابلیت ہو اس سے زیادہ وہ خرید کریں۔ اس بنا پر وہ نظام پیدا ہوا ہے جس کو تخمین بر فروق کہا جاتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ایسے حصص خریدے جائیں جن کو کوئی رکھنا نہ چاہتا ہو اور قیمت ادا نہ کر سکتا ہو اور اس امید میں خریدے جائیں کہ ان حصص کو دوبارہ بہت جلد منافعہ کے ساتھ فروخت کر دیا جائے گا، یا یہ کہ ایسے حصص فروخت کیئے جائیں جو کسی کے پاس نہوں اور اس امید میں فروخت کیئے جائیں کہ بعد میں چلکر انھیں پھر کم قیمت پر خرید لیا جائے گا۔ اول الذکر کو (Bull transaction) توری کاروبار کہتے ہیں جس کا مقصد حصص کی قیمتوں کو جبراً بڑھانا ہوتا ہے۔ موخر الذکر کو (Bear transanction) خرسی کاروبار کہتے ہیں جس کا مقصد اس کا برعکس ہوتا ہے۔ اگر یہ عمل ایک معاملہ یا تصفیہ تک محدود ہوتا تو اس سے بہت زیادہ نقصان نہ پہنچتا۔ لیکن ایسی صورت میں جبکہ پیش برد نظام کے باعث دلال ماہ بہ ماہ آزادی کے ساتھ تخمینی حسابات انجام دینے کی قابلیت رکھتے ہوں، اس عمل کی بنا پر سخت نقصان پہنچتا ہے اور خود غرض مخمنوں کے کاروبار کی وجہ سے حصص کی قیمتوں میں آئے دن تغیرات واقع ہوتے رہتے ہیں۔ اکثر دلال نہ صرف خود اپنے طور پر بلکہ اپنے اسامیوں کی جانب سے بھی اس قسم کا تخمینی کاروبار انجام دیتے ہیں۔ چنانچہ اس قسم کے کاروبار میں

صرافے کے اندر نفع عظیم بھی حاصل ہوتا ہے اور اکثر نقصانات بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

تخمینی کاروبار معاشی حیثیت سے

اس قسم کے تخمینی کاروبار میں قوم کے لیئے کوئی حقیقی معاشی فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن بدقسمتی سے حقیقی شغل اصل کے کاروبار کی ضروری آزادی میں مداخلت کیئے بغیر اس کاروبار کو روکنا یا اُس پر بندشیں قائم کرنا بہت دشوار ہے۔

پیداوار کا صرافہ روئی

23

تمسکات کے صرافے میں جن اصول پر کاروبار انجام دیا جاتا ہے تقریباً انہی اصول کے تحت کسی بہت ہی اعلیٰ درجہ کی اور ترقی یافتہ پیداوار کے صرافے میں بھی کاروبار ہوتا ہے۔ چنانچہ لیورپول کا روئی کا صرافہ مثال کے طور پر لیا جاسکتا ہے۔

کسی شئے کے بازار کو ترقی و توسیع دینے کی اولین تدبیر یہ ہے کہ درجہ بندی کا طریق رائج کیا جائے تاکہ جو اشیاء فروخت کئے جائیں ان سب کا یا ان کے نمونوں کا معائنہ کیئے بغیر انھیں آسانی کے ساتھ بیان کیا جاسکے اور پورے یقین کے ساتھ شناخت کیا جاسکے۔ چنانچہ روئی کے مختلف اقسام و انواع کی درجہ بندی چند مشہور ناموں کے ذریعہ سے کی جاتی

درجہ بندی کا طریق

ہے۔ اس طرح اگر کوئی خرید و فروخت کرنا چاہے تو پیش کردہ مخصوص اشیاء کی تعریف نہایت عمدگی کے ساتھ کی جاسکتی ہے اور اسی کے مطابق قیمت بھی مقرر کیجاسکتی ہے۔ نزاع کی صورت میں مثلاً یہ کہ جو سامان فراہم کیا گیا ہو آیا وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ اس کی تعریف کی گئی تھی یا اس سے مختلف ہے، فریقین کے درمیان بطور ثالث کام کرنے والے ماہر اشیاء کو جانچتے اور اپنا آخری فیصلہ دیدیتے ہیں۔ اس طریق کی بدولت ایک دوسرے سے بہت فاصلہ پر رہنے والے فریقین کے مابین بھی حتی الامکان قلیل ترین مدت میں خط یا تار کے ذریعہ سے کاروبار انجام پاسکتا ہے۔ اور اس طرح کثیر المقدار کاروبار طے پا جاتا ہے اور قیمت کی یکسانی، جو بازار کی روح رواں ہے، حاصل اور قائم ہو جاتی ہے۔

حال اور مستقبل کا کاروبار

روئی کی خرید و فروخت یا تو فوری حوالگی کے لیئے

جس کو زمانۂ حال کا کاروبار کہا جاتا ہے یا کسی مستقبل تاریخ میں حوالگی کے لیئے کی جاسکتی ہے۔ موخر الذکر صورت میں پیشگی معاہدات کیئے جاتے ہیں اور مال، حوالگی سے بہت قبل فروخت کر دیا جاتا ہے۔ اس قسم کا کاروبار یا تو محض تخمین کی خاطر کیا جاتا ہے یا مستقبل کی حقیقی ضرورتوں کے پیش نظر کیا جاتا ہے۔ بہر حال حقیقی اشیاء کے متعلق اس قسم کے تخمینی کاروبار، معاشی حیثیت سے، تمسکات اور حصص کے کاروبار کے مقابلہ میں کم قابل اعتراض ہیں۔ موجودہ حالات کے تحت مستقبل کے ضروریات کا پیشگی تخمینہ کرنا ہی کاروباری اولوالعزمی کا نچوڑ ہے۔ ہر صناع کے لیئے یہ ضروری ہے کہ وہ مستقبل کی طلب پر نظر رکھکر اشیاء تیار کرے اور اس طلب کا صحیح اندازہ کرنا اس کا اصل کام ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چونکہ صناع اپنے اشیاء کی مستقبل قیمت فروخت پر منحصر ہوتا ہے اس لیئے اس کو اپنے اشیائے خام کی ممکنہ مستقبل قیمت کا بھی لحاظ کرنا چاہیئے۔ جن امور پر روئی کے مستقبل کی قیمت کا انحصار ہوتا ہے وہ بہت پیچیدہ ہوتے ہیں۔ اس لیئے کہ وہ مستقبل کی رسد اور مستقبل کی طلب کی مقدار پر مبنی ہوتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ زمانہ کے کاروبار کے تخصیص طلب بن جانے کی وجہ سے ماہروں کی ایک ایسی جماعت وجود میں آئی ہے جس نے ان حالات کے مطالعہ کے لیئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے۔ یہ ماہر اپنے پر ذہانت پیشگی تخمینوں کے ذریعے سے ایک مفید کام انجام دیتے ہیں۔ اس لیئے کہ اپنے دیرینہ تجربہ کی بنا پر مستقبل حالات کا اندازہ قائم کرکے اور اس کی بنا پر موجودہ قیمت کو بڑھا کر یا گھٹا کر وہ بازار کے موجودہ حالات میں حقیقت میں اس طرح سے ترمیم کر سکتے ہیں کہ مستقبل میں قیمتوں کے تغیرات گھٹ جاتے ہیں۔ مثلاً روئی دلال آئندہ فصل پر روئی کی قلیل رسد کا پیشگی اندازہ کرکے روئی کی قیمت بڑھا دیتا ہے جس سے موجودہ مانگ پر ایک روک قائم ہو جاتی ہے اور اس طرح موجودہ رسد سے متوقعہ قلت کا مقابلہ بحد ممکنہ کیا جاسکتا ہے۔ اس قسم کے ماہرانہ پیشگی تخمینہ کے بغیر موجودہ طلب کم قیمت پر موجودہ رسد کو ختم کر سکتی ہے۔ اور اس ہی وجہ سے بعد میں چلکر جبکہ فصل کی قلت رسد کی کمی کی صورت میں ظاہر ہو قیمت کا بہت بڑھ جانا

ممکن ہے۔ اس طرح حالات کا پیشگی تخمینہ قیمتوں کے تغیرات پر جو تجارت کے لیئے سخت مضرت رساں ہیں ایک روک قائم کرتا ہے۔

بازار میں بیرونی اشخاص کے داخلے کی وجہ سے اس نظام کے نظری فوائد بدقسمتی سے بڑی حد تک کم ہو جاتے ہیں۔ بیرونی اشخاص حقیقی بیوپاری کی سی ماہرانہ معلومات سے بے بہرہ ہوتے ہیں اور وہ محض مستقبل کے کاروبار میں ایک طرح کی قمار بازی کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے قیمتوں کا تعین، کم و بیش ان ہی دونوں جماعتوں کی باہمی کشمکش کا معاملہ رہ جاتا ہے، جن میں یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ، جیت عام طور سے کامل مہارت رکھنے والے ہی کے ہاتھ رہتی ہے۔

زر کے کام

(۱) زر کے افعال۔ (۲) زر کا ارتقاء (۳) قیمتی فلزات کا کیونکہ بطور زر انتخاب کیا گیا (۴) ان کے فوائد۔ (۵) تسکیک کی موجودہ شکل کی ترقی۔

یہاں تک تو زر کی بحث اس کے وسیع معنوں میں بطور ذریعۂ مبادلہ کی گئی۔ لیکن اب اس کے افعال کا احتیاط کے ساتھ اور تفصیلی طور سے تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ یہ افعال عام طور سے تین حصوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں:-

(۱) آلۂ مبادلہ زر ذریعہ یا آلۂ مبادلہ ہے۔ وہ اشیا کے ادل بدل کے طریق کو توڑ کر دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے یعنی خرید اور فروخت۔ چنانچہ اشیا کا براہ راست ایک دوسرے سے مبادلہ ہونے کے بجائے زر سے مبادلہ کیا جاتا ہے اور اس زر کا پھر دوسرے اشیا سے مبادلہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح زر تیسری عام شے بن جاتا ہے جس کے عوض سب اشیا کا مبادلہ کیا جاتا ہے۔

(۲) مشترک پیمانۂ قدر | چونکہ ہر شے کا زر سے مبادلہ کیا جاتا ہے اس لئے زر قدر کا مشترک پیمانہ یا مشترک نسب نما بن جاتا ہے۔ اس طرح قدر مبادلہ قیمت ہو جاتی ہے۔ گویا قیمت محض قدرِ مبادلہ ہے جو بحوالۂ زر ظاہر کی جاتی ہے۔

ان دونوں افعال کو مناسب طریقہ سے انجام دینے کے لئے ضروری ہے کہ زر میں قبولِ عام کی اساسی صفت موجود ہو۔ اس لئے کہ اس کی قدر کا مدار ہی اُس کو اشیا کے عوض قبول کر لینے کی عام رضامندی پر ہوتا ہے یعنی اس پر عام اتفاق کر لیا جاتا ہے کہ اس کے مبادلے میں اشیا دی جائیں گی۔ ہر شخص اپنے اشیا کے مبادلے میں زر لینے پر اس لئے رضامند ہوتا ہے کہ وہ یہ جانتا ہے کہ دوسرے بھی اپنی باری سے اپنے اشیا کے مبادلے میں زر کو لینے کے لئے آمادہ ہوں گے۔ اس لحاظ سے واکر[ل] زر کی تعریف یوں کرتا ہے :۔ "کوئی ایسی شے جو اشیا کے مبادلے میں آزادی کے ساتھ دست بدست گردش کرے، قرضداری کو پوری طرح ادا کرے، پیش کرنے والے کے کردار یا اعتبار کے لحاظ کے بغیر فوراً قبول کر لی جائے یا وصول کرنے والے کے غور و تامل کے بغیر قبول کر لی جائے جس سے یا تو وہ خود متمتع حاصل کرے یا اس کو جلدی یا دیر سے مبادلے میں ادا کر کے کسی دوسرے طریقے پر استعمال کرے"۔

(۳) ذخیرۂ قدر | زر ملتوی شدہ ادائی کا معیار یا قرضوں کا رجسٹر (مرقومہ تعیین) یا بہی بھی ہے۔ ایسے سب معاہدات یا واجبات جو کسی مستقبل تاریخ میں معاملے کو پورا کرنے پر مبنی ہوں، بالعموم بحوالۂ قدر زر ظاہر کئے جاتے ہیں، گو حقیقت میں ان معاہدات کا تعلق سامان سے یا قدر رکھنے والے اشیا سے ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی صناع مصنوعات تیار کرنے کی غرض سے اشیائے خام مستعار لے اور ان کی قیمت اسی وقت

ل۔ دیکھو Dictionary of Political Economy میں "زر" کا بیان

نقد ادا کرنے کے ناقابل ہو تو اس کے ذمے مدت معینہ کے ختم پر اشیا کی مساوی مقدار واجب الادا نہیں ہوتی بلکہ اس کا قرضہ زر کی اس مقررہ مقدار کے حوالے سے جو اشیا بے مذکور کی موجودہ قیمت پر مبنی ہو ظاہر کیا جاتا ہے۔

ثبات قدر

زر کو اس فعل کے پوری طرح انجام دینے کے قابل بنانے والی ایک صفت ضروری ہے اور وہ قدر کا ثبات ہے۔ اگر قرضے کی مدت کے اندر زر کی قدر میں کسی طرح تبدیلی واقع ہو تو یہ ظاہر ہے کہ لین دار یا دیندار پر اس تبدیلی کا مضر اثر پڑے گا۔

اس ارتقاء کا عمل، جس کے ذریعے سے انسانوں نے زر کے ان افعال کو پورا کرنے کے لئے بتدریج قیمتی فلزات کا انتخاب کیا، نہ صرف تاریخ تہذیب و تمدن کا جزو ہونے کی حیثیت سے انتہائی دلچسپی رکھتا ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ وہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ خود زر کے افعال اور نوعیت میں کس طرح نشو و ترقی عمل میں آئی۔ اس طرح زر کا استعمال

قدیم زمانے میں مبادلے کا ذریعہ

محض مبادلے کا ذریعہ ہونے کی حیثیت سے ایک حد تک بہت بعد کے زمانے میں چلکر شروع ہوا۔ ابتداً جو شئے مبادلے میں قبول کی جاتی تھی وہ لازمی طور سے کوئی ایسی شئے ہوتی تھی جس میں قدر ذاتی موجود ہوتی تھی، گو یہ ممکن تھا کہ وہ شئے ایسی ہو جو اس وقت اس کے وصول کرنیوالے کے لئے ذاتی طور سے کارآمد نہ ہو۔ لیکن وصول کرنے والا جانتا تھا کہ اس کو اس شئے کی ضرورت بعد میں ہوگی یا یہ کہ اس کو جب دوسری چیز درکار ہوگی تو وہ اس شئے کا مبادلہ ان چیزوں سے کرنے کے قابل ہوگا۔ اس لئے کہ یہ مخصوص شئے، جو اس کو پہلے مبادلے میں وصول ہوئی وہ ایسی ہوتی تھی جس کی دوسرے لوگ بھی عام طور سے خواہش رکھتے تھے۔ مثلاً یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ ایک ایسا شخص جو شراب کے استعمال سے محترز ہو اپنے اشیا کے مبادلے میں وسکی کی بوتلیں قبول کرنے کے لئے جو اس کے لئے ذاتی طور سے غیر کارآمد ہوں، آمادہ ہوجائے گا

اس لئے کہ وہ یہ جانتا ہے کہ جب آگے چلکر اس کو دوسرے اشیاء کی ضرورت ہوگی تو وہ بھی اکثر لوگوں کی نظر میں قدر و وقعت سے دیکھی جاتی ہے اور وہ اپنے اشیاء کے مبادلے میں اس کو قبول کر لینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ لیکن اس قسم کے ذریعۂ مبادلہ کے استعمال کو کسی ایسی قوم میں تصور نہیں کیا جا سکتا جس کے سب افراد شراب کے استعمال سے محترز ہوں۔ آلۂ مبادلہ کو محض مقصد کے حصول کا ذریعہ خیال کرنے کا تصور اور اس لحاظ سے یہ سمجھنا کہ اس آلۂ مبادلہ میں قدر ذاتی کی موجودگی اس وقت تک ضروری نہیں ہے جس وقت تک کہ لوگ محض رسم و رواج کے اثر سے اس بنا پر اس آلے کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوں کہ ہر شخص ایسا ہی کرنے کے لئے تیار ہے، موجودہ زمانے میں زر کے استعمال کا انتہائے کمال و ارتقا ہے، اور بے مایہ کاغذی زر اور زر کی دوسری شکلوں کی قدر کے نظریئے کی بنیاد ہے۔

انتہائے ارتقا

اس طرح اول اول انسان نے مبادلہ کے لئے قدرتی طور سے کسی ایسی شئے کا انتخاب کیا جو قبول عام رکھتی تھی اور عام طور سے مفید یا پسندیدہ تسلیم کی جاتی تھی۔ چنانچہ قدیم وحشی قوموں میں صدف اور خرمہرے قدرتی طور سے قدر و وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اس لئے کہ اگر انھیں ان اشیا کے مبادلے کے اغراض کے لئے فوری ضرورت نہ بھی ہوتی تب بھی وہ انھیں بطور زیورات اپنے گلوں میں پہنتے تھے اور اس طرح انھیں کسی نہ کسی طرح کار آمد بناتے تھے ہندوستان میں روپیہ کو پس انداز کرنے اور عورتوں کے لئے نقرئی کڑے اور زیورات کی خریداری میں روپیہ کو مصروف کرنے کے رواج کی تہ میں اسی قسم کا تصور مضمر ہے۔ علیٰ ہذا یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ مغرب میں الماس کی خریداریوں کی تہ میں بھی اسی قسم کا تصور مضمر ہے۔ اس اثناء میں زر ایک اچھے کام میں لگایا جاتا ہے اور

27

عند الضرورت اس صورت سے اشیاء کی دوسری شکلوں میں فوراً تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اس سے بنک میں رکھوانے کی صورت میں سود ملنے کے بجائے اس کو استعمال کرنے سے خود نمائی اور خود آرائی کی خواہش پوری ہوتی ہے۔

زر کی قدیم شکلیں قدیم خانہ بدوش قوموں میں مویشی، بھیڑ اور دوسرے جانور ذریعۂ مبادلہ کی ایک قدرتی شکل تھے اس لئے کہ وہ نہ صرف قبول عام رکھتے تھے بلکہ اپنا بوجھ خود ہی کھینچتے تھے جب کوئی قبیلہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو نقل و حرکت کرتا تو یہ "جاندار زر" بھی ان ہی کے ہمراہ حرکت کرتا تھا، بلکہ ان کے اشیائے منقولہ، برتن بھانڈے اور دوسرے اسباب کی باربرداری بھی انجام دیتا تھا۔ مسلمہ ذریعۂ مبادلہ کی حیثیت سے متعدد دوسرے اشیا کا استعمال ثابت ہے۔ مثلاً ہندوستان کے بعض علاقوں میں چاول، میکسکو میں نارجیل، جزائر آیونیہ میں روغن، حبشستان میں پہاڑی نمک، نیو انگلینڈ میں شروع زمانے میں کوڑی کے منکے Wampun ورجی نیا اور میری لینڈ میں تمباکو، قدیم روسی میلوں میں چائے، شمالی افریقہ کی قوموں میں کھجوریں، قطب شمالی کے علاقوں میں سنجاب اور سگ ماہی کے پوست، وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب اشیا ایسے تھے جن میں

قیمتی فلزات کا استعمال قدیم زمانے میں سب سے اول قدر ذاتی موجود تھی۔ اسی وجہ سے فلزات کا استعمال پہلے بطور ذریعۂ مبادلہ کیا گیا۔ اس لئے کہ نیم مہذب قوموں میں اولاً فلزات ہی سب سے قیمتی اشیا تھے جو دستیاب ہو سکتے تھے۔ مثلاً مصر میں بہت قدیم زمانے سے تانبے کا استعمال جو، کہا جاتا ہے کہ، مصری تہذیب و تمدن کی ترقی کی اساسی بنیاد تھا، قدرتی طور سے اس امر کا اشارہ کرتا ہے کہ تانبے کے بنے ہوئے اشیا یا ڈلے بہت سہولت کے ساتھ بطور ذریعۂ مبادلہ استعمال کئے جاتے ہوں گے اور تانبا بطور ذریعۂ مبادلہ اس وجہ سے استعمال کیا جاتا تھا کہ وہ ہمیشہ عام پسند اور کارآمد تھا۔ ان قدیم ایام سے فلزات کا بطور زر انتخاب بہت عام

28

ہوگیا ہے۔ صرف اتنی تبدیلی البتہ ہوئی کہ جوں جوں نام نہاد "کم قیمت" فلزات بہت عام ہوتے گئے، انتخاب کی نظر بتدریج ان اعلیٰ قیمت دھاتوں پر پڑتی گئی جو خاص طور سے "قیمتی فلزات" کے نام سے مشہور ہیں۔ یعنی سونا اور چاندی۔ لیکن یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ یہ فلزات سب سے زیادہ قیمتی فلزات نہیں ہیں۔ اس لحاظ سے اس امر پر غور کرنا ضروری ہے کہ سکہ سازی کے لئے بہترین اشیا ہونے کی حیثیت سے کیوں ان کا اس قدر عام طور سے انتخاب کیا گیا۔

ان کی قدر

ان کا پہلا فائدہ خائقہ اس واقعے میں مضمر ہے کہ سونا اور چاندی عام طور سے مرغوب ہیں، جس کی وجہ ان کی ذاتی خوبصورتی اور بطور زیورات وغیرہ ان کے استعمال کا امکان ہے۔ لیکن ان کی قدر و قیمت کی ایک اور وجہ ان کی اضافی قلت ہے۔ اور اس تصور کو سمجھنے کا ایک دلچسپ طریق اس طرح خیال کرنے سے پیدا ہوتا ہے کہ سونے اور چاندی کی موجودہ اضافی قیمت سے قطع نظر، آیا سونا بہ نسبت چاندی کے فی الحقیقت کسی طرح بھی خوشنما یا زیادہ مرغوب ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ امر مشتبہ ہے کہ سونا انسان کی نظروں میں ہمیشہ چاندی کے مقابلے میں زیادہ قیمتی تھا۔ چنانچہ یہ تصور کرنا آسان ہے کہ جنوبی ہند کی طرح کے کسی ملک میں، جہاں قدیم زمانے میں سونا نسبتاً زیادہ کثیر مقدار میں موجود تھا، کوئی مسافر وہاں چاندی فروخت کرنے کی غرض سے آپہنچتا تو وہ اپنی چاندی کے مبادلے میں سونے کی اتنی مقدار حاصل کرنے کے قابل ہوتا جو چاندی کی مساوی مقدار سے زائد ہوتی۔ لیکن موجودہ زمانے میں سونے کی مجموعی رسد کے مقابلہ میں دنیا میں چاندی کی رسد اس قدر زیادہ ہے[1] اور چاندی کے مصارف پیدائش سونے کے مصارف کے مقابلے میں اس قدر کم ہیں کہ سونے کو بغیر کسی دشواری کے ایک اعلیٰ مرتبہ حاصل ہوگیا ہے اور آیندہ بھی یہی مرتبہ قایم رہنے کا امکان ہے۔ لیکن مسئلے کے دوسرے رُخ پر اس واقعے سے روشنی پڑتی ہے کہ

29

[1] دیکھو جدول (۱) ضمیمہ میں۔

دوسرے فلزات جو سونے سے زیادہ قیمتی ہیں ان کی بھی فلزی زر کی بنیاد کے طور پر آزمائش کی گئی روس میں انیسویں صدی میں پلے ٹی نم کے متعلق تجربہ کیا گیا مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ تو پھر سوال یہ ہے کہ سونے اور چاندی میں ایسے کون سے عجیب و غریب خصوصیات موجود ہیں جن کی بنا پر وہ دنیا کی زر کی رسد کے خام اشیا کی حیثیت سے اس قدر نمایاں طور سے مرغوب و مقبول ہیں۔ یہ خصوصیات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

نقل و حمل کی سہولت

(۱)۔ ان کی باربرداری یا نقل و حمل کی سہولت۔ اس لئے کہ ان کے وزن اور جسامت کے مقابلے میں ان میں بہت زیادہ قدر موجود ہے۔ اور اس لحاظ سے ان کو ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل کرنے میں ان کی قدر میں اس لئے کوئی بڑا فرق واقع نہیں ہوتا کہ مصارف باربرداری نسبتاً بہت قلیل ہوتے ہیں۔ چنانچہ سونے کی قیمت تمام عالم میں تقریباً یکساں ہے۔ اس لئے کہ اگر اس کی رسد ایک ملک میں بہت زیادہ ہو اور دوسرے ملک میں کم تو وہ بہت جلد پہلے ملک سے دوسرے ملک کو منتقل ہو جاتا ہے۔ اس طرح لندن کے صاف اور اجلے سونے کی قدر اور جنوبی افریقہ کی کانوں سے نکلے ہوئے خام سونے کی قدر میں بہت ہی تھوڑا سا فرق ہوتا ہے اس لئے کہ اس کو صاف کرنے اور جنوبی افریقہ سے لندن پہنچانے میں جو مصارف ہوتے ہیں وہ اس کی مجموعی قدر کے مقابلے میں جو تقریباً ۴ پونڈ فی اونس ہے بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ لیکن چاندی کی حالت اس سے مختلف ہے۔ مثلاً ریاست ہائے متحدہ کے بیشتر حصے میں چاندی کے ڈالر استعمال نہیں کئے جاتے اور روزمرہ کے کاروبار میں کاغذی ڈالر استعمال کئے جاتے ہیں گو کہ چاندی کے ڈالر ملک کا اصلی سکہ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چاندی کے سکوں کی شکل میں بڑے رقوم کو ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل کرنا بہت دشوار ہے۔

پائداری

(۲)۔ اس لحاظ سے سونے کی قدر میں وقت کے بدلنے سے

بہت کم تغیر ہوتا ہے۔ سونا لوہے کی طرح زنگ نہیں کھاتا اور نہ کسی غیر معین مدت تک رکھنے سے کم قیمت ہوتا ہے۔ اسی بنا پر زیورات کے طور پر استعمال کئے جانے کے لئے وہ بہت پسند کیا جاتا ہے چنانچہ قدیم مصری زیورات جن کو بن کر چھ ہزار سال کی مدت گزر چکی ہے اب تک موجود ہیں اور تقریباً اسی صحیح و سالم حالت میں ہیں جیسی کہ ان کو ابتداً پہننے کے زمانے میں رہی ہو گی۔ اسی سبب سے سونا اور چاندی خزانے کو صدیوں تک محفوظ رکھنے کی سب سے زیادہ موزون اور مرغوب شکلیں ہیں، خاصکر سونا بہت زیادہ موزون ہے اس لئے کہ اگر اس کو مناسب طریقے سے رکھا جائے تو اس کی جلا تک خراب نہیں ہوتی۔

پائداری ایک اور سبب کی بنا پر بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ سونا کان سے برآمد ہونے کے بعد اس طرح صرف نہیں ہو جاتا جس طرح کہ مثلاً گیہوں ہوتا ہے۔ وہ کم و بیش دائمی طور سے قایم اور موجود رہتا ہے، گو کہ زیورات اور سکوں کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک اس کے وزن کا ایک جزو گھسنے اور استعمال ہونے کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے۔ لیکن سونا بحیثیت مجموعی کان سے برآمد ہونے کے بعد استعمال کے لئے دائمی طور سے دستیاب ہو سکتا ہے نتیجہ یہ کہ موجود الوقت ذخیرے میں نئی رسد کی وجہ سے اضافہ ہوتا ہے اور اس کی مجموعی مقدار دائمی طور سے بڑھتی رہتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سونے کی رسد، ذخیرے کی شکل رکھتی ہے نہ کہ فصل کی۔ اور سونے کی قدر میں تغیرات واقع ہونے کے رجحان کو روکنے میں یہ امر بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ اگر سونے کی رسد، سالانہ پیداوار پر موقوف ہوتی تو رسد کے تغیرات کے نتیجے کے طور پر اس کی قدر میں بھی تغیرات ہوتے۔ مثلاً اگر گیہوں بطور زر استعمال کیا جائے تو اس کی قدر میں ہر سال کی فصل کی مقدار کے مطابق

30

سال بہ سال عظیم تغیرات واقع ہوں گے۔ لیکن سونے کی حالت اس سے مختلف ہے۔ سالانہ پیداوار، اگرچہ اب بہت بڑھ گئی ہے، اس مجموعی ذخیرے کے مقابلے میں بہت حقیر ہوگی جو گزشتہ کئی صدیوں اور قرنوں کی کل دنیا کی پیداوار کا مجموعہ ہے۔ موجودہ زمانے میں دنیا کی تمام سونے کی کانوں سے ۲ کروڑ ۳۰ لاکھ اونس ٹرائے خالص سونا سالانہ برآمد ہوتا ہے جس کی قیمت تقریباً دس کروڑ پونڈ ہوتی ہے[1]۔ اس مقدار کا نصف یا دو ثلث جزو ہر سال سکہ سازی میں صرف ہوتا ہے[2]۔ لیکن اس وقت تک تمام دنیا میں جتنا سونا فلز یا سکوں کی صورت میں موجود ہے اس کی قیمت کا اندازہ ۲ ارب پونڈ سے زائد کیا گیا ہے[5]۔ اس طرح موجودہ مجموعی ذخیرے میں سالانہ جو اضافہ ہوتا ہے وہ میزان کے ۵ فیصد سے بھی کم ہے۔ اگر سونے کی سالانہ پیداوار دونی ہو جائے تو اس اضافے سے دنیا کے مجموعی ذخیرے میں صرف مزید ½ ۴ فیصدی کا فرق واقع ہوگا۔ لیکن یہ فرق اس عظیم الشان فرق کے مقابلے میں بہت ہی حقیر ہے جو سونے کے ہر سال فصل کی طرح برآمد ہونے اور صرف اسی سال کی ضرورتوں کو پورا کرنے اور گیہوں کی طرح صرف ہو جانے کی صورت میں نمودار ہوتا۔

یکسانیت (۳) یک جنسی۔ جس طرح گیہوں، روئی یا دوسرے اشیا کی قسمیں بنائی جاتی ہیں اور خوبی کے لحاظ سے مدارج اور فرق قایم کئے جاتے ہیں سونے کی مختلف قسمیں قایم کرنیکی کوئی ضرورت نہیں۔ تمام خالص سونا یکساں اور مساوی خوبی کا ہوتا ہے۔ اور اس کی صحیح قیمت بیان کرنے کی غرض سے صرف فلز کا معیار معلوم کرنا یا خالص سونے میں آمیزش کا تناسب معلوم کرنا ضروری ہے اس لئے کہ سونا خالص حالت میں بہت شاذ استعمال کیا جاتا ہے۔ باقی مختلف ممالک سے برآمد شدہ سونے کے مختلف نمونوں کے درمیان بلحاظ خوبی کوئی فرق نہیں ہوتا۔ تمام خالص سونا یکساں خوبی رکھتا ہے۔

جعلی سکے بنانے کی دشواری (۴) جعلی سکے بنانے کی وقت مصنوعی سونے کو

31

[1] - دیکھو جدول (۱)۔

[2] - دیکھو جدول (۲)۔

معمولی طور سے پرکھنے سے بہت آسانی کے ساتھ اور بے کھٹکے پتہ چل جاتا ہے، اور کسوٹی پر امتحان کرکے کھرے کھوٹے کی شناخت کرنا بہت آسان ہے۔

میکانیکی فوائد

(۵) سکہ بنانے کے کام کے لئے سونے چاندی میں خاص فلزاتی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ ان کو آسانی کے ساتھ پگھلا سکتے ہیں ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اور تار کاٹے جا سکتے ہیں اور ان سے دبیز یا مہین ورق بنائے جا سکتے ہیں۔ اصطلاحی زبان میں سونا اور چاندی اماعت

سہم پذیری

تمدّد اور تورق کے خواص رکھتے ہیں۔ ان میں تقریباً غیر محدود سہم پذیری بھی موجود ہے۔ سونے کے ٹکڑے کو دبا کر اور تراش کر اس قدر مہین ورق بنائے جا سکتے ہیں کہ وہ ایک پھونک میں اڑ جاتے ہیں۔ اور پھر اس نازک ورق کے بھی باریک سے باریک ٹکڑے کئے جا سکتے ہیں، اور اس کے باوجود بھی ان ٹکڑوں کو دوبارہ یکجا کیا جا سکتا اور پگھلا کر پھر اصلی وزن کی اینٹ یا بڑے ٹکڑے کی شکل میں لایا جا سکتا ہے۔ مثلاً اس کا الماس سے مقابلہ کرو جس کی قیمت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دئے جانے کے بعد بالکل غائب ہو جاتی ہے، یا پلیٹی نم سے مقابلہ کرو جو اس قدر سخت ہوتا ہے کہ اس کو مختلف اجزا میں تقسیم کرنا دشوار ہوتا ہے۔ سکہ سازی کے اغراض کے لئے یہ اس قدر ناموزوں ثابت ہوئے کہ ان کے سکے ڈھالنے کی کوشش روس جیسے ملک کو بھی انجام کار ترک کرنی پڑی۔ حالانکہ روس کو یہ سہولت حاصل تھی کہ خود اسی کے علاقے میں پلیٹی نم بکثرت پیدا ہوتا تھا۔ چنانچہ اس دھات کو استعمال کرنے کی اس نے ابتدا میں بہتیری کوششیں کیں۔

ثبات قدر

(۶) ثبات قدر۔ اس معاملے میں یہ معلوم ہوگا کہ قیمتی فلزات ہیں ذریعۂ مبادلہ ہونے کی حیثیت سے کامل طور سے ثبات قدر موجود نہیں ہے۔ پھر بھی اب تک ان کے سوا کسی دوسری ایسی شے کا انکشاف نہیں ہوا ہے جو اس بارے میں ان سے بہتر ہو۔ سونے کی بڑی مقدار دستیاب ہو جانے سے اس کی قدر و قیمت پر جو مضر اثر پڑ سکتا ہے

اس کو سونے کی اضافی قلت روکتی ہے۔ لیکن اگر سونے کی کثیر مقدار ابھی دریافت ہو جائے تو بھی یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا موجودہ حالت کی نسبت اس کے مصارف پیدائش بہت کم ہو جائیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ اگر کوئی جدید کیمیائی عمل ایسا دریافت ہو سکے جس کی بدولت کسی معمولی دھات سے مصنوعی طریقے پر کثیر مقدار میں سونا بنایا جائے تو سونے کی مقدار بڑھ جانے اور اس کی رسد میں افراط ہو جانے کی وجہ سے نئے سونے کی قیمت گھٹ کر بالکل معمولی رہ جائے گی۔ لیکن یہ ایک جاذب نظر واقعہ ہے کہ گو دنیا کی تاریخ میں کبھی کوئی کد و کاوش اس قدر وسیع پیمانے پر نہیں کی گئی جتنی کہ پارس پتھر کی تلاش و جستجو میں عمل میں آئی پھر بھی ان عظیم الشان مساعی کا صلہ خفیف سی کامیابی کی صورت میں بھی نہ ملا۔ دنیا اب ابھی اپنے سونے کی رسد کے لئے کان کنوں کی محنت شاقہ کی پیداوار ہی پر منحصر ہے جو دور افتادہ اور دائرۂ تہذیب و تمدن سے فاصلۂ دراز پر نہایت دشوار گزار ملکوں کے معدنیات سے نکلتی ہے، اور جس کے کانوں سے برآمد کرنے کے مصارف نہ صرف ایثار اور انسانی زندگی کی شکل میں بلکہ معمولی محنت اور آلوں اور کلوں کی شکل میں بھی بہت کثیر ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے سونے کے مصارف پیدائش ابھی ایک مدت دراز تک اعلیٰ رہنے کا امکان ہے۔ اور معاشیات کے عجیب وغریب قوانین میں سے ایک قانون کی رو سے محض سونے کی رسد کی زیادتی کا واقعہ مزید سونا پیدا کرنے کے مصارف کو ایک حد تک بڑھا دیتا ہے اور اس طرح سونے کی رسد کے اضافے کو روکتا ہے۔ اس مسئلے کو تفصیل کے ساتھ یہاں بیان کر دینا گویا آیندہ باب کی بحث کو قبل از قبل پیش کرنا ہوگا۔

سونے کے مصارف پیدائش

اس لئے سردست اس بیان پر اکتفا کرنا چاہئیے کہ سونے کی کثیر رسد کا عام نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمام دنیا میں ہر قسم کے اشیا کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ اس کا ناگزیر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کلوں کی قیمت اور مزدوروں کی اجرت اور دوسرے تمام اساسی امور جو زائد سونا پیدا کرنے کے مصارف کا

32

جز و ہوتے ہیں، متاثر ہوتے ہیں اور اس طرح زائد سونا پیدا کرنا کم منفعت بخش ہوتا ہے[1]۔ اس طرح سونے کی زائد رسد کا میلان یہ ہے کہ وہ اپنے آپ پر ایک روک قائم کرتی ہے۔ لیکن اس اثر کو بہت زیادہ اہمیت نہ دینی چاہیئے اس لئے کہ وہ صرف سونے کی رسد پر پڑتا ہے اور وہ بھی بہت خفیف حد تک سونے کی قدر و قیمت پر جو دوسرے اثرات پڑتے ہیں وہ بہ نسبت اس کے مصارف پیدائش کے بہت زیادہ وزن اور اہمیت رکھتے ہیں۔

موجودہ زمانے میں زرمسکوک عام طور سے تمام دنیا میں استعمال ہوتا ہے، اس کی موجودہ شکل کی تدریجی ترقی کا زار کی ابتدا اور ترقی کے مانند سراغ لگانا بہت بڑے تاریخی اور معاشری دلچسپی کا معاملہ ہے۔ اس لئے کہ یہ بہت ہی تعجب خیز امر ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں میں مختلف وضع کے جو بڑے سکے استعمال کئے جاتے ہیں ان میں بہت ہی کم فرق پایا جاتا ہے۔ ان میں سے اکثر گول اور چپٹے ہوتے ہیں۔ ان پر نقش ونگار اور حروف بنے ہوئے ہوتے ہیں اور بجز کم قیمت دھات کے ذیلی سکوں کے سب سکوں کے اردگرد کنارے کنارے باریک اور یکساں خط ابھار دئے جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ایک عام اور مشترک شکل کو عام طور سے استعمال کرنے کی کیا تشریح و توجیہ ہے؟

سکے کا ارتقا ابتداً قیمتی فلزات چھوٹی سلاخوں یا چھوٹے ٹکڑوں کی شکل میں استعمال کئے جاتے تھے۔ اور ہر خرید و فروخت کے وقت ان ٹکڑوں کو جانچ تول کر پہلے ان کی قیمت معلوم کرنی پڑتی تھی۔ اس طریقے سے کاروبار میں بہت وقت اور تاخیر واقع ہوتی تھی اس کے بعد یہ طریقہ نکالا گیا (اور یہ طریقہ غالباً ان تاجروں کے درمیان نکلا جو ملکوں ملکوں میلوں میں گھومتے پھرتے تھے) کہ ایک مقررہ معیار کے

[1] دیکھو باب ۱۶۔

۲ قدیم

نشان زدہ ٹکڑے سونے کے ٹکڑے تیار کئے جانے لگے جن پر مختلف خانگی علامتیں بنادی جاتی تھیں جو لوگ تاجر کی علامت کو جانتے تھے اور اس پر اعتماد رکھتے تھے انھیں صرف ان ٹکڑوں کو تول لینے کی ضرورت پڑتی تھی، رہا اس کا معیار یا خوبی تو وہ تاجر کے بیان پر پورا اعتماد رکھتے تھے۔ یہ بیان کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ ان قدیم ترین سکوں میں سے اکثروں پر بعض ایسے اشیا کی تصویریں اتار دی جاتی تھیں جو اس سے قبل کے زمانے میں بطور آلۂ مبادلہ استعمال ہوتے تھے۔ اس طرح ہم سونے کے سکوں پر بیلوں کی چھوٹی چھوٹی تصویروں کی علامتیں پاتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصر میں بیل بطور آلۂ مبادلہ استعمال ہوتے تھے۔ چین میں سکّے پر چاقو بنایا جاتا تھا جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہاں کسی ماقبل زمانے میں چاقو بطور آلۂ مبادلہ استعمال ہوتے تھے۔ ان ابتدائی و قدیم ترین شکلوں اور موجودہ زمانے کے مفہوم کے لحاظ سے سکوں کے مابین بابہ الامتیاز فرق قائم کرنا اس وجہ سے ناممکن ہے کہ بعد کے عہد میں جو سکّے استعمال ہونے لگے وہ کوئی نئی ایجاد اس قدر نہ تھی جس قدر کہ محض ایک ارتقائے عمل کا نتیجہ تھا۔

۳

چھوٹے چھوٹے نوکدار دھات کے ٹکڑے جن کے پہلوں پر ایک یا ایک سے زائد علامتیں بنی ہوتی تھیں اور جو ولادت مسیح سے سات سو سال قبل لیڈیا کی بادشاہی میں اور غالباً اسی زمانے میں چین میں بھی استعمال ہوتے تھے، یہی حقیقت میں اصلی سکّے کی ابتدا سے قبل کی آخری منزل ہیں۔ جدید مفہوم کے لحاظ سے سب سے پہلے جو سکّے استعمال کئے گئے وہ غالباً ابتدائی یونانی سکّے تھے جیسے کہ یونانی تاجر ساتویں صدی قبل مسیح میں نوخراٹیس (مصر) میں استعمال کرتے تھے۔ یہ گول اور چپٹے سکّے تھے، اور دونوں پہلوؤں پر دیوتاؤں کی تصویریں یا علامتیں ابھاری جاتی تھیں۔ اس کے بعد مصر میں جو یونانی سکّے رائج ہوئے خاصکر وہ سکّے جن پر سکندر اعظم کے سر کی تصویر بنائی جاتی تھی، اگرچہ اس بادشاہ کی وفات کے بعد جاری کئے گئے، نہایت ہی خوشنما تھے۔ اور مصر کے یونانی

اور رومانی دور کے تمام سکوں سے مصر میں اُس زمانے کے مختلف یونانی اور رومانی حکمرانوں کی تاریخ کا اجمالی خاکہ ملتا ہے۔ یہ سکے رفتہ رفتہ موجودہ باقاعدہ سکوں کی شکل اختیار کرتے گئے۔

ابتدائی سکے

ان یونانی و رومانی سکوں اور موجودہ زمانے کے سکوں کے مابین بیّن فرق صرف اس قدر ہے کہ قدیم سکوں کے اردگرد کنارے کنارے باریک اور یکساں خط ابھارے نہیں جاتے تھے، جس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ بالکلیہ موجودہ زمانے کی ایجاد ہے۔ اُن سکوں کے کنارے زاویہ نما بنائے جاتے تھے۔ اور اس کا مقصد بھی وہی تھا۔ اس میں فائدہ یہ تھا کہ اگر سکے کا ذرا سا حصہ بھی کھُرچا یا تراشا جاتا یا گھس جاتا تو فوراً بہ یک نظر پتہ چل جاتا۔ اس لئے کہ موجودہ زمانے کے سکے میں بھی یہی راز مضمر ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ سکے میں سے اگر دھات کا کوئی جز و تراش یا کھرچ لیا جائے تو وہ فوراً ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ اسی وجہ سے سکے کی تقریباً پوری سطح پر دونوں جانب نہایت نازک اور پیچیدہ نقش و نگار ابھار دئے جاتے ہیں اور کنارے کنارے اطراف میں باریک خط بنا دئے جاتے ہیں۔ دھات کو گھس کر یا کھرچ کر نکالنے کی کوشش کی جائے تو اس سے نقش و نگار اور خط بگڑ جائیں گے اور فوراً اس کا پتہ چل جائے گا۔

حکومت کا اجارہ

سکے کی تاریخ میں سب سے آخری منزل یہ ہے کہ حکومت نے سکہ سازی کا انتظام بالکلیہ اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ اس لئے کہ قدیم ترین زمانے سے سکہ سازی حکومت کا حق سمجھی جاتی رہی ہے۔ اس طرح حکومت نے اس کے اجارے کو اپنے لئے مخصوص کر کے سکے ڈھالنے کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے، سکوں پر اپنی خاص علامتیں بنا دیتی ہے مثلاً عام طور سے بادشاہ وقت کا نام یا تصویر بنا دی جاتی ہے اور سکے میں جو دھات شریک کی جاتی ہے اس کا وزن اور اس کی عمدگی کا معیار مقرر کرتی ہے۔ نیز اسی کے ساتھ حکومت اس کے مطابق سکے کی

34

قدر مقرر کر دیتی ہے اور اس کو زر قانونی قرار دیتی ہے یعنی اس کا قبول کرنا ہر شخص کے لئے لازمی گردانتی ہے ۔

اس لحاظ سے سکے کی تعریف جیونس کے الفاظ میں یہ ہے :۔

"دھات کا ایسا ٹکڑا جس کے مقررہ وزن اور خوبی کی ضمانت حکومت کی جانب سے کی جائے اور جن کی تصدیق اس خاص شکل اور نقش و نگار سے ہو جو اس کے ہر دو جانب ابھارے جائیں"۔ موجودہ زمانے میں سکے کا قبول عام حکومت کے حکم پر مبنی ہوتا ہے نہ کہ محض عوام کے اس کو قبول کرنے کی رضامندی پر ۔ اگرچہ اس قبول عام کی بنیاد ابتداً سکے کی قدر ذاتی پر قائم تھی ۔ لیکن حکومت نے محض اس رسم پر اپنی مہر لگا دی ہے جو رواج سے قایم ہو چکا ہے ۔ چنانچہ اب یہ معلوم کرنا باقی رہ جاتا ہے کہ آیا حکومت کے حکم نے سکے کی سند یا حقیقی قدر میں کسی طرح تبدیلی پیدا کر دی ہے

پانچواں باب

نظریۂ مقدار زر

(۱) زر کی قدر اس کی قوت خرید ہے۔ (۲) نظریۂ مقدار زر۔ (۳) زر کی قوت خرید یا قیمتوں کی عام سطح کے تغیرات۔ (۴) انڈکس نمبر۔ (۵) زر کا مفہوم۔ (۶) کامل قدر ذاتی کا فلزی زر۔ زر علامتی۔ زر کاغذ، بنکوں کا زر، اور اعتباری نظام۔

فلزی سکے کی خوبیوں اور لوازم کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے سے قبل نیز اس پر غور کرنے سے بیشتر کہ سکہ زر کے کاموں کو کس طرح انجام دیتا ہے یعنی عام مسائل پر جو زر کی حیثیت پر بہ اعتبار ان مختلف کاموں کا نتیجہ ہونے کے (خصوصاً دوسرے کام یعنی قدر کے عام پیمانہ یا مشترک نسب نما کا نتیجہ ہونے کے) اثر ڈالتے ہیں بحث کر لینا ضروری ہے۔ اگر جیسا کہ پچھلے بابوں میں بیان کیا جا چکا ہے، نام نہاد "زر کے نظام" کے تحت سب اشیا کا مبادلہ براہ راست ایک دوسرے سے ہونے کے بجائے زر سے ہو تو یہ توقع قدرتی ہے کہ اشیا کی مجموعی مقدار میں جو کسی مقررہ

وقت میں زر سے مبادلے کے لئے موجود ہو اور زر کی مجموعی مقدار میں جو اُس وقت ضروری مبادلات انجام دینے کے لئے موجود ہو کچھ نہ کچھ تعلق یا نسبت قایم ہو جائے گی۔ اگر زر کے عوض فروخت کرنے کے لئے اشیا کی ایک معین مقدار موجود ہو اور ان کو خریدنے کے لئے زر کی بھی ایک معین مقدار ہو تو ظاہر ہے کہ اشیا کی قیمت یا دوسرے الفاظ میں زر کی وہ مقدار جو ہر شئے کے عوض حاصل کی جا سکتی ہے اس تعلق یا نسبت پر منحصر ہو گی جو زر کی مقدار اور اشیا کی مقدار کے مابین ہو گا۔ اگر زر کی مقدار زیادہ ہو اور اشیا زیادہ مقدار میں نہ ہوں تو ہر شئے کا مبادلہ زر کی زیادہ مقدار سے عمل میں آئے گا۔ دوسرے الفاظ میں اشیا کی قیمت زیادہ گراں ہو گی۔ لیکن اگر زر کی مقدار کم اور اشیا کی مقدار زیادہ ہو تو اشیا کی قیمت بہت کم یا ارزاں ہو گی۔ یہ کوئی نیا نظریہ نہیں ہے۔ بلکہ محض سیدھے سادھے نظریۂ قدر کا دوسرا اطلاق یا رخ ہے۔ نظریۂ قدر یہ بیان کرتا ہے کہ

نظریۂ قدر

کسی شئے کی قدر ان دوسرے اشیا پر منحصر ہوتی ہے جو ایک شخص اس کے مبادلے میں حاصل کر سکتا ہے۔ گویا ایک دوسرے سے ادل بدل ہونے والے "اشیا کی اضافی مقدار پر منحصر ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ عام اشیا کا کسی ایک شئے (جس سے ان سب کا مبادلہ کیا جاتا ہے یعنی زر) سے مبادلہ ہونے کی صورت میں بھی اس قاعدے کا اطلاق ہونا چاہئیے۔ اس طرح زر کی قدر، دوسری ہر شئے کی قدر کے مثل، زر کی مقدار پر یا رسد و طلب پر منحصر و موقوف ہونی چاہیئے۔

زر کی قدر

لیکن اولاً اس کی توضیح کر دینا ضروری ہے کہ زر کی قدر کے معنی کیا ہیں۔ کسی دوسرے شئے کی قدر اس کی "قیمت" کے ذریعے سے ظاہر کی جاتی ہے جو اس کی قدر مبادلہ بحوالہ زر ہے لیکن وہ اس کی حقیقی قدر نہیں ہوتی، بلکہ محض اس کی قدر کو ایسی شکل میں پیش کرنے کا ایک طریقہ ہے جو آسانی کے ساتھ سمجھ میں آ سکے اور جس کا دوسرے اشیا کی قدر سے مقابلہ کیا جا سکے۔ لیکن ظاہر ہے کہ زر کی قدر اس طرح ظاہر نہیں کی جا سکتی۔ کسی شئے کی قدر مبادلہ کو خود اسی کے حوالے سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

"زر کی قیمت"، یعنی زر کی قدر مبادلہ بحوالہ زر کہنا ایک لغو سی بات ہو گی، جس کا کوئی مطلب نہیں ہو سکتا۔ پس زر کی قدر معلوم کرنے کے لیئے وہی طرز عمل اختیار کرنا چاہیئے جو اشیا کے بارے میں اختیار کیا جاتا ہے۔ قیمت تو محض قدر کو ظاہر کرتی ہے۔ قیمت کی تہ میں جاکر اس حقیقی قدر کو لینا چاہیئے جس پر یہ قیمت مبنی ہوتی ہے۔ کسی شئے کی حقیقی قدر دوسرے اشیا کی وہ مقدار ہوتی ہے جن کے عوض وہ مبادلہ کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح زر کی حالت ہے۔ زر کی قدر دوسرے اشیا کی وہ مقدار ہے جن کے عوض اس کا مبادلہ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن چونکہ دوسرے تمام اشیا کا مبادلہ زر سے کیا جاسکتا ہے اس لئے یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ زر کی قدر اس کی قوت خرید ہے۔ لیکن زر کی قوت خرید کا مدار بدیہی طور سے قیمتوں کی عام سطح پر ہوتا ہے۔ اگر سب اشیا کی قیمتیں گراں ہوں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ زر کی ایک مقررہ مقدار بازار میں اس قدر موثر نہیں ہے جس قدر کہ قیمتیں کم رہنے کی صورت میں ہوتی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ کیا شئے ہے جو قیمتوں کی عام سطح کو متعین کرتی ہے اور اس طرح زر کی قوت خرید کو منتظم کرتی ہے؟

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، زر کی قدر دوسرے اشیا کی قدر سے اس لحاظ سے مماثلت رکھتی ہے کہ وہ بھی رسد و طلب پر مبنی ہوتی ہے۔ زر کی رسد میں سب سے اول فلزی سکون کی وہ مقدار شامل ہوتی ہے جو بطور آلۂ مبادلہ گردش میں ہو۔ مگر قریب میں معلوم ہو جائے گا کہ یہ زر کی رسد کی کوئی مکمل تعریف نہیں ہے۔ لیکن سردست اسی پر اکتفا کیا جاسکتا ہے۔ دوسری طرف زر کی طلب کی پیمائش صرف ان مبادلات کی تعداد اور قدر سے کی جاسکتی ہے جو اشیا کی حد تک ان کی قیمتوں کے عوض انجام دینے پڑتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا مدار سب سے پہلے متعلقہ اشیا کی مقدار پر ہوتا ہے۔ اور اس لحاظ سے سردست یہ عام طور سے کہا جاسکتا ہے کہ زر کی طلب کا مدار ان تیار کردہ اشیا کی مقدار پر ہوتا ہے جنھیں زر سے مبادلے کے لئے پیش کیا جائے۔ ان دونوں بیانوں کو یکجا کرنے سے

37

ہم اس معین نتیجے پر پہنچتے ہیں جس کو "نظریۂ مقدار زر" سے تعبیر کیا جاتا ہے

نظریۂ مقدار زر

اور وہ یہ ہے کہ "قیمتوں کی عام سطح زر کی اس مقدار پر مبنی ہوتی ہے جو گردش میں ہو۔ مروجہ زر کی مجموعی مقدار اور قابل فروخت اشیا کی مجموعی مقدار کے مابین جو تعلق یا تناسب ہوتا ہے ان کے تغیر وتبدل کے ساتھ قیمتوں کی عام سطح میں تغیر واقع ہوتا ہے"۔

لیکن یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ قیمتوں کی عام سطح کا اعلیٰ یا ادنیٰ ہونا نظری اعتبار سے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ زر محض ایک مقصد کا یعنی اشیا کو ایک دوسرے سے ادل بدل کرنے کا ذریعہ ہے، اور نظری اعتبار سے یہ سوال کوئی اہمیت نہیں رکھتا کہ اس دہرے مبادلے میں زر کی کتنی مقدار استعمال کی گئی۔ جو چیز اہمیت رکھتی ہے وہ ہر تبدلہ شئے کی مقدار ہے یعنی بلالحاظ اس معیار کے جو مقابلے میں استعمال کیا جائے صرف دو اشیا کی اضافی قدر ایک دوسرے کے مقابلے میں قابل التفات ہوتی ہے۔ مثلاً اگر یہ معلوم کرنا ضروری ہو کہ دو آدمیوں میں سے کون زیادہ وزنی ہے تو ان کے فرق کو معلوم کرنے کیلئے یہ معاملہ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کہ انہیں سیروں کے حوالے سے تولا جائے یا کیلوگرام کے حوالے سے۔ ان دو آدمیوں کے اضافی وزن پر استعمال کردہ وزن کی اکائی کوئی اثر نہ ڈالے گی۔ اس طریقے سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ قیمتوں کی عام سطح کسی شخص کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ وہ اشیا کی حقیقی قدر میں کوئی فرق و اختلاف قائم نہیں کرتی۔ قیمتوں کے عام اضافے یا تخفیف سے نظری اعتبار سے کوئی فرق و تفاوت نہیں پیدا ہوتا۔

قیمتیں اور قدر

اصطلاحوں کے استعمال کو کس طرح خلط ملط کر دیا جاتا ہے اس کی ایک بہت ہی عام مثال یہاں بیان کر دینا مناسب ہوگا۔ عام طور سے یہ کہنے کا رواج پڑ گیا ہے کہ ہر شئے کی قدر بڑھ رہی ہے، چنانچہ لوگ "قدر کا عام اضافہ" کہتے ہیں۔ لیکن "ہر شئے کی قدر کے اضافہ" کی اصطلاح خود اپنی آپ تردید کرتی ہے۔ اس لئے کہ قدر محض اضافی چیز ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک شئے دوسری شئے کے مقابلے میں اس قدر

کم یا زیادہ ہے۔ اگر اس طرح کسی شئے کی قدر بڑھے تو لازمی طور سے اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اُس پہلی شئے کے مقابلے میں کسی دوسرے شئے کی قدر گھٹ گئی ہے۔ دونوں کی قدر ایک ساتھ نہیں بڑھ سکتی۔ اس طرح خلط ملط کر دینے کی بنیاد یہ واقعہ ہے کہ دو اشیا کی قیمتیں ایک ساتھ بڑھ سکتی ہیں۔ لیکن قیمتوں کے بڑھنے کی وجہ سے ایک دوسرے کی نسبت سے ان دونوں کی قدر متاثر نہیں ہوتی، بلکہ مقررہ حالت ہی میں رہتی ہے۔ اگر ایک شئے دوسری شئے کے مقابلے میں پہلے ہی سے دونی قیمت کی تھی اور اب پھر دونوں کی قیمتیں دونی ہو جائیں تو بھی اب پہلی شئے دوسری کے مقابلے میں دونی قیمت ہی کی رہے گی۔ جو لوگ قدر کا اضافہ کہنے کے خوگر ہیں ان کا مطلب محض قیمتوں کا اضافہ ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں ایک ہی نہیں ہیں۔ قیمتوں کے عام اضافے کا مطلب یہ ہے کہ ہر شئے کی قدر " باستثنائے ایک کے" بڑھ گئی ہے۔ اور یہ ایک مستثنی شئے سونا یا زر ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ سونے کی قدر، جو اس کی قوتِ خرید ہے، گھٹ گئی ہے، اور اس کے برخلاف تمام دوسرے اشیا کی قدر بحوالۂ طلا بڑھ گئی ہے۔ قیمتوں کے عام اضافے کے معنی یہ ہیں کہ طلا کی مقدار جس کے عوض دوسرے اشیا کا مبادلہ کیا جا سکتا ہے، بڑھ گئی ہے۔ اب ہر شخص کو پہلے کے مقابلے میں سونے کی مقررہ مقدار کے عوض کم اشیا حاصل ہوتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں سونے کی قدر گھٹ گئی ہے۔

پس نظری اعتبار سے طلا کی قدر کوئی ممتاز اور نمایاں چیز نہیں ہے اس لئے کہ دنیا کو اس سے کوئی سروکار نہیں کہ قیمتوں کی عام سطح اونچی ہے کہ نیچی۔ لیکن جو چیز اہمیت رکھتی ہے وہ قیمتوں کی عام سطح میں مد و جزر کا عمل یعنی قیمتوں کی ایک عام سطح سے دوسری عام سطح میں تبدیلی ہے۔ لیکن اگر سب قیمتیں ایک ساتھ اور متناسب طریقے سے بڑھیں یا گھٹیں تو نظری اعتبار سے اس تبدیلی کے عمل کو بھی اہمیت نہ دینی چاہئے۔ اس لئے کہ کسی شخص کا فائدہ ہو گا نہ نقصان۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ قیمتوں

میں اس طرح کبھی تبدیلی نہیں ہوتی۔ متعدد اسباب کی بنا پر جنھیں مختصر
اصطلاح کی شکل "معاشی مزاحمت" کہا جا سکتا ہے انقلابی دور میں ہمیشہ چند ایسے
اشخاص ہوتے ہیں جو نقصان برداشت کرتے ہیں اس لئے کہ یہ اپنی
معاشی حیثیت کی مدافعت و حفاظت کی قابلیت نہیں رکھتے۔ حالات کے
بدلنے کے لئے مدت درکار ہوتی ہے، یعنی موجود الوقت معاہدات کو
ان کی میعاد کے اندر پورا کرنا ضروری ہوتا ہے، ایسی صورت میں بھی جبکہ
یہ واضح ہوتا ہے کہ دوسرے حالات بدل رہے ہوں رواجی قیمتوں اور
اجرت کی شرحوں میں بہت آہستگی کے ساتھ تبدیلی ہوتی ہے۔ اور
نتیجہ یہ کہ ہمیشہ بعض جماعتیں ایسی ہوتی ہیں جو قیمتوں کی عام سطح کی تبدیلی
سے نفع میں رہتی ہیں یا نقصان میں۔ مثلاً اس قسم کی تبدیلی قرض دہندے
اور قرضگیر کی اضافی حیثیتوں پر اثر ڈالتی ہے اس لئے کہ اس کے معنی ایسے
زمانے میں زر کی قدر میں تبدیلی ہونے کے ہیں جو قرضے کی منظوری اور
اس کی واپس ادائی کے مابین ہو۔ اگر کوئی صناع اپنے کاروبار میں لگانے
کے لئے ۱۰۰۰ پونڈ اس وعدے پر لے کہ دس سال کے بعد رقم واپس
ادا کر دے گا تو اس رقم سے وہ جو کام لے سکتا ہے وہ صرف یہ ہے
کہ اس سے کوئی ایسی چیز خریدے جس کی اس کے کاروبار میں ضرورت ہو
مثلاً اشیائے خام اور ان سے وہ مصنوعات تیار کرتا ہے اور ان مصنوعات
کو فروخت کر کے ایک مقررہ قیمت حاصل کرتا ہے۔ دس سال کے اختتام
پر سب اشیا کی قیمتوں میں اضافہ ہو گیا ہے بشمول ان مصنوعات کے جو
اس نے تیار کئے۔ چونکہ قرضہ ادا کرنے کا وقت آ رہا ہے اس کے لئے
ضروری ہے کہ قرضہ ادا کرنے کے لئے وہ اپنے اشیا میں سے ۱۰۰۰ پونڈ
قیمت کے اشیا فروخت کر دے۔ لیکن قیمتوں میں اضافہ ہو جانے کی وجہ سے
اس وقت ۱۰۰۰ پونڈ کے لئے اس کو اتنے اشیا فروخت کرنے کی ضرورت
نہ ہوگی جتنے وہ دس سال قبل اتنی ہی رقم حاصل کرنے کے لئے فروخت کرتا
پس اس وقت اس کو اس زمانے کے مقابلے میں جبکہ اس نے اشیا تیار

کرنے کے لئے قرضہ حاصل کیا تھا اپنا قرضہ ادا کرنے کے لئے نسبتاً کم اشیا کو فروخت کرنے کی ضرورت ہوگی۔ قیمتوں کے اضافے سے اس کو اس لئے نفع ہوا کہ جو زر واپس ادا کیا جا رہا ہے اس کی قدر بطور قرض حاصل کردہ زر کے مقابلے میں کم ہے، گو کہ رقم کی مقدار مقررہ اور اتنی ہی ہے۔ زر کی قدر گھٹ گئی ہے۔ جب قیمتیں گھٹتی ہیں تو صورت حالات بلاشبہ ٹھیک اس کے برعکس ہوتی ہے۔ اس طرح قیمتوں کا اضافہ قرضداروں یا دینداروں کے لئے نفع بخش ہوتا ہے اور

لیندار اور دیندار

قرضدہندوں یا لینداروں کے لئے مضرت رساں ہوتا ہے اور قیمتوں کی تخفیف اول الذکر کے حق میں مضر اور موخر الذکر کے لئے فائدہ بخش ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اسی طریقے سے زر کی قوت خرید میں تبدیل واقع ہونے سے ان سب اشخاص پر اثر پڑتا ہے جن کی آمدنیاں مقررہ ہوں یا جن کی شرح اجرت رواج کی بنا پر مقرر کی جائے اور اس میں آہستہ تغیر ہو۔ اس طرح مزدوروں کی اجرت اور متوسط اور پیشہ ور طبقوں کی تنخواہوں میں زر کی قدر کی تبدیلی کے زمانے میں بہت آہستہ تغیر واقع ہوتا ہے۔ چنانچہ عام قیمتوں کے گھٹنے کی وجہ سے ان جماعتوں کو بہت فائدہ ہوتا ہے اور قیمتوں کے بڑھنے کی وجہ سے نقصان ہوتا ہے۔ ان کی حقیقی آمدنی، قیمتوں کے عام اضافے یا تخفیف کے تناسب سے گھٹتی یا بڑھتی ہے۔ گویا قیمتوں کے تغیرات کے تناسب سے آمدنی میں معکوس تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ مثلاً موجودہ زمانے میں خصوصاً جنگ کی وجہ سے قیمتوں میں سریع اضافہ ہو جانے کے سبب سے اس کو سب جماعتیں بہت سختی کے ساتھ محسوس کر رہی ہیں۔ انگلستان میں ماہ اگست ۱۹۱۸ء میں ۱ پونڈ کے عوض صرف اتنی چیزیں خریدی جا رہی تھیں جو جنگ سے پیشتر تقریباً ۸ شلنگ ۳ پنس میں مل سکتی تھیں۔ ۴ سال کی مدت میں قیمتیں ۱۴۴ فیصد بڑھ گئی تھیں (دیکھو جدول ۶)۔

انڈکس نمبر

اس طرح جو چیز اہمیت رکھتی ہے وہ قیمتوں کی حقیقی حالت نہیں ہے بلکہ قیمتوں کی عام سطح کا مد و جزر ہے۔ اور

40

موجودہ زمانے میں اشیا کی قیمتوں کی عام سطح کے بدوجزر کا حساب لگانے کے طریقوں کے بارے میں بہت توجہ کی گئی ہے اس لئے کہ ایسی صورت میں جبکہ کثر اشیا کی قیمتیں بڑھ رہی ہوں اور چند اشیا کی قیمتیں ساکن ہوں یا گھٹ رہی ہوں یہ معلوم کرنا آسان نہیں ہے کہ قیمتوں کی عام سطح میں کیا تغیرات واقع ہو رہے ہیں ۔ اس وقت جو طریقہ رائج ہے وہ انڈکس نمبر کا طریق کہلاتا ہے ۔ متعدد اشیا کو، جو عام استعمال میں ہوتے ہیں منتخب کر کے ہر شئے کی خاص قسم کی مقررہ مقدار کی قیمت معلوم کی جاتی ہے ۔ اس کے بعد مثلاً فرض کرو ایک ماہ یا ایک سال کے وقفے کے بعد ان اشیا میں سے ہر شئے کی خاص قسم کی اسی مقررہ مقدار کی قیمت دوبارہ معلوم کی جاتی ہے ۔ اور اسطرح ہر صورت میں نئے عدد کا پرانے عدد سے مقابلہ کیا جاتا ہے ۔ ان دونوں کا فرق بحساب فیصد نکالا جاتا ہے اور ان فیصد عددوں کا مجموعہ قیمتوں کی عام سطح کے تغیرات کو ظاہر کرتا ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ انڈکس نمبر بنانے کے کئی مختلف طریقے ہیں اور فروع کے بہت پیچیدہ اور نازک معاملات پر غور کرنا پڑتا ہے (چنانچہ ان کے لئے کسی خاص نصاب کی کتاب کا مطالعہ کرنا ضروری ہے) لیکن عام طریق وہی مقررہ ہے اور نتائج ہمیشہ ایک دوسرے سے بہت مماثلت رکھتے ہیں ۔ انگلستان میں عام طور سے تین طریقوں کو انڈکس نمبر نکالنے میں بہت زیادہ استعمال کیا جاتا ہے ۔ ایک سادربک کا طریق ہے جو رسالہ اسٹےٹسٹ[1] میں شائع ہوتا ہے ۔ دوسرا رسالہ اکنامسٹ[2] میں ماہوار شایع ہوتا ہے ۔ اور تیسرا سرکاری انڈکس نمبر جو محکمہ تجارت[3] کی جانب سے تیار کیا جاتا ہے ۔ ان تینوں طریقوں سے مرتب کردہ اعداد سے جو عام نتیجہ ظاہر ہوتا ہے

---

[1] Saberbecks—Statist.

[2] Economist

[3] Board of Trade

اس کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، جیسا کہ ضمیمہ کے جدول (۵) میں پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً ۱۸۷۳ء تا ۱۸۹۶ء کی ۲۳ سالہ مدت میں قیمتوں میں بہت سرعت کے ساتھ مگر بحیثیت مجموعی بہت استقلال کے ساتھ تخفیف ہوئی اور اس کے بعد ایسا تغیر واقع ہونا شروع ہوا جو موجودہ زمانے میں پہنچکر بہت نمایاں ہوگیا ہے۔ اس طرح محکمہ تجارت کا انڈکس نمبر جو ۱۸۷۳ء میں ۱۵۱ء۹ تھا گھٹ کر ۱۸۹۶ء میں ۸۸ء۲ ہوگیا۔ اور اس کے بعد سے اس میں پھر اضافہ ہوا۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۳ء میں جو جنگ سے پیشتر امن کا آخری سال ہے، وہ بڑھ کر ۱۱۶ء۵ ہوگیا۔ جنگ کی وجہ سے قیمتوں میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا لیکن ایسے اسباب کی بنا پر ہوا جو نظریۂ مقدار زر کی وسعت کے پوری طرح اندر نہیں ہیں۔

قیمتوں کی تاریخ

41

قیمتوں کی کمی بیشی

یوں تو قیمتوں کا اضافہ اور تخفیف دونوں خرابیاں ہیں لیکن قیمتوں کی تخفیف غالباً نسبتاً بڑی خرابی ہے۔ اس لئے کہ قیمتوں کی عام تخفیف عظیم تجارتی کساد بازاری پیدا کرتی ہے اور صناع کے حسابات میں عدم تیقن کا عنصر پیدا کرنے کا موجب ہوتی ہے۔ جس سے تجارت کو بہت نقصان اور صدمہ پہنچتا ہے۔ اسکے برخلاف قیمتوں میں استقلال کے ساتھ اضافہ، جہاں تاجروں کے حوصلے بڑھاتا ہے وہیں اس میں ضرورت سے زائد گرما گرمی قیمتوں کے انتفاخ اور تخمین کی جانب رہبری کرنے کا بھی امکان ہے جس سے بالآخر پورا نظام منہدم ہوجاتا ہے اور مالی آفت رونما ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ قیمتوں میں شدید اضافے کا اثر اجرت پانے والے مزدوروں پر اور عام طور سے ان اشخاص پر جن کی معاشی حیثیت کمزور ہوتی ہے، بہت مضرت رساں صورت میں اس طرح پڑ سکتا ہے کہ ان کا معیار زندگی جو پہلے ہی سے ادنیٰ ہوتا ہے بہت گھٹ جاتا ہے اور ان کی حالت ایسی خستہ و خراب ہوجاتی ہے جو نہ صرف بنی نوع انسان کے لئے موجب ننگ و عار ہوتی ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی معاشرے کے لئے قطعی طور سے خطرناک ہے کہ وہ اس میں بدکاری، جرایم اور امراض

نی پرورش کرتی ہے۔

سب سے بہتر حالت جس کی ضرورت ہے یہ ہے کہ قیمتیں نہ تو بہت بڑھیں اور نہ بہت کم ہوں، بلکہ قیمتوں کی عام سطح ثبات پذیر رہے یعنی زر کی قدر برقرار رہے، اگر یہیں پہنچکر موجودہ زمانے کے زر کا نظام اکملیت کا درجہ حاصل کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ اور یہیں اُس سوال کا جواب ملتا ہے جو پہلے باب میں اس کتاب کا اصلی موضوع ہونے کی حیثیت سے پیش کیا گیا تھا۔ قیمتوں کے اعلیٰ سے ادنیٰ اور ادنیٰ سے اعلیٰ ہونے کے تغیری دور میں، زر کی قیمتوں کا نظام اس بنا پر قدر میں حقیقی الٹ پھیر کر دیتا ہے کہ مختلف اشیا کی قیمتوں کے تغیرات کی شرح میں عدم مساوات ہوتی ہے۔ اگر قیمتوں کی ایک قسم (اور یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ قیمتوں میں اجرت اور آمدنیاں بھی شامل ہیں) سرعت کے ساتھ بڑھ رہی ہو اور دوسری قسم کی قیمت ثبات پذیر ہو یا آہستہ آہستہ بڑھ رہی ہو تو ان اشیا یا خدمات کی اضافی قدریں، ہمارے زر کے نظام میں تبدیلیاں واقع ہونے کی وجہ سے، تغیر و تبدل ہو رہا ہے۔ پس نظریۂ مقدار زر ہی اس تمام مسئلے کی اساسی بنیاد ہے جس پر یہ کتاب مبنی اور قائم ہے اور یہ مسئلہ مبادلے کی کل اور قدر پر اس کا اثر ہے۔ اس طرح نظریۂ مقدار کی مفصل طور سے تحقیق کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اور اس مزید تحقیق کا طریق

زر کی مقدار

اس طرح ظاہر کیا جا سکتا ہے: نظریہ کے مطابق قیمتوں کی عام سطح زر کی اس مقدار پر مبنی ہوتی ہے جو گردش میں ہو۔ لیکن دنیا میں کئی مختلف قسم کے زر رائج ہیں۔ اور فلزی زر خاص کر طلائی سکے زر کی مجموعی مقدار کا محض ایک قلیل جزو ہے۔ اس لحاظ سے یہ فرض نہ کر لینا چاہیئے کہ فلزی زر کی مقدار جو گردش میں ہو یا کسی خاص قسم کے سکے شدہ طلا کی مقدار قیمتوں پر کوئی براہ راست یا تنہا سبب اثر ڈالتی ہے۔ اول تو ہمیں تحقیقی طور سے اس کا علم نہیں ہے کہ دنیا میں طلائی سکوں کی کتنی مقدار موجود ہے۔ ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ سونے کے

42

چند مشہور ذخائر کے مجموعے کا اندازہ کریں جو چند بنکوں اور حکومتوں کے خزانوں میں ہیں اور بقیہ مقدار کے متعلق محض قیاس سے کام لیں۔ اسمیں کلام نہیں کہ کل دنیا کے سونے کی سالانہ رسد کے متعلق ہمیں بہت کچھ صحیح معلومات حاصل ہیں۔ لیکن ہمیں اس امر کا کوئی صحیح علم نہیں ہے کہ اس رسد میں سے کتنا جز و سکہ سازی کے اغراض کے لئے استعمال ہوتا ہے اور کتنا جز و دوسرے کاموں مثلاً سونے کے زیورات اور گھڑیاں بنانے میں صرف ہوتا ہے۔ اس معاملے کی حد تک سونے کی طلب کا محض تخمینہ کیا جا سکتا ہے۔

لیکن دنیا میں جتنے مختلف قسم کے فلزی سکے رائج ہیں ان کی صحیح مقدار کا ہمیں علم بھی ہو جائے تب بھی ہم محض اسی کی بنیاد پر نظریۂ مقدار کا پوری صحت کے ساتھ اطلاق نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ اس کے علاوہ اور بھی متعدد امور ایسے ہیں جن کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ مثلاً فرض کرو کہ ایک مقام یا ملک میں مبادلے کی سہولتوں کی ترقی، بازاروں کی مرکزیت مخلوق کے عادات و اطوار کی وجہ سے دوسرے ملک کی نسبت تجارتی کاروبار بہت سرعت اور گرما گرمی کے ساتھ انجام پاتا ہے اور اس طرح زر کا ایک ہی مقررہ ٹکڑا تیزی کے ساتھ دست بدست گردش کر کے ایک دن میں مبادلے کے متعدد عمل انجام دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ نظریۂ مقدار کے نقطۂ نظر سے اس کا اثر ٹھیک ایسا ہی ہوگا جیسا کہ زر کے متعدد ٹکڑے موجود ہونے کی صورت میں، جن میں سے ہر ایک محض ایک ہاتھ سے دوسرے کے ہاتھ میں منتقل ہوا اور دن بھر اسی دوسرے مالک کے ہاتھ میں رہے، پڑتا۔ اس طرح اس سے "گردش کی سرعت" کے مسئلے کی جانب رہبری ہوتی ہے جو زر کی موثر مقدار میں ایک بہت ہی اہم عامل ہے۔ پھر زر کی کئی مختلف قسمیں ہیں، اور زر کی مقدار پر بحث کرنے میں ان سب کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ سب سے پہلے تو ملک کا معیاری سکہ "یا زر مستند" ہے، جو موجودہ زمانے میں اکثر ملکوں میں بالعموم سونے کا ہوتا ہے، اور جس میں پوری قدر

43

ذاتی یا فلزی موجود ہوتی ہے۔ یعنی فلز کا ٹکڑا ہونے کی حیثیت سے زرگر کی دوکان پر اسکی جو قیمت ہوگی وہی اشیا کا آلۂ مبادلہ ہونے کی حیثیت سے کسی دوسری دوکان میں بھی ہوگی۔ لیکن اس کے علاوہ زر کی دوسری متعدد قسمیں بھی ہیں، جن کو عام طور سے "زرعلامتی" کہا جاتا ہے، اور جن میں قدرذاتی مرقومہ قیمت سے کم ہوتی ہے مثلاً چاندی اور نکل کے سکے (بجز انگلستان کے سب ملکوں میں) اور تانبے کے سکے۔ یہ جیساکہ اکثر لوگ جانتے ہیں، فلز کی حیثیت سے اتنی حیثیت نہیں رکھتے جتنی سکوں کی حیثیت سے ان میں پوری قدر قانونی ہوتی ہے۔ پھر بھی وہ روزمرہ کے کاروبار میں پوری قیمت مرقومہ کے لحاظ سے گردش کرتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں بتدریج یہ معلوم ہوگیا ہے کہ آلۂ مبادلہ ہونے کی حیثیت سے سکے کے افادے کے لئے پوری قدر ذاتی کا ہونا لازمی نہیں ہے، بشرطیکہ چند دوسرے لوازم پورے ہو جائیں۔ اور یہ لوازم کیا ہیں اور زر علامتی یا زر وضعی اپنے سے زیادہ قدر ذاتی رکھنے والے زر یا فلزی اعتبار سے اپنے سے زیادہ قیمتی زر کی جگہ کس حد تک لے سکتا ہے، ان امور پر احتیاط کے ساتھ غور کرنا ضروری ہوگا۔ لیکن یہ حقیقت اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے کہ موجودہ تہذیب یافتہ قوموں میں بعض کاغذ کے پرزے جنھیں زر کاغذ کہا جاتا ہے، بیش بہا اشیا کے مبادلے میں دست بدست گردش کرتے ہیں، اگرچہ ان میں ذرا بھی قدر ذاتی موجود نہیں ہوتی۔ **زرکاغذ** مگر واقعہ یہ ہے کہ وہ زر یا ایک قسم کا کاغذی سکہ ہیں۔ یہ عجیب وغریب کام وہ کس طرح انجام دیتے ہیں اور ان کے اجزا، خاصکر ان کی مقدار کے بارے میں کیا شرایط ہیں، ان سب کا احتیاط کے ساتھ مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ یہ ظاہر ہے کہ اگر کاغذ سے غیر محدود مقدار میں زر بنایا جا سکتا ہو تو سونے کو بطور زر استعمال کرنا محض تضیع اوقات ومحنت ہوگا اور ہر سال کانوں سے جو سونا برآمد کیا جاتا ہے اس کی کوئی اہمیت نہ ہوگی۔ مزید براں ساہوکاروں اور کوٹھی والوں نے زر کی

داد وستد کی زحمت سے بچنے کی خاطر چک، بنک کے ڈرافٹ اور ہنڈیاں وغیرہ استعمال کر کے بتدریج زر کے کام کو انجام دینے کا ایک نیا اور عجیب و غریب طریقہ نکال لیا ہے۔ چک، ڈرافٹ اور ہنڈیاں "ساہوکاروں کے زر" کی عام اصطلاح میں شامل کر لی گئی ہیں۔ اس طرح ہماری رہبری "اعتبار" کی چیستاں کی جانب ہوتی ہے جس کے معنی دنیا کے موجودہ مالی نظام میں ایسے نظام کے ہیں جس کے ذریعے سے باہمی حسابات زائل کئے جاتے اور ایک پیسہ لئے دئے بغیر صاف و بے باق کئے جاتے ہیں۔

لیکن نظریۂ مقدار زر کے نقطۂ نظر سے زر کی ان سب مختلف شکلوں یا زر کے بغیر کام انجام دینے کے عارضی طریقوں پر اس لحاظ سے غور کرنا ضروری ہے کہ وہ کسی نہ کسی قسم کا زر ہیں۔ اس طرح یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ زر کے اس کثیر المقدار مجموعے پر نظر کرتے، جو طلا کے علاوہ موجود ہے، آیا یہ امر کوئی زیادہ اہمیت رکھتا ہے کہ طلائی زر کی کتنی مقدار موجود ہے؟ "زر" کی یہ مختلف قسمیں کیا ہیں؟ ذریعہ مبادلہ کی حیثیت سے وہ زر کے لوازم کو کس طرح پوری کرتی ہیں؟ اور حقیقی زر سے ان کا کیا تعلق ہے؟ یعنی اس پوری قدر ذاتی رکھنے والے زر سے وہ کیا علاقہ رکھتی ہیں جو موجودہ زمانے میں اکثر ممالک میں صرف طلا ہے؟ اس طرح سب سے اول زر مستند یا معیاری سکّے کے اساسی خواص و صفات پر غور کر لینا ضروری ہے اس لئے کہ پوری قدر ذاتی رکھنے والے زر کو ہر ملک میں اسی نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حوالہ :- (۱) ٹزیڈ جلد دوم باب چہارم فصل ۲ تا ۳ (۲) ارونگ فشر "زر کی قوت خرید" (۳) سےٹن۔ "مقدمہ مطالعہ قیمت"۔

حاشیہ۔ آیندہ صفحات میں زر کے اقسام کی حسب ذیل ترتیب استعمال کی گئی ہے۔

(۱) زر
- (ا) طلائی معیاری زر جس میں پوری قدر ذاتی موجود ہو
- (ب) زر علامتی (چاندی نکل اور تانبا) جس میں قدر ذاتی جزوی حیثیت سے موجود ہو
- (ج) زر کاغذ
- (د) بنک کے نوٹ
  } جن میں کوئی قدر ذاتی نہ ہو۔

(۲) اعتباری کاغذات
(۱) چک، بنک کے ڈرافٹ، اعتباری رقعے، ہنڈیاں، پرامیسری نوٹ، امانتی رسائد اور ساہوکاروں کے زر کی دوسری سب شکلیں۔

(۱) قدر فلزی اور قدر قانونی (۲) درست، کمزور اور طاقتور زر (۳) آزاد سکہ سازی اور ٹکسالی شرح (۴) مفت تسکیک (۵) اجرت تسکیک (۶) قانون گریشم (۷) زر وضعی یا زر علامتی۔

زر قانونی

باب چہارم میں بیان کیا جا چکا ہے کہ زر کا استعمال بطور آلۂ مبادلہ رسم و رواج کا نتیجہ ہے۔ اور قرضوں کی ادائی میں سکوں کو قبول کرنے کے لئے قبولیت عام کی تدریجی ترقی ضروری ہے۔ اس کے بعد حکومت دخل انداز ہوتی ہے۔ سکوں کی دھات کے وزن اور معیار کی ضامن بنتی اور عوام کو مجبور کرتی ہے کہ وہ انھیں مقررہ قیمت پر قرضوں کی ادائی میں قبول کریں۔ گویا وہ سکوں کو زر قانونی قرار دیتی ہے۔ جس سے ایک نئی دشواری پیدا ہو جاتی ہے۔ بحالت موجودہ سکوں میں دو طرح کی قدر ہوتی ہے۔ یعنی (۱) ان کی فلزی قدر بحیثیت دھات کے ٹکڑے کے اور (۲) ان کی زر قانونی جو حکومت مقرر کرتی ہے۔

ان دونوں قدروں کا ہمیشہ یکساں ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ اگر فلزی قدر،

45

قدر قانونی سے زیادہ ہو یعنی اگر سکہ عمدہ اور طاقتور ہو تو لوگ اس کو پگھلائیں گے یا وزن کے حساب سے فروخت کریں گے اور یہ سکہ رواج سے غائب ہو جائیگا۔ اگر اس کے برعکس سکہ کمزور ہو یعنی اس کی قدر فلزی اس کی قدر قانونی سے کم ہو تو حکومت کا یہ فعل محکوموں کے حق میں فریب ہو گا کہ وہ ان کو سکہ ایسی قیمت پر قبول کرنے کی ترغیب دیتی ہے جو اس کی حقیقی قدر سے زیادہ ہے۔ "طاقتور" اور "کمزور" کی اصطلاحیں سابقہ اصطلاحوں یعنی "وزنی" اور "سبک" کے مقابلے میں زیادہ قابل ترجیح ہیں۔ اس لئے کہ یہ ممکن ہے کہ دو سکوں میں سے جو زیادہ وزنی سکہ ہو وہ بوجہ دوسری دھاتوں کی کثیر المقدار آمیزش کے حقیقت میں کمزور ہو۔ پس حکومت کا یہ فریضہ ہونا چاہیئے کہ وہ اس کا انتظام کرے کہ سکے درست ہوں۔ یعنی یہ کہ ان کی قدر فلزی ان کی قدر قانون کے ہمیشہ مساوی رہے نہ کم ہو نہ زیادہ۔ لیکن ایسا کرنا بہت مشکل ہے۔ اس لئے کہ سکوں کو پوری طرح درست رکھنے کے خیال سے گو نئے سکوں کے وزن کا پوری احتیاط کے ساتھ لحاظ رکھنا ممکن ہے، پھر بھی ان میں جتنی دھات ہوتی ہے اس میں تبدیلی ممکن ہے اس لئے کہ دھات خود ایسی شئی ہے جس کی بازار میں قیمت گھٹتی بڑھتی ہے۔ اس قیمت کا مدار سکوں کی طلب کے علاوہ دوسرے امور مثلاً تجارت و صنعت میں ان کے استعمال پر بھی ہوتا ہے۔

پس حکومت کو یا تو سکوں کو از سر نو ڈھالتے رہنا ضروری ہے یا فلز کی قیمت کے تغیرات کے لحاظ سے سکوں کے وزن میں رد و بدل کرنا ضروری ہو جاتا ہے جو ناقابل عمل ہے۔ یا یہ کہ فلز کی بازاری قدر کے تغیرات کو روکنے کے لئے کچھ نہ کچھ ذرائع کا تلاش کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ یہ اس طریق سے انجام پاتا ہے جس کو آزاد سکہ سازی

آزاد سکہ سازی

کہتے ہیں۔ حکومت ایک قیمت مقرر کر دیتی ہے کہ وہ سونے کے خاص معیار کے لئے یہ قیمت ادا کرنے کے لئے تیار ہے۔ یعنی عوام جتنی بھی مقدار فلز کی ٹکسال میں پیش کریں انکے سکے ڈھالنے کی ذمہ داری وہ اپنے سر لیتی ہے۔ اور کسی مقررہ وزن سے سکوں کی مقررہ تعداد ڈھالی جاتی ہے مثلاً انگلستان کا دار الضرب (۴۸۰) اونس سونے میں سے جس کی خوبی (۲۲) کیرٹ ہو (۱۸۶۹) سکے جن میں ۱۱/۱۲ حصے خالص سونا ہوتا ہے ڈھالتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں انگریزی معیاری سونے کی ٹکسالی قیمت (۳) پونڈ (۱۷) شلنگ (۱۰½) پنس فی اونس (۱۱/۱۲) ہوتی ہے۔

سونے کی قیمت

46

یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ یہ خاص عہد دنیا میں سونے کی قیمت کی بنیاد کیونکر تسلیم کر لی گئی، جیساکہ واقعہ ہے۔ اس سوال کا جواب انگلستان میں سترھویں صدی میں سکہ سازی کی جدید تاریخ کے مبادی میں ملتا ہے۔ اس زمانہ میں قیمتی فلز کے بارے میں کوئی اصول عمل اختیار کرنے کے متعلق اہل کاروبار اور تاجروں کے خیالات میں بہت بڑا تغیر رونما ہو رہا تھا۔

سونے کی سرگزشت

کولمبس کے امریکہ کو دریافت کرنے کے زمانے سے قبل تمام یورپ میں قیمتی فلزات کی قلت روز افزوں محسوس ہو رہی تھی۔ یونان اور روما کے فتوح کے زمانے میں سونا ابتدائً مشرقی ممالک سے یورپ آتا تھا۔ اور یہ رسد فرسودہ اور ضائع ہوکر بتدریج ختم ہوتی گئی یہاں تک کہ تقریباً تیرھویں اور پندرھویں صدیوں کے مابین یورپ کا ہر ملک اس قابل رشک فلز کی کافی مقدار حاصل کرنے اور اپنے پاس جوڑنے کی کشمکش میں مبتلا ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ملک میں گوناگوں آئین و قوانین وضع کر لئے گئے جن کی رو سے قیمتی فلزات کی برآمد کی سختی کے ساتھ ممانعت کی گئی اور برآمد کرنے والوں کے لئے شدید ترین سزائیں تجویز ہوئیں۔ لیکن ان قوانین کا متواتر اور جلد جلد نافذ کیا جانا خود یہ ثابت کرتا ہے کہ تجارت کو روکنے میں وہ کس قدر ناکام و قاصر رہے۔ بایں ہمہ جب نئی دنیا دریافت ہوئی اور سونا چاندی کثیر مقدار میں آنے لگے تو یہ صورت حال کلیتہً تبدیل ہو گئی اور مختلف ممالک کے مابین فلزات کی منتقلی کو متعین کرنے کے مناسب طریقے کے بارے میں بھی لوگوں کے خیالات میں بتدریج تغیر واقع ہونے لگا۔ چنانچہ جب ۳۱ دسمبر ۱۵۹۹ع کو ایسٹ انڈیا کمپنی کو منشور شاہی عطا ہوا تو فوراً عبارت میں ایک فقرہ بڑھا دیا گیا جس کی رو سے کمپنی مذکور فلزات کو برآمد کرنے کی مجاز کی گئی۔ اور یہی بعد کے مباحثات میں کمپنی پر عائد کئے ہوئے الزامات میں سے ایک الزام تھا۔

تجارتئین

سترھویں صدی کے ابتدائی حصے میں ان اشخاص کی ایک قومی جماعت رونما ہوئی جن کو تجارتئین کہا جاتا تھا اور جو تجارت کے بارے میں ایک کلیتہً نئے خیال کے وکیل تھے۔ یعنی یہ کہ ملک کے فلزات کی رسد کو محفوظ و مامون رکھنے کا صرف ایک طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ تجارت کی تنظیم اس طرح عمل میں لائی جائے کہ توازن تجارت ہمیشہ ملک کے موافق رہے۔ اس موافقت سے ان کی مراد برآمد کی زیادتی

47

تھی۔ اس کو اس وجہ سے بہت پسندیدہ اور مناسب خیال کیا جاتا تھا کہ اس کے
معنی یہ تھے کہ دوسرے ملکوں کو لازمی طور سے اس زیادتی کی ادائی بشکل سیم و طلا
کرنی پڑتی۔ اس طرح تجارئیین جن کے خیالات کا رنگ آج تک مبادلات خارجہ
کے مصطلحات پر چڑھا ہوا ہے حقیقت میں رجعت پسند نہ تھے بلکہ ترقی یافتہ
مصلح تھے جن کا مقصد تجارت آزاد کے معاشی اصول کی وکالت تھا نہ کہ تا جن کی
روایتی حکمت عملی کی حمایت جو کہ بعد میں جبکہ ان کے نام سے منسوب کی جانے لگی ان کے
استدلال کا ایک نتیجہ ١٦٦٣ء میں رونما ہوا جبکہ انگلستان میں دنیا میں سب سے
پہلے ایک قانون منظور ہوا جس کی رو سے فلزات کی برآمد چند آسان شرائط اور
حدود کے تحت جائز قرار دی گئی۔ چنانچہ یہی وہ سبب تھا جس کی بنا پر جیسا کہ
آگے چلکر معلوم ہوگا انگلستان کو کوٹھی کے کاروبار کی دنیا میں سب سے اول فوقیت و
سیادت حاصل ہوئی۔ اس قانون کی منظوری کے فوراً بعد ہی خود انگلستان کا نظام زر
جو اس وقت نہایت خراب حالت میں تھا نئے سانچے میں ڈھالا گیا۔ اس
زمانے میں یورپ کے تمام ممالک کے مثل انگلستان میں زر مستند چاندی ہی کا سکہ
تھا۔ معیاری چاندی کے ایک پونڈ ٹرائے میں (٦٢) شلنگ ڈھالے جاتے تھے
اور اس میں خالص چاندی کا وزن (١١) اونس (٢) پنی ویٹ اور کھوٹ کا وزن
(١٨) پنی ویٹ تھا۔ یا دوسرے الفاظ میں انگریزی معیاری چاندی کی قیمت (٥)
شلنگ (٢) پنس فی اونس یا (٦٢) شلنگ فی پونڈ ٹرائے تھی جس میں صرف (١٢) اونس
ہوتے ہیں۔ ١٦٦٣ء کے ایک قانون کے تحت[1] طلائی سکے رائج کئے گئے جن کا سرکاری
لقب یونائٹس[2] یا چوڑے سکے تھا۔ لیکن بہت جلد عرف عام میں ان کو "گنی" کے نام سے
پکارا جانے لگا۔ اس لئے کہ وہ مغربی افریقہ کی گینی کمپنی[3] کے ماتحت علاقے کے برآمد
شدہ سونے سے ڈھالے جاتے تھے۔ ہر گنی کی قیمت (٢٠) شلنگ قرار دی گئی اور ایک

١٦٦٣ء کا قانون

معیار نقرہ

گنی

48

---

[1] دیکھو Dana Horton کی کتاب The silver Pound صفحہ (٢٢٩)

[2] Unites یا Broad Pieces

[3] Guinea company

پونڈ ٹرائے یا معیاری یا کراون[۱] کے سونے کے (۱۲) اونس سے (½۴۴) گنیاں بنائی جاتی تھیں۔ گنی میں خالص سونے اور کھوٹ کا تناسب (۲۲) کیرٹ اور (۲) کیرٹ تھا۔ گویا اس میں خالص سونا ۱۱/۱۲ حصے تھا۔ اسکے مطابق معیاری سونے کی قیمت ۴۴½ پونڈ ۱۰ شلنگ = ۳ پونڈ ۱۴ شلنگ ۲ پنس فی اونس مقرر ہوئی۔ لیکن بعد میں یہ معلوم ہوا کہ یہ مقررہ[۱۲] قیمت نئے سکوں کی اصلی فلزی قیمت سے بمقابلہ نقرئی سکوں کے نسبتاً بہت کم تھی۔ اور اس سے بھی بڑھ کر خرابی یہ ہوئی کہ چاندی کے سکے بہت فرسودہ ہوگئے اور کھُرچ لئے گئے۔ چنانچہ نئے سکے بہت تیزی کے ساتھ رواج سے غائب ہونے لگے اور لوگ ان کو استعمال کرنے کی بجائے پگھلانے لگے یا برآمد کے لئے ان کی فلزی قیمت پر فروخت کرنے لگے۔ اس دشواری کا مقابلہ کرنے کی غرض سے گنی کی قیمت میں بتدریج اضافہ کیا گیا یہاں تک وہ انجام کار ۳۰ شلنگ ہوگئی۔

لاک اور نیوٹن سنہ ۱۶۹۶ء میں دو فلاسفہ جان لاک اور اسحاق نیوٹن کے مشوروں کے مطابق انگلستان میں زر کی از سر نو تشکیل کی عظیم الشان تجویز پر عملدرآمد شروع ہوا جس کی وجہ سے معاملات کچھ زمانوں کے لئے روبہ اصلاح ہوگئے اور گنی کی قیمت گھٹ کر ۲۱ شلنگ ۶ پنس ہوگئی۔ چنانچہ یہی سرکاری شرح مقرر ہوئی۔ اس طرح گو یہ عمل غالباً بلا ارادہ انجام پایا پھر بھی یہ پہلا قدم تھا جو انگلستان نے سونے اور چاندی کی قیمتوں میں باہمی تناسب مقرر کرنے کی جانب بڑھایا تھا۔ لیکن پھر بھی مقرر کردہ قیمت کچھ زیادہ ہی تھی۔ مگر سنہ ۱۷۱۷ء میں جبکہ سر اسحاق نیوٹن ناظم دار الضرب تھے گنی کی قیمت گھٹا کر اس کی مشہور سطح ۲۱ شلنگ پر لائی گئی۔ اور یہ شرح اس وقت تک قائم رہی جب تک کہ گنی انگریزی زر کا جزو رہی۔ اس کا ایک اثر بالواسطہ یہ ہوا کہ انگریزی سونے کی موجودہ قیمت معین ہوگئی۔ اس لئے کہ اگر ۱۲ اونس معیاری سونے سے اب بھی ½۴۴ سکے ڈھالے جائیں جن میں سے ہر ایک کی قیمت اب سرکاری طور سے ایک پونڈ ایک شلنگ قرار دیدی گئی تو ظاہر ہے کہ ایک اونس سونے کی قیمت ½۴۴ گنی کا ۱/۱۲ یعنی ۳ پونڈ ۱۷ شلنگ ½۱۰ پنس ہوگئی۔ یہاں سرسری طور سے یہ کہدینا بے جا نہ ہوگا کہ سنہ ۱۸۱۶ء سے پیشتر تک ساورن جاری نہ ہوا اور اس کے اجرا کے بعد گنی غائب ہوگئی۔

ـه ۱ crown gold

آزاد بمقابلہ مفت سکہ سازی۔

یوں تو انگلستان میں ۱۶۶۶ء سے طلائی سکوں کی حد تک آزاد سکہ سازی کا رواج ہے لیکن آزاد سکہ سازی کے معنی لازمی طور سے یہ نہیں ہیں کہ حکومت بلا اخذ اجرت تکنیک کا کام انجام دیتی ہے۔ اگر بلا اجرت سکہ سازی کی جائے تو اس کو مفت سکہ سازی کہینگے۔ اور انگلستان ہی ایک واحد ملک ہے جو اس کو انجام دیتا ہے۔

اجرت تکنیک اور سکانہ۔

اکثر دوسرے ممالک میں ٹکسال میں مصارف سکہ سازی داخل کرنے پڑتے ہیں جن کو اجرت تکنیک[1] کہا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات مصارف تکنیک کے علاوہ حکومت کو کچھ زائد منافعہ بھی دیا جاتا ہے جس کو سکانہ[2] کہتے ہیں۔ لیکن بالعموم یہ قاعدہ ہے کہ موخر الذکر نام سے ہی مصارف تکنیک اور ممکنہ زائد منافعہ دونوں وصول کئے جاتے ہیں۔

انگلستان کے مفت سکہ سازی کے طریق کا نتیجہ یہ ہے کہ ساورن ہی دنیا میں واحد سکہ ہے جو قطعاً درست اور بے نقص ہے۔ ذرا سا غور کرنے کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ آزاد سکہ سازی کا طریق کس طرح سکے کو بے نقص رکھتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر حکومت سونے کی کسی مقدار کو ۳ پونڈ ۷ اشلنگ ½۱۰ پنس فی اونس قیمت پر خریدنے آمادہ ہو تو کوئی شخص بھی اس قیمت سے کم پر سونا فروخت نہیں کریگا۔ اس کے برخلاف اگر کوئی بیرونی تاجر ٹکسالی قیمت سے زیادہ پر سونا خریدنا چاہتا ہو تو لوگ ساورن کو پگھلا پگھلا کر منافعہ کے ساتھ اس کے پاس پیش کرنے لگیں گے اور اس کی رسد اس قدر بڑھ جائیگی کہ اس کو پھر بہت جلد قیمت کم کر دینی پڑے گی۔ علاوہ بریں کوئی شخص کیوں ۳ پونڈ ۷ اشلنگ ½۱۰ پنس فی اونس سونے کی قیمت سے زائد ادا کرے جبکہ اس کو سونا اسی قیمت پر محض نئے ساورن کو پگھلانے سے دستیاب ہو سکتا ہو؟ اس طرح سونے کی یہی ٹکسالی قیمت معیار کے چھوٹے چھوٹے فرقوں کا لحاظ کرنے کے بعد تمام ممالک میں رائج ہے، اور اس کی بناء پر تمام دنیا میں

---

[1] Brassage

[2] Seigniorage

سونے کی قیمت عملاً مقرر ہوگئی ہے حتیٰ کہ قیمت میں کبھی تغیر نہیں ہوتا۔ اگر ہوتا ہے بھی تو بہت قلیل یعنی فی اونس ایک چھوٹی سی کسر کے حساب سے۔

یہاں ضمناً یہ بھی بیان کر دینا ضروری ہے کہ لندن کے فلزی بازار میں معیاری سونے کی اصلی قیمت حقیقت میں کم و بیش ۳ پونڈ ۱۷ شلنگ ۹ پنس رہتی ہے نہ کہ ۱ پونڈ ۱۷ شلنگ ½۱۰ پنس جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ اس کی وجہ حسب ذیل ہے:۔ فی الواقع انگلستان میں یہ رواج نہیں ہے کہ کسی شخص کو اپنا سونا خود ٹکسال میں پیش کرنا پڑتا ہو اور اپنے طور پر سکے ڈھلوانے پڑتے ہوں۔ 80

بنک اور ٹکسال گو ہر شخص کو قانوناً ایسا کرنے کا اختیار دیا گیا ہے لیکن عملاً لوگ ایسا نہیں کرتے بلکہ اس کی بجائے اس میں زیادہ سہولت ہے کہ بنک آف انگلینڈ جو حقیقت میں سرکاری بنک کی حیثیت رکھتا ہے گو بظاہر اسکی ایسی حیثیت نہیں ہے، تشکیک کے لیئے فلز لینے میں ٹکسال کے گماشتے کی حیثیت سے کام کرے۔ پس جس کسی کے پاس سونا فروخت کرنیکی غرض سے موجود ہو وہ دار الضرب میں پیش کرنے کی بجائے تاکہ دار الضرب اپنی سہولت سے اس کے سکے ڈھالے سیدھا بنک آف انگلینڈ جاتا ہے۔ اس میں تاخیر نہیں ہوتی اور اس کو سونے کے معادل سکے فوراً یا کم از کم سونے کے تول پرکھ لیئے جانے کے بعد مل جاتے ہیں۔ اسکی وجہ سے نہ صرف فلز کے مالکوں کو سہولت ہوتی ہے اور سکے ڈھلکر ملنے میں جو تاخیر ہوتی ہے وہ بھی نہیں ہوتی، بنے بنائے سکے مل جاتے ہیں۔ وقت کی بھی قیمت ہے اور وہ بھی زر ہے اس لیئے کہ جتنی مدت تک سونا ٹکسال میں سکہ ڈھلنے سے پیشتر تک بیکار پڑا رہتا ہے وہ گویا ایسا غیر مشغول اصل ہے جس پر کوئی سود نہیں ملتا۔ یہ بظاہر بہت ہی معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے پھر بھی وہ ایک نہایت ہی اہم اور قابل لحاظ امر ہے، اور مالکان فلز اس کا معاوضہ ادا کرنے کے لیئے تیار ہوتے ہیں۔ پس بنک ایسا انتظام کرتا ہے کہ اس کی رو سے اسکو صرف ۳ پونڈ ۱۷ شلنگ ۹ پنس فی اونس ادا کرنے پڑتے ہیں یا مقررہ دستوری قیمت سے ½۱ پنس فی اونس کم قیمت وہ ادا کرتا ہے۔ گویہی بنک کی محنت و خدمت کا صلہ ہے اور حکومت کو دار الضرب کا مالک ہونے کی حیثیت سے

اصل پر سود نہ ملنے کی وجہ سے جو نقصان ہوتا ہے اس کی بھی اس تھوڑی بہت تلافی ہو جاتی ہے۔ اس طرح واقعہ یہ ہے کہ بنک آف انگلینڈ ایک لحاظ سے ٹکسال کا گماشتہ بن گیا ہے اور غیر مسکوک فلز کی کثیر مقدار بنک کی تجوریوں میں رکھی رہتی ہے اور ضرورت کے لحاظ سے وقتاً فوقتاً ٹکسال کو سکہ سازی کے لیئے فلز دیا جاتا ہے۔

دوسرے سکے۔ یہاں تک تو انگلستان کے سونے کی سکہ سازی کا حال معلوم ہوا۔ لیکن جب یہ بات ذہن نشین رکھی جائے کہ ہر ملک کو ایک سے زیادہ قسم کے سکے جاری کرنے پڑتے ہیں تو معاملات بہت زیادہ پیچیدگی اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً ہر بنک کے لیئے ضروری ہے کہ سونے کے سکوں کے ماسوا چاندی اور تانبے کے سکے بھی جاری کیئے جائیں۔ لیکن چاندی کی ٹکسالی قیمت مقرر کرنے کا عمل سونے کی ٹکسالی قیمت مقرر کرنے کے عمل سے مختلف ہے یعنی سونے کی حد تک صرف معیاری سکے کا وزن از روئے قانون مقرر ہوتا ہے یا معیاری فلز کے مقررہ وزن سے سکوں کی مقررہ تعداد ڈھالی جاسکتی ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے، سونے کی موجودہ قیمت کا تقرر محض ایک اتفاقی امر تھا۔ یا دوسرے الفاظ میں یہ محض اتفاق تھا کہ ایک پونڈ ٹرائے وزن کے سونے سے ۲۵ء۴۶۷ ساورن ڈھالے جاتے ہیں۔ اگر تشکیک از سرنو دوسرے اصول پر کرنی پڑے تو ممکن ہے کہ کوئی جفت و بستہ عدد مثلاً ۵۰ کا انتخاب کیا جائے جس کے معنی یہ ہوں گے کہ سونے کی قیمت بڑھ کر ۴ پونڈ ۳ شلنگ ۴ پنس فی اونس ہو جائے گی۔ لیکن اس سے سونے کی قدر یا اس کی قوت خرید میں کوئی قلیل سا فرق بھی پیدا نہ ہوگا۔ اسلیئے کہ اس امر کا کئی دفعہ ذکر کیا جاچکا ہے اور یہاں اس کا اعادہ کچھ ضرورت سے زیادہ ہی ہوگا کہ (سونے کی ٹکسالی قیمت سونے کی اصلی قیمت نہیں ہوتی۔ بلکہ محض قدر مبادلہ یا قیمت بحوالۂ طلا ہے، جو درحقیقت قدر مبادلہ نہیں ہے)

سونے اور چاندی کی قدر۔ سونے کی اصلی قدر اس کی قوت خرید ہے یعنی یہ کہ دوسرے تمام اشیاء کے مبادلہ میں اس کی کیا قدر ہے اور اس قدر میں بلالحاظ سونے کی اس قیمت کے جو بوجہ قانوناً مقرر

کیئے جانے کے معین رہتی ہے جلد جلد تغیر ہوتا رہتا ہے۔ اس کی مثال بعینہ ایسی ہی ہے جیسے کہ کسی وجہ سے یہ فیصلہ کر دیا جائے کہ آیندہ سے ایک فٹ میں بجائے ۱۲ انچ کے ۱۰ ہی انچ ہوں۔ انچ کے طول کو بڑھاکر معیار پیمائش میں تبدیلی کرنے سے کسی شئے کے طول میں رمق برابر فرق واقع نہ ہوگا بلکہ محض پیمائش کے اعداد میں فرق پیدا ہو جائے گا۔ پس سونے کی ٹکسالی قیمت محض قانونی فیصلے کا نتیجہ ہے جس کی کوئی اہمیت نہیں اور جس کا اس کی اصلی قدر پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

۱۰۲

چاندی کی ٹکسالی قیمت اس کے برخلاف چاندی کی ٹکسالی قیمت اس کی اصلی قدر ہوتی ہے یعنی یہ سونے کے مقابلہ میں اور سونے کی وساطت سے تمام اشیاء کے مقابلے میں چاندی کی قدر مبادلہ ہے لیکن چاندی کی یہ قدر مبادلہ رسد وطلب کی قوتوں کے عمل سے بازار ہی میں معین ہو جاتی ہے۔ اس لحاظ سے از روئے قانون چاندی کی ٹکسالی قیمت مقرر کرنا ناممکن ہے۔ ٹکسالی قیمت کا اصلی بازاری قیمت کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ اس کے مطابق قیمت کا معین کرنا تو بخوبی ممکن ہے لیکن ایک مرتبہ تعین کر دینے کے بعد ٹکسالی قیمت کو بازاری قیمت کے مطابق برقرار رکھنا مشکل ہے۔ اس لئے کہ بازاری قیمت میں وقتاً فوقتاً اور بڑی حد تک تغیرات ہوتے رہتے ہیں اور قدر طلا کے تغیرات کے برعکس چاندی کی قدر کے تغیرات بہت نمایاں طور سے اس لیئے معلوم ہو جاتے ہیں کہ چاندی کی قیمت بحوالۂ طلا ظاہر کی جاتی ہے۔ چاندی کی قیمت اس کی اصلی قیمت ہوتی ہے اس لیئے کہ وہ دوسری شئے کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے اس طرح یہ واقعہ کہ سونے کی قیمت میں تغیر نہیں ہوتا اس واقعہ کی پردہ پوشی کرتا ہے کہ اس کی قدر میں تبدیلی واقع ہوتی ہے اس لیئے کہ یہ تغیر معکوس طریقہ پر دوسری اشیا کی قیمتوں کے تغیرات کے ذریعہ سے ظاہر

52

چاندی کی قیمت کا تغیر کیا جاتا ہے جب چاندی کی قدر میں تغیر ہوتا ہے تو یہ تغیر براہ راست اس کی قیمت بحوالۂ طلا سے ظاہر کیا جاتا ہے یعنی سونے کی اس مقدار سے ظاہر کیا جاتا ہے جو ایک اونس چاندی کے معاوضہ میں ادا کرنا ضروری ہے مثلاً ۱۸۵۹ء میں چاندی کی قیمت ۶۲ ۱/۱۶ پنس فی اونس تھی جو گھٹ کر سنہ ۱۹۰۲ء میں ۲۴ ۱/۱۶ پنس رہ گئی[۱]۔ اور ۱۹۱۶ء میں پھر بڑھ کر ۵۰ پنس

۱۔ دیکھو جدول (۴ و ۱۶)

فی اونس ہوگئی۔ چاندی کی قیمت کے یہ تغیرات سونے کی قیمت کے تغیرات سے بھی بہت زیادہ اور جلد جلد واقع ہوتے ہیں جس کی وجہ اولاً یہ ہے کہ چاندی کی رسد، سونے کی رسد کے مقابلہ میں بہت کثیر اور بہت زیادہ تغیر پذیر ہے اور دوسرے یہ کہ تجارت اور صنعتی اغراض کے لیئے جتنی چاندی استعمال کی جاتی ہے اس کی مانگ سونے کے مقابلہ میں نسبتہً بہت زیادہ ہے۔ ہر سال سونے کی جتنی پیداوار نکلتی ہے اس کا بڑا حصہ یعنی بقدر نصف یا دو ثلث حکومتیں سکہ سازی کے لیئے یا اپنے ذخائر طلا کو پُر کرنے کے لیئے خرید لیتی ہیں۔ لیکن چاندی کی صورت میں یہ تناسب بہت ہی کم ہے۔ تانبے اور نکل کی صورت میں اس کے مماثل اسباب کی بنا پر ٹکسالی قیمت مقرر کرنا قطعاً ناممکن ہے ان دھاتوں کی قیمت کا تعین صنعتی اغراض کے لئے ان کی قدر کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ اور سکہ سازی کے اغراض کے لیئے ان کی جو طلب ہے وہ بالکل معمولی اور نظر انداز کرنے کے قابل ہے۔

قانون گریشم۔ لیکن اس سے ایک اور دقت پیدا ہوتی ہے۔ اگر چاندی کے سکوں کو بطور زر قانونی رائج کرنا ہو تو یہ ضروری ہے کہ سونے کے مثل چاندی کے لیئے بھی قواعد مرتب کیئے جائیں۔ اور چاندی کی قیمت میں بھی ثبات قائم رکھا جائے۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو ایک بہت بڑی پیچیدگی پیدا ہو جائیگی۔ یعنی اگر چاندی کی قیمت کی تخفیف کو روکا نہ گیا یا اس کو کم ہونے کا موقع دیا گیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سونے کے سکے رواج سے غائب ہونے لگیں گے اور اگر اس کے برعکس چاندی کی قیمت کو بہت زیادہ بڑھ جانے دیا گیا تو چاندی کے سکے رواج سے غائب ہونے لگیں گے جس کی وجہ یہ ہوگی کہ سونے کے سکے نسبتہً کم قدر رہ جائیں گے اور چاندی کے سکے مقابلتہً زیادہ قیمت کے ہو جائیں گے۔ اسی رجحان کو قانون گریشم کہتے ہیں۔ یعنی یہ کہ اگر کسی ملک میں دو سکے بطور زر قانونی آزادانہ طور سے رائج ہوں تو ان میں وہ سکہ جس کی قدر وقیمت نسبتہً کم ہو دوسرے کو ہمیشہ رواج سے ہٹا دے گا یا سیدھے طریق پر اس کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ خراب سکے عمدہ سکوں کو رواج سے ہٹا کر خود رائج ہو جاتے ہیں۔

اس کی تشریح۔ یہ بادی النظر میں ایک لایعنی قول معلوم ہوتا ہے لیکن ذرا سا

53

غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ بالکل فطری اور صحیح ہے۔ سکوں کو استعمال کرنے کا سب سے بڑا مقصد ان سے قرضہ کی ادائی میں کام لینا ہے۔ اگر بذریعۂ قانون دونوں سکوں میں ایسی قوت ودیعت کی جائے جس کی رو سے وہ اس مقصد کو سرانجام دے سکیں یعنی دونوں زر قانونی قرار دیئے جائیں تو لوگ قدرتاً ان دونوں میں سے خراب سکے کو اس غرض کے پورا کرنے کے لیئے پسند کریں گے۔ دوسرے الفاظ میں وہ ناقص سکوں کو دوسروں کے حوالے کریں گے اور عمدہ سکے اپنے پاس رکھ چھوڑیں گے۔ قانوناً تو دونوں سکے ادائی قرض کے لیئے یکساں طور سے عمدہ ہیں مگر پہلے کے مقابلہ میں دوسرا اس لحاظ سے نسبتاً زیادہ عمدہ ہے کہ ایک اور بازار ایسا موجود ہے جس میں خوبی کے اعتبار سے دونوں مساوی نہیں ہوتے اور وہ فلز کا بازار یا زرگر یا سُنار کی دکان ہے۔ یہاں سونے کی قدر چاندی کی قدر سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ گویا اصطلاحی زبان میں سونے پر بڑھوتری ملتی ہے۔ اس طرح بظاہر یہ عملدرآمد ہونا بدیہی ہے کہ سونے کے سکوں کو بطور فلز استعمال کیا جائے اور چاندی کے سکے کو ان دوسرے اغراض کے لیئے رکھا جائے جن میں وہ سونے کے مساوی عمدہ ثابت ہو سکتا ہے۔ پس جب یہ ذہن نشین رکھا جاتا ہے کہ سونے کے رواج سے غائب ہونے کے معنی محض یہ ہیں کہ لوگ عمدہ سکے پس انداز کر رہے ہیں اور ناقص سکے اپنے پاس سے الگ کر رہے ہیں تو سکوں کے رواج سے غائب ہونے کا راز فاش ہو جاتا ہے۔ عمدہ سکوں کو پس انداز کرنا بالکل قدرتی امر ہے۔ پس ہر شخص کم قیمت یا ناقص سکوں کو ادائی قرض کے لیئے استعمال کرتا ہے اور عمدہ زر کو ان دوسرے اغراض کے لیئے رکھ چھوڑتا ہے جن میں ان کی اعلیٰ قدر منفعت بخش صورت میں وصول ہوتی ہے۔

قدیم بمقابلہ جدید سکہ۔

قانون گرشیم جن دوسرے حالات کے تحت عمل کرتا ہے ان کی چند مثالوں سے صورت معاملات کی مزید توضیح ہوگی۔ ایک بہت ہی عام صورت وہ ہے جس میں ایک بہت ہی پرانا اور فرسودہ سکہ رواج میں ہو اور حکومت نئے سکہ کے اجرا

کے ذریعہ سے اس کی پابجائی کرنے کا فیصلہ کرے۔ گو قوت خرید کی حد تک نئے سکے پرانے سکوں سے کسی طرح بہتر نہیں ہیں پھر بھی ہر شخص جس کو نئے سکے ملیں گے جبلی طور سے انھیں پس انداز کرنے کی کوشش کرے گا۔ مثلاً فرض کرو کہ کسی شخص کو اپنے ذمہ کا حساب بے باق کرنا ہے اور وہ مٹھی بھر سکے تھیلی سے نکالتا ہے تو وہ ناگزیر طریق پر اور یہ سمجھے اور سوچے بغیر کہ وہ کیا کر رہا ہے فرسودہ اور ناقص چن کر الگ کر لیگا اور چمکدار نئے سکے اس لیئے رکھ چھوڑیگا کہ وہ انھیں ترجیح دیتا اور پسند کرتا ہے۔ جب نئے سکوں کا اجراعمل میں آتا ہے تو اس کا نتیجہ بادی النظر میں ایک معمہ اور چیستان معلوم ہوتا ہے۔ جونہی نئے سکے جاری ہوئے کہ وہ رواج سے غائب ہونے لگتے ہیں۔ لیکن پرانے سکے پہلے سے اب بہت زیادہ مقدار میں مشاہدے میں آنے لگتے ہیں اور تاوقتیکہ حکومت پرانے سکوں کو اسی سرعت کے ساتھ واپس نہ لیتی جائے جس سرعت کے ساتھ وہ نئے سکے جاری کر رہی ہو صرف پرانے سکے ہی زمانۂ دراز تک رواج میں رہیں گے۔ یہ امر قانون گرشیم کے عملدرآمد کی ایک ضروری شرط کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ اور وہ یہ کہ ناقص سکوں کی کافی تعداد رواج میں ہونی چاہیئے تاکہ ان سے ملک کی ضرورتیں کما حقہٗ پوری ہوں ورنہ عمدہ سکے رواج سے غائب نہ ہونگے۔ بازار کے روزمرہ کے کاروبار کو سرانجام دینے کے لیئے سکوں کی ایک مقررہ مقدار کی موجودگی ضروری ہے۔ اگر اس کام کو انجام دینے کے لیئے ایک قسم کے سکوں کی کافی مقدار موجود نہ ہو تو یہ کمی پوری کرنے کے لیئے دوسری قسم کے سکے سے کام لیا جائے گا۔ اس طرح عام قاعدہ یہ ہے کہ صرف اس صورت میں جبکہ ناقص اور کم قیمت سکے کے لیئے آزاد سکہ سازی عمل میں آئے قانون گرشیم کا عملدرآمد پوری قوت کے ساتھ ہوگا۔ اس لیئے کہ اس صورت میں محض کم قدری کا واقعہ ناقص سکوں کی رسد کو بڑھا دیتا ہے۔ جس وقت تک دار الضرب کھلا رہے کم قدر فلز کی تشکیک میں فائدہ ہوگا۔ یہ امر قانون گرشیم کی دوسری مثال کی جانب اشارہ کرتا ہے جس میں کہ کم قدر سکہ مثلاً چاندی کا سکہ سونے کے سکے کے ساتھ ساتھ بحیثیت زر قانونی رواج میں ہو۔ اس صورت میں محض کم قدری اور آزاد سکہ سازی کا واقعہ مزید کم قدری پیدا کرنے کا

چاندی کی قیمت کی کمی۔

54

باعث ہوتا ہے اس لیئے کہ آزاد تسلیک کی موجودگی کی صورت میں ٹکسال میں چاندی پیش کر کے اس کے سکے ڈھلوانے اور ان کو بازار میں دوسرے اشیا کے مبادلے میں اور اس طرح سونے کے سکوں کے مبادلے میں استعمال کرنے میں فائدہ ہے اس لیئے کہ ان کے مبادلے میں اشیا اور پھر سونے کے سکے حاصل ہونے کے بعد ان سونے کے سکوں سے انجام کار اور زیادہ چاندی کم بازاری قیمت پر خریدی جاسکتی اور اس سے پھر زر قانونی اپنی پوری قیمت متعارفہ پر تسلیک کیا جاسکتا ہے اس طرح تخفیف قدر مزید تخفیف کا باعث بن جاتی ہے۔

مصر میں سونا قانون گریشم کے عملدرآمد کی بہت ہی عجیب مثال کا مشاہدہ مصر میں نظام زر کی تنظیم جدید کے بعد ۱۸۸۵ء میں ہوا۔ قدیم نظام کے تحت، جو خفیف سی تبدیلیوں کے ساتھ قائم رکھا گیا، متعارف معیاری سکے یعنی مصری پونڈ کے علاوہ بیرونی ممالک کے تین طلائی سکے بھی رائج تھے جو بعض مقررہ محصولی شرحوں پر زر قانونی کی حیثیت سے آزادانہ طور سے ملک میں استعمال ہوتے تھے۔ یعنی ترکی پونڈ، فرانسیسی نپولین اور انگریزی ساورن۔ لیکن جب ان سکوں پر محصول درآمد کی شرحیں محمد علی کے زمانے میں مقرر کی گئیں تو حکومت نے غالباً نظریۂ تسلیک کے بارے میں غلط فہمی کی بنا پر ان سب سکوں کی محصولی قدر بہت گھٹا کر معین کی۔ محصول کے مدارج ایسے عجیب و غریب طریقے پر معین کیئے گئے کہ ترکی پونڈ پر تینوں سکوں کے مقابلے میں کمترین محصول عائد کیا گیا، فرانسیسی نپولین پر اس سے کچھ زیادہ محصول اور انگریزی ساورن پر سب سے زیادہ محصول عائد کیا گیا۔ اس عجیب و غریب تفریق و امتیاز کا نتیجہ بھی قابل غور ہے۔ کئی سال تک تو اس کا کوئی اثر رونما نہیں ہوا۔ اس لیئے کہ ملک میں کسی قسم کے سونے کی کوئی معقول مقدار ہی موجود نہ تھی۔ اور جتنا سونا ملک میں درآمد کیا جاتا تھا اس کی مانگ بہت قوی تھی۔ لیکن ۱۸۵۵ء کے بعد گوناگوں حالات کے باعث

انگریزی ساورن سونے کی کثیر مقدار ملک میں داخل ہونے لگی اور اسکے ساتھ ہی قانون گریشم کا عملدرآمد ایک عجیب طریقے پر شروع ہوگیا۔ واقعہ یہ ہے کہ مصری پونڈ کی کسی نئی مقدار کا اجرا ہی نہیں کیا گیا اور نہ ان کی کوئی مقدار

اس وقت ملک میں موجود تھی۔ گویا مقابلہ دراصل تینوں بیرونی سکوں کے مابین آپڑا تھا۔ ان میں سے ہر سکہ ملک کے متعارف معیاری سکے یعنی مصری پونڈ کے مقابلے میں قوی تھا۔ لیکن انگریزی ساورن سب سے کم قوی، فرانسیسی نپولین اس سے زیادہ قوی اور ترکی پونڈ سب سے زیادہ قوی تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی سکہ فرانسیسی سکے کے مقابلے میں اور فرانسیسی سکہ ترکی سکے کے مقابلہ میں کمزور تھا۔ گویا چونکہ انگریزی ساورن بقیہ دونوں قوی سکوں کے مقابلے میں کمزور تھا اس لیئے اس نے فوراً دوسرے سکوں کو رواج سے ہٹا دیا۔ اگر فرانس کے طلائی سکوں کا کوئی پارسل ملک کے اندر آیا بھی تو وہ فوراً غائب ہوکر یا تو فرانس واپس چلا گیا یا سناروں کے بازار کی جانب رجوع ہوا جہاں معمولی خرید و فروخت میں اس کی پوری فلزی قدر یا اس کی متصل قدر کے لحاظ سے جو مرقومہ قدر یا مقررہ محصول سے قریب تر ہوتی تھی قیمت وصول ہوتی تھی۔ یہ مثال اس امر کی مزید تشریح کرتی ہے کہ قوی سکوں کی پابجائی کرنے اور اس طرح تمام کام خود ہی تنہا انجام دینے کے لیئے کمزور سکوں کی وافر مقدار جاری کرنا ضروری ہے۔

کاغذ اور سونا۔ سب سے عام مثال جس میں قانون گریشم کا عملدار سب سے قوی معلوم ہوسکتا ہے غالباً وہ ہے جس میں کم قدر زر کاغذی فلزی زر خاصکر سونے کے سکے کے ساتھ ساتھ زر قانونی کی حیثیت سے رائج ہو جیساکہ بعد میں چلکر معلوم ہوگا، جنگ عظیم اس مسئلے کی متعدد مثالیں مہیا کرتی ہے اور یہ ایسا مسئلہ ہے جس سے کم از کم یورپ کے اکثر ممالک مدت دراز سے بالکل ناآشنا تھے۔

عمدہ زر کسطرح غائب ہوتا ہے۔ قانون گریشم کے عملدرآمد میں ایک اور سوال غور طلب رہ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ عمدہ زر کہاں غائب ہو جاتا ہے؟ اول اول تو وہ محض اس شخص کی ملکیت میں رہتا ہے جو خوش نصیبی سے اس کا مالک ہو اور جو اس قدر مالدار ہو کہ اس کو خرچ کیئے بغیر اپنے پاس رکھ سکے۔ یعنی یہ کہ اس کو پس انداز کیا جاتا یا بطور اندوختہ رکھا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص زر کا کوئی ذخیرہ پس انداز کرنا چاہے تو وہ قدرتی طور سے حتی الوسع

56

پس اندازی۔ جدید ترین اور بہترین سکوں کو چن لیگا۔ اس عادت کی نمایاں مثال بالعموم مصر میں بکثرت ملتی تھی۔ اس لیئے کہ جب کبھی مصیبت کا زمانہ آتا اور فلاحین کو مجبوراً اپنے اندوختوں سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی تو یہ امر مشاہدے میں آتا تھا کہ قدیم تاریخوں کے متعدد طلائی سکے رواج میں آتے تھے اور ان کی عام حالت تحفظ کی وجہ سے بہت ہی عمدہ رہتی تھی۔ لیکن ان ممالک میں جہاں لوگ اپنے زر کو دفینوں میں رکھنے کی بجائے بنکوں میں امانتاً رکھتے ہیں، یہی چیز مختلف طریق پر رونما ہوتی ہے۔ سونا بنک میں چلا جاتا ہے، اور جب بنکوں کو زر بیرونی ممالک بھیجنے کی ضرورت پڑتی ہے اور انھیں اپنے گاہکوں کے ذمے کے عارضی مطالبات ادا کرنے کے لیئے جو بیرونی ممالک کے لوگوں کو واجب الادا ہیں بالعموم جلدی جلدی زر بھیجنا پڑتا ہے تو وہ قدرتی طور سے سونا بھیجتے ہیں۔ اسلیئے کہ

برآمد اگر وہ چاندی بھیجیں تو انھیں چاندی کے سکے کی قیمت محض اسکی فلزی قدر کے لحاظ سے وصول ہوگی حالانکہ اسکی مرقومہ قیمت اسکی فلزی قدر سے زیادہ ہوتی ہے۔ اسطرح چاندی ملک کے اندر استعمال کرنے کے لیئے رکھ لی جاتی ہے اور سونا بیرونی قرضوں کی ادائی کے لیئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اس طریقے پر عمدہ زر بیرون ملک چلا جاتا ہے۔

چاندی کی آزاد سکہ سازی کا اثر۔ علاوہ بریں عمدہ زر کو فلز کی حیثیت سے فروخت کرنے میں فائدہ ہے۔ اور اس قسم کی فروخت کو مذکورہ بالا معاملے کے ساتھ بہت ہی جدت طرازی کے ساتھ ملایا جا سکتا ہے۔ جسوقت تک کسی ملک میں چاندی کے سکے ڈھالنے کے لیئے آزاد ٹکسال موجود ہے اسوقت تک چاندی کے سکے کی فلزی قدر اس ملک میں کسی بڑی حد تک نہیں گھٹ سکتی، اور چاندی کے فلز کی مقامی قدر مصنوعی طریقے پر برقرار رکھی جاتی ہے۔ لیکن بیرونی ممالک میں ایسی حالت نہیں پائی جاتی۔ نتیجہ یہ کہ وہاں چاندی اس ملک کے مقابلے میں جہاں اس کو آزادی کے ساتھ زر قانونی کی شکل میں ڈھالا جا سکتا ہو، بہت زیادہ ارزاں ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے تاجر یہ کرتے ہیں کہ اپنے ملک کی چاندی کی زائد قیمت پر اپنی تمام چاندی کا سونے سے مبادلہ کر لیتے ہیں۔ اس سونے کو وہ بیرونی ممالک میں بھجوا کر اس کے ذریعہ سے چاندی

فلز کی صورت میں اس کی اصلی قدر پر خرید لیتے ہیں۔ اس کے بعد اس چاندی سے اپنے ملک کی ٹکسال میں معقول منافع کے ساتھ نقروی سکے ڈھلواتے اور تجارت کی غرض سے ان سکوں کا سونے سے دوبارہ مبادلہ کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمام سونا بہت جلد رواج سے غائب ہو جاتا ہے اور ملک کے اندر صرف چاندی ہی چاندی رہ جاتی ہے۔

لیکن یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ یہ صورت انگلستان جیسے ملکوں میں کیوں پیدا نہیں ہوتی جہاں دوسرے زر کے ساتھ چاندی کا سکہ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا بہت ہی سیدھا جواب ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسے ملکوں میں چاندی کی آزاد سکہ سازی کی کوئی ٹکسال نہیں ہے۔ چاندی کی تسکیک کا کام کلیۃً حکومت کے ہاتھ میں رہتا ہے۔ دوسرا کوئی شخص بھی نہ تو چاندی کا سکہ جاری کر سکتا ہے اور نہ چاندی پیش کر کے حکومت سے سکوں کا اجرا کرا سکتا ہے۔ اس طرح چاندی کی سکہ سازی سے جو اجرت تسکیک وصول ہوتی ہے وہ حکومت کی آمدنی کا معقول ذریعہ[1] ہے۔

چاندی کی تسکیک کیلئے آزاد ٹکسال کی ضرورت نہیں۔

لیکن اس سے حکومت پر ایک شدید ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ اور وہ یہ کہ حکومت کو اس کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ ضرورت سے زائد نقروی سکے جاری نہ ہونے پائیں ورنہ سکے کی قدر فوراً گھٹنے لگے گی یا جیسا کہ عام طور سے کہا جاتا ہے اس میں کم قدری رونما ہوگی۔ اسطرح افراط و تفریط سے بچکر اعتدال قائم رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس لیئے کہ افراط و تفریط دونوں تقریباً مساوی طور سے مضرت رساں اور تباہ کن ہیں۔ چاندی کے سکوں کی غیر مکتفی مقدار ہر اس شخص کے لیئے جو اپنے سکوں کا سونے سے مبادلہ کرنا چاہتا ہے باعث دقت و نقصان ثابت ہوتی ہے۔ قدرتی طور سے حکومت بالارادہ اس کی کم مقدار جاری کرنا نہ چاہیگی اس لیئے کہ ایسا کرنا محض مزید سکوں کے اجرا کی اجرت تسکیک سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے برابر ہے۔

[1] دیکھو جدول (۲۴)۔

57

لیکن ضرورت سے زائد مقدار کے اجرا کے نتائج اس قدر مضر ہیں کہ حکومت کو ہمیشہ اس طریقے کے خلاف احتیاط برتنی پڑتی ہے۔ اور زائد اجرا کے علامات رونما ہوتے ہی زائد مقدار کو ہر وقت واپس لے لینے کے لیئے تیار رہنا پڑتا ہے۔ پھر بھی تمام ممکنہ احتیاطوں کے باوجود چاندی کی آزاد ٹکسال کی عدم موجودگی میں بھی غلطیوں کا ارتکاب ہونا اور غلط اندازوں کا قائم ہونا ناگزیر امر ہے اور آزاد ٹکسال کی موجودگی میں ضرورت سے زائد مقدار کا اجرا اتنا بڑا خطرہ ہے کہ حکومت کو اس سے بچنے کے لیئے دوسرے تدابیر اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ بڑا خوف یہ ہے کہ اگر آزاد ٹکسال کی موجوگی میں چاندی کا سکہ زر قانونی ہو تو اس کی بازاری قدر میں کمی واقع ہوتے ہی سونا نہ صرف رواج سے بلکہ تھوڑی سی مدت میں ملک سے غائب ہو جائیگا۔ اس سے محفوظ رہنے کا بدیہی علاج یہ ہے کہ چاندی کو زر قانونی نہ رکھا جائے، اور یہ کہ اس کی تشکیک حکومت ہی کے ہاتھ میں رہے۔ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ اکثر مغربی ممالک اس اصول پر عمل پیرا ہیں۔ چاندی کے سکے نام نہاد زر علامتی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علیٰ ہذا تانبے اور نکل کے سکوں کی بھی یہی حیثیت ہے۔ چاندی کے سکے کی فلزی قدر اس کی مرقومہ قدر سے کم ہوتی ہے اور یہ سکہ بہت ہی محدود مقدار تک زر قانونی ہوتا ہے جس کے معنی معاشیات کے نقطۂ نظر سے یہ ہیں کہ وہ قطعاً زر قانونی نہیں ہے۔ مثلاً انگلستان میں چاندی کا سکہ صرف بقدر دو پونڈ زر قانونی ہے۔ اور تانبے کے سکے کی ادائی صرف ایک شلنگ کی حد تک قانوناً روا رکھی جا سکتی ہے۔ زر علامتی کی نوعیت سے پتہ چلتا ہے کہ ٹکسال چاندی کی تشکیک کے لیئے بند ہے۔

زر علامتی۔

مشکلات کو حل کرنے کا یہ بظاہر بہت ہی آسان طریقہ معلوم ہوتا ہے لیکن بدقسمتی سے وہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا کہ بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ یہی معاشیات کے ان بڑے بڑے بحث مباحثات میں سے ایک مباحثے کی بنا ہے جو دنیا میں اب تک رونما ہوئے ہیں۔ اور یہ مباحثہ فلزیت اور فلزینیت کے دو متضاد نظاموں کے مابین ہے جن کی

58

تشریح متعاقب باب میں کی جائیگی۔
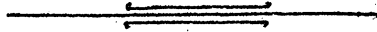
حوالہ جات:۔

ژیڈ:۔ باب سوم دفعہ ۴ و ۵۔ Gide

جیونس:۔ باب ہشتم تا یازدہم۔ Jevons, money

ساتواں باب

دو فلزی طریق

(۱) اس مسئلے کا مفہوم اور اس کی اہمیت۔ (۲) اکیلا سونا دنیا میں زر کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ناکافی ہے۔ (۳) سونے کی قدر میں عدم ثبات پذیری۔ (۴) قومی دو فلزی طریق کے مشکلات۔ (۵) لاطینی اتحاد اور اس کی تاریخ۔ (۶) ہندوستان اور امریکہ کی حیثیت۔ (۷) بین الاقوامی دو فلزی طریق کے امکانات۔

موجودہ زمانے میں دو فلزی طریق پر بحث مباحثوں کا سلسلہ اس قدر کامل طور سے منقطع ہوگیا ہے کہ اس وقت اس کا احساس کرنا بھی دشوار ہے کہ تمام عالم میں معاشی بحث مباحثوں میں فلزیت کا بحث مباحثہ کبھی سب سے زیادہ اہمیت و تفوق رکھتا تھا۔ پھر بھی یہ مسئلہ نہ صرف زر کے مسائل کی جدید تاریخ کا جزو ہونے کی حیثیت سے اہمیت اور دلچسپی رکھتا ہے بلکہ اس وجہ سے بھی کہ اگر کل دنیا میں قیمتیں فلزات کی رسد کے حالات اور ان کا استعمال بحیثیت زر کم و بیش پچھلے زمانے کی سی صورت اختیار کرلے تو کسی نہ کسی دن اس مسئلے کی بحث کا از سر نو چھڑ جانا تقریباً یقینی امر ہے۔

یوں تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ کوئی زیادہ عملی اہمیت نہیں رکھتا۔ محض اس بظاہر غیر اہم مسئلے کی بنا پر کہ آیا نقرہ ہی سکہ زر قانونی رہنا چاہیئے یا زر علامتی آخر تمام مہذب دنیا دو بالکل مختلف و متضاد گروہوں میں کیوں تقسیم ہوگئی؟ اگرچہ بظاہر اس بحث مباحثے کا خلاصہ یہی نکلتا ہے۔ لیکن اس کے اصلی معنی اس سے کہیں زیادہ

بحث مباحثہ

گہرے ہیں اور بہت زیادہ عملی اہمیت رکھتے ہیں۔ اس کا مدار زر کے اساسی اصول پر ہے اور وہ نظریۂ مقدار زر اور کل دنیا کی زر کی ضرورتوں اور ان کو پورا کرنے کے طریقے کے مسئلے پر مبنی ہے۔ بحث مباحثے کا محور و مرکز یہ ہے کہ آیا محض سونا زر قانونی رہنا چاہیئے یا سونا اور چاندی دونوں کو قرضے کی ادائی کے لیئے مساوی طور سے غیر محدود طریقے پر کام میں لانا چاہیئے۔ اگر دہرا معیار جاری کیا جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ دونوں فلزات کی قدر کے مابین کوئی مقررہ نسبت قائم و برقرار رکھنی پڑے گی اور قدر کی اس نسبت کو دونوں فلزات کے معیاری سکوں کے اضافی وزن اور سونے چاندی کی بازاری قدر کے مطابق و متناسب رکھنا پڑیگا۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اگر ۲۰ شلنگ کو حقیقت میں ایک ساورن کے ہم قدر بنانا ہے تو دونوں قسم کے سکوں میں سونے اور چاندی کا وزن علی الترتیب اس طرح مقرر کرنا پڑیگا کہ ۲۰ شلنگ میں جتنی چاندی ہو وہ بازار میں

دُہرا معیار

ساورن کے سونے کی مقدار کے بالکل ہمقدر ہو۔ دونوں سکوں میں اس طرح پائیدار رشتہ اور صحت قائم کرنے کا صرف ایک ممکنہ طریقہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ دونوں سکوں کا وزن اور ان کی قدر سونے اور چاندی کی اضافی قدر کے کسی مفروضہ و مقررہ تناسب کی بنا پر متعین کرنی چاہیئے، اور دونوں فلزات کی حقیقی بازاری قدر پر اس تناسب کو مستقل طور سے منطبق و نافذ کرنے کے بارے میں موثر تدابیر اختیار کرنے چاہئیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اسکی عملی صورت صرف یہ ہے کہ معیاری زر کی صورت میں مقررہ تناسب کے ساتھ دونوں فلز کے سکے ڈھالنے کیلیئے آزاد سکہ سازی کا طریقہ رائج کیا جائے۔ اس طرح مشہور قدیم تناسب ۱ : ۱۵½ اورا تھا جس کو بالآخر فرانس نے سنہ ۱۸۰۳ء میں اختیار کیا اور لاطینی اتحاد نے سنہ ۱۸۷۳ء تک

قائم رکھا۔ اس تناسب کا مطلب یہ تھا کہ چاندی کے ۲۰ فرنک کے سکوں میں یا چاندی کے پانچ فرنک والے چار سکوں میں جتنی خالص چاندی تھی اس کا وزن اس خالص سونے کے وزن کے مساوی تھا جو ۲۱ فرنک کے سونے کے سکے میں یا ۱/۲ ۱۵ نپولین میں (جن میں سے ہر ایک ۲۰ فرنک کا تھا) ہوتا تھا۔ اس لیے کہ فرانس میں چاندی اور سونے کے سکوں کے لیے ایک ہی مقررہ معیار ہے یعنی کل سکے میں خالص فلز ۹/۱۰ حصے ہوتا ہے۔ لاطینی اتحاد میں جتنے ملک شریک تھے ان سب نے ستر سال تک اپنے ہاں یہی تناسب قائم رکھا حالانکہ اسی زمانہ میں یورپ کے دوسرے ممالک یک فلزی تھے لیکن ۱۸۷۳ء میں لاطینی اتحاد کے شرکاء انجام کار اس کشمکش سے دست بردار ہونے اور اپنے ٹکسالوں کو آزاد سکہ سازی کے لیئے مسدود کر دینے پر مجبور ہو گیئے۔ اور ان کی اس مسلمہ شکست ہی نے وہ حالات پیدا کیئے جن سے بحث مباحثے پیدا ہوئے۔ دو فلزی استدلال میں سب سے دقت طلب مسئلہ چاندی کی سکہ سازی کے لیئے آزاد ٹکسال کا قیام و[illegible] ہے۔

یک فلزی طریق۔ لاطینی اتحاد کے خلاف جو گروہ تھا وہ محض سونے کے سکوں کو زر قانونی بنانے، چاندی کے سکوں کو تانبے اور نکل کے سکوں کے مثل محض زر علامتی قرار دینے اور چاندی کے سکے ڈھالنے کا انتظام کلیتہً حکومت کے ہاتھیں رکھنے پر زور دیتا تھا۔ اس کو یک فلزی طریق یا اکہرا معیار کہا جاتا ہے۔ یہ وہ نظام ہے جس کو انگلستان، جرمنی اور جاپان وغیرہ نے اختیار کیا ہے اور اس وقت فرانس، لاطینی اتحاد اور ہندوستان بھی اس پر عمل پیرا ہیں۔ اس مسئلے کی پوری اہمیت سمجھنے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ زر کے حالات کی تاریخ پر اول ایک نظر ڈالی جائے جن کی بنا پر یہ مسئلہ رونما ہوا، اور یہ معلوم کیا جائے کہ وقتاً فوقتاً مختلف ملکوں نے ایسے مختلف نظام کیوں اختیار کیئے جن کی بنا پر یہ بحث مباحثہ رونما ہوا۔

گذشتہ باب میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ انگلستان دنیا میں پہلا ملک کیوں ہے جس نے ۱۶۶۳ء میں قیمتی فلز کی آزاد برآمد کو جائز قرار دیا اور گنی کی. مابعد تاریخ نے انگلستان کی رہبری تقریباً بلا ارادہ سونے اور چاندی کے

تابین شرح یا تناسب قائم کرنے کی جانب کس طرح کی جس کی بناپر ۱۷۱۷ء میں گنی
کی قدر ۲۱ شلنگ مقرر کی گئی اور اسی شرح پر اس کو زر قانونی قرار دیا گیا۔ یہ
شرح ۱۵½، اور (۱) کے تناسب کے تقریباً معادل تھی۔ اس شرح کو اختیار
کرکے انگلستان نے چاندی کو ترک کرنے اور سونے کو اپنا خاص زر بنانے کی
جانب بتدریج اور تقریباً غیر محسوس طریقے پر قدم بڑھانا شروع کیا۔ سب
سے پہلا باقاعدہ قدم ۱۷۷۴ء میں اٹھایا گیا جبکہ اس زمانے میں چاندی کے
سکوں کی بے انتہا خراب حالت کے باعث یہ قانون منظور و نافذ کیا گیا کہ
چاندی کا سکہ حساب یا شمار سے صرف ۲۵ پونڈ کی حد تک کاروبار میں لازمی
طور سے قابل قبول رہے گا۔ یہی پہلی بندش تھی جو چاندی کے سکوں کی پوری
قدر قانونی پر قائم کی گئی۔ ۱۷۹۸ء میں جنگ نپولین کے زمانے میں جبکہ جنگی
ضرورتوں کے لحاظ سے بنک آف انگلینڈ کے لیئے طلائی شکل میں ادائی کا
روک دینا ضروری ہوگیا تھا انگلستان کے ٹکسالوں میں چاندی کی آزاد تسکیک
موقوف کردی گئی۔ اس کا اتفاقی نتیجہ یہ ہوا کہ چاندی کے سکوں کی حالت بہت
جلد خراب ہوگئی اور ان سکوں کی مقدار اسقدر گھٹ گئی کہ اس کمی کو پورا کرنے
کے لیئے بنکوں کی جانب سے بلکہ خانگی اشخاص کی جانب سے بھی ہر قسم کے زر علامتی
جاری کیئے گیئے اور فرانس کے چاندی کے سکے اس قلت کو رفع کرنیکے لیئے کثیر
مقدار میں انگلستان لائے گیئے۔ اس طریق پر عارضی عملی ضرورت کا پورا
کیا جانا نہایت حیرت انگیز واقعہ ہے خاصکر اس امر کا لحاظ کرتے ہوئے کہ
اس وقت انگلستان، فرانس ہی سے برسر جنگ تھا۔ غرض چاندی کے سکوں کی
ناقص حالت کے باعث اور طلائی سکوں کی کمیابی اور بیش قدری کی وجہ سے
لوگوں کے دلوں میں یہ خیال بتدریج جاگزیں ہوتا گیا کہ سونے کا سکہ ہی زیادہ بہتر
قسم کا سکہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ملک کی نوخیز صنعتوں کی ترقی کے باعث
انگلستان کی دولت میں جو روز افزوں اضافہ ہو رہا تھا اس نے تجارتی کاروبار
میں زر کی بہت زیادہ مقدار کے استعمال کو ضروری بنا دیا اور چاندی کے
سکوں میں چونکہ قدر کم تھی اور وزن زیادہ تھا اس لیئے ان کے استعمال

62

کرتے ہیں روز بروز زیادہ دقتیں محسوس ہوتی جا رہی تھیں۔ بہر حال واقعہ یہ ہے کہ

۱۸۱۶ء کی اصلاح

جب جنگ کے اختتام کے بعد زر کی اصلاح کا مسئلہ ۱۸۱۶ء میں رونما ہوا تو تقریباً متفقہ طور سے یہ مان لیا گیا کہ انگلستان کے لیئے آئندہ سونے کا سکہ ہی بہتر ہوگا اور اس سال جو قانون منظور ہوا اس میں اسی خیال کی اتباع کی گئی۔ اس قانون کے تحت طلائی ساورن انگلستان کے نظام زر کا معیاری سکہ قرار پایا اور چاندی کے سکے کو زر علامتی بنا کر اس کی حیثیت ہمیشہ کے لیئے ذیلی سکے کی کردی گئی، اس کی آزاد سکہ سازی کے لیئے ٹکسال پھر نہ کھولے گئے اور اس کو صرف ۲ پونڈ کی حد تک زر قانونی قرار دیا گیا۔ انہی کے ساتھ چاندی کے سکوں کی فلزی قدر میں کچھ تخفیف کردی گئی اس لیئے کہ قانون نے یہ قرار دیا کہ آئندہ سے آدھ سیر وزن کی چاندی سے قدیم شرح ۶۲ شلنگ کے بجائے ۶۶ شلنگ مضروب ہوں گے۔ اس طرح انگلستان نے قطعی طور سے اور انجام کار یک فلزی نظام کو اختیار کر لیا۔

فرانس میں دو فلزی طریقہ

عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ فرانس میں ۱/۱۵½ اور (۱) کے تناسب کے اختیار کیئے جانے کا واقعہ ۱۸۰۳ء میں ظہور پذیر ہوا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سال کا عملدرآمد محض سابقہ فیصلے کی توثیق کے سلسلے میں تھا جو محکمۂ مالیات کے صدر ناظم کیلون کے[1] مشورے سے ۱۷۸۵ء میں کیا گیا تھا۔ ۱۸۰۳ء کے بعد سے فلزینیت کی تاریخ کا تعلق زیادہ تر فرانس اور برا اعظم میں اس کے ہمسایہ ملکوں سے رہ جاتا ہے۔ انیسویں صدی کے ابتدائی حصے کے بعد سے تا ۱۸۳۰ء سے طلا کی قدر زیادہ تر بڑھتی رہی یعنی فرانس کے ٹکسالوں کے مقرر کردہ تناسب کے مقابلے میں سونے کی قدر دراصل زیادہ رہی۔ اس کا ناگزیر نتیجہ یہ ہوا کہ فرانس کے ٹکسالوں میں چاندی کے سکے کثیر مقدار میں ڈھالے گئے اور کثیرالمقدار سونا برآمد کیا گیا۔ لیکن اس برآمد سے سونے کی مقدار میں جو کمی واقع ہوئی وہ اس وجہ سے

[1] Calonne

ایک حد تک بہت کم محسوس کی گئی کہ پانچ فرانک کے چاندی کے سکوں کی کثیر مقدار تمام اغراض کو بخوبی پورا کر رہی تھی۔

سونے کی نئی رسد

۱۸۴۸ء اور ۱۸۴۹ء میں کیلی فورنیا اور آسٹریلیا میں جو طلا کثیر مقدار میں برآمد ہوا اس کی وجہ سے یہ تمام صورت حالات بدل گئی۔ دنیا کی سونے کی مجموعی پیداوار بہت بڑھ گئی[1] لیکن اس اضافۂ رسد کے حقیقی معنوں اور اثر کو ماہروں نے ایک مدت دراز تک نہیں سمجھا۔ فرانس میں طلائی نپولین رائج ہوئے، عوام نے اس کو نئے عہد طلا کی نمایاں علامت خیال کر کے اس کا خیر مقدم کیا، اور جب لندن کے کرسٹل پیلس میں عظیم الشان نمائش ہوئی تو اس کو تمام دنیا میں امن و امان اور خوشحالی کے دور کے طلوع کا افتتاحی جشن خیال کیا گیا۔ ہر طرف سونا ہی سونا تھا اور اس کی افراط اس قدر تھی کہ حقیقت میں تاریخ جدید میں اس سے پیشتر اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی اور ایک مدت دراز تک کسی کو یہ شبہ بھی نہ ہوا کہ سونے کی اس افراط کے کیا معنی ہیں اسکے معنی سب سے پہلے اس طرح سمجھ میں آئے کہ اہل فرانس پر رفتہ رفتہ یہ روشن ہونے لگا کہ انکے ملک سے چاندی غائب ہو رہی ہے۔ اس طرح انجام کار علمائے معاشیات اور ماہران فن مالیات حقیقی صورت حالات کے مفہوم سے واقف ہو گئے۔ سونے کی قدر گھٹ رہی تھی اور سونا قانون گریشم کے تحت چاندی کو رواج سے ہٹا رہا تھا۔

سونے کی کم قدری

لیکن ۱۸۶۵ء تک براعظم کے ملکوں کو اس کا پوری طرح احساس نہ ہوا کہ کیا ہو رہا ہے اور اس عدیم النظیر صورت حالات کا مقابلہ کرنے کے لیئے انھیں کیا کرنا چاہیئے۔ اس دوران میں

لاطینی اتحاد

فرانس، بلجیم، اٹلی اور سوئیزرلینڈ نے ملکر ایک لاطینی اتحاد قائم کیا جس کا مقصد ان ملکوں میں نظام زر کی تنظیم تھا تاکہ ان ملکوں میں زر کی بنیاد ایک ایسے معیاری سکے پر قائم کی جائے جس کی قدر ہر ملک میں مساوی ہو اور اس طرح وہ سکہ آزادی کے ساتھ مختلف ممالک

---

[1] دیکھو جدول (۱)۔

میں گردش کر سکے۔ تمام سکوں کا معیار فرانک قرار دیا گیا، گو اٹلی نے اس نئے سکے کو قدرتی طور سے قدیم نام "لیرا" ہی سے موسوم کرنا پسند کیا۔ اور ہر ملک نے اپنے اپنے سکوں پر اپنا خاص نقش و نگار اور عبارت قائم رکھی۔ اس اتحاد میں یونان بھی ۱۸۶۸ء میں شریک ہو گیا۔

لاطینی اتحاد کو جس مسئلے کا مقابلہ کرنا پڑا وہ بہت ہی دقت طلب مسئلہ تھا۔ چونکہ وہ فلزینیت کے اصول کے کامل طور سے پابند ہو چکے تھے اس لیئے وہ زر قانونی کو ترک کرنے اور چاندی کی سکہ سازی کی آزاد ٹکسال کھو لنے کے خیال کو دل میں جگہ نہیں دے سکتے تھے۔ تاہم وہ یہ بھی نہ کر سکتے تھے کہ تمام دنیا کو چاندی کو بطور فلز استعمال کرنے کا موقع بہم پہنچانے کے لیئے چاندی کے سکوں کی رسد مہیا کرتے چلے جائیں جیساکہ مثلاً ہندوستان ان کا نقصان کرکے اسوقت چاندی استعمال کر رہا تھا۔ ان دونوں طریقوں کے بین بین عمل کرنے کے متعلق ایک ہنرمندانہ تدبیر یہ سوچی گئی کہ سب اتحادی ملک پانچ فرانک کے سکے کے سوا اپنے تمام چاندی کے سکوں کی حیثیت کو گھٹاکر زر علامتی کے مساوی مقرر کریں اور ان ادنی حیثیت کے سکوں کی تشکیک کے لیئے ٹکسال بند کر دیں۔ اس تجویز کو سب سے پہلے آزادانہ طریق پر سوئیٹزرلینڈ نے ۱۸۶۰ء میں اختیار کیا۔ غرض اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانچ فرانک والے سکوں کی برآمد بیرونی ممالک میں جاری رہی حتیٰ کہ ان کی رسد اختتام کو پہونچ گئی۔ لیکن اس سے چھوٹے سکے ملک ہی کے اندر رہے اور چاندی کے سکوں کے اجرا کی ہر غرض و غایت کو بخوبی انجام دیتے رہے۔ دوسرے الفاظ میں بڑے بڑے کاروبار تو عام طور سے سونے کے ذریعے سے انجام پاتے تھے، اور خردہ کاروبار میں چاندی کے سکے استعمال کیئے جاتے تھے، جیساکہ موجودہ زمانہ میں ان کا خاص کام ہے۔

تغیر حالات لیکن اس اصلاحی تجویز کو پوری طرح بروئے عمل لانے سے کچھ پیشتر ہی تمام معاملات کی صورت میں معکوس سمت میں پھر تبدیلی رو نما ہونے لگی۔ انیسویں صدی کے چھٹے عشرے کی ابتدا میں چاندی کی کانوں کی جو دریافت امریکہ میں عمل میں آئی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چاندی کی

64

پیدا وار بڑھ گئی[1] جس کے باعث اس کی اضافی قدر میں بسرعت تخفیف واقع ہوئی حتیٰ کہ وہ مقررہ تناسب سے بھی کم ہو گئی۔ لیکن چاندی کی قدر کی یہ تخفیف سونے کے مقابلے میں ہوئی تھی، چنانچہ قانون گریشم کا عمل سابق کی برعکس سمت میں ہوا یعنی سونا غائب ہونے لگا اور یورپ کے سب ممالک میں چاندی کا سیلاب اُمنڈ آیا۔ یہ صورت سابقہ مشکل سے زیادہ شدید اور دقت طلب تھی۔ فرانس پانچ فرانک کے سکوں کے بغیر تو کام چلا سکتا تھا، لیکن طلا کے بغیر اس کی گزر مشکل تھی۔ کیونکہ اُس زمانے میں نہ تو کاغذ زر یا بنک کے نوٹ بڑے پیمانے پر رائج ہوئے تھے اور نہ بڑے بڑے لین دین میں ان کو استعمال کیا جاتا تھا۔ اس طرح تھوڑا زمانہ گزرا ہوگا کہ جنگ فرانس و جرمنی کے بعد جرمنی کے طرز عمل نے حالت کو نازک تر بنا دیا۔ جرمنی ایک مدت دراز سے

جرمنی کا طرز عمل

انگلستان کے صنعتی تفوق اور اس کے کوٹھی کے کاروبار کے تسلط کو رشک کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا اور صحیح یا غلط طریقے پر اس نتیجہ پر پہونچا تھا کہ اس کے تفوق کی ایک وجہ وہاں طلائی سکے کا رواج ہے۔ اور جرمنی نے بظاہر مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ پہلے ہی موقع پر انگلستان کی مثال کی تقلید کرے۔ ۲۰ کروڑ پونڈ کا تاوان جنگ جرمنی نے فرانس سے وصول کیا، بس یہی موقع سے فائدہ اٹھانے کا بہانہ ثابت ہوا۔ جرمنی نے اس رقم کو طلا میں ادا کرنے کا مطالبہ پیش کیا اور اپنے چاندی کے سکوں یعنی تھیلرز[2] کو جو بلحاظ قدر و جسامت پانچ فرانک کے سکے کے برابر تھے، کثیر مقدار میں ملک سے باہر فروخت کرنے لگا۔

اس کا جو کچھ نتیجہ ہونے والا تھا وہ پہلے ہی سے معلوم ہو جانا چاہیے تھا یعنی پہلے ہی سے چاندی کی کافی سے زیادہ مقدار موجود تھی اس لیے کہ امریکہ سے اس کی کثیر مقدار میں سربراہی کی وجہ سے اور جرمنی کے نقرئی

---

[1] دیکھو جدول (۱)۔

[2] Thalers

زر کے استعمال کو ترک کر کے چاندی کی خریداری سے دست کش ہو جانیکے باعث چاندی کا ذخیرہ بہت زیادہ بڑھ گیا تھا لیکن اس موجود الوقت کثیر المقدار ذخیرے میں اس زائد مقدار نے مزید اضافہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسکی قدر میں غیر معمولی کمی ہوئی اور قیمتوں میں بہت ہی خطرناک طریقہ پر تخفیف شروع ہو گئی۔

ان حالات میں لاطینی اتحاد کے ارکان کو سخت مایوس ہونا پڑا۔ ایک دشواری ہی سے ان ممالک کا پیچھا بمشکل چھوٹا تھا کہ دوسری آفت سر پر نازل ہو گئی اور مجبوراً پہلے طریق کار کو ترک کر کے انھیں دوسرے نئے اور متضاد عملی تدابیر اختیار کرنے پڑے۔ اس دہرے تجربے نے انھیں یقین دلا دیا کہ ایسی متحدہ قوتوں کے خلاف دو فلزی طریق اور مقررہ تناسب قدر کا قائم رکھنا قطعاً ناممکن ہے۔ لیکن اس دو فلزی اصول کو ترک کیئے بغیر صورت حالات کا مقابلہ کرنے کے لیئے حل دریافت کرنا ان کے لیئے بہت مشکل کام تھا۔ اس لیئے کہ فلزینت کا اصول قومی افتخار کی بنیاد بن گیا تھا اور اس اصول کو ترک کرنے کے وہ اس وقت اس وجہ سے سخت مخالف تھے کہ ایسا کرنے کے معنی عملاً جرمنی کی مثال کی تقلید ہوتی۔ انجام کار انھوں نے جو کچھ فیصلہ کیا وہ یہ تھا کہ تیز طبعی سے کام لیکر ایک نئی عملی تدبیر نکالی۔ انھوں نے پانچ فرانک کے سکے کے استعمال کو ترک کرنے سے انکار کر دیا۔ اور یہی ایک چاندی کا سکہ تھا جو زر قانونی کی حیثیت سے باقی رہ گیا تھا مگر اسکی آزاد سکہ سازی موقوف کر دی۔ غرض اس طرح فلزینی اصول سے وہ دراصل دست کش ہو گئے اس لیئے کہ زر قانونی کی حیثیت سے ان کے پاس صرف ایک سکہ رہ گیا اور عوام کو ٹکسال میں اس کی سکہ سازی کی ممانعت کر دیگئی۔ اس کے بعد سے لاطینی اتحاد کا نظام نہ تو پورا دو فلزی رہا اور نہ کامل یک فلزی بلکہ دونوں کے بین بین، چنانچہ اسی کی مناسبت سے اس کو معیار لنگ یا لمپنگ[1] اسٹانڈرڈ کہنے لگے۔ فی الجملہ عملی اعتبار سے یہ نظام زر یک فلزی ہے اور فطری اعتبار سے دو فلزی کیونکہ سونے اور چاندی دونوں فلز کے سکے زر قانونی ہیں۔

چاندی کی سکہ سازی کی موقوفی

65

---

[1] Limping

لیکن لاطینی اتحاد کی اس پالیسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ چاندی کی قیمت بہت گھٹ گئی اور جیساکہ جدول (۴) مندرجہ ضمیمہ سے معلوم ہوگا ۱۸۷۳ء کے بعد سے اسکی قیمت تیزی کے ساتھ کم سے کمتر ہوتی گئی۔ پھر بھی ایک مدت دراز کے بعد دنیا کو اس امر کا احساس ہوا کہ زر کا مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جو محض چاندی کی قیمت کی تخفیف سے متاثر ہونے والوں یعنی پیدا کنندگان نقرہ کی حد تک محدود ہو بلکہ اس سے زیادہ وسیع میدان پر محیط ہے۔ چاندی کی قیمت گھٹنکر بظاہر ایسی سطحوں تک آرہی تھی جن کی پہلے کوئی نظیر نہیں ملتی۔ لیکن یہی

زر کی قلت

حال دوسرے تمام اشیا کی قیمتوں کا بھی تھا۔ اور ایک زمانہ کے بعد جاکر خود معاشیین کو اس امر کا احساس ہوا کہ ان دونوں کے واقعات کے مابین کوئی تعلق موجود ہے۔ نظریۂ مقدار یونانیوں کے مساوی قدیم ہے۔ لیکن عوام کے لیئے یہ ایک بالکل نئی چیز تھی اور بہت زمانے تک ہر ملک کے کاروباری طبقوں میں خاصکر انگلستان میں اس کا مضحکہ اڑایا جاتا تھا، چنانچہ لندن کے زر کے بازار کے بڑے بڑے کوٹھی والوں نے اس نظریہ کو عملی معاملے کی حیثیت سے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ لیکن مرور زمانہ کے ساتھ اُن طبقوں میں جو سوچ بچار کا مادہ رکھتے تھے یہ خیال بتدریج جاگزیں ہونے لگا اور تجربات روز بروز اس کی تصدیق کرنے اور اسکو صحیح ثابت کرنے لگے۔ اس وقت تمام دنیا میں ہر قسم کی دولت کی پیدائش عدیم النظیر سرعت کے ساتھ بڑھ رہی تھی اور تجارت کی روز افزوں ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیئے پہلے کی نسبت بہت زیادہ زر درکار تھا۔ مگر سونیکی رسد تقریباً اپنی اصلی حالت پر قائم تھی[1]۔ اور چاندی کا سکہ دنیا کی زر کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیئے بڑی حد تک دستیاب نہ ہوسکتا تھا کیونکہ تقریباً سب ممالک یورپ میں اس کا رواج موقوف ہوچکا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ زر کے مطلوبہ کام کی کثیر مقدار کو انجام دینے کے لیئے دنیا

66

[1] دیکھو ضمیمہ جدول (۱) نقشہ (ج)۔

میں زر کی کافی مقدار ہی موجود نہ تھی۔ اور اس کا جو کچھ اثر ہوتا تھا وہ ناگزیر تھا۔ جو کچھ زر موجود تھا اسی پر اکتفا کرنی پڑی اور کھینچ تان کر اسی سے کام لیا گیا۔ دوسرے الفاظ میں اشیا کی قیمتیں گھٹ گئیں اس لیئے کہ زر کی قلت تھی اور اشیا کی خرید و فروخت میں اس کی کم مقدار دستیاب ہوتی تھی۔ اشیا کی مقدار میں زر کی مقدار کے مقابلہ میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا تھا اور اشیا کی مقررہ مقدار کے مبادلے میں زر کی جو مقدار حاصل ہو سکتی تھی وہ کم ہو گئی تھی۔ سونے کی قدر میں پھر اضافہ ہوگیا تھا اور قیمتوں کی عام سطح گھٹ رہی تھی۔ ضمیمہ میں (۵) کے انڈکس نمبروں سے معلوم ہوگا کہ ۱۸۷۳ء کے بعد سے قیمتیں کس قدر گھٹ گئی تھیں۔

ہندوستان کی صورت حال

لیکن اس اثنا میں معاملات خاصکر ہندوستان میں بہت زیادہ پیچیدہ صورت اختیار کر رہے تھے اور ہندوستان جیسا کہ ہر اس ملک کو جس میں بالکلیہ چاندی کا سکہ رائج ہو متاثر ہونا چاہیئے چاندی کی قدر کی تخفیف سے براہ راست متاثر ہوا۔ روپیہ کی قدر، چاندی کی ابتدائی قیمت یعنی ۶۲ پنس فی اونس کے حساب سے دو شلنگ تھی، لیکن چاندی کی دنیا کی بازاری قدر کی تخفیف کے باعث روپیہ کی قدر مبادلہ بیرون ہندوستان مستقلاً تخفیف کی جانب مائل ہونے لگی۔ اندرون ہندوستان چاندی کی قیمت نسبتاً بیش قیمت ہی رہی جس کے اسباب یہ تھے کہ آبادی کی کثرت کے باعث ہندوستان کی عدم اثر پذیری خود چاندی کی اعلیٰ سطح کو برقرار رکھنے میں ممد تھی، اس آبادی کی زر کی ضرورت کو اور اس کے صنعتی اغراض کو پورا کرنے کے لیئے چاندی کی مانگ بہت کثیر تھی اور ہندوستان میں چاندی کی تشکیک کیلیئے آزاد دارالضرب موجود تھا۔ لیکن روپیہ کی بیرونی قدر کی تخفیف کا اثر ہندوستان کی تجارت خارجہ پر اور دوسرے ملکوں خاصکر انگلستان کے مقابلے میں اس کی حیثیت پر بہت مضر پڑا۔ ہندوستان میں تو سب محاصل چاندی کی شکل میں وصول ہوتے تھے لیکن جب اس کو اپنے ذمے کا

قرضہ بیرونی ممالک کو ادا کرنا پڑتا تو روپیہ کی محض بازاری قدر وصول ہوتی تھی جو سنہ ۱۸۹۳ء تک گھٹکر ۳۵ پنس ہوگئی تھی، اس کے معنی یہ تھے کہ بیرونی مبادلے کے اغراض کے لیئے روپیہ کی قدر محض اشلنگ ۲ پنس تھی۔ حکومت ہند کی مالی حالت پر خصوصاً جہاں تک اس کے ذمہ کے بیرونی ترسیلات کا تعلق تھا بہت ہی ناقابل برداشت اثر پڑا۔ اس لیئے کہ مبادلے کے نقصان کی کمی کا بار انجام کار ہندوستان کے محصول ادا کرنے والوں پر جو اس کی پابجائی سالانہ محصول کے ذریعے سے کرتے تھے پڑنا لابدی تھا۔ علاوہ بریں مبادلات کی صورت حال کا اثر ہندوستان کی حیثیت پر جہاں اسکا درآمد اشیا سے تعلق تھا بہت ہی بُرا پڑا۔ گو یہ بھی نہایت واجبیت کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے بالمقابل برآمد پر اس کا جو اثر پڑا وہ بالکلیہ ہندوستان کے موافق تھا۔ اس لیئے کہ روپیہ کی قدر کی تخفیف کے یہ معنی تھے کہ ہر درآمد کرنے والے کو اپنے اشیا کی قیمت، روپیہ کی قیمت مرقومہ سے بہت زیادہ ادا کرنی پڑتی تھی اور اس کے برخلاف ہر برآمد کرنے والے کو تجارت میں روپیہ کی قیمت مرقومہ سے زیادہ صلہ وصول ہوتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے اشیا روپیہ دیکر ہندوستان میں تیار کرتا تھا اور ان کو لندن میں سونے کے معاوضہ میں فروخت کرتا تھا اور یہ سونا ہندوستان آنیکی صورت میں اس کے مبادلے میں قیمت مرقومہ سے زیادہ مقدار روپیوں کی وصول ہوتی تھی۔ لیکن ہندوستان کی تجارت خارجہ کو سب سے زیادہ نقصان پہونچانے والی شئے یہ تھی کہ چاندی کی قدر کی تغیر پذیری شرح مبادلات کے تغیرات کا موجب ہوئی اور ان تغیرات کے باعث عدم تیقن اور نقصان کا دوامی خطرہ رونما ہوگیا۔ تجارت کے حق میں قیمتوں کی عدم ثبات پذیری سے زیادہ کوئی اور شئے مضرت رساں نہیں ہوئی۔ اسلیئے کہ تاجر اس وقت تک خطرات برداشت کرنے کے لیئے تیار نہیں ہوسکتے جب تک کہ انھیں بحیثیت مجموعی اتنا کافی معقول منافعہ وصول ہونے کا یقین نہ ہو جائے جس سے وہ اپنے نقصان کی تلافی کرنے کے علاوہ جو کھم

مبادلے کی تخفیف

برداشت کرنے کا صلہ بھی وصول کر سکیں۔ اوران کے جو کچھ برداشت کرنے کا صلہ ادا کرنے کے لئے عامۃ الناس کو انجام کار پہلے سے زیادہ قیمتیں ادا کرنی پڑتی ہیں۔

یہ صورت حال بہت تیزی کے ساتھ ناقابل برداشت بنتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ انجام کار حالات کی تحقیق کرنے کی غرض سے حکومت نے ۱۸۹۲ء میں ایک کمیٹی مقرر کی۔ ۱۸۹۳ء میں کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں نہایت دلیری اور بے باکی کے ساتھ اصلاحی تجاویز پیش کیے تھے مگر اس بارے میں کثرت سے اختلاف آرا بھی پایا جاتا تھا۔ روپیہ کی قدر مبادلہ کے تغیرات کو روکنے کا صرف ایک طریقہ یہ تھا کہ مسکوک روپیہ کی رسد منظم کی جائے۔ لیکن جب وقت تک دارالضرب آزاد تسکیک کے لیے کھلا رہے اس وقت تک ایسی تنظیم ناممکن تھی۔ اس لئے کہ بازار کا ہر تاجر کھلے بندوں غیر محدود مقدار میں چاندی کے سکے انکی مرقومہ قیمت پر تسکیک کرا سکتا تھا۔ پس کمیشن نے ٹکسالوں کو آزاد تسکیک کے لیے بند کرنے کے متعلق سفارش کرنے کا فیصلہ کیا۔ گو بظاہر یہ ایک بہت ہی سادہ اور بے ضرر تدبیر تھی لیکن اس کی تہ میں بہت ہی مہلک نتائج مضمر تھے۔

ٹکسالوں کا انسداد

اس لیئے کہ ہندوستان میں آزاد سکہ سازی کی موجودگی کے واقعے نے نہ صرف دنیا کی چاندی کی قیمت کو بلکہ خاصکر ہندوستان کے بازاروں میں بھی چاندی کی اصلی قیمت کو برقرار رکھنے میں ہمیشہ مدد دی تھی۔ اور ہندوستان میں زائد اصل کے شغل کا واحد ذریعہ عملاً زیورات ہی ہیں۔ لیکن ٹکسالوں کے انسداد کے معنی یہ تھے کہ چاندی کی ہندوستانی قیمت گھٹکر فوراً دنیا کی چاندی کی قیمت کے برابر آ لگے۔ اور اس کے معنی یہ تھے کہ زر اور صنعت کے اغراض کی حد تک ہندوستان کی طلب بڑی حد تک کم ہو جانے کے باعث دنیا کی چاندی کی قیمت میں پھر مزید تخفیف واقع ہو۔

متصل نتائج

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت نے اپنے آپ کو دو مشکلات میں

68

گھبرا پایا۔ اگر صورت حالات کو بدستور رہنے دیا گیا تو تمام ملک مع اس کی حکومت اور تجارتی نظام کے برباد ہو جاتا۔ اگر حکومت نے ٹکسالیں بند کر دیں تو ملک تو بچ سکتا تھا مگر چاندی کے مالکوں کا اس لیئے نقصان ہوگا کہ ان کے مشغولہ اصل کے ذخائر کی قدر کم از کم بقدر ⅓ گھٹ جائے گی۔ ان دو جداگانہ طریقہائے کار کے مابین حکومت کو انتخاب کرنا تھا جس کے ناگزیر معنی یہ تھے کسی نہ کسی جماعت کا نقصان ہو۔ پس حکومت نے بالآخر یہ فیصلہ کیا کہ چاندی کی قیمت کی تخفیف سے جن جماعتوں کا نقصان ہونے والا ہو ان کا کم لحاظ کیا جائے کیونکہ یہ جماعتیں ان لوگوں کے مقابلے میں نقصان برداشت کرنے کی زیادہ صلاحیت رکھتی تھیں جنھیں ٹکسالوں کے انسداد سے فائدہ ہونیوالا تھا۔ اس تجویز پر نہ صرف اس وقت نہایت شدید نکتہ چینی کی گئی بلکہ اس کے کئی سال بعد تک بھی اسکا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن بحالت موجودہ یہ مخالفت اب دب چکی ہے۔ چنانچہ ۱۳۔۱۹۱۲ء اور ۱۴۔۱۹۱۳ء میں زر کے سوال پر غور کرنے کی غرض سے جو کمیشن بیٹھا اس نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ ۱۸۹۳ء کے شروع میں انسداد دارالضرب کے خلاف اعتراضات و احتجاج کی شدت و وسعت خواہ کتنی ہی ہو لیکن اب جبکہ سرکاری طریق عمل عمدہ نتائج کے نمودار ہونے کی بنا پر مناسب اور درست خیال کیا جا رہا ہے، کسی قسم کا اختلاف رائے نہیں پایا جاتا اور بمشکل ایک متنفس بھی ایسا ملیگا جو اب اس کی تنسیخ کا مشورہ دے۔ غرض ۱۸۹۳ء کے بعد سے ایک روپیہ کی قدر از سر نو اشلنگ ۴ پنس مقرر کی گئی۔ یا پندرہ روپیہ بہ مقابلہ ایک پونڈ مبادلہ کی شرح قرار دی گئی۔ اس لحاظ سے اس کی قدر ۲۴ پنس فی اونس کے معادل ہو گئی[1]۔

امریکہ کا طرز عمل ہندوستانی ٹکسالوں کو مسدود کرنے کا نتیجہ، جیسا کہ پہلے سے معلوم تھا یہ ہوا کہ چاندی کی قیمت میں مزید تخفیف واقع ہوئی اور وہ اسقدر کم ہو گئی کہ اس سے پہلے کبھی اس کی نظیر نہیں

[1] دیکھو باب (۱۶)۔

69

ملتی[1]۔ لیکن اس نتیجے کا ایک اور سبب بھی تھا۔ امریکہ میں چاندی نہ صرف بکثرت پیدا ہوتی ہے بلکہ وہاں وہ بکثرت استعمال بھی کی جاتی ہے۔ وہاں چاندی کے مسئلے پر سرگرم بحث بھی چھڑ گئی تھی۔ ۱۸۷۳ء سے پیشتر تک جمہوریۂ امریکہ کی اکثر ریاستوں میں زر کاغذی کا استعمال اس قدر عام ہوگیا تھا کہ وہ چاندی کے سکوں کو رواج سے ہٹا کر ان کا جانشین بن گیا تھا۔ لیکن تمام دنیا میں تسکیک کے اغراض کے لیئے چاندی کی مانگ میں جو عظیم المقدار تخفیف استقلال کے ساتھ ہو رہی تھی اس نے مغرب کے چاندی کے تاجروں اور معدنیات کے مالکوں کو بڑی حد تک خوفزدہ کردیا۔ چنانچہ انھوں نے چاندی کی مانگ کی روز افزوں کمی کے اثر کو رد کرنے کی غرض سے ایک قانون بنام "قانون بلنڈ"[2] منظور کرانے میں کامیابی حاصل کی۔ اس قانون کی رو سے جمہوریۂ امریکہ کا سرکاری خزانہ ہر مہینے دو تا چار ملین ڈالر کی قیمت کی چاندی خریدنے اور اسکے نقروی ڈالر بنانے پر مجبور کیا گیا، اور یہ ڈالر زر قانونی قرار دئے گئے۔ لیکن چونکہ روزمرہ کے رواج اور گردش میں ان کا کوئی طلبگار نہ تھا اس لیئے یہ قرار پایا کہ یہ ڈالر خزانے میں رکھے جائیں۔ نتیجہ یہ ہوا ان کی جگہ روزمرہ کے لین دین میں پروانہ ہائے نقرہ یا کاغذی ڈالروں نے لے لی۔ لیکن کسی شخص کی جانب سے سکے کا مطالبہ ہونے کی صورت میں کاغذی ڈالر کے مبادلے میں نقروی ڈالر فوراً ادا کیا جاسکتا تھا۔ بحالت موجودہ بجز جنوب و مغربی ریاستوں کے کہ وہاں تو نقروی ڈالر رواج میں دکھائی دیتے ہیں باقی کم از کم مشرقی ریاستوں میں کوئی ایک شخص بھی یہ نقروی سکہ استعمال نہیں کرتا لیکن یہ قانون قدرتی طور سے اس سیلاب کو پوری طرح روکنے سے قاصر رہا جو چاندی کی قدر کو مغلوب کر رہا تھا۔ چنانچہ ۱۸۹۰ء میں اس کی بجائی دوسرے قانون سے

قانون شرمان | کی گئی جو بنام "قانون شرمان"[3] منظور کیا گیا، اس کی رو سے

---

[1] ۔ دیکھو جدول (۴)۔

[2] ۔ Bland act

[3] ۔ Sherman act

سرکاری خزانہ ہر مہینے ۴½ ملین ڈالر کی چاندی خریدنے پر مجبور کیا گیا۔ اس وقت چاندی کی قیمت تقریباً ۷۴ پنس فی اونس تھی۔ اس طرح مجوزہ خریداری کی قدر "قانون بلنڈ" کی مقرر کردہ انتہائی حد کے تقریباً مساوی ہوتی تھی۔ حالانکہ واقعاً خزانے نے کبھی اقل ترین حد سے آگے قدم نہیں بڑھایا تھا۔ لیکن پھر بھی "قانون شرمان" کا نفاذ تکمیل حاصل ثابت ہوا اور جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے چاندی کی قیمت اس قدر سرعت کے ساتھ اور اس حد تک برابر کم ہوتی جا رہی تھی کہ ۱۸۹۳ء میں یعنی اسی زمانہ میں جبکہ ہندوستان میں دارالضرب عام سکہ سازی کے لیئے بند کر دیا گیا، امریکہ کو چاندی کی قیمت کو تنہا بلا تعاون سنبھالنے اور برقرار رکھنے کی کوشش ترک کر دینی پڑی اور "قانون شرمان"

اسکی تنسیخ

منسوخ کر دیا گیا۔ جیسا کہ جدول (۴) سے معلوم ہوگا ۱۸۹۳ء کے بعد چاندی کی قیمت میں مزید تخفیف واقع ہوئی حتی کہ ۱۹۰۲ء میں ۲۱ 11/16 پنس فی اونس ہوگئی۔

70

اس طرح انیسویں صدی کے اختتام تک دو فلزی طریق کی بحث بظاہر ختم ہوگئی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ اس طریق کے وکیل اپنی حیثیت کو ان قوموں کے بھاری پلے کے مقابلہ میں متوازن و برقرار رکھنے میں قاصر رہے جنھوں نے انگلستان کی مثال کی تقلید کو اپنا مسلک قرار دے لیا تھا۔ لاطینی اتحاد،

یک فلزی طریق کیجانب میلان

ہندوستان اور امریکہ کو معیار نقرئی کے برقرار رکھنے کی کوششیں مجبوراً ترک کر دینی پڑیں۔ اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ گویا تمام ممالک عالم یک فلزی طریق کیجانب سرعت کیساتھ بڑھ رہے ہیں۔ لیکن اس پیش آیند صورت کو سکون و طمانیت قلب کے ساتھ باور کرنے کے کئی وجوہ تھے۔ اگرچہ تجارتی طبقہ ان کو بنظر وقعت نہ دیکھتا تھا۔ لیکن ان کے منجملہ ایک بڑی وجہ نظریۂ مقدار زر اور قیمتوں کی سطح کی مستقل اور بظاہر لاعلاج تخفیف تھی۔ لیکن ان کے علاوہ اور دلائل بھی تھے جو معمولی کاروباری شخص کے دل میں جگہ پاتے اور طمانیت پیدا کرتے تھے۔ اول تو یہ کہ دنیا کے تمام چاندی پیدا کرنے والے ملک

چاندی کی قیمت کی تخفیف سے بہت خائف ہوئے جیسا کہ اس تخفیف کو روکنے کے بارے میں امریکہ کی جان توڑ کوشش سے ثابت ہوا اور امریکہ ہی میں دوفلزی طریق کو قائم کرنے کے بارے میں سخت ہیجان پھیلا اور وہیں سب سے آخر تک یہ ہنگامہ برپا رہا۔ رئیس جمہوریہ کے انتخاب کے موقع پر

لاطینی اتحاد کی حالت۔

دوفلزی طریق کے مسئلے ہی پر معرکہ آرائی ہوئی اور یورپ کے غور کرنے کے لیئے اس سوال کو دوبارہ اس کے روبرو پیش کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کی گئی لاطینی اتحاد والے ملک یوں تو پہلے ہی سے اس کشمکش میں مبتلا تھے۔ لیکن اب انھوں نے پوری مستعدی سے اس میں حصہ لیا۔ اس لیئے کہ ان کی حیثیت و حالت اب بھی ست سقیم تھی۔ وہ اپنی نظری فلزینیت کے اصول کو ترک نہ کر سکتے تھے اسلئے کہ مثال کے طور پر فرانس کی حالت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بنک آف فرانس میں پانچ فرانک کے سکے بہت بڑی مقدار میں بطور ذخیرہ محفوظ موجود تھے جن کی مالیت بنک کی کتابوں میں مرقومہ قیمت کے لحاظ سے درج تھی۔ اگر ان سکوں کو رواج سے خارج کر دیا جاتا تو اس میں بنک کو سراسر نقصان ہوتا کیونکہ ان کی قدر قانونی غائب ہو جاتی اور محض قدر فلزاتی باقی رہتی

چاندی استعمال کرنیوالے ملک۔

جو نسبتہً بہت کم ہوتی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ مشرقی ممالک میں ایک ملک چین ہی ایسا تھا جہاں نقروی سکہ رائج تھا کیونکہ جاپان نے تو اس کو ترک کرکے طلائی سکہ ۱۸۹۷ء میں رائج کر لیا تھا اور جب تک مشرق میں ایسا ملک موجود ہے اس وقت تک یورپ کے ممالک میں جہاں پر طلائی سکوں کا چلن تھا اور چاندی استعمال کرنے والے ممالک میں تجارت خارجہ کا کاروبار پھر بھی قدیم نظام کے تابع رہتا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ دوفلزی طریق کے حامیوں نے اس سوال کو پیش پیش لانے کی بڑے شدومد کے ساتھ کوشش کی، متعدد کانفرنس منعقد ہوئیں جن میں اس سوال کو کئی دفعہ حل کرنے کی سعی کی گئی۔ لیکن انگلستان کثیر مالی ذرائع اور تفوق کی بدولت ان کی

انگلستان کا طرز عمل

راہ میں مسلسل مزاحم ہوا اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انجام کار انیسویں صدی کے ختم تک یہ سوال علمی سیاسیات کے دائرے سے خارج ہو جائے گا۔ لیکن اس کا اصلی سبب کیا تھا کسیقدر بعد میں چلکر اس کا پتا چلا۔ اس وقت حالات میں پھر تغیر ہو رہا تھا۔ جنوبی افریقہ میں سونے کے معدنیات کی ترقی اور اس کے فوراً ہی بعد امریکہ میں ۱۸۹۶ء میں کلان ڈائک میں طلائی کانوں کے اکتشاف نے دنیا کی سونے کی رسد کے بارے میں کل حالات کو بدلنا شروع کر دیا تھا کیونکہ سونے کی مجموعی مقدار میں کثیر التعداد اضافہ روز افزوں ہو رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فلزینیت کے وکیلوں کا اساسی استدلال یک قلم مسترد ہو گیا اور اس کو عجیب و غریب معمہ کہنا چاہیئے کہ اس کے ساتھ ان کا نظریہ ہمیشہ کے لیئے بالکل صحیح بھی ثابت ہو گیا۔ تقریبا ۱۸۹۶ء سے سونے کی رسد کی زیادتی کے اثر کے تحت قیمتیں پھر بڑھنی شروع ہوئیں اور بیسویں صدی کے آغاز میں دنیا نے اس پر تعجب کرنا شروع کیا کہ گزشتہ ۲۵ سال سے قیمتوں کی تخفیف کی وجہ سے جو خرابی نمودار ہوئی تھی آیا ایسی ہی خرابی لیکن قیمتوں کے اضافے سے نمودار تو نہ ہوگی۔

اس طرح وقت کے وقت نئے حالات نے فلزینیت کی موافقت میں جو اہم دلائل تھے ان کو سلب کر لیا اور واقعہ یہ ہے کہ اس طریق کی ناکامی کے بارے میں شکر گزاری محسوس کرنے کی معقول وجہ تھی اس لیئے جونہی طلائی رسد بڑھی اور قیمتوں میں اضافہ ہوا عوام کے دل میں لامحالہ یہ سوال پیدا ہوا کہ اگر دنیا کے زر کی رسد کے جزو کے طور پر چاندی اپنی سابقہ حالت پر بحال کر دیجاتی تو قیمتوں میں کس حد تک اضافہ ہوتا؟ سونے اور چاندی کی مشترکہ رسد تو اور زیادہ مشکلات پیدا کر سکتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ حالیہ زمانے میں جو دقت محسوس ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ سونے کی زائد رسد سے کس طرح نجات حاصل کیجائے اور اس کی قدر کی تخفیف کو کس طرح روکا جائے کہ قیمتوں میں کوئی شدید اضافہ نمودار نہ ہونے پائے۔

یہ خطرہ اب بڑی حد تک اس واقعہ کی بنا پر رفع ہو گیا ہے کہ دنیا کے

سونے کا انجذاب

سب بڑے بڑے ملک ایک حد تک اس زمانے کے روایتی اصول پر عمل پیرا ہو کر جبکہ سونے کی قلت تھی سونے کے بڑے بڑے محفوظ ذخیرے قائم کرنے کے موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیئے دوڑ پڑے اور اس طرح زائد رسد کی کھپت بہت آسانی کے ساتھ ہو گئی۔ ہندوستان بھی بہت کثیر مقدار میں سونا جذب کرنے لگا اور اس طرح پر طلا کی افراط کا خطرہ کم از کم ایک مدت کے لیئے رفع ہو گیا۔

لیکن دو ملزی طریق کے بحث مباحثے اور ہنگامے سے جو سبق حاصل ہوا اسکو فراموش نہ کرنا چاہیئے۔ اس کشمکش کو ختم کرنیکا باعث جو واقعہ تھا اس سے نظریۂ مقدار زر کا آخری اور قطعی ثبوت بہم پہونچتا ہے اسلیئے کہ یہ استدلال کہ ۱۸۷۳ء سے ۱۸۹۶ء تک عام قیمتوں کی کمی زر کی قلت کے باعث نمودار ہوئی تھی اس واقعہ کی بناپر صحیح ثابت ہوا کہ سونے کی مقدار میں اضافہ ہوتے ہی قیمتوں میں بھی اضافہ ہو گیا۔ اس سے جو سبق حاصل ہوتا ہے وہ بدیہی ہے۔ سونے کی رسد کی کمی بیشی پر قیمتوں کی تغیر پذیری کا

قیمتوں کی تغیر پذیری

انحصار تجارت کے لیئے مفید نہیں ہے۔ جس طرح قیمتوں کی تخفیف مضر ہے اسیطرح قیمتوں کا اضافہ بھی مضر ہے۔ اور اگرچہ مقدار طلا کی قلت کا خطرہ سردست ایک پرانی بات معلوم ہوتی ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ آئندہ ہر وقت اس کا امکان ہے کہ حالات میں معکوس قسم کا تغیر واقع ہو اور دنیا میں پھر سونے کی قلت نئے سرے سے رونما ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ چیز اشیاء کی فطرت میں مضمر ہے کہ رقاص ایک طرف حرکت کرنے کے بعد دوسری جانب بھی ناگزیر اتنی ہی دور حرکت کرے۔ اس لیئے کہ جوں جوں سونے کی مقدار اور قیمتوں میں روز افزوں اضافہ ہوتا جائے گا، صنعت اور تمام قسم کی اشیا کی پیداوار میں بھی گوناگوں ترقی ہوتی جائیگی جس کا نتیجہ یہ ہوگا عمل مبادلہ کو جاری رکھنے کے لیئے سونے کی مزید مقدار درکار ہوگی قیمتوں کے اضافے کے معنی اشیاء کی مقدار کی زیادتی کے ہیں اور ان کو تیار کرنے کے لیئے زیادہ زر درکار ہوگا، اگر مطلوبہ زر فراہم نہ ہوا تو قیمتوں کا اضافہ رک جائیگا۔

72

اسی کے ساتھ قیمتوں کا اضافہ سونے کے مصارف پیدائش پر بھی اثر ڈالتا ہے، وہ اس طرح کہ اُجرت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور کان کنوں کی مطلوبہ مشینوں اور کلوں کی قیمتیں بھی بڑھ جاتی ہیں۔ اس طرح دنیا میں سونے کی پیدائش میں اور سونیکی عالمگیر مانگ میں مسابقت جاری ہو جاتی ہے اور ہم یہ نتیجہ نکالے بغیر نہیں رہ سکتے کہ آیندہ پھر دنیا میں طلا کی قلت رونما ہوگی اور اس کے مضر نتائج مثلاً تخفیف قیمت وغیرہ نمودار ہوں گے۔ اگر ایسا ہوا تو دو فلزی طریق کو جاری کرنے کا سوال پھر از سر نو رونما ہوگا۔ بہر صورت گزشتہ تجربے نے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ایسا نظام زر جس میں اس طرح کے تغیرات ہونے کا امکان پایا جائے مفید نہیں ہو سکتا۔ اس لحاظ سے پھر بھی دو فلزی طریق کے وکیلوں کا یہ دوسرا استدلال کہ اگر صرف ایک ہی فلز پر نظام زر مبنی قرار نہ دیا جائے تو ہمارے سکوں کی رسد کی تغیر پذیری میں بڑی حد تک کمی واقع ہوگی قابل یاد داشت ہے۔ اگر سونے اور چاندی دونوں فلز کے سکے رائج ہو سکیں اور ضرورت کے وقت و مطابق فراہم ہو سکیں تو زر کی قدر میں بہت زیادہ ثبات قائم رہ سکتا ہے۔ اس لیے کہ سب سے پہلے تو زر کی مجموعی مقدار بہت زیادہ ہو جائیگی اور دوسرے اس لحاظ سے رسد میں تغیر پذیری کا بہت کم امکان باقی رہیگا کہ اگر ایک فلز کی پیدائش پر کوئی افتاد پڑے تو دوسری فلز اس کی قائم مقام بن سکتی ہے، کیونکہ دونوں فلز بیک وقت ایک ہی قسم کے حالات سے متاثر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ جنگ بویر، کے زمانے میں اس کی عجیب و غریب مثال ملتی ہے، دوران جنگ میں کان کنی کا کام رکا رہا اور طلا کی رسد موقوف ہو گئی۔ اس میں تمام عالم کے لیئے خطرہ تھا۔ چنانچہ قیمتوں کے اضافے میں نمایاں کمی واقع ہوئی[1]۔ ایسے زمانے میں دو فلزی طریق رائج ہوتا تو سونیکی کمی کو چاندی کے اضافے سے پورا کر لیا جا سکتا تھا طلب کے رخ سے بھی دیکھا جائے تو یہ دلیل موثر ہے۔ گو ایسے متعدد ملک ہیں جو

[1] دیکھو جدول (۵)۔

زیادہ تر سونا استعمال کرتے ہیں لیکن ایسے ملک بھی ہیں جہاں چاندی بکثرت استعمال کیجاتی ہے اور بعض مثلاً مصر اور ہندوستان ایسے ملک ہیں جو ایک حد تک چاندی اور سونا دونوں استعمال کرتے ہیں۔ ان حالات میں اگر دونوں فلز زر قانونی بنا دیئے جائیں تو دونوں کی طلب کے تغیرات ہر جگہ ایک ساتھ اور بیک وقت رونما ہونے کی بجائے ایک دوسرے کے اثر کو زائل کر دیں گے۔ مثلاً اگر انگلستان یا امریکہ میں سونے کی مانگ زائد ہو تو مصر اور ہندوستان کم سونا اور زیادہ چاندی استعمال کر سکتے ہیں۔ یا مثلاً اگر چین میں چاندی کی مانگ زیادہ ہو جائے تو یہ ممالک کم چاندی اور زیادہ سونا استعمال کر سکتے ہیں۔ وقس علیٰ ہذا۔ اس طرح پر رسد اور طلب میں ایک طرح کا توازن قائم رہے گا جس سے قدر زر کے تغیرات کو کم کرنے میں بڑی حد تک مدد ملیگی۔

یہ دلائل نظری اعتبار سے بالکل صحیح ہیں، لیکن لاطینی اتحاد کی تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ سونے اور چاندی کی اضافی قدر کے تغیرات کے خلاف کوئی ملک دو فلزی معیار کے قائم کرنے کی کوشش میں عملاً کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک ان فلز کے لیئے بازار موجود ہے اور آزادانہ خرید و فروخت ہوتی رہے اضافی قدر کے تغیرات کا ہونا ناگزیر امر ہے۔ اگرچہ دنیا کے سب تجارتی ملکوں نے باہمی سمجھوتہ کی بنا پر سونے کی ٹکسالی قیمت مقرر کر لی ہے اور اس کی بنا پر دنیا میں ہر جگہ سونے کی قیمت مقرر ہو گئی ہے۔ لیکن جب تک سب ممالک بلا کسی استثنا کے چاندی کی ٹکسالی قیمت بھی اسی طرح مقرر نہ کر لیں اس وقت تک کسی ایک قوم یا چند قوموں کے لیئے یہ قطعی ناممکن ہے کہ وہ اپنے یہاں کسی مقررہ قیمت کو قائم رکھ سکیں کیونکہ جونہی بازاری شرح میں اور ان کی مقرر کردہ شرح میں فرق واقع ہو گا، فوراً قانون گرشم کا عمل ہو جائے گا جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ بیش قدر فلز غائب ہونے لگے گا اور ان ملکوں کے بازاروں میں چلا جائے گا جو ان کی مقرر کردہ شرح کے پابند نہیں ہیں۔ پس کسی

منفرد فلزیت ناممکن ہے

ایک ملک کا تنہا دو فلزی طریق کو اپنے یہاں جاری کرنا ناممکن ہے، اور تنہا ایک ملک یا چند ملک ملکر دنیا کے بقیہ

74

ملکوں کو اپنی شرح کا جبراً پابند نہیں بنا سکتے کیونکہ ایک ملک یا چند ملکوں کے لیئے یہ ناممکن ہے کہ اپنی مقرر کردہ شرح کے لحاظ سے بیرونی علاقوں میں اس فلز کو خریدیں جو وقت کے وقت عارضی طور پر دنیا کے بازار میں کم قدر ہو گیا ہو۔ بالفاظ دیگر دو فلزی طریق والے ملک کو قیمتی فلز کے بیرونی بازار سے جنگ کرنی پڑیگی۔ جب کبھی شرح میں تغیر ہوگا اس کا عمدہ زر باہر چلا جائے گا اور ملک میں آزاد دارالضرب کے ذریعہ سے خراب زر کی بھرمار شروع ہو جائے گی۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دو فلزی طریق کا رائج کرنا قطعاً ناممکن ہے۔ بلکہ ایک تدبیر پر عمل کرنے سے صورت حالات کی اصلاح ممکن ہے۔ فرض کرو کہ

بین الاقوامی معاہدہ

کسی طرح سے یہ ممکن ہو جائے کہ دنیا کے سب بڑے بڑے تجارتی ممالک بین الاقوامی معاہدے کی بنا پر سونے اور چاندی کے مابین ایک مقررہ تناسب تسلیم کریں اور اس تناسب کے لحاظ سے دونوں کی آزاد سکہ سازی قائم کرلیں۔ اس صورت میں پہلی دقت تو یقیناً رفع ہو جائے گی۔ یعنی کوئی خارجی بازار ایسا باقی نہ رہے گا جہاں ان کے سب بیش قدر سکوں کی نکاسی ہو اور جہاں سے کم قدر سکے نکلکر ان ممالک میں رائج ہو جائیں۔ سونے اور چاندی کی ٹکسالی قیمت ہر جگہ ایک ہونے سے کسی فلز کے ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل ہونے کا امکان معدوم ہو جائے گا۔ لیکن اس بنیاد پر قبل از قبل یہ نتیجہ نہ نکال لینا چاہیئے کہ اس طریق سے سب دقتوں کا بالکلیہ حل ہو جائے گا۔ کیونکہ اگر دنیا کے سب بڑے بڑے ملک سونے اور چاندی کی قیمتیں مقرر کرنے کا باہمی سمجھوتہ بھی کرلیں، پھر بھی ان قیمتوں کو موثر بنانے کی غرض سے انھیں قیمتی فلز کی غیر محدود مقداروں کو یا ان دونوں میں سے اس فلز کو جس کی قیمت تحت مساوات یا فوق مساوات ہو خریدنے یا فروخت کرنے کے لیئے تیار رہنا پڑیگا۔ لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دونوں میں سے کوئی فلز تحت مساوات یا فوق مساوات کس طرح ہو سکتا ہے؟ اس کا صرف ایک طریقہ ہے۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ان ممالک کو صرف سکہ سازی کی

حد تک موثر طریقے سے سونا چاندی درکار ہوتا ہے۔ یہ مانگ بے شک بہت بڑی مقداروں میں ہوتی ہے۔ لیکن پھر بھی محدود ہوتی ہے خصوصاً چاندی کی حد تک مانگ کی مقدار دنیا کی مجموعی پیداوار کی مقدار کے مقابلہ میں درحقیقت بہت حقیر ہے۔ گویا ان میں قیمتی فلز کی جتنی مقدار درکار ہوتی ہے سکہ سازی کی مانگ اس کا محض ایک جزو ہے اگرچہ بہت ہی اہم جزو ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ آیا اس مانگ کی مقدار صنعتی اغراض کے لیئے دوسرے طلبوں کی مقدار کے مقابلے میں اس قدر زیادہ ہے کہ بلاشرکت غیرے محض وہی قیمت کو متاثر کرسکے۔ سونے کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک یہ کہنا بڑی حد تک صحیح ہے، لیکن چاندی کی قیمت کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ دنیا میں چاندی کی جتنی پیداوار سکہ سازی کے کام میں لائی گئی ہے اس کا تناسب سونے کے تناسب کے مقابلے میں بہت کم ہے[1]۔ مشکل یہ ہے کہ کسی شئی کی قیمت کو معاشی رجحانات کے خلاف بذریعۂ قانون سازی مقرر کرنا ناممکن ہے۔ لیکن اگر کسی خاص شئی کے معاملے میں رسد و طلب کو بذریعۂ وضع قانون قابو میں لانا ممکن ہوتا تو یہ قابو صرف معاشی رجحانات کو متاثر کرنے سے موثر بن سکتا تھا۔ اگر متعدد ملک مل کر بھی سونے اور چاندی کی رسد کو قابو میں لانا چاہیں تو عملاً ناممکن ہوگا۔ لیکن، جیساکہ بیان کیا جاچکا ہے، وہ ان کی طلب پر بہت قوی اثر ڈال سکتے ہیں اور اس طریقے پر خاصے موثر طور سے دنیا کے سونے اور چاندی کی قیمت پر قابو حاصل کرسکتے ہیں یا بالفاظ دیگر دونوں کی قیمتوں میں مقررہ تناسب قائم کرسکتے ہیں۔

اسکے حدود (75)

اسکے امکانات۔ دو فلزی طریق کی بحث کے ہنگامے کے دوران میں فریقین میں سے اکثروں نے اس امر کو تسلیم کیا کہ لاطینی اتحاد کے وجود سے یہ فائدہ ہوا کہ کم از کم اس اتحاد کے حیات کے زمانے میں چاندی کی قدر میں بہت کم تغیرات ہوئے

---

[1] اگرچہ جنگ کے بعد سے یہ امر بہت کچھ مشتبہ ہوگیا ہے۔

اور اس لحاظ سے یہ بہت اغلب معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے سب بڑے بڑے ممالک کا باہمی سمجھوتہ بہت زیادہ موثر ثابت ہو۔ لیکن کیا اس قسم کا

اسکے حصول کی دقتیں

سمجھوتہ کبھی ممکن ہے؟ انیسویں صدی کے اختتام سے قبل تو یہ ناممکن ثابت ہوا، مگر اس کے بعد سے دنیا بدل گئی ہے اور ایسی ایسی چیزیں ممکن ثابت ہوئی ہیں جو ۱۹۱۴ء سے قبل ناممکن خیال کیجاتی تھیں۔ یہ ذہن نشیں رکھنا ضروری ہے کہ دنیا کو دو فلزی طریق کی خوبی کا ثبوت جس قدر اس کی ناکامی سے ملا اُسیقدر اس کی جزوی کامیابی سے بھی ملا جو کہ لاطینی اتحاد کے تحت حاصل ہوئی، اور اگر حالات میں اس قسم کا تغیر واقع ہو کہ پھر قلت زر محسوس ہو تو مثل پہلے کے اس کے موافق و مخالف دلائل یا اس کی اصلاح پر نزاع یا بحث مباحثہ کی ضرورت نہ ہوگی۔ نظریۂ مقدار زر اب اچھی طرح سمجھ میں آگیا ہے اور عام طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اس وقت صرف ضرورت اس کی ہوگی کہ نئے حالات کے لحاظ سے کس طرح بہترین طرز عمل اختیار کیا جائے۔ موجودہ زمانے میں تقریباً تمام عالم میں موجودہ نظام زر یا ذریعۂ مبادلہ کا طریق مسلمہ طور پر غیر اطمینان بخش خیال کیا جا رہا ہے کیونکہ سونے کی قدر بہت زیادہ تغیر پذیر رہی ہے۔

اس سے بہتر طریقہ

لیکن اگر سب ممالک کافی ہوشمندی اور یک جہتی کے ساتھ اس اصلاح کا بیڑا اُٹھائیں تو اغلب معلوم ہوتا ہے کہ وہ معاملہ کی تہ کو پہونچ جائیں گے اور ایک ایسا طرز عمل اختیار کریں گے جو سونے چاندی کی مانگ کو قابو میں لانے کے طرز عمل سے بدرجہا زیادہ بہتر ہوگا۔ کیونکہ بین الاقوامی فلزیت سے بھی زیادہ بہتر ایک اور طریقہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مروجہ زر کی مجموعی مقدار کو موثر طریقے پر قابو میں رکھا جائے تاکہ تمام عالم کی تجارت کیلیئے جتنا زر بطور ذریعۂ مبادلہ درکار ہو ٹھیک اسی کے تناسب سے ہمیشہ رائج کیا جائے۔ لیکن زر کے افعال اور قیمتی فلز کے خواص کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ اس میں اور ایک قدم آگے بڑھانا ممکن ہے۔ یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ زر کا استعمال بطور آلۂ مبادلہ اس وقت سے شروع ہوا جبکہ

یہ امر تسلیم کر لیا گیا کہ آلۂ مبادلہ کوئی ایسی شئی ہونی چاہیئے جس میں حقیقی فلزاتی قدر موجود ہو کیونکہ اگر اس کی قدر ذریعۂ مبادلہ کی حیثیت سے کم بھی ہو جائے تب بھی وہ شئی اپنی جگہ پر بیش قدر باقی رہے۔ زر کی سرگزشت سے اس امر کا بتدریج تسلیم کر لیا جانا ثابت ہوتا ہے کہ زر صرف ایک مقصد کا ایک ذریعہ ہے، جس کی قدر کا دار و مدار اولاً اس کی عام مقبولیت پر ہے، اور یہ عام مقبولیت یا تو رسم و رواج پر منحصر ہوتی ہے یا باہمی سمجھوتہ اور قرارداد پر جس میں زر کی قدر ذاتی کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اس کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہے، جس کی تشریح آئندہ کیجائیگی کہ زر علامتی یعنی چاندی کے ایسے سکے جن میں قدر فلزاتی، قدر قانونی یا مرقومہ قدر سے بدرجہا کم ہوتی ہے، فی الواقع اور بعض شرائط کے تحت زر کے افعال کو بہت خوبی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ بس اسی میں آئندہ ترقیات اور اصلاح کے امکان کا راز مضمر ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب ایک ایسے زر سے جس میں قدر فلزاتی بہت کم ہو پوری قدر فلزاتی والے سکے کے افعال و اغراض پورے ہو سکتے ہیں تو کیا یہ امر بعید از قیاس ہے کہ رفتہ رفتہ قدر ذاتی کا عنصر غائب کر دیا جائے اور زر بغیر قدر ذاتی کے حقیقی افعال زر کو انجام دے؟ جب مقبولیت عام کے لیئے سکے میں پوری قدر ذاتی کی موجودگی لازم نہیں ہے تو پھر کم اور زیادہ قدر ذاتی کا فرق رکھنا بیکار سی بات ہے۔ جب زر محض مبادلے کا ایک ذریعہ ہے یعنی ایک قسم کے وعدے کی حیثیت رکھتا ہے جس سے ضرورت کے وقت اشیا کے مبادلے میں ادائی کیجاتی ہے اور یہ وعدہ خود ایک ایسی شئی ہے جو محض وعدہ ہونیکی حیثیت سے قبول کر لیجاتی ہے نہ کہ ایسی شئی ہونے کی حیثیت سے جس میں قدر ذاتی موجود ہے تو پھر اس وعدہ کا اظہار کسی ایسی شکل میں کیوں نہ کیا جائے جس میں قدر فلزاتی یا قدر ذاتی کا سوال ہی پیدا نہ ہو سکے۔ دوسرے الفاظ میں اب ہم کو ثابت کرنا ہے کہ زر علامتی کا بتدریج رواج پانا اس عمل ارتقا میں پہلا قدم ہے جو آئندہ چلکر زر میں قدر فلزاتی کی موجودگی کو

۷۷

غیر ضروری ثابت کرسکتا ہے۔ اور اس ترقی کا واحد منطقی نتیجہ زر کا غذی ہے۔

بین الاقوامی زر کا غذی۔

اس عجیب و غریب مشورے کے بارے میں اگلے باب میں تفصیلی بحث کیجائے گی۔ لیکن سردست یہ واضح کردینا ضروری ہے کہ بین الاقوامی فلزیت کے امکانات پر اس کا کہاں تک اثر پڑے گا۔ اگر سونے اور چاندی کی رسد کو قابو میں لانے کی کوششیں کرنے کے بجائے تمام ممالک عالم باہمی معاہدے سے کرکے براہ راست ایک بین الاقوامی زر کا غذی رائج کرلیں تو اس نئے زر کی مقدار کو بہت سہولت کے ساتھ خود بخود قابو میں رکھا جاسکتا ہے۔ اس میں مصارف بھی کم ہوں گے۔ یہ نظری طور سے بہترین قسم کا زر ہوگا۔ اور پورے عالم کی تجارتی ضرورتوں کے لحاظ سے اس میں باہمی معاہدونکی رو سے مناسب ردو بدل بھی کیا جاسکتا ہے تاکہ قیمتوں میں کبھی تغیرات رونما نہوں۔ اس غرض کے لیئے ایک بین الاقوامی مجلس قائم کیجاسکتی ہے تاکہ وہ ہر ملک سے انڈکس نمبر طلب کرے اور تمام عالم میں قیمتوں کے تغیرات کو بہ نظر غور دیکھتی رہے اور جہاں کہیں زر کی قلت یا افراط محسوس ہو فوراً مناسب تدابیر اختیار کرے یعنی افراط کو روکے یا مزید بین الاقوامی زر جاری کرکے کمی کو پورا کرے یا ایسے زر کی کچھ مقدار رواج سے ہٹالے۔ اس قسم کا زر بے شک تمام عالم کا معیاری زر ہوگا اور اگرچہ محض نظری اعتبار سے یہ معیاری زر ہوگا کیونکہ اس کا عملاً عام طور پر اختیار کرلیا جانا ابھی آئندہ کئی صدیوں تک ممکن نہیں ہے۔ لیکن نظری امکان کی حیثیت سے وہ ضرور قابل لحاظ ہے۔ پس سردست ہمارا استدلال ایک قدم اور آگے بڑھ جاتا ہے۔ یعنی ذریعۂ مبادلے کے ارتقا میں زر علامتی کے بعد کی منزل زر کا غذی ہے۔

حوالہ جات:۔ زید باب ۵ داکر بین الاقوامی فلزیت، ٹارون فلزیت، جیونس زر باب ۱۲ گفنی فلزیت کے مخالف استدلال۔ دنیا ہارش چاندی کا لونڈ۔

زر کاغذی

(۱)۔ زر کاغذی کی مختلف قسمیں۔ (۲)۔ فلزی زر اور کاغذی زر میں فرق۔ (۳)۔ اجرائے زر کاغذی کے حدود۔ (۴)۔ کاغذی زر کی افراط کی علامتیں۔ (۵)۔ زمانۂ جنگ کا زر کاغذی۔

پانچویں باب کے آخر میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ نظریۂ مقدار زر کا صحیح تطابق و استعمال زر کے وسیع ترین معنوں میں اس کی ان تمام مختلف قسموں کی تشریح و توضیح کا متقاضی ہے جو موجودہ حالات کے تحت مبادلے کے کام میں استعمال کیجاتی ہیں۔ پھر ساتویں باب کے آخر میں بھی یہ واضح کر دیا گیا کہ ایک قسم کے زر کی دوسری قسم کے زر کی شکل میں ترقی ایک عمل ارتقا اور منطقی نشو و نما ہے مثلاً ابتداءً زر میں پوری قدر فلزاتی کی موجودگی لازمی تھی اس کے بعد قدرے ترقی ہوئی اور قدر فلزاتی کا جزوی طور پر موجود ہونا کافی سمجھا گیا اور بالآخر یہ صورت پیدا ہوگئی کہ قدر فلزاتی کا وجود کلاً معدوم ہو گیا اور کاغذی زر کا رواج شروع ہوا۔ یہ نشو و نما اور ترقی بالکل منطقیانہ ہے

۔ بایں ہمہ جب اس خیال کو سیدھے سادھے طریق پر پیش کیا جاتا ہے کہ کاغذ کے ایک پرزے سے زر کا اسیطرح خوبی کے ساتھ کام لیا جاسکتا ہے جس طرح کہ ایک ہر دلعزیز سونے کے چمکدار ٹکڑے سے تو وہ ابتداءً عجیب وغریب معلوم ہوتا ہے لیکن اگر یہ ذہن نشین رہے کہ موجودہ زمانے میں زر کی ضرورت براہ راست آرایش وزیبایش کے لیئے یعنی گھڑی کی زنجیروں اور عورتوں کے گلے کے زیورات کے لیئے نہیں ہوتی (اگرچہ دور ماضی میں قیمتی فلزات کو زر کا بہترین مسالہ ہونے کی حیثیت سے انھی کاموں اور فوائد کے اعتبار سے منتخب کیا جاتا تھا) بلکہ محض قرضے ادا کرنے اور اشیاء کا مبادلہ کرنے کی غرض سے ہوئی ہے تو یہ معمہ حل ہوجاتا ہے۔ سکہ محض ایک حکم ہے ہر تاجر یا اشیاء تیار کرنے والے کے نام کہ وہ اس کے حامل کو اشیاء کی کچھ مقدار دیدے اور یہ حکم کاغذی تحریر کے ذریعہ سے بھی اسی خوبی کے ساتھ دیا جاسکتا ہے جس طرح کہ سکہ کے ذریعہ سے بشرطیکہ اس کاغذی تحریر پر مقبولیت عام کی مہر ثبت ہو جس کے سونے اور چاندی کے سکے بھی انجام کار ایک حد تک محتاج ہیں۔ چاندی اور سونے کے سکوں کو ہر شخص مطالبات میں وصول کرنے کی اس وجہ سے خواہش کرتا ہے کہ ہر شخص سونے اور چاندی کو قبول کرنے پر راضی اور آمادہ ہے۔ اگر اسی طرح متفقہ رضامندی اور آمادگی سے کام لیا جائے تو ہر چیز میں حتیٰ کہ کاغذ میں بھی وہی قوت پیدا ہو جائیگی جو کہ سونے چاندی کے سکوں میں ہے۔ یہ مفہوم زر کاغذی کی تین قسموں کے فرق کو واضح کرنے سے صاف ہو جائے گا۔

نیابتی زر کاغذی نیابتی یا بدل پذیر زر کاغذی اس زر فلزاتی کی رسید ہوتی ہے جو کسی بنک میں یا سرکاری خزانہ میں جمع کیا جائے جیسے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے نقروی پروانہائے ڈالر۔ موجودہ آئین وقوانین کے تحت بنک کے جاری کردہ نوٹ بھی بڑی حد تک نیابتی زر کاغذی شمار کیئے جاتے ہیں کیونکہ اکثر ممالک میں

بنک قانوناً مجبور رہیں کہ کل جاری کردہ نوٹوں کے مقابلے میں زرفلزائی کا مناسب جزو بطور نقد سرمایۂ محفوظ رکھیں تاکہ عندالطلب حامل کو نقد کی شکل میں ادائی کیجا سکے یا نوٹوں کے مبادلے میں سکے دیئے جاسکیں۔ زرکاغذی کی اس شکل کا سمجھنا بہت آسان ہے اور عملی ہذالقیاس ان کی کثیر مقدار استعمال کرنے کی صورت میں بھی نسبتاً زیادہ سہولت ہے۔ خاصکر چاندی کے سکوں کے مقابلہ میں۔ اور یہ بھی بالکل یقینی ہے کہ ان کی قیمت عندالمطالبہ ہر وقت سکوں کی شکل میں مل سکتی ہے اسلیئے کہ ان کی نقد پذیری حامل کے ارادے پر موقوف ہے۔

(۲) امانتی زر کاغذی امانتی زرکاغذی محض زرفلزائی کی ادائی کے تحریری وعدے ہیں۔ اس لیئے بظاہر ایسے نوٹونکی قدر کا مدار عوام کے اس اعتماد پر ہوتا ہے جو وہ وعدہ کرنیوالے کی اداکرنیکی صلاحیت پر رکھتے ہوں۔ اگر وہ قابل اعتماد مشہور ہو تو لوگ بلا تامل اس کے تحریری وعدے سونے یا دوسرے زر کے مثل استعمال کرنے لگیں گے۔ اگر جیسا کہ حال کی جنگ عظیم میں اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں وعدہ کرنے والی جماعت حکومت ہو جس کی مالی حالت کے اطمینان بخش ہونے کا اور ایفائے وعدہ کا عوام کو پورا یقین اور بھروسہ ہو تو ایسے نوٹوں کی صحت پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ مثلاً جرمنی میں عوام کو حکومت پر اس قدر قوی بھروسہ ہے کہ وہاں بغیر سرمایۂ محفوظ کی موجودگی کے بہت بڑی تعداد میں نوٹ جاری کرنا ممکن ہوا۔ پھر بنک نوٹ اس حد تک جس حد تک کہ وہ نیابتی زر نہیں ہیں امانتی زرکاغذی ہیں۔ چنانچہ بنک آف انگلینڈ کے کل جاری کردہ نوٹوں کی سرگزشت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان نوٹوں پر عوام کس قدر قوی اور گہرا اعتماد رکھتے ہیں۔

(۳) رسمی یا غیر بدل پذیر زر کاغذی یہ زرکاغذی نہ تو جمع شدہ زرفلزائی کی رسید ہوتا ہے اور نہ ادائے زرفلزائی کا وعدہ سمجھا جاتا ہے۔ گویا اصلی معنوں میں لفظ زر کاغذی کو اسی قسم کے زر کی حد تک محدود رکھنا چاہیئے۔ اس قسم کے نوٹ

عموماً ایسی حکومت جاری کرتی ہے جس کی جیبیں خالی ہوتی ہیں اور قرضہ ادا کرنے یا دوسری ضرورتیں پوری کرنے کے لیئے اس کو زر کی ضرورت ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ وعدے کے نوٹ کی طرح اس پر بھی پانچ پونڈ یا پانچ ڈالر تحریر ہو، لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ ان کی مندرجہ رقم کو سرکار آئندہ کسی وقت بھی

زر کاغذی کے امکانات

ادا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی بلکہ اغلب یہ ہے کہ ان کے مبادلے میں زر ادا کرنیکے قابل ہونے کی سرکار کو کوئی متصل توقع نہیں ہوتی۔ پس زر کاغذی کی یہی ایک شکل ایسی ہے جس کا سمجھنا سب سے زیادہ مشکل ہے۔ پھر بھی گزشتہ تجربے نے جس کی تصدیق دوران جنگ کے شدید عملی ضرورت کے زر کی سرگزشت سے ہوتی ہے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ بعض حالات کے تحت اس قسم کے زر کاغذی کا رواج پانا اور فلزاتی زر کے تمام کام انجام دینا بالکل ممکن ہے۔ اگر ایسے پرزوں کو قانونی جواز اور قبولیت عام کی سند حاصل ہو جائے (اور یہ دونوں عنصر لابدی ہیں بلکہ قبولیت عام نسبتاً زیادہ ضروری) جس کی بنا پر ان سے قرضے ادا کیئے جا سکیں اور اشیاء خریدی جا سکیں، تو لوگ ان کو بلا تامل چند شرائط کے تحت مثل نقرہ یا طلا کے آزادانہ طور پر استعمال کرنے لگیں گے۔ لیکن کاغذی زر اور فلزاتی زر میں چند امور کا فرق ہے جس کو بکمال احتیاط ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ اسلیئے کہ یہی فرق اجرائے زر کاغذی کے خطرات کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اسی کے ساتھ ان چند شرائط و حالات کو بھی ظاہر کرتا ہے جن کی پابندی

اسکی قدر پر خطر ہے

کاغذی زر سے فلزی زر کا پورا کام لینے کی صورت میں ضروری ہے۔ اولاً زر کاغذی کی قدر زر فلزاتی کی نسبت بہت زیادہ پرخطر ہے۔ کیونکہ زر کاغذی کی قدر حکومت کی عطا کردہ ہوتی ہے جس کو حکومت واپس بھی لے سکتی ہے اور ایسا کرنے کی صورت میں اس کی قدر معدوم ہو جائے گی۔ اسمیں شک نہیں کہ زر کاغذی کو نقد سے مبدل کرنے سے انکار کر دینا انتہا درجہ کی بد دیانتی ہوگی اور کوئی باوقار حکومت اس کی مرتکب نہ ہوگی کیونکہ

بد دیانتی کے ارتکاب کے قطع نظر اس کا نتیجہ خود اسی کے حق میں مضر ہوگا اور اس کی ساکھ پر بہت برا اثر پڑے گا۔ لیکن سابقہ تجربہ سے ثابت ہوتا ہے اور خصوصاً جنوبی امریکہ کے چھوٹے چھوٹے جمہوروں کے طرز عمل سے اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ کسی ناگہانی مصیبت کے آجانے سے اور حالات سے مجبور ہو کر مثلاً سیاسی انقلاب و شورش وغیرہ کی صورت میں حکومت ایسا انتہائی طرز عمل اختیار کر سکتی ہے۔ منسوخ شدہ زر کاغذی کی قدر قلم کے محض ایک اشارے سے کلیتہً معدوم ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس اگر طلائی سکے زر قانونی کے زمرے سے بھی خارج کر دیئے جائیں تب بھی ان میں فلزاتی قدر موجود رہتی ہے۔

81

(۴) زر کاغذی کی قدر محدود دوسرا فرق یہ ہے کہ زر کاغذی کی قدر بہت زیادہ محدود ہوتی ہے کیونکہ اسکا مدار قانون پر ہوتا ہے اور زر کاغذی صرف وہیں رائج ہو سکتا ہے جہاں پر قانون کا عمل دخل ہوتا ہے یعنی ایک حکومت کے زیر نگیں جتنا ملک ہو اسی کے حدود کے اندر یہ زر چلتا ہے۔ چنانچہ جب فرانس میں جنگ عظیم کے زمانے میں بڑے بڑے شہروں کے ایوانہائے تجارت زر کاغذی جاری کرنے کے مجاز قرار دیئے گئے تو ان کے جاری کردہ نوٹ صرف متعلقہ شہروں کے حدود کے اندر قبول کئے جاتے تھے اور ان کے باہر ان کو کوئی پوچھتا بھی نہ تھا مثلاً فرانس میں سفر کرتے وقت کسی شخص کو جو فرانک کے نوٹ لائنس میں مبادلے میں ملتے تھے پیرس میں انھی کے مبادلے میں نقد ایک حبہ بھی نہ مل سکتا تھا۔ یہی حال تمام ممالک کے جاری کردہ نوٹوں کا ہے کہ ان کے حدود کے باہر ان کی قدر بالکل غائب ہو جاتی ہے۔ گویا یہ نوٹ اس وقت تک بے کار ہیں جبتک کہ کوئی ایسا شخص یا ایسی جماعت ان کو قبول کرنے کے لیئے تیار نہ ہو جو ان کو ان کے حدود کے اندر لیجا سکے جیسے کہ تامس کک یا کوئی دوسرا بین الاقوامی بنک۔ واقعہ یہ ہے کہ اس طریقہ پر زر کاغذی کے فوائد جنگ کے زمانے میں بہت نمایاں طور پر

ظاہر ہوئے۔ انگلستان کے خزانے کے نوٹ نہ صرف اکثر بیرونی ممالک میں رائج ہوئے بلکہ ایک زمانے میں ان پر زر فلزاتی کے مقابلے میں بڑھوتری وصول ہوتی تھی۔ مثلاً مئی ۱۹۱۶ء میں فرانس میں انگریزی سونے کی شرح مبادلہ صرف ۲۶ فرانک تھی اور اس کے برعکس خزانے کے نوٹوں کے مبادلے میں ۲۸ فرانک برضا و رغبت دیئے جاتے تھے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ خاص حالات کی بنا پر ایسا ہوتا تھا۔ اس وقت چونکہ فرانس سے باہر سونا بھیجنے کی ممانعت کر دی گئی تھی انگریزی سونے کی برآمد کرنا بھی ناممکن تھا۔ اسکے برعکس خزانے کے نوٹ لفافہ میں بند کرکے ڈاک کے ذریعہ سے بسہولت روانہ کیئے جاسکتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ مستثنیٰ حالات ہیں جن سے یہ عام قاعدہ نہیں بدلتا کہ کاغذی زر کی قدر ملک کے حدود کے باہر موثر نہیں ہوتی۔ لیکن طلائی سکے کی قدر کا مدار سکہ ڈھالنے والی جماعت یعنی حکومت کی خواہش اور مرضی پر نہیں ہوتا بلکہ اس کی قدر فلزاتی ہیے جو دنیا میں ہر جگہ ایک ہوتی ہے۔ اس طرح پر زر فلزاتی اور خصوصاً سونا ایک مشترکہ اور بین الاقوامی زر ہے تیسرا اور آخری فرق یہ ہے کہ

زر کاغذی کی قدر میں ثبات نہیں ہوتا

زر کاغذی کی قدر زر فلزاتی کی قدر کے مقابلے میں بہت زیادہ تغیر پذیر ہوتی ہے اس لیئے کہ زر کاغذی کی قدر کا مدار جاری کردہ نوٹوں کی مقدار پر ہوتا ہے اور اس مقدار کا انحصار کلیتہً جاری کنندہ حکومت کی خواہش اور مرضی پر ہے۔ مالی آفت کے زمانے میں زر کاغذی زیادہ مقدار میں جاری کرنا بہت آسان کام ہے اور اکثر حکومتیں ایک مرتبہ غیر تغیر پذیر زر کاغذی کا اجرا شروع کرنے کے بعد اپنے کو ترغیب و تحریص سے بمشکل باز رکھ سکتی ہیں۔ لیکن جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا ایک مناسب مقدار سے ذرا سا بھی تجاوز کرنے کا نتیجہ لازماً زر کی کم قدری ہوتا ہے۔ مثلاً جرمنی نے اس بات کو بہت جلد محسوس کر لیا کہ باوجود اس کے کہ عوام حکومت پر کامل بھروسہ رکھتے تھے اس کے جاری کردہ

82

نوٹوں کی قدر ان کی افراط کے باعث بسرعت تمام گھٹ گئی۔

معیاری زر یہ بحث خالی از دلچسپی نہ ہوگی کہ زر کاغذی کے متعلق جو امور اوپر بیان کیئے گئے بین الاقوامی اتحاد عمل کے ذریعے سے ان میں کس طرح اصلاح کیجا سکتی ہے۔ اگر دنیا کے سب بڑے بڑے تجارتی ملک باہم سمجھوتہ کرکے ایک قسم کا بین الاقوامی زر کاغذی رائج کریں اور اسکو زر قانونی قرار دیکر سب معاہدہ کرنے والے ملکوں میں اسکو جاری کریں تو ان کو سب سے زیادہ احتیاطی تدابیر اس بات کے لیئے اختیار کرنے پڑینگے کہ اس زر کی افراط نہ ہونے پائے گویا اسکے لیئے ایک بین الاقوامی مجلس کی شکل میں ایک محکمۂ اجرا قائم کرنا پڑیگا اور اس مجلس کو تمام شریک کار حکومتوں کے اثر سے آزاد رہنا ہوگا۔ ہر ملک کتنا زر جاری کرے اس کا تعین اسی مجلس کے ہاتھ میں ہوگا اور یہی مجلس ہر ملک کی آبادی کے لحاظ سے یا کسی دوسرے مقررہ معیار کی بنا پر ہر ملک کے حسب ضرورت زر جاری کرنے کا انتظام کریگی، اسیطرح جسطرح کہ لاطینی اتحاد نے بعض قواعد کے تحت نقروی زر علامتی جاری کیا یا اسکے لیئے اس سے بہتر طریق کار یہ ہوگا جیسا کہ گزشتہ باب میں بیان کیا گیا کہ کل جاری کردہ مقدار کو تمام عالم کے انڈکس نمبروں کے تغیرات کے لحاظ سے منتظم کیا جائے۔ اگر اس قسم کے معیاری نظام کا قیام کبھی ممکن ہو تو مبادلات میں زر کاغذی کامل طور پر زر فلزاتی کا جانشین بن سکتا ہے۔ اس میں زیادہ سے زیادہ یہ ضروری ہوگا کہ زر فلزاتی کا سرمایہ ایک عرصہ دراز تک اس معیاری زر کی کمک کے لیئے قائم رکھا جائے، اگرچہ یہ بھی نظری اعتبار سے غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ایک ایسے بین الاقوامی زر کا امکان جسمیں عالم کو کسی قسم کے مصارف برداشت کرنے نہ پڑیں اور جس کی رسد کا انتظام کرنے میں بھی سہولت ہو بے شک معاشیات کا نصب العین ہے۔ لیکن وہ سردست عملاً بعید از امکان ہے[1]۔

[1] دیکھو سولھواں باب۔

83

اوپر کی بحث سے واضح ہوتا ہے کہ زر کاغذی اکثر مثل زر چلتا ہے اور بہت آزادی کے ساتھ دست بدست گھومتا ہے، لیکن یہ واضح نہیں ہوتا کہ کیوں ایسا ہوتا ہے۔ اجرائے زر کاغذی کے بارے میں چند شرائط کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جنکی پابندی ضروری ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ یہ شرائط و قیود کیا ہیں۔ ان دونوں سوالوں کے جواب ایک

نظریۂ زر کاغذ۔

دوسرے سے قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ آدم اسمتھ نے سب سے پہلے اسکی طرف اشارہ کیا ہے اور اسکی ایک نہایت ہی موزون مثال پیش کی ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ ایک لحاظ سے قیمتی فلزات کی وہ کل مقدار جو بطور سکوں کے استعمال ہوتی ہے غیر پیدا آور اصل ہے، یہ اصل صرف دست بدست گھومتا ہے اور اس سے کوئی مفید کام نہیں لیا جاتا۔ اسیطرح اسکے وطن یعنی اسکاٹ لینڈ میں جہاں پر سڑکیں کثیر تعداد میں اور نہایت باقاعدہ بنی ہوئی ہیں سڑکوں کی زمین اس لحاظ سے کہ غیر مزروعہ ہے زراعتی نقطہ نظر سے محض غیر پیدا آور اور غیر منفعت بخش ہے۔ اگر آمد و رفت اور نقل وحمل کے لیئے کوئی نیا طریقہ ایجاد کر لیا جائے جیسے کہ ہوائی جہازوں کے ذریعے سے پرواز وغیرہ تو سڑکوں کی سب عمدہ زمینیں کھیتی باڑی کے کام میں لائی جاسکتی ہیں اور ان پر کاشت کرکے جو پیداوار حاصل کیجائیگی وہ گویا دنیا کو خالص منافع کی شکل میں ملیگی۔ علیٰ ہذا اگر لوگ زر فلزاتی استعمال کرنیکی بجائے کوئی دوسرا ذریعہ مبادلہ ایجاد کریں مثلاً زر کاغذی کو عام رواج دیں تو قیمتی فلزات کی وہ کل مقدار جو اس وقت بیکار اور غیر پیدا آور ہے کسی دوسرے مفید کام میں لگائی جاسکتی ہے یعنی زر فلزاتی کو بجائے جیبوں میں رکھنے اور تجوریوں میں بند کرنیکے لوگ اس سے گھڑی کی زنجیریں طلائی گھڑیاں اور انگوٹھیاں بنائیں گے اور جب دنیا میں زر کا کام یہ کاغذی پرزے اسی خوبی کے ساتھ انجام دینگے جس خوبی کیساتھ کہ طلائی سکے دے سکتے ہیں تو گویا اس طرح زر کے استعمال میں عظیم الشان

کفایت ہو جائیگی اور دنیا میں تمول بڑھ جائیگا۔ اس مثال سے یہ نمایاں طور پر واضح ہوتا ہے کہ زر کا غذی حقیقت میں کسطرح ملک کی دولت میں اضافہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ جنگ عظیم کے زمانے میں اسکی مزید تصدیق ہوئی۔ اثنائے جنگ میں ایک دفعہ انگلستان کو امریکہ سے اسلحہ، گولہ بارود وغیرہ خریدنے اور ان کی قیمت ادا کرنے کی غرض سے سونے کی سخت ضرورت محسوس ہوئی۔ لیکن انگلستان اپنی قدامت پسندی کے باعث ہمیشہ زیادہ سونے کے سکے استعمال کرتا رہا ہے۔ نتیجہ یہ کہ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ کئی ملین ساورن گردش میں ہوں گے اور یہ سب سونا غیر منفعت بخش کام میں لگا ہوا تھا۔ وزیر مالیہ نے ایک اعلان میں عوام سے پرزور اپیل کی کہ وہ سونے کو استعمال کرنیکی بری عادت ترک کر دیں اور سونے کے بجائے نوٹوں کا استعمال کریں۔ ملک کی محبت نے لوگوں کو اس درخواست کے قبول کرنیکی ترغیب دی اور انھوں نے اس پیام کو لبیک کہا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کم از کم عارضی طور پر سونے کا رواج تقریباً موقوف ہو گیا۔ طلائی سکے نظر سے غائب ہو گئے اور وزیر مالیہ کو اسطرح پر کئی ملین پونڈ سرکاری کام میں لانیکے واسطے بغیر کسی مصارف کے مفت ہاتھ آ گئے۔ اس میں عوام کو بھی نقصان نہوا، کیونکہ اسوقت بھی انکے پاس زر کی اتنی ہی مقدار رہی جتنی کہ پہلے تھی اور ایک مرتبہ عادی ہو جانیکے بعد انکو معلوم ہو گیا کہ کاغذی زر سے نہایت خوبی کے ساتھ بعینہ وہی کام لیئے جا سکتے ہیں جو طلائی سکوں سے گویا اس طریقے پر زر کے استعمال میں جو کفایت ہوئی وہ ملک کا خالص نفع شمار کیا جا سکتا ہے، جس سے کسی جماعت کو نقصان نہ ہوا۔ انگلستان کے خزانے کے جاری کردہ نوٹوں کے متعلق اعداد و شمار ضمیمے کی ساتویں جدول میں درج ہیں۔

اجرا کے حدود

اس تشریح سے دوسرے سوال کا جواب بھی ادا ہو جاتا ہے کہ محفوظ طریقے پر زر کاغذی کا اجرا کس حد تک ہو سکتا ہے یعنی اجرا اس حد تک ہو سکتا ہے جس حد تک کہ زر کاغذی کا رواج زر فلزاتی کو ایک غیر مفید کام سے نکالکر پیدا آور کام میں

84

لگا دیتا ہے۔ اس سلسلے میں دو امور قابل لحاظ ہیں، ایک تو یہ کہ ملک سے سونے کو کلیتہً خارج کر دینا ناممکن ہے، گردش میں طلائی سکوں کی ایک معقول مقدار رکھنا چاہیئے تاکہ جو لوگ ملک کے باہر سیاحی کے خیال سے جائیں وہ کم از کم اپنے ساتھ قدرے سونے بھی لیجا سکیں۔ اور کچھ قدامت پسند لوگ ہمیشہ ایسے بھی ہوتے ہیں جو طلائی سکوں کو زیادہ سے زیادہ مقدار میں اپنے پاس رکھنے پر مصر ہوتے ہیں۔ یہ زیادہ تر لوگوں کے عادات سے متعلق معاملہ ہے۔ لیکن کسی کو یہ پیشین گوئی کرنیکی جرات بھی نہ ہوتی کہ انگلستان اسقدر جلدی اور تقریباً کامل طور سے سونے کے استعمال کو ترک کر دیگا جیساکہ اس نے ثابت کر دکھایا۔

ممکنہ گنجائش

دوسری طرف یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ایسی تبدیلی کے زمانے میں سونے کی جو حقیقی مقدار رائج تھی وہ لازمی طور پر اس بیشترین مقدار زر کو ظاہر نہیں کرتی جو ملک میں اغراض زر کو پورا کرنے کیلیئے درکار تھی۔ اگر اس وقت ملک میں زر کی قلت ہو تو واپس لیئے ہوئے زر طلا کی کمی کو پورا کرنیکی غرض سے زر کاغذی کا جاری کرنا فی الحقیقت مفید ہوسکتا ہے اور اس بارے میں انحصار بیشتر ان حالات پر ہوتا ہے جنکے تحت تبدیلی کیجاتی ہے۔ اگر مالی آفت کا زمانہ ہوا جو عام طور سے ایسی تبدیلی کا باعث ہوسکتا ہے تو ممکن ہے کہ، جیساکہ متعاقب باب میں تشریح کیجائیگی، اسوقت معمول سے زیادہ نقد سکوں کی ضرورت محسوس ہو، کیونکہ اعتبار اور قرضے کی سہولتوں کی ناکامی یا تحدید کے باعث کاروبار کو انجام دینے کیلیئے زیادہ مقدار میں نقد زر درکار ہوتا ہے۔ یہ حالت انگلستان میں غالباً بڑی حدتک صادق آتی تھی خاصکر اس زمانے میں جبکہ جنگ کے آغاز کے باعث مالی معاملات میں تلاطم پیدا ہوگیا تھا۔ چنانچہ پہلے ہی ہفتے میں خزانے کے نئے نوٹ چھپکر شائع ہونے سے پیشتر زر کی ضرورت اور مانگ بہت قوی تھی۔

اسطرح جو ملک زر کاغذی رائج کرتا ہے اسکو اس قسم کے قومی یا اجتماعی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ نوٹ جاری کرنے والی حکومت کو جو فوائد حاصل ہوتے ہیں ان کا تاریک پہلو بھی قابل غور ہے۔ یعنی یہ امر غور طلب ہے کہ حکومت اپنی رعایا میں نوٹ جاری کرکے انکے نقصان سے جو فائدہ اٹھاتی ہے وہ اسکی خودغرضی پر مبنی ہے۔ یہ خودغرضانہ فوائد بہت زیادہ بدیہی ہیں۔ اسلئے کہ غیر بدل پذیر زر کاغذی کا جبری اجرا مفلس حکومت کو ایسے ذرائع مہیا کر دیتا ہے جنکی بدولت وہ فوراً اپنے ذمے کے واجب الادا قرضے خود اپنی رعایا کو کسی نقصان یا مصارف کے بغیر ادا کرسکتی ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ حکومت اصل بطور قرض حاصل کرتی ہے اور نہ تو سود ادا کرتی ہے اور نہ اصل کی واپسی کا کوئی فوری ارادہ رکھتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ غیر بدل پذیر زر کاغذی کا اجرا درحقیقت حکومت کو جبری طور پر قرضہ دینا ہے، چنانچہ اسکی صداقت کا گہرا نقش جرمنی کے باشندوں پر اسوقت ہوا ہوگا جبکہ جنگ کے زمانے میں اس قسم کے نوٹ کثیر مقدار میں جاری کیئے گئے اور جرمنی حکومت جنگ کے لئے جتنی اشیا کی ضرورت ہوتی تھی انکی قیمت اسی قسم کے نوٹوں کے ذریعے سے عوام کو ادا کرتی تھی۔

لیکن، جیسا کہ توقع کیجا سکتی ہے، مطالبات کو اسطریقے سے ادا کرنے میں جہاں مسرت آگین سہولتیں ہیں وہیں کئی دقتیں اور ان سہولتوں کو خطرناک طریقے پر استعمال کرنیکے امکانات بھی ہیں۔ چنانچہ تاریخ اس قسم کی عجیب و غریب مثالوں سے بھری پڑی ہے اور انھی پر نظر کرتے ہوئے موجودہ زمانے میں یہ امر تقریباً ایک کلیہ کے طور پر تسلیم کرلیا گیا تھا کہ کوئی باوقار حکومت زر کاغذی جاری کرنیکی ذلت گوارا نہیں کریگی۔ مگر جنگ کے بعد سے جسطرح دوسری باتوں میں انقلاب ہوگیا اسمیں بھی انقلاب ہوا۔ جنگ نے دول یورپ کو وہ چیز سکھائی جو کہ جنگ سے قبل باقاعدہ نظریہ کی حیثیت رکھتی تھی، یعنی یہ کہ زر کاغذی کے

86

نقائص کلیتہً اسکے غلط استعمال میں مضمر ہیں۔ گویا سوال صرف مقدار کا ہے۔ اگر اسکی کافی احتیاط کیجائے کہ ملک میں تجارتی ضرورتوں کے لحاظ سے جتنا زر درکار ہو اتنا ہی جاری کیا جائے تو سلامتی کے حدود سے قدم آگے بڑھنے نہ پائیگا اور کوئی خطرہ پیدا نہو گا۔ لیکن ذراسی بے پروائی اور بے احتیاطی کرنے اور سلامتی کے حدود سے قدم آگے بڑھانے کا نتیجہ خطرناک اور مضرت رساں ثابت ہوگا۔ یہ ایسا معاملہ ہے جس پر خاص طور پر زور دینا ضروری ہے کیونکہ اسی کے متعلق جنگ کے زمانے میں ہر جگہ بہت کچھ غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ زر کاغذی کی خوبی کا سارا مدار حکومت کی عمدہ ساکھ اور اعتبار پر ہوتا ہے اور جب تک ضمانت اور ضامن اچھے ہیں اگر زیادہ مقدار بھی جاری کردی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

حکومت کا اعتبار

عوام کے اس خیال کی بڑی وجہ یہ بھی معلوم ہوتی تھی کہ اہل جرمنی بھی اسی پر بھروسہ کرکے زر کاغذی کو جو حکومت بہت بڑی تعداد میں جاری کرتی تھی استعمال کرتے رہے اور انکو یقین تھا کہ جس وقت جرمنی اپنے مغلوب دشمنوں سے تاوان وصول کریگا یہ سب رقم کسی دن ضرور واپس ملجائیگی۔ لیکن اس امر پر کہ یہ نقطۂ خیال غلط ہے جسقدر زور دیا جائے کم ہے۔ صرف ایک چیز زر کاغذی کی قدر کو متاثر کرسکتی ہے اور وہ اجرا کی مقدار ہے۔ اگر مقدار بہت زیادہ نہو تو باوجود حکومت کا اعتبار ناقص ہونیکے زر کاغذی بہت عمدگی کے ساتھ چلیگا لیکن اسکے برعکس اگر حکومت کا اعتبار نہایت اعلیٰ درجے کا ہو گر نوٹوں کی تعداد بنک کی حقیقی ضرورتوں سے زائد ہو تو نوٹوں کی قدر گھٹ جائیگی اور انکو روکنا محال ہو جائیگا

سائنیے

انقلاب فرانس کے زمانے میں سائنیے[1] کی سرگزشت سے دنیا کو بھی سبق حاصل کرنا چاہیئے تھا۔ یہ ایک ایسا زر کاغذی تھا جسکی ضمانت بھی دنیا میں

---

[1] سائنیے (Assignats) انقلاب فرانس کے زمانہ میں اس نام کے کاغذی سکے جاری کیئے گئے تھے اور انکی ضمانت میں ملک کے بعض خطے وقف کردیئے گئے تھے۔

سب سے بہتر تھی، یعنی سرزمین فرانس اسکی ضمانت میں مکفول تھی۔ لیکن باوجود اسکے جب یہ غیر محدود مقدار میں جاری کیئے گیئے تو انکی قدر کی تخفیف کو دنیا کی کوئی قوت روک نہ سکی اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ جو سائنے پہلے ۸۰ فرانک یا ۴ پونڈ کے معادل تھا وہ آخر میں ۳ پنس سے بھی کم ہوگیا۔

بدل پذیری

پس ان حالات کے تحت کسی دوسرے زر کاغذی کا بھی یہی انجام ہوسکتا ہے۔ ضمانت کیسی ہی عمدہ ہو اور حکومت کا اعتبار کیسا ہی اچھا ہو لیکن اگر زر افراط سے جاری کیا جائے گا تو اسکی قدر کی تخفیف کو کوئی قوت نہیں روک سکتی۔ زر کاغذی کے لیئے صرف ایک چیز مستحکم ضمانت ہوسکتی ہے اور وہ بدل پذیری یا نقد پذیری ہے۔ اگر زر کاغذی بدل پذیر ہے تو اس سے زر کی افراط پر ایک روک قائم ہوجائیگی اور اس کا بدیہی نتیجہ یہ ہوگا کہ قیمت گھٹنے نہ پائیگی۔ روک یوں قائم ہوجائیگی کہ قیمت میں تخفیف شروع ہونے سے قبل ہی سب بنک زائد نوٹوں کو حکومت کے حوالے کرکے سونا وصول کرلیں گے اور اس طرح بہت سے نوٹ رواج سے ہٹ جائیں گے۔ لیکن اگر لوگ عقل سلیم سے کام لیں اور زر کاغذی کو استعمال کرنے کے عادی ہوجائیں تو ایسی صورت میں ان کے لیئے طلائی سکوں کی ضرورت باقی نہ رہیگی۔ چونکہ انگلستان کے خزانے کے نوٹ بدل پذیر ہیں گو اسکے باوجود لوگ ان کو سونے سے بدل لینے کے لیئے خواہشمند نہیں معلوم ہوتے اس لیئے یہ نوٹ امن و عافیت کے ساتھ رائج ہیں۔ لیکن جرمنی میں جو زر کاغذی رائج ہے وہ غیر بدل پذیر ہے۔ اسی وجہ سے اسکی افراط جنگ ختم ہونے سے پیشتر ملک کو خسارے میں ڈالدیگی اور جنگ کے بعد تو ملک کو پورا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔

افراط یا انتفاخ زر کی علامتیں

لیکن جو حکومتیں زر کاغذی کے اجرا کے بارے میں دیانتداری کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتیں ان کے اطمینان قلب کی خاطر خوش قسمتی سے ایسی بعض علامتیں ہیں جن سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ اجرا کی محفوظ حد سے کب

87

تجاویز کیا گیا۔ اور انھی علامتوں کو اب جانچنا چاہیئے۔ انتفاخ زر کی سب سے پہلی علامت یہ ہے کہ طلائی زر پر بڑھوتری وصول ہونے لگے، گویا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کو

(۱) سونے کی بڑھوتری

زر کاغذ کے مقابلے میں سکوں کی جدائی ناگوار ہے اور جن کو طلائی زر کی ضرورت ہوتی ہے وہ طلائی سکے فراہم کرنے کے لیئے بے چین ہیں، مثلاً بنک جن کو برآمد کے اغراض کے لیئے سونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ سونے کو حاصل کرنے کے لیئے بڑھوتری ادا کرتے ہیں۔ اور اس ادا شدہ بڑھوتری کو وہ دراصل اپنے ان گاہکوں سے وصول کر لیتے ہیں جو سونے کے طالب ہوں۔ جب کبھی کاغذی زر کی مقدار بہت زیادہ ہو جاتی ہے اسکی قدر فوراً گھٹنا شروع ہوتی ہے اور اسکو سب سے اول محسوس کرنیوالے وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو رقم باہر بھجوانی ہے کیونکہ عام حالات میں بھی جبکہ ملک کے اندر نوٹ اچھی طرح چل رہے ہوں مطالبات خارجہ کی ادائی صرف سونے ہی میں ہو سکتی ہے۔ جب تک ملک کے اندر سونے اور کاغذ کی قدر مساوی ہے لوگ ادا اور وصول کرنے میں ان کا امتیاز نہیں کرتے لیکن جس وقت کاغذی زر کو قبول کرنے یا طلائی سکوں کو ادا کرنے میں ذرا بھی لیس وپیش کرنے لگے یہ سمجھنا چاہیئے کہ آفت شروع ہو گئی۔ اور لوگوں کا سونے کو ترجیح دینا اس طرح سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنک سونے کی ادائی پر بڑھوتری وصول کرتے ہیں اس لیئے کہ ان کو برآمد کی تجارت کیلیئے سونے کی ضرورت ہوتی ہے۔

لیکن سونے پر بڑھوتری کا جو اثر پڑتا ہے وہ معمولی لوگوں پر ابتداً ظاہر نہیں ہونے پاتا۔ کیونکہ ادنیٰ درجہ کے لوگوں کو سونے کی کوئی خاص ضرورت پیش نہیں آتی اور انکی ضرورتیں زر کاغذی سے کامل طور پر پوری ہو جاتی ہیں۔ لیکن بیرونی ممالک کے تاجر دوسرے طریقے سے اسکا اثر اپنے اوپر محسوس کرتے میں اور وہ شرح مبادلہ کا اضافہ ہے۔ شرح مبادلہ کے مفہوم کی تفصیلی

(۲) شرح مبادلہ کا اضافہ

تشریح اگلے باب میں کیجائیگی۔ لیکن سردست مختصر طور پر یہ سمجھ لینا کافی ہوگا کہ

تاجر لوگ مطالبات خارجہ کی ادائی کی غرض سے سونا نہیں بھجواتے بلکہ اسکے بجائے جس ملک کا مطالبہ پورا کرنا ہے اسکی ہنڈیاں خرید لیتے ہیں اور ان کو ڈاک کے ذریعے سے اسی ملک میں جہاں انکا قرض خواہ ہے واپس بھیجدیتے ہیں، اب چونکہ یہ ہنڈی ایسے شہر مثلاً لندن کو روانہ کیجاتی ہے جہاں اسکے مبادلہ میں سونا ادا کیا جاتا ہے اس لیئے اس ہنڈی کا کسی کے پاس فروخت کی غرض سے رہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کے پاس سونا مبادلہ کے لیئے ہو۔ گویا کسی شئے کے مبادلے میں ہنڈی کا خریدنا اور بھجوانا اسکی قیمت کو سکّے کی شکل میں ادا کرنے کے برابر ہے۔ پس اگر کسی ملک میں زر کا غذی کی قدر طلائی سکوں کی نسبت گھٹ جائے تو لندن میں ہنڈی کا مالک پہلے کی نسبت زیادہ نوٹ یعنی نوٹوں کی مندرجہ رقم سے زائد رقم وصول کریگا تو تبع اسطرح رکھیگا جسطرح کہ طلائی سکوں کی قدر میں تخفیف ہونیکی صورت میں کرتا۔ اسطرح کسی ملک میں زر کا غذی کی قدر گھٹنے سے اس ملک کے خلاف شرح مبادلہ میں اضافہ ہو جاتا ہے اسی طرح جس طرح کہ جنگ کے زمانے میں تمام غیر جانبدار ممالک میں مبادلات خارجہ کی شرحیں جرمنی کے خلاف ہوگئیں[1]۔ لیکن اس استدلال پر بہت زیادہ زور نہ دینا چاہیئے کیونکہ جو دول جنگ میں شریک تھے کلیتہً دوسرے اسباب کی بنا پر مبادلات انکے بھی خلاف رہے۔ ان اسباب پر بعد میں مفصل بحث کیجائیگی، لیکن سردست اس امر کے متعلق کہ انگلستان کے مقابلے میں جرمنی کے مبادلات بہت زیادہ گھٹ گیئے یہ توجیہ کیجاسکتی ہے کہ انگلستان کے مقابلے میں جرمنی میں زر کاغذی کی قدر بہت گھٹ گئی تھی[2]۔ اگر جرمنی کی تجارت خارجہ کے دروازے اسطرح مسدود نہ ہو جاتے اور اسطرح سے وہ چاروں طرف سے مقید

---

[1] دیکھو ضمیمہ۔ جدول پندرہ۔

[2] نیز دیکھو روسی مبادلات۔

ہو جاتا جسطرح کہ جنگ کے زمانے میں ہوا تھا تو اسکے کاغذی زر کی قدر کی تخفیف بہت زیادہ نمایاں طور سے ظاہر ہوتی۔ انسداد تجارت خارجہ نے تخفیف قدر کو چھپائے رکھا۔ چنانچہ اسکی پوری وسعت کا اندازہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک جرمنی میں پوری طرح امن و امان قائم ہو کر بقیہ دنیا سے اسکے از سر نو تجارتی تعلقات نہ قائم ہو جائیں۔

(۳) سونے کا غائب ہونا زر کاغذی کی قدر میں تخفیف ہونیکی تیسری علامت جو بعض اوقات پہلی دو علامتوں کے ساتھ ساتھ نمودار ہوتی ہے یہ ہے کہ سونا غائب ہونے لگتا ہے اور یہ قانون گریشم کا فطرتی نتیجہ ہے۔ لوگ سونے کو یا تو اندوختوں کی شکل میں رکھتے ہیں یا مطالبات خارجہ کی ادائی میں بیرونی ممالک میں بھجوانے لگتے ہیں اور ملک میں ہر طرف زر کاغذی کا رواج ہو جاتا ہے۔

لیکن ایک ایسے معمولی طبقے کے آدمی کے لیئے جو بیرونی ممالک سے تعلقات نہ رکھنے کی وجہ سے مبادلات خارجہ سے کوئی دلچسپی نہ رکھتا ہو اور جو زر کاغذی کو اسوقت تک وصول کرتے رہنے پر قانع رہتا ہے جب تک کہ اس سے اسکا روزمرہ کا کاروبار اچھی طرح سے چلتا رہے مذکورہ بالا علامتیں مقابلتہً کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ان علامتوں سے نابلد ہوتا ہے۔ لیکن اسی طبقے کے لوگوں پر جو ملک کی آبادی کا بڑا حصہ ہیں قدر زر کی تخفیف کا اثر دوسرے طریقے سے ظاہر ہوتا ہے اور یہ قیمتوں کا اضافہ یا گرانی ہے۔ بعض لوگ ممکن ہے یہ خیال کریں کہ ابتدائً جس وقت تاجر اور دوکاندار یہ محسوس کرنا شروع کرتے ہونگے کہ زر کاغذی بہ نسبت پہلے کے کم قیمت ہو گیا ہے تو لین دین کرنے میں قیمتوں پر جھگڑا ہوتا ہوگا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ عملاً ایسا نہیں ہوتا، اس لیئے کہ جونہی تاجروں کو یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ انکو اشیا درآمد کرنیکی صورت میں پہلے کی بہ نسبت زیادہ قیمت ادا کرنی پڑ رہی ہے کیونکہ اسکا سونے کی صورت میں ادا کرنا ضروری ہے اور سونا زر کاغذی کی

نسبت بہت بیشقدر ہے تو وہ فطرتی طور پر اپنے اس نقصان کی تلافی کرنیکی غرض سے خود جن اشیا کی تجارت کرتے ہیں انکی قیمت بڑھا دیتے ہیں، یہ مرض متعدی اور عام ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ قیمتیں پہلی حالت پر نہیں رہتیں، بلکہ اسکے بجائے زر کاغذی کی قدر کی تخفیف کے اثر سے بچنے کیلئے اضافہ قیمت کا زیادہ آسان مگر مساوی طور سے موثر طریقہ اختیار کیا جاتا ہے اور گرانی رونما ہوتی ہے، گویا اسی اعتبار سے زر کاغذی کی قوت خرید میں بھی کمی ہو جاتی ہے۔ ان حالات میں اگر ملک میں تھوڑا بہت سونا بھی باقی رہ گیا ہو تو عجیب و غریب صورت حالات رونما ہوتی ہے یعنی بازار میں ایک ہی شئے دو مختلف قیمتوں پر دیجاتی ہے اور ثنویت قیمت شروع ہو جاتی ہے۔ گرانی کا دور دورہ تو رہتا ہی ہے، لیکن پھر بھی سونا دینے کی صورت میں دوکاندار لوگ اپنا مال کچھ کم قیمت پر فروخت کرنے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ اس قسم کی صورت حال قدر زر کاغذی کی تخفیف کی آخری اور مہلک علامت سمجھی جاتی ہے۔ لیکن جنگ کے زمانے میں جو تجربہ حاصل ہوا اسکی بنا پر یہ بات جتا دینی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ جسطرح انگلستان میں بعضوں نے فرض کر لیا ہے یہ مفروضہ قائم کرنا کہ قیمت کا اضافہ زر کاغذی کی افراط کا لازمی نتیجہ ہے صحیح نہیں ہے۔ خود انگلستان ہی کی مثال اس دلیل کا بین ثبوت ہے۔ انگلستان میں جنگ کے بعد بعض وجوہ سے جنکی تفصیل یہاں مناسب نہیں قیمتیں بہت بڑھ گئیں، لیکن وہاں سونے کے مقابلے میں زر کاغذی کی قدر میں ذرا سی بھی تخفیف نہیں ہوئی اور جب تک بنک آف انگلینڈ خزانے کے نوٹوں کو سونے میں یا اپنے جاری کردہ نوٹوں کی شکل میں بدلنے کے لئے تیار رہا ایسی تخفیف قدر ناممکن ہے۔ اسکے برعکس جرمنی میں قیمتوں میں گوناگوں اضافہ ہوا اور اسکی وجہ اگرچہ جزوی طور پر مگر یقینی طور پر، وہاں کے زر کاغذی کی قدر کی تخفیف ہے۔

ثنویت

نقائص کی اصلاح

اب صرف زر کاغذی کی افراط سے بچنے کے تدابیر بتانا

باقی ہے۔ نقائص سے بچنے کا طریقہ تو بہت سیدھا سادھا ہے، مگر اس پر عمل کرنا عام طور پر بہت دشوار بلکہ ناممکن ہے۔ حکومت کو کرنا تو یہ چاہیئے کہ زر کاغذی کا اجرا موقوف کردے اور غیر ضروری زر فوراً واپس لے لے، یعنی واجب الوصول رقوم مثلاً محصول زر کاغذی کی شکل میں وصول کرے اور واجب الادا رقوم کو زر طلائی میں ادا کرے۔ لیکن بدقسمتی سے یہی وہ طرز عمل ہے جو حکومت ان حالات میں اختیار کرنے سے قطعی معذور و مجبور ہوتی ہے۔ اس نے زر کاغذی اسی وجہ سے جاری کیا کہ اسکی جیب طلا سے خالی تھی یا وہ کافی سونا نہیں رکھتی تھی، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے سر پر قرضوں اور مطالبات کا بار رکھتے ہوئے اپنی بے بضاعتی کو دور کرنیکے واحد وسیلے یعنی زر کاغذی کو منسوخ کردے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہی ایک واحد علاج زر کی افراط اور اسکے خطرات کو روکنے کا ہے۔ جو قومیں زمانۂ جنگ میں زر کاغذی بافراط جاری کرنیکے مرض میں مبتلا تھیں انکو اسکے دفعیے کے لیے اسی علاج پر کسی نہ کسی دن کاربند ہونا پڑے گا اسکے لیے آہستہ آہستہ سونے کا ذخیرہ فراہم کرنا ہوگا اور بہت عرصہ تک تیاری کرنی پڑے گی۔ اور یورپ زمانۂ جنگ کے زر کاغذی کی مسدودی کو جنگ کے بعد کئی سالوں تک نہیں دیکھے گا۔

ان سب باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر زر کاغذی کے اجرا میں مناسب حفاظتی تدابیر اختیار کیئے جائیں تو ملک و قوم کو خصوصاً آفتوں کے زمانے میں اس سے حقیقی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں، لیکن زر کاغذی کے استعمال اور رواج میں کئی خطرات ہیں۔ تاہم موجودہ زمانے میں ایک نیا نظام صورت پذیر ہوا ہے، گو وہ بھی نقائص سے خالی نہیں، مگر اس قسم کے اعتراضات کا مورد نہیں ہے۔ اس نظام کو اعتباری نظام یا قرضوں کے لین دین کا انتظام کہتے ہیں جس پر موجودہ زمانے کی کل ترقی یافتہ

اقوام عالم کے کوٹھی کے کاروبار کا مدار ہے[1]

---

[1] اس باب کی ترتیب میں جیڈ کی کتاب باب ششم کے اور جیونس کی کتاب ”زر“ باب شانزدہم ہفدہم و ہیژدہم کے مطالعہ سے مدد لیگئی (مصنف)۔

نواں باب

اعتباری نظام

(۱) ادھار تجارت۔ زر کی کفایت۔ (۲) بنک کے کام (۳) حساب گھر (۴) امانتی رقوم اور بٹہ۔ (۵) بنک نوٹ اور ان کا تقابل ہنڈیوں اور غیر بدل پذیر زر کاغذی سے (۶) بنک کا اثاثہ اور رقوم واجب الادا۔ (۷) سرمایہ محفوظ۔

موجودہ زمانے کے اعتباری نظام میں نہ صرف لندن کا کوٹھی کا کاروباری نظام شامل ہے بلکہ کل دنیا کا تجارتی نظام بھی اسی میں داخل ہے اور اس کی ترقی اس امر کی عجیب وغریب مثال ہے کہ ایک چھوٹی سی اصطلاح کا جو مطلب ہے یا ابتدآً اس کا جو مفہوم قرار دیا گیا تھا وہ بتدریج کس طرح زیادہ وسیع معنوں میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح لفظ اعتبار کا مطلب صرف اعتبار یا بھروسہ ہے اور ابتدآً اعتباری نظام کا مفہوم یہ تھا کہ سوداگر اپنا مال فروخت کر کے فوراً قیمت طلب نہیں کرتے تھے بلکہ خریدار کو ادا کرنے کی مہلت دیتے تھے۔ بالفاظ دیگر اعتباری نظام صرف ادھار تجارت کا

ایک طریقہ تھا۔ چنانچہ خردہ فروش دوکاندار بھی اس لفظ کو اب تک اسی معنی میں استعمال کرتے ہیں، لیکن ترقیات زمانہ کے ساتھ بتدریج اسکے مفہوم میں بہت کچھ توسیع ہوگئی ہے۔ اور یہ لفظ پہلے سے زیادہ وسیع معنوں میں استعمال ہونے لگا ہے۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ قرض گیر ادائی مطالبہ کا وقت آنے سے قبل اپنے اشیا قرض دہندہ سے فروخت کر کے خود بھی قرض دہندبنجاتا تھا اور اس طرح اس کے ذمہ کی واجب الادا رقم زائل ہو جاتی تھی۔ اس سے بتدریج یہ ترقی رونما ہوئی کہ نقد زر کے ادا کرنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی اور ہر قسم کے مطالبات

توازن حسابات

اور واجب الادا رقوم ایک دوسرے کے مقابلے میں زائل کر کے داد وستد یا حسابات میں توازن پیدا کرنے لگے۔ اور پھر یہ طرز عمل صرف ایک شہر کے رہنے والوں کی حد تک محدود نہیں رہا بلکہ ایک شہر اور ایک ملک کے رہنے والے دوسرے شہر یا دوسرے ملک کے رہنے والوں کے مطالبات اور ان کے ذمے کے رقوم واجب الادا اسی طرح کے حسابات کے ذریعے سے متوازن کر کر کے بیباق کرنے لگے۔ اور اسطرح سے ایک نہایت ہی پیچیدہ، عجیب وغریب اور عدیم النظیر نظام کاروبار رونما ہوگیا جس کے ذریعے سے کروڑوں کا کاروبار ایک پیسہ ادھر سے ادھر کیئے بغیر انجام پاتا ہے اور زر کو استعمال کرنے کی مطلق ضرورت نہیں پڑتی بلکہ صرف چک ہنڈی اور بنک کے حوالے ناموں یا ڈرافٹ وغیرہ سے کام لیا جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی ہنوز کل نظام اعتباری نظام کے نام سے موسوم کئے جانے کا مستحق ہے، کیونکہ اسکی بنیاد یہ ہے کہ داد وستد کے لیئے زر کے قائم مقاموں اور نائبوں کے استعمال کرنے میں لوگ ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے تمام کوٹھی کے کاروبار کے نظام کی بنیاد اس خیال پر ہے کہ جہاں تک جلد ممکن ہو مطالبات ادا کر دیئے جائیں۔ ہر شخص دوسرے پر اس لیئے بھروسہ کرتا ہے کہ دوسرے بھی اس پر بھروسہ کرتے ہیں اور جب تک خوش اعتمادی کا یہ دور قائم رہیگا

معاملات نہایت خوبی کے ساتھ طے پائیں گے اور غیر معمولی طور سے اعلیٰ درجہ کی کارکردگی رونما ہوگی۔ اس تمام کل کا محور و مرکز باہمی اعتماد و اعتبار ہے، اس کے ذریعے سے کاروبار بیشترین عجلت اور کم ترین مصارف کے ساتھ طے ہو جاتا ہے۔ اس نظام کے متعلق یہ بیان کیا جا سکتا ہے کہ وہ عصر جدید کے بنک میں مرتکز ہے۔ چنانچہ یہ معلوم کرنا مقدم ہے کہ بنک کے کام اور فرائض کیا ہیں اور اعتبار کی کل کو چلانے میں یہ بنک کس طرح سہولتیں بہم پہونچاتے ہیں۔

اعتبار کی سب سے آسان نظری مثال یہ ہے کہ جب ایک فروشندہ کسی کے ہاتھ اپنا مال فروخت کرے تو بجائے اُس کی نقد قیمت اس سے وصول کرنے کے اس کے آئندہ تاریخ پر ادا کرنیکے وعدہ کو قبول کرلے۔ یہ وعدہ پورا ہونے سے پہلے فریقین کی حیثیت بدل جاتی ہے یعنی فروشندہ خریدار بنجاتا ہے اور خریدار فروشندہ۔

ادل بدل کا التوا

اس طریقے پر باہمی قرضہ زائل ہو جاتا ہے۔ یہ گویا عملاً ادھار طریق پر اشیا کو ایک دوسرے سے ادل بدل کرنے کا طریقہ ہے۔

لیکن مبادلۂ اشیا کی صورت میں سب سے بڑی دقت جو پیش آتی ہے وہ یہ ہے کہ دو ایسے شخص ہوں جن میں ایک کو جن اشیا کی ضرورت ہو دوسرا ان کو مہیا کردے اور اسکے اشیا مبادلے میں قبول کرلے اور دونوں میں بیک وقت قرضدار اور قرضدہندے کا تعلق قائم ہو سکے۔ پھر بھی اگر یہی طریقہ وسیع ہو جائے اور دو سے زیادہ اشخاص اس طرح پر عمل کریں تو اس طریقے پر نہایت کامیابی کے ساتھ عمل ہو سکتا ہے مثلاً الف ب سے کچھ مال خرید کرتا ہے اور بجائے نقد قیمت کے ایک تحریری وعدہ لکھدیتا ہے۔ ب ج سے سامان خریدتا ہے اور الف کے تحریری وعدے کو ج کے حوالے کرتا ہے۔ ج الف سے سامان خریدتا ہے اور یہ تحری وعدہ الف کو واپس کر دیتا ہے۔ اس دائرے میں دوسرے متعدد خریدار اور فروشندے بھی شریک

93

ہو سکتے ہیں یہاں تک کہ رقوم واجب الادا ایک سے دوسرے پر منتقل ہو ہو کر حسابات صاف ہو سکتے ہیں۔

بنک اور ان کا کام اسکے بعد ترقی کا نیا دور شروع ہوا اور بنکوں کا رواج نکلا یعنی بجائے اسکے کہ سب ایک دوسرے کے قرضخواہ اور قرضدار رہیں یہ طریقہ ایجاد کیا گیا کہ ایک ہی شخص مشترکہ طور پر قرضخواہ و قرضدار ہے اور وہی ہر تاجر کے مطالبات اور رقوم واجب الادا میں توازن قائم کرے اور جس سے جتنی رقم واجب الوصول ہو وہ وصول کرے اور جس کو جتنی رقم واجب الادا ہو اس کو اتنی ادا کرے۔ چنانچہ یہی بنک کے کاروبار کا خلاصہ ہے۔ الف ب سے سامان خرید کرتا ہے مگر بجائے ب کو تحریری وعدہ لکھدینے کے بنک کے نام چک یا حکم جاری کرتا ہے کہ مندرجہ رقم ب کو دیدیجائے۔ لیکن ب کو بنک سے یہ رقم اسوقت ملسکتی ہے جبکہ الف اپنا سامان ج کو فروخت کرتا ہے اور ج کا دیا ہوا چک بنک میں جمع کرا دیتا ہے، اسکے بعد بنک ب کو ج کے حساب سے رقم ادا کردیتا ہے یا حسب مثال سابقہ ج اپنا سامان ب کے ہاتھ فروخت کر کے چک وصول کرتا ہے اور یہ سب رقمیں بنک کے حساب کتاب میں درج ہوکر اور ایک سے دوسرے کے نام منتقل ہوکر زائل ہو جاتی ہیں۔ گویا بنک کا پہلا کام یہی ہے کہ مختلف گاہکوں کے رقوم واجب الادا اور مطالبات میں توازن قائم کرے اور اپنے حساب وکتاب میں ہر ایک کے نام سے ایک مدّ روال کھولے اور اس مدّ میں اسکے جاری کردہ اور وصول شدہ چکوں کی رقموں کا حساب درج کرے۔ اس طرح سے بنک کے کھاتہ دار بننے میں تاجروں کو بھی بڑی سہولت ہوتی ہے کیونکہ ان کو ہر لین دین میں زر نقد ادا کرنیکی دقتوں سے نجات ملجاتی ہے، اگر بنک اپنا چکوں کا کاروبار ایک شہر تک محدود رکھنے کے بجائے کل ملک پر پھیلا دے تو تاجروں اور عوام کی سہولتوں میں اور بھی زیادہ اضافہ ہوجاتا ہے، مثلاً اس صورت میں لندن کا ایک تاجر شخص چک جاری کر کے برطانیہ کے ہر گوشے میں اپنے قرضخواہوں کے مطالبات کی ادائی کرسکتا ہے، وہ اس طرح سے کہ قرضخواہ ان چکوں کو وصول

کرکے اپنے مقامی بنکوں میں داخل کردیں گے اور وہ بالآخر کار دبار میں دست بدست منتقل ہوکر لندن میں چک لکھنے والے کے بنک میں واپس آجائیں گے جہاں پر انکی مندرجہ رقم انکے حساب سے ادا کر دیجائیگی۔

حساب گھر لیکن پھر اس نظام کی مزید ترقی ممکن اور حقیقت میں ضروری ہو جاتی ہے۔ جوں جوں بنک کاری کا طریق ترقی کرتا ہے متعدد مختلف بنک مختلف شہروں میں یا ایک ہی شہر میں قائم ہو جاتے ہیں۔ سب لوگ ایک ہی بنک سے معاملہ نہیں کرتے بلکہ ان بنکوں کے مختلف گاہک ہوتے ہیں اور ہر بنک کے گاہک دوسرے بنکوں کے گاہکوں سے معاملہ کرتے ہیں۔ جتنی جتنی چکوں کے ذریعے سے کاروبار طے کرنے کے طریقے میں ترقی ہوتی جاتی ہے بنکوں کو ایک ایسے شخص یا ایسی جماعت کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے جو خود بنکوں کے معاملے میں اسی طرح اور اسی حیثیت سے کام کرے جس طرح ایک بنک اپنے گاہکوں کے معاملے میں انجام دیتا ہے گو یا یہ جماعت بنکوں کے لین دین کا حساب کتاب رکھے اور جس بنک کے ذمے جتنی رقم واجب الادا ہو اس کو دوسروں کو ادا کرے اور اس کو جتنی رقم دوسروں سے واجب الوصول ہو وصول کر کے اسکے حوالے کردے۔ ایسی کارکن جماعت حساب گھر کہلاتی ہے۔ لندن کے کل بڑے بڑے بنک حساب گھر کے رکن ہیں اور انگلستان کے دیگر مقامات کے بنک بھی اپنے لندن کے ایجنٹوں کے ذریعے سے اس میں شریک ہیں۔ ہر صبح کو ان سب بنکوں کے گماشتے یا نمائندے لمبارڈ اسٹریٹ کے حساب گھر میں جمع ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھ ان چکوں کے پلندے بنا کر لاتا ہے جو اسکے بنک کے گاہکوں کو دوسرے سب بنکوں کے گاہکوں سے وصول ہوئے۔ ہر بنک کا فرد حساب حسب ذیل طریقے پر تیار ہوتا ہے (الف) جانب راست یعنی واجب الوصول کی مد میں ان چکوں کی رقمیں درج کیجاتی ہیں جو دوسرے بنکوں کے گاہکوں نے اپنے بنکوں کے نام جاری کرکے اس بنک کے گاہکوں کے حوالے کیئے اور وہ اس بنک میں

آگئے (ب) جانب جیب یعنی مد واجب الادا میں ان چکوں کی رقمیں درج کیجاتی ہیں جو اس بنک کے گاہکوں نے اس بنک کے نام جاری کرکے دوسرے بنکوں کے گاہکوں کے حوالے کئے اور وہ دوسرے بنکوں کے پاس جمع ہوگئے۔ اسطرح مجموعی دینداری اور لینداری کا حساب کرکے اور انکا مقابلہ و موازنہ کرنے پر باسانی دریافت ہوجاتا ہے کہ کس بنک کو کسقدر دینا ہے اور کس سے کسقدر لینا اور اسی کے مطابق ہر بنک کو مختصر فرد حساب بناکر دیدیا جاتا ہے۔ اگر کسی بنک کا کسی دوسرے کیطرف کچھ نکلتا ہو تو حساب گھر زائد رقم کے چک بنک آف انگلینڈ کے نام لکھکر قرضخواہ بنک کے حوالے کرتا ہے۔ اگر اسکے برعکس کسی بنک پر دوسرے بنکوں کی کچھ رقم نکلتی ہو تو بھی حساب گھر بنک آف انگلینڈ کے نام چک لکھکر اپنے حساب میں اس رقم کو جمع کرادیگا۔ واضح ہو کہ بنک آف انگلینڈ ان سب بنکوں کے واسطے مرکزی بنک کی حیثیت رکھتا ہے جہاں پر ان بنکوں کے نقد فاضلات جمع رہتے ہیں اسی لئے اس کے نام یہ چک جاری کئے جاتے ہیں۔ غرض شام تک بنک آف انگلینڈ میں حساب گھر کے لین دین کا توازن بعینہ ایسا ہوجاتا ہے جیسا کہ صبح میں تھا کیونکہ بنک کو جو چک وصول ہوتے ہیں انکی رقم ٹھیک اتنی ہی ہوتی ہے جتنی کہ اس نے ادا کی۔

انگلستان میں بنک کے حساب وکتاب اور چکوں کے استعمال کے طریق نے اس درجہ ترقی کرلی ہے کہ ۱۹۱۸ء میں حساب گھر کے ایک سال کے لین دین کا تخمینہ کیا گیا[1] تو معلوم ہوا کہ کل ۱۹۷۵،۱۱۲،۰۰۰ پونڈ کا حساب صاف ہوا۔ حساب گھر میں ایک دن میں ۸۰۰۰۰۰ چکوں سے زائد چک داخل ہوئے۔ اور ایک دن میں جو بیشترین مقدار ادا کی گئی وہ ۱۳۱،۴۲،۰۰۰ پونڈ تھی۔ اور یہ سب کثیر المقدار زر کا کام ایک پونڈ نقد دئے لئے بغیر انجام پایا۔ اسطرح یہ معلوم ہوگا کہ اس نظام کے تحت جتنا کاروبار انجام دیا جاسکتا ہے وہ نہایت عظیم المقدار ہے۔ کسی دوسرے طریقے پر اتنے بڑے کاروبار کو جس میں نقد لین دین کی ضرورت ہو، سرانجام دینا قطعاً ناممکن ہے، کیونکہ ملک میں اتنی رقم ہی موجود نہیں جس کی مدد سے ایک دن میں اتنا بڑا کاروبار کیا جاسکے۔ انگلستان میں طلائی سکوں کی کل مقدار

حاشیہ [1]۔ دیکھو جدول (۸)۔

بقدر ۲۰۰۰۰۰۰۰۰ پونڈ ہے جو دو دن کے بیشتر ین لین دین کے لیے بھی بمشکل مکتفی ہو سکتی ہے۔ اگر اتنی کثیر رقم مہیا بھی ہو جائے اور اسکے ذریعے سے کاروبار بھی ہونے لگے تب بھی اتنی رقم کے وقت پر ادا کرنے کے لیئے کارکنوں کا ایک جم غفیر درکار ہوگا۔ اسکے برعکس لاکھوں پونڈ کا ایک چک اسی سرعت اور سہولت کے ساتھ ادھر سے ادھر منتقل کیا جا سکتا ہے جس طرح کہ پانچ پونڈ کا چک۔ اس طرح بنک کاری کے نظام نے کاروبار کو انجام دینے کا نیا طریقہ تخلیق کیا ہے اور چکوں کا نظام ہماری جدید کاروباری دنیا کی ترقی کا نہایت اہم عنصر بن گیا ہے۔

لیکن بنک اپنے گاہکوں کے مابین حسابات کا تصفیہ کرنے کے طریق کو جس حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتے ہیں اسیطرح دیگر کاموں کو بھی انجام دیتے ہیں۔ موجودہ زمانے کی صنعت و تجارت کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اصل مستعار کثیر مقداروں میں استعمال ہوتا ہے۔ صناع اپنا تیار کیا ہوا مال تھوک فروش تاجر کے ہاتھ فروخت کرتا ہے، یہ تھوک فروش خریدا ہوا مال خوردہ فروش دوکاندار کو فروخت کرتے ہیں اوران سے عوام اپنی ضرورتوں کے مطابق چیزیں خریدتے ہیں مگر ان کی قیمت فوراً ادا نہیں کرتے۔ اسطرح پر اشیا کے پہلی مرتبہ فروخت ہونے اور آخری دفعہ انکی قیمت ادا ہونے میں مدت لگتی ہے۔ اس مدت میں صناع کو اپنے مصارف پورے کرنے، مزدوروں کی اجرت ادا کرنے اور اشیائے خام خریدنے کے لیئے رقم درکار ہوتی ہے، تھوک فروش تاجر سے فوراً قیمت وصول ہونے کی کوئی توقع نہیں، کیونکہ وہ ہنڈی کے ذریعے سے تین ماہ کی میعاد گزرنے کے بعد قیمت ادا کریگا۔ مگر صناع تین مہینے تک انتظار نہیں کرسکتا پس صناع کیلیئے کوئی دوسرا چارۂ کار نہیں سوائے اسکے کہ اس تحریری وعدے یا ہنڈی کو فروخت کرے اور وہ حسبہ اسکو بنک کے ہاتھ بٹہ پر فروخت کر دیتا ہے۔ گویا ہنڈی پر بٹہ کاٹ کر رقم فراہم کرنیکا طریقہ

بنکوں کا دوسرا کام ہے۔ اور اس طریقے پر جو قرضہ حاصل کیا جاتا ہے اس پر صنعت و تجارت کا بڑی حد تک مدار ہے، جنگ سے قبل انگلستان کے جملہ بنکوں کی مدِّامانت میں ....۰۰۰۰ پونڈ سے زائد رقم تھی اسی سے اس قسم کے لین دین کی وسعت و عظمت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔[1]

یہ رقم کہاں سے آتی ہے

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بنکوں کے پاس یہ رقم کہاں سے آتی ہے۔ سب سے پہلے تو بنکوں کا ذاتی اصل ہوتا ہے، لیکن یہ بہت ہی حقیر رقم ہوتی ہے بنکوں کے سرمائے کا بیشتر حصہ مدِّ رواں اور مدِّ امانت کے رقوم پر مشتمل ہوتا ہے۔ مدِّ رواں اور مدِّ امانت میں وہ رقوم ہوتے ہیں جو بنک میں جمع کر دئے جاتے ہیں اور جن کو لوگ اپنے طور پر یا تو اسوجہ سے استعمال نہیں کر سکتے کہ ان کو کاروبار میں لگانے کی کوئی فوری ضرورت درپیش نہیں ہوتی یا اسوجہ سے کہ کاروبار میں کافی منافع مل چکا ہے اور وہ اس کو پس انداز کرنا چاہتے ہیں۔ غرض یہ رقوم کسی دوسری مناسب جگہ مشغول ہونے تک بنک ہی میں پڑے رہتے ہیں۔ یا انکے کاروبار کی نوعیت شغل اصل کا مناسب موقع نہیں پیش کرتی جیسا کہ پیشہ ور اشخاص کی صورت میں ہوتا ہے، یا بعضوں کے پاس اتنی قلیل رقم ہوتی ہے کہ اسکو جداگانہ طریقے سے مشغول کرنا تحصیل حاصل ہوتا ہے۔ یا بعض لوگ اپنی حیثیت کے اعتبار سے اسکو لگائے رکھنے کے طریقوں سے ناواقف ہوتے ہیں اور خطرات برداشت کرنے سے ڈرتے ہیں۔ ایسے سب لوگ اپنا زر عارضی طور سے بنک میں جمع کر دینے کے لئے آمادہ و تیار ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ بنک اس کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے سر لے اور اس پر کچھ سود انھیں ادا کرے یا اگر سود بھی نہ ملے تو بھی وہ اپنی رقم جمع کرنے کے خواہاں ہوتے ہیں۔ جسوقت وہ چاہیں بنکوں سے اپنی امانت واپس لے سکتے ہیں۔ اس قسم کے زر پر بنک کم سود ادا

---

[1] دیکھو ضمیمہ۔ جدول نہم۔

کرتے ہیں اور یہی زر جب دوسروں کو بطور قرض دیتے ہیں تو اس پر زیادہ سود وصول کرتے ہیں، گویا وہ زر کو ارزاں نرخ پر خرید کر گراں نرخ پر فروخت کرتے ہیں۔ بنکوں سے قرض حاصل کرنے والے زیادہ تر صناع اور تاجر وغیرہ ہوتے ہیں، بنک ان سے جو بٹہ وصول کرتے ہیں اسکی شرح کنندوں کو واجب الادا شرح سود سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ بنک سب خطرات برداشت کرتے ہیں اور ان دونوں شرحوں کے فرق کو یا تو بطور منافعہ رکھ لیتے ہیں یا انجام دادہ کام و برداشت کردہ خطرات کا معاوضہ شمار کرتے ہیں[1] اسطرح یہ کام یعنی قرض کا لین دین بنک کا دوسرا کام ہے۔ ساہوکار اصل کو اس طرح خریدتا اور فروخت کرتا ہے جسطرح کہ دیگر تاجر دیگر اشیا کا کاروبار کرتے ہیں اور اس طریق کی نہایت اعلیٰ درجے کی ترقی کا نتیجہ یہ ہے کہ انگلستان میں زر کبھی بیکار نہیں رہنے پاتا اور دوسری جانب اولوالعزم تاجروں اور صناعوں کو کبھی قلت اصل کی شکایت نہیں ہوتی یا قلت اصل کے باعث کوئی کاروبار تباہ نہیں ہونے پاتا۔

امانت جمع کرنیکی شرطیں۔ بنک میں امانتیں مختلف طریقوں پر جمع کیجاتی ہیں۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ مقررہ میعاد کے لحاظ سے زر امانت جمع کیا جاتا ہے، اس سے پہلے اسکو واپس نہیں لے سکتے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ زر امانت واپس لینے سے کچھ مدت پہلے بنک کو اطلاع دینی پڑتی ہے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ زر امانت جس وقت چاہیں واپس لے سکتے ہیں۔ تیسرے طریق کی امانت عملاً زر رواں ہے بجز اس صورت کے کہ کل رقم ایک وقت نکالی جاسکے یا ایک ساتھ جمع کیجا سکے۔ اسکے برخلاف مد رواں کے رقوم مختلف اوقات میں چکوں کے ذریعے سے مختلف اقساط میں نکالی جاسکتی اور جمع کیجاسکتی ہیں۔ زر رواں سودی بھی ہوتا ہے اور بے سودی بھی، اگر

[1] دیکھو جدول (۱۶)۔

آجکل بالعموم اس پر سود نہیں دیا جاتا۔ اگر زر رواں کے واپس حاصل کرنے کے لیئے پہلے سے اطلاع دینا ضروری قرار دیا گیا ہو تو وہ زرامانت ہو جاتا ہے۔ زرامانت پر بنک جو سود ادا کرتے ہیں وہ یا تو مدت امانت پر موقوف ہوتا ہے یا واپسی رقم کی اطلاع کی مدت پر جسکے تعین کا بنک مجاز و مختار ہے۔

بنک کے قرضے پھر بنک مختلف شکلوں میں قرضے دیتے ہیں مثلاً (۱) اوورڈرافٹ یا بنک کی کفالت پر یا بغیر کفالت کے زائد رقم لبطور قرض دینا (۲) نقد قرضے (۳) ہنڈیوں پر بٹہ کاٹنا (۴) قابل بیع وشری دستاویزات مثلاً قیمتی اشیا کی ہنڈیوں اور تمسکات وغیرہ کی ضمانت پر رقم دینا۔

لیکن بٹہ پر قرضہ دینے کی ضروری شرط یہ ہے کہ بنک میں پہلے سے امانتیں جمع ہوں اور امانتوں کے فراہم ہونے میں دیر لگتی ہے کیونکہ اسکے لیئے عوام میں بنک کا اعتبار قائم ہونا ضروری ہے اور اعتبار کے قائم ہونے میں مدت لگتی ہے۔ اگر بنک کسی طرح پہلے قرضہ دیسکتے اور اسکے بعد خود قرضہ لے سکتے تو ان کو اس میں بڑی سہولت ہوتی۔ اسطرح وہ اپنے کاروبار کو زیادہ وسیع پیمانے پر پھیلا سکتے، چنانچہ یہی وہ طریقہ ہے جس پر وہ اب عمل پیرا ہیں۔ انھوں نے نوٹ جاری کرنے کا طریق اختیار کیا۔ یہ بنک نوٹ پر امیسری نوٹ یا ادائی رقم کے تحریری وعدے ہیں، انکو جاری کرکے بنک گویا اپنے تحریری وعدوں کا تاجروں کے تحریری وعدوں سے مبادلہ کرتا ہے۔ لیکن بنک کے تحریری وعدے زیادہ قابل اعتبار اور زیادہ معروف ہوتے ہیں اسلیئے عوام ان کو بطیب خاطر قبول کر لیتے ہیں۔ غرض بنک کے نوٹوں کے رواج پانیکا سبب اولی یہی ہے۔

نوٹ اور ہنڈی انکے فرق اور فوائد لیکن سوال یہ ہے کہ اس سے تاجر کو کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟ بظاہر تو

اس نے صرف ایک تحریری وعدے کا دوسرے تحریری وعدہ سے مبادلہ کیا۔ گر بنک کے نوٹ میں اور ہنڈی میں چند ایسے فرق ہیں جنکی بنا پر نوٹ تاجر کے لیئے زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے کیونکہ نوٹ زر سے بہت قریبی مشابہت رکھتے ہیں۔ اول تو بنک کے نوٹوں میں سود نہیں ہوتا۔ بادی النظر میں یہ ایک کھلا ہوا نقص معلوم ہوتا ہے لیکن ایک لحاظ سے ایسا نہیں ہے۔ ہنڈی کی قدر میں اسکے ادا کرنے کی مدت کے مطابق یوماً فیوماً تغیر تبدل ہوتا رہتا ہے کیونکہ ادائی کی تاریخ سے پہلے

نوٹ پر بٹہ نہیں کٹتا

تک اس پر بٹہ کاٹا جاتا ہے اور جب میعاد ختم ہو جاتی ہے تو اصل رقم پر سود لیا جاتا ہے۔ اسکے برعکس بنک کے نوٹ کی قدر میں کسی قسم کے تغیرات نہیں ہوتے، اس پر جو رقم درج ہوتی ہے ہمیشہ وہی لی دی جاتی ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ زر کے نقطۂ نظر سے یعنی اس حیثیت سے کہ وہ بہت جلد جلد دست بدست گردش کرسکتا ہے نوٹ میں بہت بڑا افادہ مضمر ہے۔ کیونکہ اسکے لینے والے کو تامل کرنے اور حساب کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ اسکی موجودہ قدر کیا ہے اور آئندہ کیا ہو جائے گی۔ اس لحاظ سے بنک نوٹ ہنڈی سے مشابہت رکھنے کے بجائے سکے سے زیادہ مماثلت رکھتا ہے۔

نوٹ تحریر ظہری کی قید سے آزاد ہے

اسکے ماسوا بنک کا نوٹ قابل انتقال ہے اور تحریر ظہری کے بغیر ایک حامل کے ہاتھ سے دوسرے کے ہاتھ میں گھومتا پھرتا ہے اور فریقین پر جن کے ہاتھوں سے وہ گزرتا ہے اسکو ادا کر دینے کے بعد کوئی ذمہ داری نہیں رہتی۔ یوں تو اس معاملے کی تفصیلی تشریح و بحث کے لیئے ایک جداگانہ کتاب درکار ہے جس میں ہنڈیوں کے قانون کی توضیح کرنی پڑیگی، لیکن یہاں پر سردست اس قانون کے اساسی نکات بیان کر دینا کافی ہے۔ ہنڈی کا نظریہ یہ ہے کہ ہنڈی زر کے وصول کرنے یا اسکو پانے کا حق حاصل کرنیکی ایک

دستاویز ہے۔ حقوق کے دستاویزات کے قانونی نظام کا مقصد یہ ہے کہ اشیا یا قیمتی چیزوں کا کوئی مالک اپنا حق ملکیت دوسرے کو منتقل کر سکے خواہ بذریعہ تحریری معاہدہ یا وثیقے کے یا محض دستاویز کی منتقلی کے ذریعے سے جو اشیا کی قائم مقام ہے۔ مثلاً جیسے اسباب برآمد کی غرض سے جہاز پر لادا جاتا ہے تو جہاز کا کپتان یا اس کا نمائندہ مالک اسباب کو لداؤ پرچہ لکھدیتا ہے جو درحقیقت اس بات کا صداقت نامہ ہے کہ اسباب جہاز پر لد گیا اور جہاز کے منزل مقصود پر پہونچنے پر اسکے نئے مالک کو مل سکیگا۔ لیکن اس اثنا میں اگر مالک اسباب کو فروخت کرنا مناسب سمجھے یا انکی ضمانت پر قرضہ حاصل کرنا چاہے تو ہر دو صورتوں میں لداؤ پرچہ اسکے حق میں دستاویز کا کام دیگا یعنی وہ اسکو دوسرے کے حوالے کرکے اپنا اس اسباب کا حق ملکیت دوسرے کے حق میں منتقل کر سکتا ہے اور دوسرا شخص اس پرچہ کو پاکر قانوناً اسباب کا نیا مالک بن سکتا ہے۔ اس طریقے سے تاجروں کو بہت سہولتیں حاصل ہو جاتی ہیں اور وہ بآسانی خرید و فروخت کا عمل انجام دیسکتے ہیں درآنحالیکہ سامان ان کے قریب نہیں ہوتا بلکہ کوسوں دور بہت فاصلے پر انکی دسترس سے باہر سمندر میں ہوتا ہے، اور اس لحاظ سے مردہ اصل ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا اس طریق کا اطلاق گوداموں اور گودیوں کے پروانوں پر بھی ہوتا ہے جو اشیا کے محفوظ رکھے رہنے کی صورت میں مالک کو اس قابل بناتے ہیں کہ وہ ان اشیا کو ہاتھ لگائے بغیر ان کو فروخت یا ان کا معاملہ کر سکیں یا خریدار کے ہاں انکو پہونچانے کا انتظام کریں۔ اس نظام سے متعلق قوانین کا ایک پیچیدہ مجموعہ فراہم ہو گیا ہے جس کا مقصد ایسے اشیا کے لین دین میں متعلقہ فریقین کے حقوق کی حفاظت ہے۔ اور ان تمام قوانین کا اساسی اصول حقوق سے متعلق دستاویزات کی صحت کو برقرار رکھنا ہے۔

اسی طرح انھیں دستاویزات میں سے ایک دستاویز ہنڈی ہے جو لیندار کو اس قابل بناتی ہے کہ باوجود اسکے کہ اسکو زر وصول نہیں ہوتا بلکہ قرضدار کے ہاتھ

99

میں رہتا ہے وہ (لیندار) اپنی مرضی سے اس زر سے جو چاہے کام لے سکتا ہے۔ اس نظام کا طریق یہ ہے کہ ہنڈی کا قبضہ و تصرف یا دی النظر میں اسکی مندرجہ رقم پانیکے بارے میں حامل کا حق ثابت کرتا ہے۔ چنانچہ ہنڈی کی تعریف یہ کیجاسکتی ہے کہ وہ ایک تحریری حکم ہے ایک شخص کی جانب سے جو اس کا لکھنے والا کہلاتا ہے دوسرے شخص کے نام جو اسکا قبول کرنے والا کہلاتا ہے جس میں موخرالذکر کو ہدایت کیجاتی ہے کہ وہ مندرجہ رقم تیسرے شخص کو جو اسکا وصول کنندہ کہلاتا ہے عندالمطالبہ یا کسی مقررہ میعاد کے گزرنیکے بعد ادا کر دے۔ اس لحاظ سے ہنڈی قانونی زبان میں ایک حوالہ نامہ ہے جسکے ذریعے سے لیندار زر قرض کی وصولیابی کو تیسرے شخص کے سپرد کرتا ہے اور ہنڈی اسی وقت مکمل ہوتی ہے جبکہ دیندار اس کو باضابطہ طور پر قبول کر لے یعنی اپنے دستخط اسکے نیچے یا اس پر ترچھے ثبت کر دے لیکن ہنڈی میں بجائے تیسرے شخص کو مندرجہ رقم کی وصولیابی کا حق دینے کے آجکل بالعموم یہ ہوتا ہے کہ دیندار کو رقم مندرجہ ہنڈی لکھنے والے یا حامل کے نام منتقل کرنے کی ہدایت کیجاتی ہے چنانچہ ہنڈی عبارت ذیل کی شکل میں لکھی جاتی ہے :-

۱۰۰۰ پونڈ لندن یکم دسمبر ۱۹۱۶ء

موصولہ مال کے معاوضے میں مبلغ ایک ہزار پونڈ تین ماہ کی میعاد گزرنیکے بعد مجھے یا اسکے حامل کو ادا کر دو فقط

راقم

الف، ب

بہ خدمت ج، د

اسطرح اگر لکھنے والا اس رقم کو تیسرے شخص کے حوالے کرنا چاہے مثلاً جیسے بنک کے حوالے کرے کہ وہ اس پر بٹہ کاٹ کر رقم ادا کرے تو لکھنے والا

ہنڈی پر تحریر ظہری یعنی اسکی پشت پر اپنا نام لکھکر اسکو بنک کے حوالے کر دیتا ہے۔

قانون اس بات کا ضامن ہے، جیسا کہ بیان کیا گیا کہ تحریر ظہری قبول کرنے والا حامل ہنڈی یعنی بنک، ہنڈی کی مدت ختم ہونے کے بعد باطمینان تمام رقم مندرجہ وصول کر لے۔ چنانچہ اوپر کی مثال میں ہنڈی کی میعاد از روئے رواج ۴ مارچ کو ختم ہوگی۔ اس میں تین زائد دن بھی شامل ہیں جن کو رعایتی دن کہا جاتا ہے اور جو اس لیئے مرعی رکھے جاتے ہیں کہ ان کے ختم ہونے سے پیشتر اصل دیندار رقم ادا کر دے۔ اسکا تیقن کرنیکے لیئے یہ قرار دیا گیا ہے کہ اگر جدختم میعاد پر عند الطلب رقم ادا نہ کرے تو حامل ہنڈی کو یعنی موجودہ مثال میں بنک کو حق رجعت حاصل ہوگا یعنی یہ کہ وہ ہنڈی لکھنے والے یا تحریری ظہری لکھنے والے شخص یا اشخاص کی طرف رجوع کرے اور اس سے یا ان سے رقم کا مطالبہ کرے۔ اگر ایسی صورت پیش آئے تو ہنڈی یا تحریر ظہری لکھنے والا ایک شخص یا اشخاص بنک کا کام خود ہی انجام دینگے اور دیندار سے رقم وصول کر کے بنک کے حوالے کر دینگے، پس یہ ذمہ داری ہر اس شخص سے وابستہ رہتی ہے

تحریر ظہری لکھنے والونکی ذمہ داری

جسکے ہاتھ سے ہنڈی گزرتی ہے اور جب تک ہنڈی کی میعاد نہ گزر جائے اور مندرجہ رقم ادا نہ ہو جائے وہ تحریر ظہری لکھنے والے کی حیثیت سے رقم کی ادائی کا ذمہ دار رہتا ہے۔ اسطرح پر جو تاجر اس قسم کا کاروبار کرتے ہیں اور جنکے ہاتھوں سے ہنڈیاں دوسروں کے ہاتھوں میں روزانہ منتقل ہوتی رہتی ہیں انکے سروں پر بڑی ذمہ داری کا بوجھ ہوتا ہے۔ اور اپنی ان اہم ذمہ داریوں کو پیش نظر رکھنے کی غرض سے وہ روزنامچہ میں مختلف ہنڈیوں کی تعداد، رقم ختم میعاد کی تاریخ اور مختلف فریقوں کے نام لکھ رکھتے ہیں۔

پس یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کا پیچیدہ کاروبار بغیر ایک ایسے زر کی

100

مدد کے جو جلد جلد بغیر رکاوٹ کے دست بدست گھومتا پھرے قطعی ناممکن ہے۔ نوٹوں کے متعلق اکثر لوگوں کو ایک وقت کے متعلق شکایت رہتی ہے کہ بڑی بڑی رقوم کے لین دین میں محض احتیاط کی بنا پر کہ مبادا نوٹ ضائع یا چوری نہ ہو جائیں نوٹوں کے نمبر بطور یادداشت لکھ رکھنے پڑتے ہیں۔ لیکن نوٹوں میں تحریر ظہری یا منتقل کرنے والے کے دستخط کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ پس اگر ہر شخص کو ہر وقت نوٹ پر تحریر ظہری لکھنا پڑتا اور اسکی ادائی کے کچھ مدت بعد تک اسکا ذمہ دار رہنا پڑتا تو نوٹوں کا استعمال کرنا اور رواج پانا قطعاً ناممکن ہو جاتا۔ ان حالات میں کوئی شخص بھی اسکی باحتیاط جانچ کئے بغیر کہ وہ درست اور ٹھیک حالت میں ہے نوٹ قبول کرنیکی جسارت نہ کریگا۔

نوٹ میں ختم میعاد کا سوال نہیں پیدا ہوتا جسطرح ہنڈی میں پیدا ہوتا ہے

ہنڈیوں کو اسقدر احتیاط اور چھان بین کے ساتھ استعمال کرنیکے طریق میں ایک اور نقص مضمر ہے جس سے بنک کا نوٹ معرا ہے۔ ہنڈی کو ٹھیک اسکی میعاد ختم ہونیکی تاریخ اور دن پیش کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ اس دن اور تاریخ پیش نہیں کیگئی تو حامل کا حق اپنا زر اصلی دہندہ سے یا ہنڈی لکھنے والے سے یا ہنڈی قبول کرنے والے سے وصول کرنے کا دعوی کرنے کے بارے میں تو سوخت نہیں ہوتا۔ لیکن ان سب درمیانی فریقوں کے خلاف حق رجعت باطل ہو جاتا ہے جنکے ہاتھ سے ہنڈی گزری۔ اس قسم کی بندش ان فریقوں کے اغراض و مفاد کے لیئے قطعی ضروری ہے کیونکہ اسکے نہ رہنے کی صورت میں ان کو ہرگز یہ اطمینان و یقین نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی مخصوص ہنڈی کے ادائی کی ذمہ واری سے آزاد اور سبکدوش ہو چکے ہیں۔ پس یہ ذمہ داری مقررہ میعاد کے گزرنے پر ختم ہو جاتی ہے پھر بھی آخری حامل ہنڈی کو کافی مناسب مہلت دیجاتی ہے کہ اگر کسی درمیانی حامل نے ہنڈی لوٹا دی ہو اور رقم ادا نہ کی ہو اور آخری حامل ہنڈی

بری الذمہ ہونے کی غرض سے اسکی طرف رجوع کرکے اس سے مطالبہ کرنا چاہتا ہو تو اندرون مدت مہلت اسکی باضابطہ اطلاع دے۔ یہ حامل کا ایک اہم فرض ہے جو اس پر سنگین ذمہ داری عائد کرتا ہے۔ اگر حامل یہ چاہے کہ ہنڈی پر اسکے جو حقوق ہیں انکی پوری طرح حفاظت ہو تو یہ ضروری ہے کہ وہ ہنڈی کی میعاد کے ختم ہونے کی تاریخ یاد رکھے تاکہ ٹھیک اسی تاریخ پر مطالبہ رقم کے واسطے اسکو بلاتاخیر پیش کر سکے۔ لیکن ایسی شئے کے بارے میں جسکو بطور زر چلانا مقصود ہو ایسے طریقے پر عمل کرنا قطعاً ناممکن ہوگا۔ علاوہ بریں جس شخص کے نام پہلی مرتبہ ہنڈی لکھی جاتی ہے اسکو یعنی دیندار کو اس خطرے سے محفوظ رکھنے کے لیئے کہ کوئی پرانی ہنڈی میعاد کے گزرنے کے کئی سال بعد جبکہ اسکو یاد بھی نہیں رہیگا کہ اس نے اسکی رقم اداکی یا نہ کی اسکے پاس ادائی رقم کے لیئے پیش ہو قانون نے یہ قرار دیا ہے کہ اگر ہنڈی ادائی رقم کے واسطے اصلی میعاد گزرنے کے بعد ایک خاص مدت کے اندر (مثلاً انگلستان میں چھے سال کے اندر) نہ پیش کی جائے تو ہنڈی کے بارے میں فریقین کی حیثیت بدل جائیگی یہ تو ہوگا کہ پہلی مرتبہ جس شخص کے نام ہنڈی لکھی گئی وہ یعنی دیندار ادائی کے بارے سے کلیتہً سبکدوش کر دیا جائے بلکہ قرضخواہ کو یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ ہنڈی کی مطلوبہ رقم کبھی ادا ہی نہیں کی گئی اور یہ ایسی چیز ہے جسکو ثابت کر دکھانا نہایت دشوار ہے۔ اس لحاظ سے دوبارہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر زر کے لین دین میں بھی اس قسم کی پابندیاں اور قیود عائد کئے جائیں تو وہ ہرگز زر کے کام انجام نہیں دے سکتا۔ مثلاً زر کا ایک کام، جیساکہ یاد ہوگا، یہ ہے کہ وہ بطور خزینتہ القدر یا قرضوں کے حساب کتاب کے استعمال ہوتا ہے یعنی اول تو زر کی بہت چھوٹی سی مقداریں بہت زیادہ قدر جمع ہوتی ہے اور دوسرے یہ کہ لوگ اسکو بطور اندوختوں کے رکھہ چھوڑتے ہیں۔ پس اگر نوٹ پر اس قسم کی بندشیں قائم کی جائیں تو قیاس کیا جاسکتا ہے کہ وہ زر کے کام

کیونکہ انجام دے سکیگا، وہ نوٹ ہرگز زر کے طور پر استعمال نہیں ہوسکتا جسکو بنک میں پیش کرنے پر پیش کرنے والے کو یہ جواب ملے کہ "اس نوٹ کی مدت کو ختم ہوئے بہت عرصہ ہوچکا ہے ہم اسکو اسوقت تک ادا نہیں کرسکتے جبتک تم یہ نہ ثابت کردو کہ اس سے قبل اس پر کوئی رقم ادا نہیں کیگئی ہے۔" اس طرح کے نوٹوں کا استعمال کرنا ایک متوسط آمدنی والے کے لئے قطعی طور سے ناممکن ہو جائیگا۔ چنانچہ نوٹ اس قسم کی قید و بند سے آزاد ہے۔ اسکا مالک یا حامل اسکو جسوقت چاہے ایک دو دن کے بعد یا تیس چالیس سال کے بعد پیش کر کے بھی رقم حاصل کرسکتا ہے۔

اس تمام تفصیلی تشریح کا مقصد یہ بتانا تھا کہ گو بنک کا نوٹ قانوناً ہنڈی کی ایک شکل ہے کیونکہ "قانون ہنڈیات[1] میں اسکی تعریف یہ کیگئی ہے کہ بنک کا نوٹ ایسا تحریری وعدہ ہے جو بنک کے نام لکھا جائے اور عند الطلب واجب الادا ہو۔" اور یہ تحریری وعدہ ہنڈی سے کچھ تھوڑا سا ہی مختلف ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی آلۂ مبادلہ کی حیثیت سے بنک کے نوٹوں کے فوراً دست بدست گھومنے میں سہولت پیدا کرنیکی غرض سے بنک کے نوٹ کی حیثیت استحقاق زر کی دستاویز کے مشابہ رکھنے کے بجائے بتدریج خود زر کی حیثیت سے زیادہ سے زیادہ مشابہ رکھی گئی ہے۔ چنانچہ زر کے ساتھ اسکی مماثلت کو اس واقعے سے بھی تقویت ہوتی ہے کہ بنک کے نوٹوں پر ہمیشہ جفت یا بستہ رقمیں مثلاً پانچ پونڈ دس پونڈ پچاس پونڈ وغیرہ درج ہوتی ہیں اور اس کے برعکس ہنڈی یا چک پر طاق یا شکستہ رقمیں اور ان کے کسور درج ہوتے ہیں۔ مثلاً اتنے پونڈ شلنگ پنس۔ پس بنک کا نوٹ حقیقی زر کی سب سے زیادہ قریبی شکل ہے جو تصور کیجاسکتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ کاغذی زر ہے۔ بنک کے نوٹ زر کی اسقدر قریبی شکل خیال کئے جاتے ہیں کہ

بنک نوٹ زر قانونی ہے

[1] Bills of Exchange act

اکثر مقامات میں ان کو زر قانونی قرار دیدیا گیا ہے۔ مثلاً بنک آف انگلینڈ کے نوٹ ایک زمانے میں زر کی حیثیت سے انگلستان میں بہت پسند کئے جاتے تھے بلکہ بیرون انگلستان بھی چند سہولتوں کے اعتبار سے زر کی نہایت عمدہ شکل خیال کئے جاتے تھے۔ اگر نوٹ جاری کرنے والا بنک نیک نام ہو اور تمام ملک کو اس پر کامل اعتماد اور بھروسہ ہو اور بنک آف انگلینڈ کے مثل اسکی ساکھ تمام تجارتی دنیا میں قائم ہو تو ایسے بنک کے جاری کردہ نوٹ زر کی معیاری شکل کے دراصل بہت ہی قریب ہوتے ہیں۔ جنگ سے قبل یہ امر قریب قریب معاشی کلیہ کے طور پر تسلیم کر لیا گیا تھا کہ بنک کے نوٹ زر کاغذی کی حیثیت سے چند شرائط و قواعد کے تحت سرکار کے جاری کردہ نوٹوں سے بدرجہا زیادہ بہتر تھے حقیقت یہ ہے کہ اس سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تجارتی دنیا میں بنک کے نوٹ کا غذی زر کی سب سے پسندیدہ شکل ہونے کی حیثیت سے کسقدر مقبول اور لوگ ان کو استعمال کرنے کے کسقدر عادی ہو گئے تھے۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ جدید حالات کے تحت بھی اگر بنک کے نوٹ زر قانونی بنا دئے جائیں تو وہ حکومت کے جاری کردہ جبری یا غیر بدل پذیر زر کاغذی کے مقابلے میں قابل ترجیح ہوں گے۔ اس ترجیح کے ثبوت میں جو دلائل عام طور پر پیش اور تسلیم کئے جاتے تھے ان پر اب غور کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ ایک عجیب و غریب مثال جنگ عظیم کے زمانے میں ملتی ہے جبکہ جنگ شروع ہوتے ہی متخاصم و حریف دول نے قدیم نظریات و اصول دل سے بھلا کر یا ان پر التفات نہ کرکے زر کاغذ کثیر تعداد میں جاری کرنا شروع کر دیا۔ لیکن اس بارے میں یہ کہنا بالکل واجبی ہوگا کہ اسوقت حالات بالکل غیر معمولی تھے خصوصاً اس لحاظ سے کہ

بنک کے نوٹ غیر بدل پذیر زر کاغذی سے بہتر ہیں

انتخاب غیر بدل پذیر سرکاری زر کاغذی اور بدل پذیر بنک کے نوٹ میں نہیں تھا بلکہ غیر بدل پذیر سرکاری زر کاغذی اور غیر بدل پذیر بنک کے نوٹوں میں تھا۔ اس لیئے کہ انگلستان کی مثال لینے سے یہ امر بہت مشتبہ معلوم ہوتا ہے کہ آیا حکومت جنگ کے زمانے میں بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کی بدل پذیری کو عارضی طور سے منسوخ کرنے کی ضرورت سے بچ سکتی تھی لیکن ان دونوں علی سبیل البدل نظاموں کے مابین بدل پذیری کی آزمائش کی اعلیٰ و امتیازی قدر و وقعت کا کوئی سوال نہیں ہوسکتا بحالت موجودہ انگلستان نے نئی نظیر قائم کر دی ہے اس لئے کہ وہ سرکاری بدل پذیر زر کاغذی کا ایسا نظام رائج کرنے کے قابل ہوگیا جو بعض اعتبارات سے بہترین نظام ہے۔ لیکن پھر بھی معمولی حالات کے تحت غیر بدل پذیر سرکاری زر کاغذی کے سبیل البدل کے مقابلے میں بدل پذیر بنک کے نوٹ کے اجرا کے حقیقی فوائد پر زور دینا ضروری ہے۔ ان فوائد میں سے اہم ترین فوائد اس استدلال میں مضمر ہیں کہ بنک کی جانب سے اجرائے نوٹ کا طریق جاری کردہ نوٹوں کی مقدار کی تنظیم و تحدید ایک حد تک خود بخود کرتا ہے۔ اور فی نفسہٖ یہ خود زائد اجرا کے دائمی خطرے کے خلاف ایک تحفظ ہے۔ نظری اعتبار سے بنک اپنے نوٹ معمولی کاروبار کے لیئے صرف اپنے گاہکوں کی حد تک جاری کرتے ہیں یعنی اپنے گاہکوں کے لیئے صرف اس صورت میں استعمال کرنے کے لیئے جاری کرتے ہیں جب کہ یہ گاہک اپنی مدّ رواں کی اور امانتی رقمیں بنک سے حاصل کریں یا ان قرض گیروں کے لیئے جاری کرتے ہیں جو اپنی ہنڈیوں پر بٹہ کٹوا کر یا ایسی ضمانتیں پیش کر کے قرضے لیتے ہیں جو حقیقی کاروباری لین دین پر یا حقیقی اثاثے پر مبنی ہوں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ یہ طریق عمل، بنک کے نوٹوں کے اجرا کی تحدید اس حد تک خود بخود کر دیتا ہے جو حقیقی کاروبار میں زر کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیئے مکتفی ہو۔ اسکے برعکس سرکاری نوٹوں کی مقدار محض سرکار کی ضرورتوں اور اغراض کے لحاظ سے جاری کیئے جانے کے اعتبار سے منتظم ہوتی ہے۔ لیکن پھر بھی ان دونوں دلائل میں

جدید حالات کے ارتقا اور صورت پذیر ہونے کے باعث اب کسی قدر تغیر و تبدل ہوگیا ہے۔ ایک طرف تو بنک کے فن اور کاروبار نے معقول ترقی کر لی ہے اور اس کی وجہ سے تجارتی معاملات کے طے کرنے میں گوناگوں سہولتیں پیدا ہوگئی ہیں اور دوسری طرف کاروبار کے پرانے طریقوں کے علاوہ نئے نئے طریقے بھی ایجاد کر لیئے گئے ہیں مثلاً (Accommodation Bill) اور کوٹھی کی ہنڈی وغیرہ۔ ان حالات نے پہلے استدلال کی قوت کو بڑی حد تک زائل کر دیا ہے۔ انگلستان میں بنک کے نوٹوں کے طریق پر بہت کچھ بحث مباحثہ ہوا ہے اور اس استدلال کی نہ صرف مخالفت کیگئی ہے بلکہ اس سے معکوس اصول کے ذریعے سے جو اصول زر کے معروف نام سے مشہور ہے اس استدلال کو مسترد بھی کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ان سب معاملات کی سرگزشت پر بحث کرتے وقت ہم موجودہ مسئلے پر مکرر غور کریں گے۔

104

حکومت کیجانب سے زائد اجرا پھر دوسرا استدلال بھی جو حکومت کے زائد مقدار میں زر جاری کرنے کے خطرے سے متعلق ہے بڑی حد تک بدل گیا ہے۔ اس لیئے کہ جنگ کے زمانے میں زر کاغذ کے اجرا میں متخاصم ممالک کی حکومتوں نے یا ان میں سے چند نے نہایت اعلیٰ درجے کی دیانت داری اور محکم مالیہ کا ثبوت دیا اور قومی وقار کا نہایت اعلیٰ معیار پیش کیا۔ اور اگر بعض دیگر ملکوں نے محفوظ اجرا کے حدود سے تجاوز بھی کیا تو بھی غیر معمولی حالات کے دباؤ کے تحت ایسا کیا گیا۔ پس اس سے یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ اجرائے زر کاغذی کے بارے میں سب سے نامور اور نامی حکومتوں کا طرز عمل بدلنا شروع ہوگیا ہے۔ بایں ہمہ اگر حکومتوں پر یہ اعتماد کیا جاسکے کہ وہ عقل سلیم کو اپنا رہنما قرار دیکر فی الواقع دیانتداری کے ساتھ اس کام کو انجام دے سکتی ہیں تو اجرائے نوٹ کے کام کے لیئے اور اسکے محافظ کی حیثیت سے وہ بھی ایسی ہی موزوں ہیں جیسا کہ ایک اعلیٰ درجے کا منتظم

بنک موزوں ہے۔ تاہم یہ واقعہ کہ بنک کے نوٹ کا اجرا خانگی ادارے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور اس ادارے کا انتظام اسکے حصہ داروں کے شخصی منافعہ کو پیش نظر رکھکر کیا جاتا ہے ایک لحاظ سے زائد اجرا کے خطرات کے خلاف حقیقت میں ایک حد تک ضمانت و تحفظ تھا۔ یہ امر ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ اس قسم کے بنک محض تجارتی اصول پر کاروبار کرتے ہیں اور جدید کاروبار کا بہترین اصول راست بازی اور دیانت داری ہے۔ چنانچہ اہل کاروبار پورا یقین رکھتے ہیں کہ انجام کار صرف دیانتداری ہی منفعت بخش ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً اگر کسی بنک کو زیادہ منافع حاصل کرنے کی ترغیب و تحریص ہو اور وہ کثیر مقدار میں نوٹ جاری کر دے تو بنک کے ذمہ دار عہدہ دار اسکو بخوبی جانتے ہیں کہ وہ بہت بڑے خطرے کو مدعو کر رہے ہیں، یعنی وہ اس امر سے اچھی طرح آگاہ ہوتے ہیں کہ ان کو اسطرح پر جو نفع ملیگا نہ صرف وہ عوام نے نوٹوں کی بہتات کو محسوس کر کے بنک سے نقد زر کے مبادلہ کا مطالبہ شروع کرتے ہی سب کا سب زائل ہو جائیگا بلکہ جب بنک کی نادہندگی کا گمان کر کے ہر طرف سے نقد کے مطالبے کے لیئے عام یورش ہوگی تو اسکے نتیجے کے طور پر بنک ناگزیر اپنا سب کچھ کھو بیٹھے گا۔ اسطرح اگر بنک بافراط نوٹ جاری کرے تو اس کا نتیجہ اولاً بنک ہی کے حق میں تباہ کن ثابت ہوگا، گو ثانیاً ممکن ہے کہ عوام بھی نقصان اٹھائیں۔ بنک کے منتظم اس کو جانتے ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ وہ اتنا بڑا خطرہ اپنے سر پر لیں، اگر قانون بھی ان کو اجازت دیدے تب بھی وہ ایک غیر یقینی منافع کی امید پر اس پر خطر راستے پر چلنے کے لیئے تیار نہوں گے۔ اسکے برعکس ایک حاجت مند اور غیر محتاط حکومت کے حق میں افراط کے نتائج اسقدر فوری طور پر مہلک ثابت نہیں ہوتے یا یہ کہ ممکن ہے کہ افراط کے علامات کو حکومت اسقدر جلد نہ پہچان سکے کیونکہ نوٹ غیر بدل پذیر ہونے کے باعث حکومت اس امر کو دریافت ہی نہیں کرسکتی کہ نوٹوں کو طلا سے بدلنے کے لیئے مانگ کا

دباؤ کسقدر ہے۔ بہرحال جو کچھ بھی سبب ہو یہ واقعہ بجائے خود قائم رہتا ہے کہ جنگ سے قبل عوام بنک کے نوٹوں کو زیادہ بھروسے کے قابل سمجھتے تھے اور سرکار کے جاری کردہ کاغذ پر اعتبار کم تھا۔ چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر حکومتوں نے زر کاغذی جاری کرنا قطعی طور پر ترک کر دیا تھا اور یہ کام بالکل خاص بنکوں کے ہاتھ میں دیدیا گیا تھا، سرکار کا تعلق صرف اس حد تک تھا کہ وہ اس بارے میں قواعد و ضوابط وضع کرتی تھی۔ لیکن جنگ نے اس میں بھی تبدیلی پیدا کر دی ہے اور اب ہر ملک حکومت کے جاری کردہ نوٹ استعمال کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس تجربے سے مسئلے پر آئندہ نئے نئے خیالات رونما ہوں۔

بنک کا اثاثہ اور رقوم واجب الادا

بنک کے تین کام بیان کئے جا چکے کہ وہ اہل معاملہ کا حساب کتاب رکھتا ہے، اصل کی تجارت کرتا ہے اور نوٹ جاری کرتا ہے۔ اسکے بعد نہ صرف یہ بتانا ضروری ہے کہ بنک کی حیثیت اسکے مختلف گاہکوں یعنی لیندار اور دیندار کی حد تک کیا ہے۔ بلکہ حسب ذیل طریقے پر اسکے رقوم واجب الادا اور واجب الوصول کا چٹھا مرتب کرنا بھی ضروری ہے۔ رقوم واجب الوصول اور اثاثہ میں بنک کا اصل، بٹہ کاٹ کر اور دیگر ضمانتوں پر دیا ہوا قرضہ، اسکے نقد فاضلات یا اسکا سرمایہ محفوظ شامل ہے۔ اسکے برخلاف رقوم واجب الادا میں زر امانت، بدرواں کے رقوم اور جاری کردہ نوٹ ہوسکتے ہیں۔

اس چٹھے کی دونوں مدوں کا مقابلہ کرتے وقت ایک نکتہ خاص طور پر سمجھنے کے قابل یہ ہے کہ گو ممکن ہے کہ اثاثہ، رقوم واجب الادا کی بہ نسبت بہت زیادہ ہو، لیکن رقوم واجب الادا فوراً یا اطلاع قریب پر ادا کرنے پڑتے ہیں اور اسکے برعکس اکثر رقوم واجب الوصول کم و بیش تاخیر سے وصول ہوتے ہیں۔ مثلاً بنک ہنڈیوں پر بٹہ کاٹتا ہے لیکن فوراً ہی انکی رقم مندرجہ وصول نہیں کرسکتا۔ اگرچہ کچھ نہ کچھ ہنڈیوں کی میعاد روزانہ ختم ہوتی رہتی ہے اور انکی رقمیں روزمرہ ادا کیجاتی ہیں لیکن بنک کے لیئے

106

یہ غیر ممکن ہے کہ وہ میعاد ختم ہونے سے پیشتر مندرجہ رقم پیشگی وصول کرلے تاوقتیکہ کوئی دوسرا بنک کر بٹہ کاٹ کر اس ہنڈی کی رقم ادا نکر دے۔ چنانچہ جب بنک پر مطالبہ کرنے والوں کی یورش ہوتی ہے تو اسکے لیئے صرف ایک چارۂ کار رہ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اپنے اثاثہ کی ایک مد سے اس مطالبے کو پورا کرے۔ اثاثہ کی ہی ایک مد ایسی ہوتی ہے جس سے بوقت شدید ضرورت غیر معمولی مانگ پوری کرنے کے لیئے بنک کام لے سکتا ہے۔ کیونکہ یہ امر صاف طور سے ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ بنک کے کل کاروبار کی بنیاد اس مفروضے پر قائم ہوتی ہے کہ بنک کے گاہکوں میں سے صرف چند افراد بیک وقت زر کی واپسی کا مطالبہ کریں گے۔ اگر بنک سب جمع کنندوں کی کل رقم کو بیکار رکھیں محض اس خیال کی بنا پر کہ وہ طلب کیجائیگی تو کاروبار منافع کے ساتھ کرنا ناممکن ہو جائیگا اور جمع کنندوں کو زر امانت پر بنکوں سے سود ملنے کے بجائے جمع کنندوں کو بہت زیادہ سود بنکوں کو محض اس خیال سے ادا کرنا پڑیگا کہ انکی رقم بنک بحفاظت جمع رکھیں۔ بنکوں نے تجربے سے معلوم کر لیا ہے کہ معمولی حالات میں وہ کل زر امانت میں سے کچھ حصہ بغیر کسی خدشے کے اپنے طور پر دوسروں کو قرض دیسکتے ہیں، لیکن اس زر امانت کے ایک جزو کو نقد بدست کی

سرمایۂ محفوظ

صورت میں ہمیشہ نزدیک رکھنا ضروری ہے تاکہ اس سے نہ صرف روزمرہ کے معمولی مطالبوں کی ادائی میں کام لے سکیں بلکہ غیر معمولی مطالبوں کی صورت میں بھی بروقت امداد لے سکیں۔ بالفاظ دیگر بنکوں کو گلہ کے علاوہ جو روزمرہ کام آتا ہے آڑے وقت کے لیئے ایک معقول رقم بطور سرمایۂ محفوظ بھی رکھنی پڑتی ہے اور اس کا رکھنا ضروری ہے۔ گویا یہی سرمایۂ محفوظ بنک کے کل کاروبار کا مرکز و محور ہوتا ہے اور یہ نہایت ہی مشکل سوال ہے کہ سرمایۂ محفوظ میں ٹھیک کسقدر مقدار بنک کو رکھنی چاہیئے اور کسطرح رکھنی چاہیئے تاکہ وہ نہ

اتنی زیادہ ہو کہ بیکار پڑی رہے اور نہ اتنی کم ہو کہ ضرورت کے وقت تنگی محسوس ہو۔ بنک کے حصہ داروں کی فطرتی طور سے یہ خواہش ہوتی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سرمایہ محفوظ میں کم رقم رہے کیونکہ یہ غیر مصروف رقم غیر پیدا آور اصل ہوتی ہے۔ اسکے برعکس سرمایۂ محفوظ ہی اس بات کی واحد ضمانت ہوتی ہے کہ بنک پر اچانک جو ممکنہ مطالبات ہوں ان کو ادا کرنے کی وہ صلاحیت رکھتا ہے۔ اور یہی ایک چیز بنک کے لیئے ناگزیر اور لازمی بھی ہے کیونکہ مطالبے کے پورا کرنے میں ذراسی بھی تاخیر واقع ہو تو اس سے سب جمع کنندوں میں ایک قسم کا خوف و ہراس پیدا ہو جائیگا اور وہ اپنی اپنی رقم کو غیر محفوظ پاکر بنک پر یکبارگی دوڑ پڑینگے، اور اگر یہ تاخیر نہ ہو تو جمع کنندوں کو اطمینان رہتا ہے کہ انکی رقم محفوظ ہے۔ اسطرح پر ایک طرف تو اپنے آپ کو محفوظ و قائم رکھنے کیلیۓ معقول مقدار میں سرمایۂ محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ اور دوسری طرف زیادہ منافع حاصل کرنیکی خواہش، اس سرمائے میں کم از کم مقدار جو تحفظ کے لیئے ناگزیر ہو رکھنے کی ترغیب دیتی ہے۔ ایسی صورت میں ان متضاد اغراض میں کسطرح توازن قائم رکھا جاسکے ؟

---

(1) Gide: Book II, Chap. Articles 11—4)

(2) Withers: The meaning of money, Chap. 1 to IV.

(3) Easton: Money, Exchange and Banking Chap. VIII to X.

دسواں باب

انگلستان کے بنکوں کا کاروباری نظام

108

(۱) بنک آف انگلینڈ۔ (۲) دیگر بنک۔ (۳) لمبارڈ اسٹریٹ۔ (۴) زرامانت اور اس کا مصرف۔ (۵) قانون منشور بنک ۱۸۴۴ء۔ (۶) بنک آف انگلینڈ کا صیغہ اجرائے نوٹ۔ (۷) دیگر ممالک میں اجرائے نوٹ کے قواعد وضوابط۔ (۸) صیغہ بنک کاری (۹) ہفتہ واری فرد حساب۔ (۱۰) سرمایۂ محفوظ۔

لندن کے بنک کاری کے نظام پر، جس کا مرکز ومحور خود بنک آف انگلینڈ ہے، موجودہ تجارتی دنیا کا تمام بنک کاری کا نظام اسقدر بڑی حد تک حصر رکھتا ہے کہ کسی ملک کے بنک کاری کے نظام کو سمجھنے کے لیئے انگریزی نظام کو سمجھ لینا مقدم اور ضروری ہو جاتا ہے۔ جنگ عظیم نے مالیہ کی بین الاقوامی نوعیت کو نہایت قطعیت کے ساتھ ثابت کر دیا ہے اور یہ بھی اسی طرح واضح کر دیا ہے کہ اگر کسی ملک میں کوئی خلل یا فساد رو نما ہو تو اس سے تمام دنیا کے مالیہ پر بھی ہر جگہ اثر پڑتا ہے۔ دنیا کا جدید نظام مالیہ سب سے زیادہ

پیچیدہ اور مختلف پہلو رکھنے والا نظام ہے جس سے دنیا کو اس سے قبل کبھی سابقہ نہوا۔ اور وہ اسی وقت سمجھ میں آسکتا ہے جبکہ اسکی تہ میں جاکر اسکے مرکز کا حال دریافت کیا جائے اور اسکے بعد بیرونی ممالک کے نظاموں کے عمل پر غور کیا جاسکتا ہے۔ یہ کہنا خلاف واقعہ نہوگا کہ یہ مرکز شہر لندن کے ایک گوشے میں ایک مربع میل کے رقبے میں واقع ہے یہی لندن کے زر کے بازار کا محل وقوع ہے اور بنک آف انگلینڈ کی عمارت کو، جسے "تھرڈ نیڈل اسٹریٹ کی بڑی بی" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور جو اس رقبے کا مرکز ہے، تمام عالم کا مرکز و محور کہنا مبالغہ نہوگا۔ کیونکہ جیساکہ جنگ نے ثابت کردیا ہے ہر شئے پر مالیہ کی حکمرانی ہے۔ لندن کا مالیاتی نظام تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، سب سے اول تو خود بنک آف انگلینڈ ہے جو اس پورے نظام کا شمس ہے، دوسرے اسکے بعد کے دائرے میں انگلستان کے نام نہاد "دیگر بنک" ہیں جن میں تمام سرمایہ مشترک والے اور چند منفرد بنک شامل ہیں، یہاں یہ نکتہ سمجھنا ضروری ہے کہ اکثر دوسرے ممالک سے بڑھ کر اور چند ممالک کے برعکس انگلستان کا مالیاتی نظام دو تخصیص طلب کاموں میں تقسیم ہے یعنی تجارت خارجہ و تجارت داخلہ اگرچہ یہ تفریق روز بروز مٹتی جارہی ہے[1]، لیکن انگریزی بنک عام طور سے تجارت خارجہ کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ تیسرے دائرے میں مختلف قسم کے بنک اور کاروباری کوٹھیاں ہیں جو بحیثیت مجموعی لمبارڈ اسٹریٹ یا بیرونی زر کے بازار کے نام سے موسوم ہیں۔ لمبارڈ اسٹریٹ میں اور دیگر بنکوں میں فرق یہ ہے کہ اول الذکر گو تجارت داخلہ میں بھی ایک حد تک ہاتھ بٹاتی ہے مگر وہ لندن کے بیرونی زر کے کاروبار کا بیشتر حصہ انجام دیتی ہے گویا دونوں قسم کے کاروبار یہاں انجام دئے جاتے ہیں اور اس

دنیا کا محور

تین قسمیں

لمبارڈ اسٹریٹ

109

[1] یہ حالت خاصکر جنگ کے زمانے میں صادق آتی تھی۔ دیکھو باب ۱۶۔

لحاظ سے لمبارڈ اسٹریٹ ایک اعتبار سے نظام کے دونوں اجزا کو ملانے والی کڑی کا کام دیتی ہے۔ لمبارڈ اسٹریٹ کے نام سے اسکی تاریخی سرگزشت کا پتہ چلتا ہے۔ تیرھویں صدی عیسوی میں پاپائے اعظم کی جانب سے انکے چند نمائندے یعنی لمبارڈ، جو انگلستان میں اول اول محاصل وصول کرنے آیا کرتے تھے، بعد میں اس محلے میں سکونت پذیر ہو گئے اور اپنا زر مستعار دینے کا روایتی کاروبار اور مبادلات خارجہ اور بحری بیمہ کا کاروبار انجام دینے لگے۔ اس طرح اس محلے کو، جو بعد میں انگلستان کے اولین ساہوؤں یعنی سناروں اور زرگروں کا مرکز بن گیا، کوچۂ لمبارڈ کے نام سے موسوم کیا جانے لگا اور جب کبھی اسکو استعمال کیا جائے اسکو زر کے مرادف سمجھا جاتا ہے۔ خود لمبارڈ اسٹریٹ ایک کوچہ ہے جو لندن کے کاروباری حلقے کے مشہور مرکز یعنی بنک کارنر سے جو غالباً دنیا کا سب سے زیادہ مصروف کوچوں کا موڑ ہے سات دیگر کوچوں کے ساتھ نکلتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کوچے میں بنک آف انگلینڈ کی عمارت سے لیکر تقریباً نصف میل کے فاصلے تک دنیا کے ہر ملک کے بنکوں کی شاخوں اور کاروباری کوٹھیوں کی عمارتیں اور دفاتر واقع ہیں۔ چنانچہ اس تمام رقبے کو مجموعی حیثیت سے لمبارڈ اسٹریٹ کہتے ہیں۔

اس عظیم الشان اور پیچیدہ نظام کی تحقیق کا طریق اس طرز خیال سے ظاہر ہوتا ہے جس کی جانب گزشتہ باب کے اختتام پر اشارہ کیا جا چکا ہے۔ واضح ہو کہ بنک کے کاروبار کا خلاصہ زر کا لین دین یا قرضوں کی داد و ستد ہے۔ اب اسکا مفصل حال دو سوالوں کی روشنی میں معلوم کیا جا سکتا ہے، ایک سوال تو یہ ہے کہ "ان بنکوں کو زر کہاں سے ملتا ہے یا ان کی آمدنی کا منبع کیا ہے" اور دوسرا یہ کہ "اس زر کا مصرف کیا ہے یا وہ اس سے کیا کیا کام لیتے ہیں" اسی کے ساتھ یہ بھی ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ

110

تجارت داخلہ و خارجہ

لندن کے کاروباری نظام کی عمودی تقسیم دو حصوں یعنی تجارت داخلہ اور تجارت خارجہ میں

ہوسکتی ہے، چنانچہ ذیل میں نظام کی تقسیم کے اس دوسرے طریق کو استعمال کرنیکی کوشش کی گئی ہے۔

ا۔ بنکوں کو زرکہاں سے ملتا ہے

(الف) بنک آف انگلینڈ۔ داخلی ذرائع:۔ بنک آف انگلینڈ بجز ایک نام کے ہر اعتبار سے قومی یا سرکاری بنک اور حکومت کا ساہوکار ہے جو مختلف سرکاری محکموں کے حساب کتاب رکھتا اور سرکاری قرضوں کا انتظام کرتا ہے۔ وہ سرکاری دارالضرب کا گماشتہ ہے اور عام طور پر ایسے سب کام انجام دیتا ہے جو ایک سرکار کے قائم کردہ بنک کو انجام دینے چاہئیں۔ لیکن یہ انگریزی نظام کے معموں میں سے ایک معما ہے کہ بنک آف انگلینڈ، جہاں تک اسکے دستور اور نگرانی کا تعلق ہے وہاں تک، کلیتہً خانگی ادارہ ہے۔ کم از کم نظری حیثیت سے تو ایسا ہی ہے۔ سرکاری حیثیت سے بنک پر حکومت کی کسی قسم کی نگرانی نہیں ہے حتیٰ کہ اسکی مجلس نظما میں ایک سرکاری نمائندہ بھی نہیں ہے۔ پھر بھی واقعہ یہ ہے کہ اسکے سب معاملات کا آخری تصفیہ اور منظوری حکومت ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اسکے برخلاف بنک کے اصول عمل صرف ڈائرکٹروں کی نیابت کے ذریعے سے عوام کے اغراض کے لحاظ سے قرار پاتے ہیں۔ گو بنک کی حیثیت خانگی کمپنی کی سی ہے جس کے مالک معمولی حصہ دار ہیں، لیکن ایک مدت دراز سے اسکی حیثیت انگلستان میں بنک کا کاروبار کرنے والے طبقے کے صدر کی سی رہی ہے، چنانچہ بنک نہ صرف اسکو محسوس کرتا رہتا ہے بلکہ اس حیثیت کو برقرار رکھنے کے لئے عمل بھی کرتا رہا ہے۔ اور اسکے حصہ داروں کے اغراض کا لحاظ عوام کے اغراض سے دوسرے درجے پر کیا جاتا ہے۔ موجودہ نقطۂ نظر سے بنک کی اس خاص اور ممتاز حیثیت کی اہمیت یہ ہے کہ حکومت کے

سرکاری امانتیں۔ کثیر المقدار رقوم اور ان کا حساب کتاب اسی کے پاس رہتا ہے۔ مثلاً ان نام نہاد سرکاری امانتوں کی مقدار جنگ کے زمانے میں بعض اوقات ۱۵۰،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ تک پہونچ گئی تھی۔

111

بنک آف انگلینڈ سے متعدد بڑی بڑی تجارتی کوٹھیاں، ہر قسم کے سرمایہ مشترک کی کمپنیاں بلکہ عوام بھی خانگی طور سے حساب وکتاب رکھتے ہیں اور ان کے جمع کردہ رقوم کو بنک اپنے ہفتہ واری فرد حساب میں خانگی امانتوں کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ لیکن بنک آف انگلینڈ میں اور دیگر بنکوں میں ایک اساسی فرق یہ ہے کہ "دیگر بنکوں" کے برعکس وہ خانگی امانتوں پر کوئی سود ادا نہیں کرتا۔ اس لیئے اسکی مجموعی امانتوں کی مقدار اتنی زیادہ نہیں ہے جیسی کہ بظاہر اسکی حیثیت کے نظر کرتے ہونی چاہیئے تھی۔ عوام کی امانتوں کا بڑا حصہ انگلستان کے "دیگر بنکوں" میں رہتا ہے۔

بنک آف انگلینڈ کی امانتوں میں سب سے زیادہ اہم اور بیشتر حصہ "دیگر بنکوں" کے رقوم پر مشتمل ہوتا ہے جو عادتاً اپنے نقد فاضلات بنک میں اپنے اپنے نام سے بطور سرمایہ محفوظ جمع رکھتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہی انگریزی نظام کی خصوصیت متأثر ہے چنانچہ اسکو منفرد سرمایہ محفوظ[لہ] کا نظام کہا جاتا ہے۔ بجائے اسکے کہ ہر بنک اپنا اپنا سرمایہ محفوظ علیحدہ رکھے سب ملکر اپنے اپنے سرمایوں کو ایک جگہ یعنی بنک آف انگلینڈ میں رکھتے ہیں اور اس طرح ایک عجیب وغریب طریقے سے بنک آف انگلینڈ بنکوں کا بنک یا ساہوکار بن گیا ہے۔ یہ واقعہ انگریزی نظام کی مرکزیت اور ثبات پذیری کی دوسری مثال ہے۔ انگلستان کے سب بنک معمولی اوقات میں سود وصول کیئے بغیر بنک آف انگلینڈ میں اپنی امانتیں جمع کرتے اور اسطرح اسکی مدد کرتے ہیں۔ اسطرح یہ سب بنک، بنک آف انگلینڈ پر اپنا یہ حق قائم کر دیتے ہیں کہ اگر ان میں کسی کو عارضی مصیبت میں پھنس جانیکی وجہ سے

لہ۔ 'One-reserve' system

خاص امداد کی ضرورت ہو تو بنک اسکی مدد کرے۔ اور اس حق کو نہ صرف بنک آف انگلینڈ پوری طرح تسلیم کرتا ہے بلکہ دیگر سب بنک بھی تسلیم کرتے ہیں، اس لیئے کہ "سب ملکر مقابلہ کریں یا سب ملکر ہلاک ہو جائیں" کے مقولے کو وہ آجکل اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اگر کسی ایک بنک پر شدید یورش ہو اور اسکو اپنا کاروبار بند کرنے پر مجبور ہونا پڑے تو مالی اضطراب کے زمانے میں اسکا اثر دوسرے بنکوں پر بھی پڑیگا اور ان پر بھی یورش ہوگی اور اس خوف وہراس کے اثرات دور دور پھیلتے جائیں گے۔ اگر ایک بنک دیوالیہ ہو جائے تو دوسروں کا خاتمہ بھی تقریباً یقینی امر ہے۔

سب سے آخر میں لمبارڈ اسٹریٹ اور بنک آف انگلینڈ کے مابین خاصکر مالی دباؤ کے زمانے میں اسقدر قریبی تعلقات ہوتے ہیں کہ ممالک خارجہ کے اکثر بنک ہنڈی دلال اور خارجی زر کے بازار کی دوسری کاروباری جماعتیں اپنے نقد فاضلات کے کچھ حصے کو عادتاً بنک آف انگلینڈ میں رکھتی ہیں۔

خارجی ذرایع بحیثیت مجموعی خارجی ذرایع بہ لحاظ نوعیت داخلی ذرایع سے مماثلت رکھتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ داخلی ذرایع میں ملک کے افراد رقم جمع کرتے ہیں اور خارجی ذرایع میں بیرونی ممالک کے افراد رقم جمع کرتے ہیں۔ چنانچہ ممالک غیر کی اکثر حکومتیں محض اس بنا پر اپنی بیش قرار رقمیں بنک آف انگلینڈ میں بطور امانت رکھتی ہیں کہ لندن بہت اہم مرکز ہے بلکہ بعض اعتبارات سے حال حال تک تنہا وہی ایک مرکز تھا جہاں حکومتوں کو قرضہ کثیر مقدار میں ملسکتا تھا مثلاً فرض کرو کہ

ممالک غیر کا قرضہ ترکی حکومت اپنے جہازی بیڑے میں اضافہ کرنیکا تہیہ کرتی ہے۔ فرمائش انگلستان کے کسی کارخانہ جہاز سازی میں آتی ہے اور ایک مدت کے بعد جہاز بنکر تیار ہو جاتے ہیں اور انکی قیمت واجب الادا ہوتی ہے۔ لیکن ترکی حکومت کے لیئے اس مطالبے کے ادا کرنے کا ذریعہ صرف یہی ہے کہ وہ قرضہ حاصل کرے جو

اسکو سہولت کے ساتھ انگریزی بازار میں ملسکتا ہے گو ممکن ہے کہ اسکے لیئے فرانسیسی کوٹھی والوں کا توسط اختیار کرنا پڑے۔ اسطرح انگلستان میں جو رقم مستعارہ حاصل کی جائے گی وہ بنک آف انگلینڈ میں حکومت ترکی کے حساب میں جمع ہو جائیگی۔ اور یہاں اسوقت تک رکھی رہیگی جب تک کہ جہاز سازی کے کارخانے والوں کو وہ چکوں کے ذریعہ سے وصول ہو جائے

ممالک خارجہ کے باشندوں کی امانتیں

ممالک خارجہ کے اکثر باشندے بھی بادشاہوں اور امیروں سے لیکر نیچے کے طبقوں تک بنک آف انگلینڈ کے کھاتے دار بنتے ہیں، اسلیئے کہ ان کی نظر میں یہ بنک دنیا میں محفوظ ترین مقام ہے جہاں وہ اپنے اندوختوں کو جمع کر سکتے ہیں۔ ہر شخص کو اسکا اطمینان ہوتا ہے کہ جس صورت میں اور جسوقت لندن میں اسکو زر کی ضرورت ہو، اگر وہ بنک آف انگلینڈ کا کھاتہ دار ہے نقد طلا بآسانی ملسکتا ہے، لیکن خاصکر ایسے زمانے میں جبکہ ہر جگہ زر کی قلت ہو دیگر ممالک میں نقد طلا نہیں ملسکتا۔ بنک آف انگلینڈ کی تاریخ میں سوائے دو موقعوں کے کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ اس نے سونا بہم پہونچانے میں کوتاہی یا پس و پیش کیا ہو۔ ایک دفعہ تو جنگ نپولین کے زمانے میں جبکہ نقد طلا کی ادائی روک دی گئی تھی ایسا ہوا اور دوسری دفعہ موجودہ زمانے کی جنگ عظیم میں ہوا۔

ممالک خارجہ کی اکثر خانگی تجارتی کمپنیاں اور خاصکر بیرونی بنک اور تاجر بنک آف انگلینڈ میں رقوم جمع رکھتے اور اس سے لین دین کرتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ انکے کثیر المقدار کوٹھی کے کاروبار کا بڑا حصہ لندن میں اور لندن کی وساطت سے طے پاتا ہے اور ان کو اس مرکزی مقام میں اپنی رقمیں جمع رکھنے میں بڑی سہولت یہ ہوتی ہے کہ بروقت مطالبات ادا کیئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً اگر آسٹریا کا ایک باشندہ ویانا سے بیونس آئرس میں آرجن ٹائین کے ایک ہسپانوی کے نام رقم بھیجنا چاہے تو اسکا بہترین اور سہل ترین طریقہ لیندار کے نقطۂ نظر سے

لندن کے نام کا چک ہوگا۔ لندن کے نام کا چک ہر جگہ فوراً قبول کر لیا جاتا ہے کیونکہ معمولی حالات میں ہمیشہ ایسے کثیر التعداد اشخاص ہوتے ہیں جو لندن رقم بھیجنا چاہتے ہوں اور اس قسم کے چک کو بخوبی قبول کر لیتے ہوں۔

مگر اس قسم کی خانگی امانتوں میں جو ممالک خارجہ کے باشندے بنک آف انگلینڈ میں جمع کرتے ہیں اور اندرونی ملک کی لمبارڈ اسٹریٹ سے حاصل کی ہوئی امانتوں میں جنکا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے امتیاز کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ ان امانتوں میں سے اکثر رقمیں اگرچہ اصل میں ممالک خارجہ کے باشندوں کی ہوتی ہیں، لیکن عموماً اصل مالکوں کی جانب سے قدرتی طور سے انکے نمایندے لندن میں ادا کرتے ہیں۔

113

(ب) دیگر بنک جیساکہ بیان کیا جا چکا ہے برطانوی بنک بالعموم داخلی تجارت کی حد تک کاروبار کرتے ہیں اور انکی امانتوں کا بڑا حصہ عوام کی خانگی رقموں اور اندوختوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ لیکن چند سالوں سے لندن کے بعض بڑے بڑے سرمایۂ مشترک والے بنک تجارت خارجہ کے اس حصے میں بھی جسکا لندن سے تعلق ہے بڑی حد تک شرکت کرنے لگے ہیں اور اسطرح خارجی ذرائع سے جن کا ذکر بنک آف انگلینڈ کی مثال میں اوپر آ چکا ہے کثیر المقدار امانتیں وصول کرتے ہیں مگر اس سے انکے اس بیان کی عام صداقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کہ انکی امانتوں کا بیشتر حصہ انگلستان کے باشندوں کی رقموں پر مشتمل ہوتا ہے، چنانچہ ان امانتوں کی مقدار جنگ سے پہلے جیساکہ بیان کیا جا چکا ہے ...و...و... ا پونڈ سے زائد ہوگئی تھی[1] اور ۱۹۱۸ء میں انکی مقدار اسکی دوچند ہوگئی تھی۔

(ج) لمبارڈ اسٹریٹ۔ بنک آف انگلینڈ کے مثل لمبارڈ اسٹریٹ میں بھی امانتیں خارجی اور داخلی دونوں ذرائع سے

[1] دیکھو ضمیمہ۔ جدول (۹) الف۔

جمع ہوتی ہیں۔ خارجی زر کے بازار میں صرف غیر ممالک کے بنک اور
دوسرے کوٹھی کا کاروبار کرنے والے ادارے ہی شامل نہیں ہیں بلکہ وہ
سب بنک اور تجارتی کوٹھیاں وغیرہ بھی شامل ہیں جو خالص انگریزی ہیں،
ان انگریزی بنکوں میں سے بعض زیادہ تر تجارت خارجہ کا کاروبار کرتے
ہیں لیکن اکثر دوسرے بنک اسی طریقے سے تجارت داخلہ کی حد تک
کثیر المقدار کاروبار سرانجام دیتے ہیں۔ بٹہ گھر جن میں خارجی اور داخلی
دونوں شریک ہیں، حساب گھر، جو زیادہ تر خارجی ہیں، اور ہمہ قسم کی دیگر
کمپنیاں، ان سب کے نمایندے اور گماشتے لندن میں موجود رہتے
ہیں کیونکہ لمبارڈ اسٹریٹ ہی دنیا میں ایک ایسا مقام ہے جہاں سب سے
زیادہ سہولت وسرعت اور سب سے زیادہ نفع کے ساتھ زر کا
کاروبار ہوتا ہے۔ جیسی اور جتنی ضرورت ہو اس کے لحاظ سے وہاں
زر کا لین دین حسب حیثیت بڑی سے بڑی مقداروں میں اور کم سے کم
مدت میں ہوتا ہے۔ لمبارڈ اسٹریٹ کی حیثیت دنیا میں اصل و قرضے کی
رسد و طلب کے مرکزی بازار کی سی ہے۔ ہر وہ شخص جو کچھ رقم پس انداز
کرسکتا ہو نہایت قلیل سی مدت کے لیے بھی اپنا زر "عند الطلب زر" کے
طور پہ لمبارڈ اسٹریٹ میں بھیج سکتا ہے اور اگر چند دن یا چند ہفتوں تک
بھی وہ اپنے زر کو بازار میں رکھ سکے تو اس پر بھی اسکو قلیل شرح سے
سود وصول ہوگا۔ اس قسم کا جو زر ہر قسم کا کوٹھی کا کاروبار کرنے والے
بڑے اداروں سے، بیمہ اور شغل اصل سے تجارتی و صنعتی کمپنیوں اور خاص بنکوں سے
وصول ہوتا ہے وہی لمبارڈ اسٹریٹ کے سرمائے اور فاضل زر کا اصلی
منبع و سرچشمہ ہے۔ لیکن چونکہ ان میں سے اکثر کمپنیاں اور بنک ممالک خارجہ کے
بنکوں اور تاجروں کے نمایندے ہیں اس لیے موخر الذکر جماعتوں کے
کثیر المقدار رقوم بھی وقتاً فوقتاً انہی کی تحویل و نگرانی میں رہتے ہیں۔
اسطرح دنیا کے مالیات اور تجارت میں لمبارڈ اسٹریٹ مجمع التجار کی
حیثیت رکھتی ہے۔

114

۲۔ اس زر کا مصرف کیا ہے؟

(الف) بنک آف انگلینڈ

سرکاری قرضے

بنک آف انگلینڈ کے رقوم کا مصرف زیادہ تر ملک کے اغراض اور ضرورتوں پر مبنی ہوتا ہے اگرچہ ان میں سے اکثر اغراض دراصل ممالک خارجہ کی ضرورتوں کا نتیجہ ہیں۔ اولاً ملک کی حقیقی ضرورتوں کو لیجئے۔ حکومت کو محاصل وصول ہونے سے قبل اپنے مصارف پورے کرنے کے واسطے زر کی ضرورت ہوتی ہے، یا کسی سرکاری محکمے کے اخراجات اسکی آمدنی سے زائد ہو جاتے ہیں اور دوسرے محکمے سے موازنے میں فاضل رقم بچ رہتی ہے، ان صورتوں میں بنک کو حکومت کو عارضی مدت کے لیئے اکثر قرضہ دینا پڑتا ہے۔ جنگ سے قبل حکومت بالعموم بنک سے قرضہ نہیں لیا کرتی تھی۔

چونکہ بنک آف انگلینڈ ایک معمولی خانگی کاروباری جماعت ہے لہذا اس کو اپنے فاضل رقوم کا معتد بہ حصہ معمولی ساہوکاروں اور بنکوں کی طرح قرضہ دینے کے کاروبار میں یعنی ہنڈیوں پر بٹہ کاٹنے، صرافے کے تمسکات کی ضمانت پر قرضے دینے اور اسی قسم کے بنک کے دوسرے کاروبار انجام دینے میں لگائے رکھنا پڑتا ہے۔ لیکن چونکہ بنک کو ایک خاص اور ممتاز حیثیت حاصل ہے اسلیئے وہ معمولی حالات میں اس قسم کا کاروبار کم کرتا ہے، چنانچہ لندن کے اسی طرح کے روزمرہ کے کاروبار کی مجموعی مقدار کے مقابلے میں اسکے کاروبار کی تعداد نسبتاً بہت کم ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بنک کل انگریزی نظام زر میں

سرمایۂ محفوظ

سرمایۂ محفوظ کے مرکزی بنک کی جو حیثیت رکھتا ہے اسکے لحاظ سے اسکے لیئے ضروری ہے کہ وہ دیگر بنکوں کے

مقابلے میں اپنی مجموعی امانتوں کا بہ ہر جہاز یادہ بڑا اتنا سب حصہ بطور سرمایہ محفوظ ہر وقت مہیا رکھے، کیونکہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے "دیگر سب بنک" بنک آف انگلینڈ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ کل نظام زر کی جانب سے اس کام کو سرانجام دیگا۔ جنگ سے قبل معمولی حالات میں سرمایہ محفوظ میں جتنی رقم تھی وہ مقدار میں بنک کی کل رقوم واجب الادا یعنی سرکاری اور خانگی امانتوں کے پچاس فیصد سے زائد تھی اور سرمایہ محفوظ میں اتنی بڑی رقم ہر وقت مہیا رکھنے کی ضرورت ہی کی بنا پر بنک کو مجبوراً اپنا معمولی زر کے لین دین کا کاروبار محدود رکھنا پڑتا تھا.

بٹہ۔ لیکن بنک کی حیثیت کی خصوصیت یہ ہے کہ گو معمولی اوقات میں وہ بٹے کے کاروبار کا نسبتاً بہت ہی قلیل جزو انجام دیتا ہے پھر بھی مشکل کے زمانے میں زر کے بازار کے ضروریات کا کل بار اس پر پڑ جاتا ہے۔ اس قسم کی مالی آفتوں کے اوقات کے قطع نظر بنک کبھی کبھی لمبارڈ اسٹریٹ کی کوٹھیوں سے کثیر المقدار کاروبار کرتا ہے، خاصکر جبکہ ان کے زر کی رسد ان کے لیئے وقت کے وقت غیر مکتفی ہوتی ہے اور وہ بنک کی طرف دست احتیاج دراز کرتے ہیں۔ اسطرح بنک، جیسا کہ بعد میں چلکر معلوم ہوگا، زر کے بازار پر بحیثیت مجموعی بہت قوی اثر ڈالتا ہے اور اس کا نگراں بننے کے قابل ہوتا ہے۔

115

(ب) "دیگر بنک"

انگلستان کے دیگر سب بنکوں کے رقوم تقریباً کلیتہً صرف داخلی کاروبار کی حد تک صرف ہوتے ہیں اگرچہ انکے اس مخصوص طرز عمل میں مرور زمانہ کے ساتھ نمایاں تغیر ہوتا جارہا ہے.

گھر کی ہنڈیوں کا بٹہ۔ یہ بنک اپنے اہل معاملہ کی امانتوں کے مقابلے میں اپنی ذمہ داریوں کی نوعیت کو پیش نظر رکھکر ممکنہ محفوظ

حد تک تاجروں، صناعوں، تمسک دلالوں وغیرہ کو ہنڈی کے بٹے کے ذریعے سے، اور ڈرافٹ[1] (زائد رقعے) پر یا بصورت نقد اور ہر قسم کی قیمتی اور جلد فروخت ہونے والی جائداد اور صرافی کے تمسکات وغیرہ پر قرضے دیتے ہیں[2] مگر زمین یا جائداد غیر منقولہ میں زر کو مشغول رکھنا وہ اپنے لیئے غیر محفوظ خیال کرتے ہیں کیونکہ مشکلات کے زمانے میں جیسے کہ مالی آفت میں یا اس زمانے میں جبکہ بنک پر یورش ہو اس قسم کی ضمانتوں کو جلد فروخت کر کے رقم حاصل کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ اسکے بعد جو رقم باقی رہ جاتی ہے اس کا مقابلتہً ایک قلیل جزو وہ بنک آف انگلینڈ میں بطور سرمایۂ محفوظ جمع کر دیتے ہیں۔ اور ما بقی رقم یا اس کا بیشتر حصہ لمبارڈ اسٹریٹ میں قلیل المدت قرضوں کے طور پر مشغول رکھا جاتا ہے جیساکہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ لیکن کچھ عرصے سے بعض دیگر بنکوں میں یہ مستقل رجحان دیکھا جا رہا ہے کہ وہ سرمایۂ محفوظ کے طور پر نقد اور سونے کی نسبتاً زیادہ مقدار اپنے پاس ہی رکھتے ہیں۔ لیکن چونکہ ان کی طرف سے اس اندوختے کے متعلق کوئی باقاعدہ اطلاع یا کیفیت شایع نہیں کیجاتی اسلیئے اسکی حقیقی مقدار کا اندازہ زیادہ تر قیاسی چیز ہے۔

قرضہ اطلاع قریب

(ج لمبارڈ اسٹریٹ 116

زر کا خارجی بازار ہر اس شخص کو جو عمدہ ضمانت پیش کر سکے قرضہ دیدیتا ہے، خواہ ضمانت کسی قسم کی ہو۔ اس کا کاروبار زیادہ تر اندرون و بیرون ملک کی ہنڈیوں پر بٹہ کاٹنا ہے مگر وہ ہر قسم کے اغراض کے لیئے اور ہر مدت کے لیئے یعنی قلیل ترین زمانے مثلاً ایک دو دن یا نصف ہفتے سے لیکر بڑی سے بڑی مدت کے لیئے بھی قرضے دیتے ہیں۔ اس قسم کے قلیل المدت قرضوں پر ان کو جو سود ملتا ہے وہ بالعموم نسبتاً بہت کم ہوتا ہے

---

[1] Overdraft

[2] دیکھو ضمیمہ جدول (۹) د۔

ہے۔ مگر اطلاع قریب پر وہ خود جو قرضہ حاصل کرتے ہیں اس کا سود اس سے بھی کم ہوتا ہے۔ وہ نہایت قلیل شرح منافعہ پر کاروبار کرتے ہیں اور اپنے زرکو دائمی طور سے مشغول رکھنا ہی ان کے کاروبار کی اساسی بنیاد ہے۔ اس قسم کا کاروبار بلحاظ نوعیت و تقسیم عالمگیر حیثیت رکھتا ہے۔ ممالک خارجہ کی ہنڈیوں پر بٹہ کاٹنے کا کاروبار اسوقت بھی زیادہ تر انھی کے ہاتھ میں ہے اور پہلے کلیتہً انھی کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن چونکہ بعض معاملات کا جن پر ہم آیندہ بحث کرینگے، اس کاروبار سے بہت قریبی تعلق ہے اسلیئے اسکی مزید تشریح یہاں ضروری ہے۔ فرض کرو کہ ہیوناس آئرس کا ایک تاجر ناٹنگ ہم کے ایک کارخانے سے گوٹہ کناری کا سامان خرید نا چاہتا ہے۔ اب اس خرید و فروخت کے لیئے وصول و ادائے رقم کا کچھ انتظام ہونا ضروری ہے اسلیئے کہ کارخانے دار اجنبی تاجر سے بالکل نابلد ہے اور اس سے یہ توقع نہیں کیجاسکتی کہ وہ نرے اجنبی شخص کے ہاتھ اپنا مال ادہار فروخت کریگا۔ ایسی صورت مین سیدھا سادہ طریقہ ~~یہ~~ ہے کہ ارجن ٹائن کا تاجر فرمایش کے ساتھ رقم بھی روانہ کرے لیکن یہ ممکن ہے کہ وہ پیشگی ادائی کرنے کے قابل نہ ہو۔ علاوہ بریں یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کارخانے دار پر اتنا بھروسہ کرنے کا خیال دل میں نہ لائے پس وہ دوسرا طریقہ اختیار کرتا ہے اور ایک تحریری وعدہ اشیا کی ترسیل کا لدا د پرچہ وصول ہونے پر لکھدیتا ہے کہ تین ماہ کے گزر لنے کے بعد مطلوبہ رقم ادا کردی جائیگی۔ مگر اس سے بھی کارخانے دار کا کامل اطمینان نہیں ہوتا اسکو کچھ ایسی ضمانت کی ضرورت ہے جس سے یہ یقین ہو جائے کہ خریدار نادہند نہیں ہے ختم میعاد ہنڈی پر فوراً رقم ادا کردیگا۔ اسطرح

سکھار گھر لندن میں یہ رواج پڑ گیا کہ چند بڑی بڑی کمپنیاں جو بیرونی ممالک سے تعلقات رکھتی ہوں اس قسم کی ہنڈیوں پر

لہ۔ دیکھو جدول (۱۶) الف۔

اپنا نام بطور ضمانت تحریر کر دیتی ہیں اور بیرونی خریدار کی جانب سے ہنڈی سکھار دیتی ہیں۔ اس خدمت کے معاوضے میں ان کو ہنڈی لکھنے والوں کی طرف سے کمیشن ملتا ہے اور وہ بخوشی اس کام کو انجام دیتی ہیں کیونکہ یونانس آئرس میں انکی جو شاخیں ہیں وہ اس امر کا اطمینان کر لیتی ہیں کہ تاجر کی ساکھ اچھی ہے۔ اس طرح ان نامنہاد سکھار گھروں نے غیر ممالک کے تاجر اور کارخانے دار کے امین ایک طرح کے بچولیوں یا درمیانی اشخاص کی حیثیت اختیار کرلی ہے جس وقت مال جہاز پر لدنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے کارخانے دار لداؤ پرچہ قیمت وصول کرنے کی ہنڈی کیساتھ لندن کی پیش کنندہ کوٹھی کے ہاں روانہ کر دیتا ہے، ہنڈی سکھار گھر میں دستخط کے لیئے پیش کر دیجاتی ہے اور اسکے ساتھ ہی اشیا کا لداؤ پرچہ بھی حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اس عمل کے پورا ہو جانیکے بعد ہنڈی پر بٹہ کٹ سکتا ہے۔ لمبارڈ اسٹریٹ کا کوئی بھی معمولی بنک یا بڑا بٹہ گھر جسکا لمبارڈ اسٹریٹ میں اسکو موسوم کیا جاتا ہے، اس پر بخوشی بٹہ کاٹکر قرضہ دیدیگا کیونکہ ہنڈی پر نہ صرف سکھار گھر کی بلکہ کارخانے دار کی بھی ضمانت ہوتی ہے، گو کارخانے دار ہنڈی لکھنے والے کی حیثیت سے انجام کار رقم مندرجہ ہنڈی کی ادائی کا یقیناً ذمہ دار رہتا ہے۔ اسطرح لندن میں بیرونی ممالک کی ہنڈیوں پہ بٹہ کاٹنے کا کاروبار تخصیص طلب فن بنگیا ہے اور اس لحاظ سے سکھار گھروں اور بٹہ گھروں کی ان دو جماعتوں میں منقسم ہے۔ چنانچہ لمبارڈ اسٹریٹ میں جو کاروبار طے پاتے ہیں انکے اکثر و بیشتر اور بہت اہم حصے کی نمائندگی یہی دو جماعتیں کرتی ہیں۔

صفحہ ۱۱۹ (متن انگریزی) پر جو شکل کھینچی گئی ہے وہ پھٹے اور اس کی آڑوں کی شکل سے کچھ مشابہت رکھتی ہے۔ اسکے ذریعے سے یہ سمجھانیکی کوشش کی گئی ہے کہ انگلستان کا نظام زر کسقدر پیچیدہ ہے اور اسکے اعضا ایک دوسرے سے کسقدر قریبی تعلق رکھتے ہیں، اس نظام کے بیان میں یہ امر قابل لحاظ ہے کہ کل نظام، بنک آف انگلینڈ میں کسطرح

117

مرکز ہے۔ بنک اپنے معمولی رواں اور امانتی حسابات کے علاوہ تمام "دیگر بنکوں" کا سرمایۂ محفوظ بھی رکھتا ہے۔ اس میں حکومت کے فاضلات اور بالعموم خارجی بنکوں اور خارجی حکومتوں کی رقمیں بھی رہتی ہیں۔ پس یہ کہنا مبالغہ نہیں ہے کہ بنک آف انگلینڈ کی نادہندگی کا اثر صرف یہی نہو گا کہ ہر شخص حکومت سے لیکر نیچے تک دیوالیہ ہو جائیگا، بلکہ بہت اغلب ہے کہ سرکاری بنک اور دنیا کی تقریباً ہر حکومت دیوالیہ ہو جائے۔ اسکے جو مضر اثرات دنیا میں پھیلینگے ان کا اندازہ کرنا وہم و خیال سے باہر ہے۔ اس طرح بنک کی ذمہ داری صرف انگلستان کی حد تک ہی نہیں بلکہ کل مالیاتی دنیا کی حد تک بہت بھاری اور بڑی ہے۔ اور یہ امر اور بھی زیادہ معما معلوم ہوتا ہے کہ اس سب کے باوجود جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، بنک پر سرکاری نگرانی قائم کرنا ضروری محسوس نہیں کیا گیا۔ گو یہ صحیح ہے لیکن پھر بھی یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ فی الحقیقت بنک کے معاملات پر عملاً جو نگرانی قائم ہے وہ ممکنہ طور سے شدید ترین قسم کی ہے کیونکہ زر کے کل بازار کی رائے عامہ اسکو انجام دیتی ہے اور عندالضرورت حکومت بھی یقیناً اس کا نفاذ کر سکتی ہے۔ لیکن حکومت نے بنک کے معاملات میں مداخلت کرنا یا اسکے ڈائرکٹروں کی رائے کو مسترد کرنا آج تک ضروری نہیں خیال کیا۔ بلکہ اسکے برعکس بنک کے ڈائرکٹر آفتوں کے زمانے میں ہمیشہ خود حکومت ہی کے مشیر بنے رہے ہیں۔ چنانچہ جنگ عظیم کے زمانے میں آگست ۱۹۱۴ء میں جو آفت آئی اس میں بنک کے ڈائرکٹروں کا طرز عمل تمام دنیائے بنک کاری کے لیئے ایک مثال تھا۔ بنک کی موجودہ حیثیت اور ذمہ داریوں کے تصور کا باعث سب سے

بیجہٹ کی تصنیف۔

زیادہ ایک شخص والٹر بیجہٹ (۱۸۲۶ء تا ۱۸۷۷ء) کی تصنیف تھی، اس نے اپنی کتاب موسوم بہ "لمبارڈ اسٹریٹ" اول بار ۱۸۷۳ء میں شائع کر کے اور اس میں لندن کے زر کے بازار کے حقیقی دستور اور اس دستور میں بنک آف انگلینڈ کا اصلی رتبہ پہلی مرتبہ بیان کر کے بڑی خدمت انجام دی

118

جسوقت کتاب پہلی دفعہ شائع ہوئی تو یہ بحث محض ایک معیاری تصور کو بیان کر رہا تھا، مگر یہ تصور سال بہ سال بتدریج حقیقت سے مبدل ہوتا گیا اور اب کسی ملک میں کوئی کوٹھی کا کاروبار کرنے والا ادارہ ایسا نہیں ہے جو دنیا کے کاروبار اور عوام کے اعتماد کا اسقدر مستحق ہو جسقدر بنک آف انگلینڈ مستحق ہے یا جس کی ساکھ اسقدر عمدہ ہو جیسی کہ بنک کی ہے۔ اور یہ قطعی طور سے اقل ترین سرکاری نگرانی کے تحت حاصل ہوئی ہے۔ حکومت نے اس بنک سے متعلق اگر کچھ آئین و قوانین وضع کئے تو وہ صرف ۱۸۴۴ء کے قانون منشور بنک[1] کی صورت میں تھے جسکو عام طور سے قانون پیل بھی کہتے ہیں اور اس میں بھی صرف اجرائے زر کاغذی کے ایک مسئلے سے تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ اب یہ قانون کیونکر نافذ ہوا اسکی تشریح کے لیئے بنک کی ابتدا سے لیکر ابتک کی مختصر تاریخ پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔

بنکوں کی ابتدائی سرگزشت

بنک آف انگلینڈ ۱۶۹۴ء میں قائم ہوا لیکن یوروپ میں فن بنک کاری کے ارتقا کا عمل، جو اس بنک کی تاسیس کا انجام کار رہبر ہوا۔ اس تاریخ سے صدیوں پیشتر سے جاری تھا۔ یوروپ کے اولین بنک وہ تھے جو اطالوی جمہوروں میں بقول راوی بارھویں صدی میں قائم کیئے گئے۔ اگرچہ جینوا کا مشہور بنک بنک آف سنٹ جارج معین شکل میں صرف ۱۴۰۷ء میں قائم ہوا اور وینس کا بنکو ڈی ریالٹو[2] ۱۵۸۷ء میں قائم ہوا۔ مغربی یوروپ میں پہلا بنک آمسٹرڈم بنک تھا جو ۱۶۰۹ء میں قائم ہوا اسکے بعد ۱۶۱۹ء میں بنک آف ہمبرگ اور ۱۶۳۵ء میں بنک آف روٹرڈم صورت پذیر ہوئے۔ اور بنک آف سویڈن نے اپنی تاسیس کے دو سال بعد ۱۶۶۱ء میں پہلا بنک کا نوٹ جاری کیا۔ انگلستان میں بنک کاری کے نظام کی

[1] Bank Charter Act

[2] Banco de Rialto　بنکو ڈی ریالٹو۔

ترقی صرف سترھویں صدی عیسوی کے اوائل میں جا کر شروع ہوئی۔

119

120
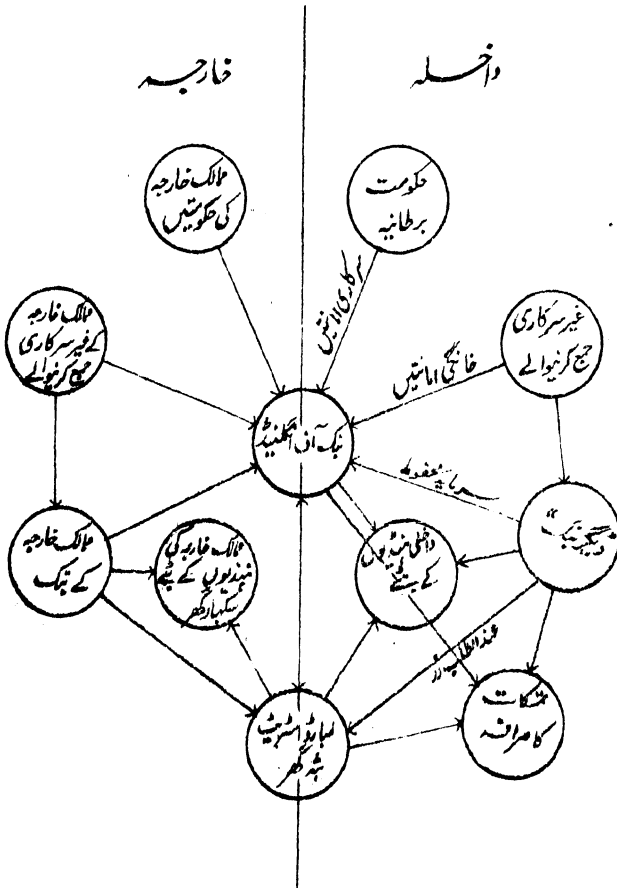
زرگر ۔۔۔۔ ۱۶۴۰ء تک تاجران لندن کا یہ دستور رہا کہ وہ اپنے غیر مشغول اصل کو حکومت کی امانت و حفاظت میں بمقام ٹاور آف لندن جمع کرتے تھے لیکن چارلس اول نے اس سال ۱۳۰،۰۰۰ پونڈ کی رقم جو ٹاور آف لندن میں رکھی ہوئی تھی ضبط

کر لی تو اسکے بعد سے حکومت پر تاجروں کا اعتماد باقی نہیں رہا اور وہ رفتہ رفتہ اپنے فاضلات زرگروں اور سناروں کے پاس رکھنے لگے جنھوں نے اپنی ابتدائی نقرہ وطلائی سامان کی تجارت کو توسیع دیکر صرافوں کا کاروبار اور زر کا لین دین بھی شروع کر دیا تھا۔ یہ لوگ اپنے پاس جو زر بطور امانت رکھتے تھے اسکے ایک حصے کو قرض با سود کے لین دین میں مشغول رکھنے لگے زر امانت پر جمع کرنے والوں کو بھی سود ادا کرتے تھے اور زر امانت کی وصولیابی پر تحریری رسیدیں جاری کرتے تھے۔ اگرچہ اس زمانے میں قوانین ربا (ربوٰی) نافذ تھے لیکن انھوں نے اسکی پروانہ کی اور قرضخواہوں سے بشرح اعلیٰ سود وصول کیا کرتے تھے اسکے علاوہ زر کے مبادلوں میں بھی انھیں خاصا منافع حاصل ہوتا تھا۔ اس زمانے میں تسکیک کی ناقص حالت نے فن بنک کاری کو اعلیٰ درجے کا مہارت طلب اور منفعت بخش پیشہ بنا دیا تھا۔ اور لین دین میں سکوں کے وزن معیار انکی قدر اور عام حالت کا بہت احتیاط کیساتھ لحاظ کیا جاتا تھا۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ زرگر مطالبات کی ادائی میں ہمیشہ فرسودہ اور ناقص سکے دیا کرتے اور اچھے سکوں کو اپنے پاس رکھ لیا کرتے اور انھی تجارت کرتے تھے۔

سنہ ۱۶۶۰ء کے بعد سے حکومت زرگروں سے جو اسکے ساہوکار بنے ہوئے تھے وقتاً فوقتاً قرضے حاصل کرتی رہی لیکن سنہ ۱۶۷۲ء میں خزانے نے قرضے کی رقم کا ادا کرنا موقوف کر دیا۔ اسوقت حکومت زرگروں کی ۱۳۰۰۰۰۰ پونڈ کی قرضدار تھی اور اسطرح اسکی ادائی کو روک کر حکومت کے عہدہ داران مالیہ کے اعتماد اور ساکھ کو دوبارہ تباہ کر دیا۔ زرگروں کا اور زرگروں سے ترقی کرکے خانگی بنکوں میں مبدل ہونے والی جماعتوں کا جن میں سے چند موجودہ زمانے میں اپنے آغاز و ابتدا کا سلسلہ ان ہی زرگروں سے ملاسکتی ہیں جلد جلد دیوالہ نکل جانے سے انکے بارے میں عوام کا اعتماد متزلزل ہوگیا تھا۔ چنانچہ تقریباً سنہ ۱۶۵۱ء سے انگلستان میں ایسے رسائل شائع ہونے لگے جن میں یوروپ کے دیگر ممالک کے بعض بنکوں کے نمونے پر سرکار کے منشور یافتہ بنک کے قیام و ترتیب پر زور دیا جاتا تھا۔

بنک کی تاسیس سنہ ۱۶۹۴ء میں ولیم ثالث کی حکومت کو زر کی شدید ضرورت لاحق ہوئی، لیکن لندن کے تاجروں کو سابقہ بادشاہوں سے تلخ تجربہ حاصل ہوچکا تھا اسلیئے انمیں سے کوئی بھی حکومت پر اعتماد کرنے اور اسکو قرضہ دینے پر آمادہ نہوا۔ ایسے وقت میں اسکاٹ لینڈ کا ایک باشندہ ولیم پیٹرسن منظر عام پر آیا اور اس نے وہ تجویز حکومت کے سامنے پیش کی جسکی بنا پر بنک آف انگلینڈ

121

ترتیب عمل میں آئی۔ پیٹرسن نے اس شرط پر کہ حکومت اسکو ایک منشور خسروی عطا کرے جسمیں اسکو ایک بنک قائم کرنیکی اجازت دیجائے اور بنک کا کاروبار کرنے یعنی امانت جمع کرنے ہنڈیوں پر بٹہ کاٹنے اور اس رقم کی حدتک نوٹ جاری کرنے کا حق دیا جائے جو حکومت بنک سے بطور قرض لے حکومت کو ۱۲۰۰۰۰۰ پونڈ اپنے طور پر بطور قرض دینے کیلئے آمادگی ظاہر کی۔ اسطرح انگلستان کے جدید قومی قرضے کا آغاز ہوا۔

اسکا اجارہ

۱۶۹۷ء میں ایک نیا منشور صادر ہوا جسکی رو سے بنک کو انگلستان میں سرمایہ مشترک کے اصول پر کاروبار کرنے کا حق اور اجارہ حاصل ہو گیا۔ اسکے بعد ۱۷۰۸ء کے قانون سے بنک کو مزید تقویت حاصل ہوئی۔ اس قانون نے بنک آف انگلینڈ کی بقا تک ان بنکوں کے شرکا کی تعداد کو جو نوٹ جاری کرتے تھے چھ اشخاص تک محدود کر دیا۔ ۱۷۵۱ء میں "قومی قرضے" کا انتظام بنک کے سپرد ہوا۔ بنک کو اس طرح جو اجارہ عطا کیا گیا وہ انگلستان کی فن بنک کاری کی متعاقب ترقی کی سرگزشت کا سب سے اہم اور نمایاں اساسی واقعہ ہے۔ چنانچہ اسکے بعد سے انگریزی نظام کی ترقی کو انگلستان کے متصل ہمسایہ اسکاٹ لینڈ کے کلیتہً مختلف نظام کے مقابلے میں اس بات کی تمثیل کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے کہ اس قسم کی جماعت کے دو متضاد تصورات کیا ہو سکتے ہیں جسکے تفویض سا ہوکے فرائض ہونے چاہئیں۔ انگلستان میں باستثنائے بنک آف انگلینڈ بنک کا کاروبار کلیتہً خانگی بنک کرتے تھے۔ یہ بنک ایک طرح کی

خانگی بنک

خانگی کمپنیاں تھیں جو انفرادی شرکا کی بڑی تعداد پر مشتمل ہوتی تھیں اور انھیں شرکا میں سے بعضوں یا کسی ایک کے نام پر کمپنی نامزد کی جاتی تھی اور نام عام طور سے "اینڈ کمپنی" پر ختم ہوتا تھا۔ چنانچہ اب تک چکوں پر آڑے ترچھے دستخط کرنے میں اسی رسم کی پابندی کیجاتی ہے مثلاً لکھا جاتا ہے۔ اس قسم کے بنکوں کی ساکھ کا مدار عوام کی نظر میں بشتر کمپنی کے انفرادی شرکا کی

نیک نامی اور دیانتداری پر تھا اور اسکی وجہ سے بنک کا عمل فطرتاً اس شہر یا ضلع کی حد تک محدود رہا کرتا تھا جہاں یہ شرکا معروف ہوتے تھے۔ چونکہ بنک آف انگلینڈ نے اپنا کاروبار صرف شہر لندن تک محدود رکھا تھا اور اسکی شاخیں تمام ملک میں پھیلی ہوئی نہ تھیں اسلیئے اسکے معنی عملاً یہ تھے کہ ملک میں بنک کا کل کاروبار مقامی حیثیت رکھتا تھا یعنی ہر ضلع یا شہر میں خود وہیں کے مقامی ساہوکار موجود ہوتے تھے۔ لیکن اسکاٹ لینڈ میں بنکوں کے کاروبار کی ترقی انگلستان سے

اسکاٹ لینڈ کا نظام

122

بہت زمانہ پیشتر جداگانہ طریق پر شروع ہوئی۔ سرمایۂ مشترک کے اصول پر متعدد بڑے بڑے بنک قائم ہوئے جو دراصل حصہ داروں کی کمپنیاں تھیں جو منشور شاہی کی بنا پر معرض وجود میں آئیں۔ مثلاً ۱۶۹۵ء میں بنک آف اسکاٹ لینڈ اور ۱۷۲۷ء میں رائل بنک قائم ہوا اور ۱۷۴۶ء میں برٹش لنن کمپنی[ل] صورت پذیر ہوئی۔ ان بڑی کمپنیوں نے اسکاٹ لینڈ کے اکثر بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں اپنی شاخیں قائم کیں اور ان کی ساکھ ملک میں ہر طرف مضبوطی کے ساتھ قائم ہوگئی۔ اسطرح ان دو نظاموں کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ انگلستان میں ہر جگہ چھوٹے چھوٹے مقامی خانگی بنک کثیر تعداد میں قائم تھے اور اسکے برعکس اسکاٹ لینڈ میں سرمایۂ مشترک والے بڑے بڑے بنک قلیل تعداد میں تھے اور انکی شاخیں ملک کے ہر گوشے میں پھیلی ہوئی تھیں۔

ادائی طلا کا التوا ۱۷۹۷ء تا ۱۸۲۳ء

۱۸۴۴ء کے قانون سے پہلے بنک آف انگلینڈ کی تاریخ میں سب سے اہم واقعہ یہ تھا کہ جنگ نپولین کے دوران میں بنک نے سونے کی صورت میں رقم کی ادائی محدود کردی یا روک دی۔ چونکہ اسوقت تک انگلستان میں بڑی بڑی رقموں کے نوٹ جاری کیئے جاتے تھے اسلیئے بنک نوٹ کا استعمال معمولی زر کی حیثیت سے بڑی حد تک محدود ہوگیا تھا۔ ابتدائً کمترین رقم کے نوٹ بیس پونڈ کے نوٹ

ل۔ Britirh Linen comnaney.Bullion committee

تھے۔ ۱۷۵۹ء میں ۱۵ پونڈ اور ۱۰ پونڈ کے نوٹوں کے اجرا کی اجازت ملی۔ اور
۱۷۹۳ء میں ۵ پونڈ کے نوٹ جاری کرنے کی اجازت دی گئی۔ مگر ۱۷۹۷ء میں
جب نقد سونے کی ادائی موقوف کی گئی تو اس سے بھی کم مقدار کے نوٹ
جاری کرنے کی فوری ضرورت محسوس ہوئی اور ایک پونڈ کے نوٹ فوراً
وافر تعداد میں جاری کیئے گئے۔ نقد سونے کو روکنے کی ضرورت جس مشکل
اور آفت کے رونما ہونیکے باعث محسوس ہوئی تھی وہ بہت جلد رفع ہو گئی
اور بنک بخوشی تیار ہو جاتا کہ نقد طلا کی شکل میں مطالبات حسب سابق
ادا کرے لیکن نوٹوں کے رواج پر کسی نے نہ تو اختلاف یا اعتراض کیا
اور نہ ان کا استعمال ہی ترک کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ادائے نقد طلائی کا
طریق بدستور موقوف رہا۔ پہلے پہل جاری کردہ نوٹوں کی مقدار نسبتاً بہت
کم رہی یعنی ۱۷۹۷ء میں ۱۰،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ تھی اور ۱۸۰۹ء تک اجرائے نوٹ کے
مشکلات کے بارے میں کسی کو بدگمانی نہوئی۔ لیکن اسکے بعد یہ دیکھا جانے لگا کہ
سونے پر بٹہ متواتر وصول ہونے لگی یعنی سونے کی سرکاری قیمت جو پہلے ۳ پونڈ ۱۷ شلنگ
۱۰½ پنس فی اونس تھی، ۱۸۱۰ء میں بڑھکر تقریباً ۴ پونڈ ۱۲ شلنگ ہو گئی۔ کوٹھی کا کاروبار
کرنے والوں میں قیمتوں کے اضافے کے متعلق چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں
کیونکہ بازار میں اشیا کی قیمتیں اسوقت بڑھ گئی تھیں[1] جسکے باعث
انتفاخ زر تھا جو تمام ملک میں زر کاغذی کثیر مقدار میں جاری ہو جانیکی
وجہ سے پیدا ہو گیا تھا، اسلیئے کہ گو بنک آف انگلینڈ کے نوٹ صرف
تقریباً بقدر ۱۹،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ رائج تھے لیکن کل انگلستان و آئرلینڈ کے
خانگی بنکوں نے بہت کثیر مقدار میں نوٹ جاری کر دیئے تھے۔ ۱۸۱۰ء میں
سونے اور زر کے مسائل پر غور کرنیکے لیئے ایک کمیٹی مقرر ہوئی اور اسکے ساتھ ہی
بنک میں موجود الوقت مسائل پر بحث مباحثوں کا ایک طوفان عظیم رونما

123

[1] دیکھو جدول (۵)۔

[2] Britirh Linen companey. Bullion committec

ہوگیا جیسکے صحیح مفہوم کو بحالت موجودہ سمجھنا خود ایک مشکل کام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے کی کوٹھی کا کاروبار کرنیوالی دنیا کو زر کے اصول اور مفہوم سمجھنے کا موقع تجربات کے ذریعے سے بظاہر بتدریج حاصل ہورہا تھا۔ چنانچہ یہ زیادہ تر انھی بحث مباحثوں کا نتیجہ ہے کہ موجودہ زمانے میں زر کے افعال اور اصول کی نسبت بہت زیادہ سلجھے ہوئے خیالات و تصورات موجود ہیں۔ لیکن ہمارے موجودہ نقطۂ نظر سے اس بحث مباحثے کی سب سے بڑی اہمیت یہ تھی کہ اس سے علی سبیل البدل وہ اصول رونما ہوئے جو بنک آف انگلینڈ کے اجرائے نوٹ کی تنظیم کے بہترین طریق کے مسئلے کے بارے میں مابعد بحث مباحثے کی بنیاد ثابت ہوئے۔ مطالبات کو نقد کی شکل میں ادا کرنیکی بندش خود انجام کار ۱۸۱۹ء تا ۱۸۲۳ء میں ہٹالی گئی۔ اور اسوقت تک ۱۸۱۶ء کے نئے زر کا رواج پوری طرح ہوگیا تھا۔ لیکن بحث مباحثوں سے جو سبق حاصل ہوا تھا اسکو فن بنک کے سوالات پر منطبق کرنا ہنوز باقی ہی تھا۔ ۱۷۹۷ء سے ۱۸۲۰ء تک انگریزی نظام کے بارے میں عام بے اطمینانی پھیلی رہی جسکی وجہ یہ تھی کہ انفرادی سرمایے کے بنکوں کو متواتر ناکامیوں کا منھ دیکھنا پڑا۔ محض ۱۸۱۴ء اور ۱۸۱۶ء کے مابین ۲۴۰ بنک دیوالیہ ہوگئے اور اسکاٹ لینڈ کے سرمایہ مشترک والے بنکوں کے اصول کی ایک حد تک تقلید کرنیکی تائید میں سخت ہیجان پیدا ہورہا تھا۔ ۱۸۲۳ء میں ایک شخص تامس جاپلن نے ایک رسالہ شائع کیا اور اسمیں ایک ایسے واقعے کی جانب اشارہ کیا گیا جسکو اس وقت تک بظاہر پوری طرح سمجھا ہی نہیں گیا تھا یعنی یہ کہ بنک آف انگلینڈ کو سرمایہ مشترک کے اصول پر کاروبار کرنے کا جو اجارہ دیا گیا تھا وہ صرف دوسرے اسی قسم کے سرمایۂ مشترک بنکوں کے اجرائے زر کا غذ کے حق کیساتھ قائم کرنے میں مزاحم تھا۔ اور یہ کہ اگر کوئی سرمایہ مشترک کی کمپنی اس خیال سے قائم کرنیکی جانب متوجہ ہو کہ وہ بنک کے کاروبار کے دوسرے اجزا کو انجام دیگا تو

124

اسکو ایسا کرنے سے باز رکھنے والی کوئی چیز نہ تھی۔ لیکن موجودالوقت حالات کے لحاظ سے اجرائے نوٹ کا حق حاصل ہونے کا عدم امکان کسی دوسرے سرمایۂ مشترک کے بنکوں کو قائم ہونے سے روکنے کے لیئے بالکل کافی تھا۔ اسلیئے کہ اُس زمانے میں اجرائے نوٹ کے کام کو بنک کے کاروبار کا اہم ترین اور یقیناً بہت ہی منفعت بخش جزو خیال کیا جاتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ آجکل جسطرح کے بنک ہیں اور وہ جس طریقے پر کاروبار کرتے ہیں اس زمانہ میں نہ ایسے بنک تھے اور نہ اسطریقہ پر کاروبار کیا جاتا تھا۔ زر رواں کا نظام اور چکوں کے استعمال کا طریق بالکل غیر ترقی یافتہ اور ابتدائی حالت میں تھا اور اسوقت کسی کو یہ وہم و گمان بھی نہ تھا کہ بنک کے کاروبار کی ترقی آگے چلکر موجودہ صورت اختیار کر لیگی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ ترقی بیشتر ٹھیک اسی سرگزشت کا نتیجہ ہے جو اسوقت بیان کیجارہی ہے۔ لیکن کسی نے جاپلن کی کتاب پر اسوقت زیادہ توجہ نہ کی۔ لیکن ۱۸۲۴ء سے ۱۸۲۵ء کے مابین پھر متعدد بنکوں پر تباہی آئی، اور ۶۷ بنک دیوالیہ ہو گئے۔ ۱۸۲۶ء میں ایک نیا قانون منظور ہوا جسکی رو سے سرمایۂ مشترک کے اصول پر بنک قائم کرنے اور نوٹ جاری کرنیکی اجازت اس شرط پر دی گئی کہ اس قسم کے بنک لندن کے اردگرد ۶۵ میل کے

شہر اور اسکے نواح کا رقبہ

رقبے کے اندر نہ تو کوئی دفتر کھولیں اور نہ کوئی شاخ قائم کریں۔ گویا اسطرح پر سرکاری طور سے لندن کے نواح کا ایک رقبہ پہلی دفعہ مختص کر دیا گیا اور اسی کے اندر بعد میں چلکر بنک آف انگلینڈ کی اجرائے نوٹ کی مخصوص عملداری محدود رہی۔ اسی قانون نے بنک کے نوٹوں کی اقل ترین قدر دوبارہ بڑھاکر ۵ پونڈ مقرر کی اور اسکاٹ لینڈ میں بھی یہی قاعدہ جاری کرنیکی کوشش کی گئی، مگر یہ اسکاٹ لینڈ کی خوش قسمتی تھی کہ یہاں اس تحریک کی کامیابی کے ساتھ مخالفت کی گئی جس میں زیادہ تر سروالٹر اسکاٹ نے حصہ لیا۔ ۱۸۳۳ء میں جب بنک آف انگلینڈ کا منشور[1] تجدید کے لیئے

---

[1] Bank of England Charter

دوبارہ پیش ہوا تو جاپلین کے پیش کردہ خیال کو نئے منشور میں لفظ بہ لفظ اختیار کیا گیا۔ اور اسی کے ساتھ ہی لندن کے بڑے سرمایہ مشترک کے بنکوں کی نشو و ترقی فوراً شروع ہوگئی لیکن دیہات کے سرمایہ مشترک والے بنکوں کی غیر ثبات پذیر نوعیت، جن کو نوٹ جاری کرنیکا حق حاصل تھا اب بھی اجرائے نوٹ کی تنظیم کے مسئلے پر عوام کی توجہ وقتاً فوقتاً مبذول کراتی رہی اور بالآخر معاملات نے اس عظیم الشان بحث مباحثے میں نازک صورت اختیار کرلی جو

زر کاغذی کی تنظیم

۱۸۴۴ء کے قانون منشور بنک (پیش کردہ سر رابرٹ پیل)[1] کی منظوری سے قبل ہوتے رہے۔ فریقین کے استدلال کی تہ میں جو اصول مضمر تھے وہ علی الترتیب اصول زر و اصول بنک کاری کے نام[2] سے مشہور ہوئے۔ پہلے اصول میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ بنک کے نوٹ کے اجرا کے لیے کوئی ضمانت اطمینان بخش نہیں ہوسکتی جب تک جاری کردہ نوٹوں کی رقم کے ہمقدر نقد سکے سرمایہ محفوظ میں نہ رکھے جائیں تاکہ عندالطلب نوٹوں کو نقد میں بدل دینے میں سہولت ہو۔ مگر بنک کاری کے اصول کے وکیل یہ کہتے تھے کہ نوٹوں کی تعداد کی حد بندی منتظمین بنک کے صوابدید پر چھوڑ دی جاسکتی ہے اور ان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے کہ وہ مناسب و محفوظ حد تک نوٹ جاری کرینگے، کیونکہ بنک کے کاروبار کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ اس سے اجرائے نوٹ پر فطری طور پر بندش قائم ہوتی ہے بلحاظ اسکے کہ نوٹ اسی حد تک جاری کیے جاتے ہیں جس حد تک کہ حقیقی کاروبار کو انجام دینے میں انکی ضرورت ظاہر ہو۔ اسکے جواب میں یہ استدلال کیا گیا کہ گزشتہ تجربے نے جنگ نپولین کے زمانے میں

125

[1] Sir Robert Peel's Bank Charter Act of 1844.

[2] Currency and the Banking Principles.

جب مطالبات کے نقد ادا کرنیکی رسم موقوف ہوئی یہ ثابت کردیا تھا کہ کثیر مقدار میں نوٹ جاری کرنے پر اس طرح روک قائم نہیں کی گئی مثلاً ۱۸۰۸ء میں جنوبی امریکہ میں گرما گرمی کے دور میں بنکوں کے ہنڈی پر بٹہ کاٹکر کثیر مقدار میں قرضے دیدینے کی وجہ سے جاری کردہ نوٹوں کی مقدار بہت ہی خطرناک حد تک بڑھ گئی تھی۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس اس زمانے میں بنک آف انگلینڈ کے ہاتھ میں ایک بہت ہی قوی اور کارگر ہتھیار نہ تھا جسکو وہ اب ضرورت کے وقت کامیابی کیساتھ استعمال کرتا ہے۔ یہ کارگر ہتھیار کیا ہے اسکی تشریح آئندہ باب میں کیجائیگی، سردست یہ سمجھ لینا کافی ہے کہ وہ شرح بٹہ میں اضافہ کرنیکا ہے یا بالفاظ دیگر نقد کی کثیر مانگ کو روکنے کیلئے اپنے قرضوں پر زیادہ شرح سود وصول کرنے کا حق ہے۔ اس زمانے میں قوانین ربا بدستور موجود تھے اور بیشترین شرح سود جو وصول کیجاسکتی تھی پانچ فیصدی تھی مگر یہ ایک ایسے زمانے میں جبکہ تخمینی کاروبار زوروں پر ہو کثیر المقدار قرضوں کی مانگ کو روکنے کے لئے پوری طرح ممکن نہ تھی۔ لیکن اب یہ بحث کرنا کہ آیا اس ذاتی تحفظ کے ذریعے کو وسیع حد تک استعمال کرکے اسکے تحت بنک آف انگلینڈ نسبتاً زیادہ بہتر طریق پر ترقی کرسکتا تھا یا نہیں محض بے سود ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اصول زر کی وکالت کرنیوالی جماعت کو فتح نصیب ہوئی اور ۱۸۴۴ء کے قانون نے انگلستان کے بنک کے نوٹوں کے طریقے پر ایسی قوی بندش قائم کردی کہ اس سے اس طریقے کی مزید ترقی مکمل طور سے رک گئی اور اسطرح نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان کے بنکوں کا نظام اس راستے سے ہٹکر جس پر وہ دوسری صورت میں چل سکتا تھا بالکل مختلف سمت میں ترقی کے مراحل طے کرنے لگا۔

قانون ۱۸۴۴ء ۱۸۴۴ء کے قانون کے اساسی اصول بظاہر یہ معلوم ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ نوٹوں کے اجرا کا اجارہ بتدریج کلیتہً بنک آف انگلینڈ کے ہاتھ میں آجائے۔ دوسرا یہ کہ یہ نوٹ ایک معین مقدار کی حد تک تمسکات کی بنیاد پر جاری کئے جائیں اور اس حد سے

اوپر باقی جتنی رقم کے نوٹ جاری کئے جائیں انکے ہمقدر نقد طلائی سکے سرمایہ محفوظ میں رکھے جائیں۔ پہلے اصول کو موثر بنانے کی غرض سے قانون نے یہ قرار دیا کہ بنک آف انگلینڈ کے سوا کوئی دوسرا بنک جسکا دفتر لندن کے اردگرد ۶۵ میل کے رقبے کے اندر واقع ہو نوٹ جاری کرنیکا مجاز نہ رہیگا۔ اور یہ کہ انگلستان کے اضلاع میں سرمایۂ مشترک کا کوئی نیا بنک قائم ہو تو وہ بھی نوٹ جاری کرنیکا مجاز نہو گا۔ آئرلینڈ اور اسکاٹ لینڈ کے ساتھ خاص سلوک ملحوظ رکھا گیا۔ ماسوائے ازیں انگلستان میں نوٹ جاری کرنیوالے جتنے بنک پہلے سے موجود تھے ان پر بھی یہ بندش عائد کیگئی کہ نفاذ قانون کے وقت انکے جاری کردہ نوٹوں کی جتنی مقدار تھی اس سے کسی حال میں وہ تجاوز نکریں۔ بنک آف انگلینڈ کے بارے میں یہ طے ہوا کہ اسکا کل کاروبار دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے اور ان دونوں کے نام صیغۂ اجرائے نوٹ اور صیغۂ بنک کاری قرار دیئے گئے۔ صیغۂ اجرائے نوٹ میں محض نوٹ جاری کرنیکا کام اور صیغۂ بنک کاری میں بنک کا کل کاروبار انجام دیا جانا طے پایا۔ بنک کے نوٹوں کے اجرا کی تنظیم حسب ذیل طریقے پر کی گئی:۔ نفاذ قانون کے وقت بنک کے جاری کردہ نوٹوں کی حقیقی مقدار ۱۴۰۰۰۰۰۰ پونڈ فرض کی گئی اور بنک کو اجازت دی گئی کہ اس مقدار کی حد تک نوٹ جاری کرنیکی صورت میں انکے مقابلے میں تمسکات رکھے جائیں۔ ان تمسکات میں وہ رقم بھی شامل تھی جو حکومت کے ذمے بطور قرض واجب الادا تھی یعنی ۱۱۰۰۰۰۰۰ پونڈ۔ گویا نوٹوں کا منظورہ اجرا ۱۴۰۰۰۰۰۰ پونڈ قرار دیا گیا۔ اس حد سے اوپر بنک جتنے چاہے نوٹ جاری کرسکتا تھا مگر بایں شرط کہ ان زائد نوٹوں کے ہمقدر نقد فلز سب کا سب صیغۂ اجرا میں رکھا جائے۔ ابتدائی قانون کی رو سے سونے کی مقدار کی ایک چوتھائی چاندی بھی

صیغۂ اجرا

منظورہ اجرا

126

بنک کو اپنے پاس رکھنے کی اجازت تھی۔ لیکن بنک نے ایک عرصے تک چاندی رکھنے کے اختیار سے کام نہ لیا۔ بنک آف انگلینڈ کے جاری کردہ نوٹ اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ میں تو نہیں بلکہ صرف انگلستان میں سوائے خود بنک کے ہر جگہ زر قانونی ہیں۔

اضلاع کے مشترک سرمایہ والے اور انفرادی دونوں قسم کے بنکوں کے موجود الوقت اجرائے نوٹ کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک یہ بھی قرار دیا گیا کہ اگر آئندہ کوئی بنک دیوالیہ ہو جائے یا کاروبار موقوف کر دے یا دوسرے بنک میں شامل ہو جائے تو معاً اسکے نوٹ جاری کرنیکی اجازت منسوخ ہو جائیگی اور بذریعۂ حکم بہ اجلاس کونسل بنک آف انگلینڈ کو یہ حق حاصل رہیگا کہ اس قسم کے بنک یا بنکوں کو جتنے نوٹ جاری کرنیکا حق پہلے حاصل تھا اور اب چھن گیا اسکے دو ثلث کی مقدار کی حد تک اپنے معمولی نوٹوں کی مقدار میں اضافہ کر لے۔ اس سلسلہ میں کہ یہ طرز عمل انگلستان میں اجرائے نوٹ کے طریق کو بنک آف انگلینڈ میں مرتکز کرنے میں کس حد تک موثر ثابت ہوا یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ ۱۸۴۴ء میں کل نوٹ اضلاع انگلستان میں بقدر ۸۶۳۱۶۴۷ پونڈ جاری ہوئے اور انکو جاری کرنیوالے ۲۰۷ انفرادی بنک اور ۷۲ سرمایہ مشترک والے بنک تھے۔ اسکے برعکس ۱۹۱۷ء میں یہ مقدار گھٹ کر ۸۴۸۰۷ پونڈ رہ گئی اور اسکو صرف ایک انفرادی بنک اور آٹھ مشترک سرمایہ والے بنکوں نے جاری کیا۔[ل]

اضلاع کے بنکوں کا اجرائے نوٹ

127

گویا جتنے بنک دیوالیہ ہوئے یا جتنوں نے کاروبار ترک کر دیا ان کا حق اجرا بنک آف انگلینڈ کو منتقل ہو گیا اور اسطرح بنک کے جاری کردہ نوٹوں کی تعداد بڑھ کر بقدر ۱۸۴۵۰۰۰ پونڈ ہوگی۔ حساب کر کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ یہ مقدار دیوالیہ بنکوں کے منتقلہ حق اجرا کی مقدار کے پورے

ل۔ دیکھو رسالہ اکنامسٹ کا بنک کاری نمبر ۱۸ ارمئی ۱۹۱۸ء۔

پورے دو ثلث سے بہت کم ہے بعض اوقات یہ خیال کیا گیا تھا کہ بنک کے ارباب حل وعقد نے دس لاکھ پونڈ کے ہمقدر نوٹوں کے جاری کرنیکی گنجائش آڑے وقت کے لیئے بطور سرمایہ محفوظ رکھ چھوڑی ہوگی لیکن ۱۹۱۴ئ کی جنگ کی آفت کے زمانے میں اس سے اس طرح پر کام نہیں لیا گیا۔

غیر تغیر پذیر نظام بنک پر نوٹ جاری کرنیکے بارے میں جو سخت قیود عائد کیئے گئے تھے ان پر کئی سال تک اعتراضات ہوتے رہے اور کوئی شک نہیں کہ زیادہ تر یہی وجہ تھی کہ انگلستان میں بنک کا کاروباری نظام اس شاہراہ ترقی پر آیا جسکو اس نے پسند کیا۔ اگر اس نظام میں کچھ نقص تھا تو یہ کہ آفتوں کے زمانے میں جبکہ نقد طلا زیادہ مقدار میں طلب کیا جاتا ہے نظام غیر تغیر پذیر حالت میں رہتا ہے۔ نوٹوں سے کام چل سکتا ہے، لیکن بنک ایک نوٹ بھی سونے کو اسکی بنیاد بنائے بغیر جاری نہیں کرسکتا اور سونے کی مساوی مقدار سرمایہ میں بالمقابل رکھکر نوٹ جاری کرنا بالکل بیکار ہے پس نوٹونکی مقدار میں حسب ضرورت اضافہ کرنیکے بارے میں جو بندشیں قائم کیگئی ہیں ان سے مجبور ہو کر ایک بالکلیہ دوسرا ہی طریقہ کار اختیار کر لیا گیا ہے یعنی نوٹونکے بجائے چیک استعمال کیئے جاتے ہیں اور اس استدلال کی کہ یہ نیا طریقہ پہلے طریق کی نسبت انجام کار بہت زیادہ بہتر ثابت ہوا ہے بہت کچھ تائید کیجا سکتی ہے۔

دیگر نظام بحث کے اس جزو کو ختم کرنے سے پہلے مختلف ممالک میں جو مختلف طریقے نوٹ کے اجرا کی تنظیم کے بارے میں بطور بدل رائج ہیں ان کا ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہوگا۔ چنانچہ عام طور سے اس کے تین طریقے ہیں:۔

(۱) معین تناسب کا اصول یعنی یہ کہ جاری کردہ نوٹوں کے مقابلے میں سونا اور تمسکات مقررہ نسبت سے رکھنے چاہئیں۔ یہ طریقہ زیادہ تر جرمنی میں رائج ہے وہاں جتنے نوٹ جاری کیئے جاتے ہیں انکی پوری قدر کے مساوی ایک ایسا سرمایہ قائم کرنا ضروری ہے جسمیں ایک ثلث سونا اور

دو ثلث تمسکات ہوں۔ لیکن یہاں اس امر کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے کہ اگر بنک چاہے تو منظورہ اور معین مقدار سے زائد نوٹ بدیں شرط جاری کر سکتا ہے کہ حکومت کو فاضل نوٹوں پر بشرح پانچ فیصد محصول ادا کرے۔ یہ گراں بار محصول زائد اجرا کے خطرے کو روکنے کے لیئے کافی خیال کیا جاتا تھا۔

(۲) بیشترین اجرا کا اصول۔ یہ فرانس کا نظام ہے۔ یہاں جنگ سے قبل کل نوٹوں کی مقدار بقدر ۶۸۰۰ ملین فرانک مقرر کی گئی تھی اور اسکے مقابلے میں طلا کی کتنی مقدار رکھنی چاہیئے اسبارے میں کوئی قید عائد نہیں کیگئی ہے۔ اسکو بنک کی دوراندیشی اور صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ لیکن بنک آف فرانس پر جو ان نوٹوں کو جاری کرتا ہے اُسکے معمولی کاروبار کی حد تک شدید آئینی بندشیں قائم ہیں۔

128

(۳)۔ تیسرا اصول یہ ہے کہ جتنے نوٹ جاری کیئے جائیں ان کی کل مقدار کے مقابلے میں تمسکات بطور امانت رکھ دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ طریقہ امریکہ میں ۱۹۱۴ء تک جاری رہا۔

ہفتہ وار کیفیت بنک آف انگلینڈ کے صیغۂ بنک کاری کے بارے میں ۱۸۴۴ء کے قانون نے جو بندش قائم کی ہے وہ صرف یہ ہے کہ بنک مجمل فرد حساب ہر جمعرات کو بہ شکل ہفتہ وار کیفیت لازماً شائع کرے اور اس میں صیغۂ اجرا اور صیغۂ بنک کاری کی ایک دن قبل تک کی کیفیت پیش کرے۔ چنانچہ ہفتہ وار فرد حساب کا ایک نمونہ ضمیمے میں جدول دس میں ملیگا۔

سرمایہ محفوظ یہ امر نہایت اہم ہے کہ اس فرد حساب کو پوری طرح سمجھ لیا جائے۔ اسلیئے کہ کاروباری لوگ ہر جمعرات کو اسکی اشاعت کا بڑی بے چینی سے انتظار کرتے ہیں۔ شرح بنک کا بھی اسی دن اعلان کیا جاتا ہے اور اس شرح کا مدار حساب و کتاب کے اعداد پر ہوتا ہے اور اس طرح زر کی قدر اور تمام عالم کے قرضوں کے

لین دین پر اس شرح کا اثر پڑتا ہے۔ تمام معاشے کا محور سرمایۂ محفوظ کی طاقت اور مجموعی عند الطلب رقوم واجب الادا کے مقابلے میں اس سرمایہ کا تناسب ہے۔ سب سے اول یہ امر پوری طرح سمجھ لینا نہایت ضروری ہے کہ سرمایۂ محفوظ کی حقیقت کیا ہے، اسلیئے کہ سرمایۂ محفوظ کس چیز پر مشتمل ہوتا ہے اور وہ کہاں رکھا جاتا ہے اسکے بارے میں نابلد عوام ہمیشہ غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں۔ خاصکر اس سرمایۂ محفوظ کے بارے میں جو صیغۂ بنک کاری کے اثاثہ کے طور پر رکھا جاتا ہے اور سونے کے اس ذخیرے کے بارے میں جو صیغۂ اجرا میں جاری کردہ نوٹوں کے مقابلے میں رکھا جاتا ہے پراگندگی اور غلط فہمی کا ہونا بہت عام ہے۔ یہ دونوں ذخیرے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں اور ان کو کسی حال ایک دوسرے سے غلط ملط نہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ہفتہ وار کیفیت میں ان کا اندراج الگ الگ کیا جاتا ہے۔ بنک کے صیغۂ بنک کاری کی فرد حساب کی واجب الوصول رقم کی ذیل میں جو آخری دو مدیں "نوٹ" اور "طلائی و نقروی سکہ" کی ہیں وہی سرمایۂ محفوظ ہیں۔ لیکن یہ بتا دینے کے بعد کہ اگرچہ حقیقت میں سرمایۂ محفوظ زیادہ تر نوٹوں پر مشتمل ہوتا ہے، تاہم جب کبھی اس میں سے رقم نکالنے کی ضرورت پڑتی ہے تو مطالبہ عموماً سونے کا کیا جاتا ہے تو عوام کی پراگندگی اور غلط فہمی قابل معافی ہو جاتی ہے۔ لیکن صیغۂ بنک کاری اپنی سہولت کے لیئے اور لاکھوں کی رقم دو جدا گانہ تجوریوں میں رکھنے کی زحمت سے بچنے کے لیئے اپنے سونے کو صیغۂ اجرا میں پڑے رہنے دینا اور اس سونے کے بجائے اسکے ہمقدر نوٹ صیغۂ اجرا سے لے لینا زیادہ مناسب خیال کرتا ہے۔ اگر سونے کا مطالبہ کیا جائے تو صرف یہ کرنا پڑتا ہے کہ صیغۂ اجرا میں نوٹوں کا ایک

گردش

بلینده بھیجدیا اور فوراً ہمقدر سونا وصول کر لیا۔ چنانچہ کل جاری شدہ نوٹوں اور دست گرداں نوٹوں کے مابین جو فرق ہے اسکی یہی تشریح ہے۔ موخر الذکر سے نوٹوں کی وہ مجموعی

129

مقدار مراد ہے جو صیغۂ اجرا کے جاری کردہ نوٹوں کی مقدار میں سے صیغۂ بنک کاری کے سرمایۂ محفوظ کے نوٹوں کی مقدار کو منہا کرنے کے بعد باقی رہتی ہے ۔ دوسرے الفاظ میں اس سے مراد نوٹوں کی وہ مجموعی مقدار ہے جو بنک کی ضرورت کے نوٹوں کو الگ کرکے، عوام میں روزمرہ کاروبار میں دست بدست گردش کرتی ہے ۔

بازار میں بنک کے حسابات کی اہم مدوں کی جس طرح تشریح کیجاتی ہے اسکا ایک خاکہ ضمیمے کی گیارھویں جدول میں دیا گیا ہے جسکے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ جنگ عظیم کے بعد سے اعداد میں کسقدر غیر معمولی تغیر ہوگیا ہے ۔ جنگ سے قبل کے چند مہینوں تک سرمایۂ محفوظ کا رقوم

تناسب

واجب الادا سے جو اوسط تناسب تھا وہ کل امانتوں کے پچاس فیصد سے کچھ ہی زیادہ تھا ۔ دوسرا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بنک نے ثابت قدمی کے ساتھ سرمایۂ محفوظ میں اتنی رقم کو کس طرح قائم رکھا ؟ دوسرے الفاظ میں بنک آف انگلینڈ اپنے سرمایۂ محفوظ کا، جس پر اسکے پورے کاروبار کا بڑی حد تک مدار ہے، کس طرح انتظام کرتا ہے؟

جیساکہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے سرمایۂ محفوظ پر جو مطالبات ہوں ان کو ادا کرنے کے لیئے بنک کو ہمیشہ تیار رہنا پڑتا ہے، یہ مطالبات دو حصوں میں تقسیم کیئے جاسکتے ہیں ۔ خارجی مطالبات اور داخلی مطالبات ۔

داخلی مطالبات

نام نہاد داخلی مطالبات زیادہ تر ملک کی روزمرہ کی زر کی ضرورت پر مبنی ہوتے ہیں اور اس لحاظ سے انکی مقدار میں وقتاً فوقتاً تغیر ہوتا رہتا ہے جیسے کہ مثلاً سہ ماہیوں کے اختتامی ایام میں جبکہ کثیر المقدار رقمیں محصولات کی شکل میں واجب الادا ہوتی ہیں یا ششماہی کے ختم کے دنوں میں جبکہ اکثر تجارتی کمپنیاں اپنے حصہ داروں کو مقسوم دیتی ہیں ۔ پھر اگر ایسا زمانہ ہو جیساکہ ماہ اگسٹ کے بنک کے تعطیلات جبکہ اکثر لوگ چھٹیاں منانے کی غرض سے باہر

جاتے ہیں تو اخراجات سیر و سیاحت کی غرض سے بنکوں سے بہت بڑی مقدار میں نقد زر کا مطالبہ ہوتا ہے اور اس طرح لندن سے نقد طلا بہت بڑی مقدار میں نکلکر اضلاع میں چلا جاتا ہے لیکن داخلی مطالبات کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ مقررہ یا میعادی ہوتے ہیں یعنی ان رقموں کی معمولی مقدار اور ان کے نکالنے کا وقت تجربے سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے، اور ان کے متعلق بہت صحیح اندازہ قائم کیا جا سکتا ہے چنانچہ انکا پہلے ہی سے بآسانی انتظام کر لیا جاتا ہے اور وقت پر کوئی وقت یا تکلیف نہیں ہونے پاتی اسلیئے کہ یہ امر ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ بنک آف انگلینڈ کے سرمایہ محفوظ سے خواہ کتنی ہی بڑی رقم باہر نکالی جائے زر کے بازار کو اُسوقت تک ذرہ برابر تشویش نہیں ہوتی جب تک یہ بات اسکے علم میں رہے کہ زر کہاں جاتا ہے اور کس کام میں صرف ہوتا ہے تاکہ وہ اس رقم کی بازگشت کے وقت کے متعلق بہ سہولت صحیح اندازہ قائم کر سکے۔

لیکن خارجی مطالبات کی حالت بالعموم بالکل مختلف ہوتی ہے۔ بعض مطالبات موسم خزاں میں فصل کی نکاسی کے لیئے، ہندوستان اور مصر کو سونے کی منتقلی کے مثل، عام طور سے مقررہ سالانہ واقعات کی حیثیت اختیار کر رہے ہیں جن کا پہلے سے انتظار کیا جاتا ہے اور جن کو معمولات میں شمار کیا جاتا ہے لیکن بنک سے

بیرونی مطالبات

بیرونی مطالبہ کی بنا پر سونے کے خارج ہونے کا ایک اور ذریعہ بھی ہے اور لندن کے زر کے بازار کو اس کے لیئے ہمیشہ نگراں رہنا پڑتا ہے۔ اسلیئے کہ اسکا پہلے سے صحیح علم ہونا بہت زیادہ دشوار ہے کہ یہ مطالبہ کس وقت ہوگا یا یہ معلوم کرنا بہت مشکل ہوتا ہے کہ اس مطالبے کی مدت کب تک قائم رہیگی یا اسکی انتہائی مقدار کہاں تک پہونچیگی خاصکر ایسی حالت میں جبکہ زر کے واپس آجانیکا امکان ہو خواہ وہ کتنا ہی کم کیوں نہو۔ پس ان بیرونی مطالبات کی ادائی کا پہلے سے انتظام کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اور انکے باعث زر کے بازار کے سکوں میں بالعموم خلل واقع ہوتا رہتا ہے، خاصکر اگر اس قسم کا کوئی غیر متوقع مطالبہ دیگر

130

اغراض کے سلسلے کے کسی بڑے مطالبے سے متصادم ہو جائے جیسا کہ جنگ کا نازک زمانہ ۱۹۱۴ء کی تعطیل بنک سے متصادم ہوگیا تھا لیں اس امر پر مزید غور کرنے سے پیشتر کہ یہ مطالبات سرمایۂ محفوظ کو کس طرح متاثر کرتے ہیں یا ان کی ادائی کس طرح کرنی چاہیئے ان خارجی مطالبات کے سبب یا بنیاد کو معلوم کرنا ضروری ہے۔ اور اس سبب یا اصل کو دریافت کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ موضوع کے ایک بالکل جداگانہ شعبے کی جانب یعنی تجارت خارجہ اور مبادلات خارجہ کی طرف تحقیق کی باگ پھیر لیجائے۔

حوالہ جات

1. Gide, Book II. Chapter X. Art. 6-8
2. Bagehot, Lombard Street.
3. Gilbart, Banking.
4. Clare, Money Market Primer.
5. Withers, The Meaning of Money.
6. Easton, Chapter VI & VII
7. Bisschop, Rise of the London Money Market.
8. Powell, Evolution of the Money Market.
9. Andreades History of the Bank of England.

ریاستہائے متحدہ امریکہ کے جدید وفاقی سرمایۂ محفوظ کے بنک کاری کے نظام"

U. S. Federal Reserve Banking system

نیز جرمنی کے ماقبل جنگ اور دوران جنگ کے نظام کے لیے دیکھو۔

" State Credit & Banking during the War and after."

by Robert Benson.

131

گیارھواں باب

شرح مبادلہ

(۱) بین الاقوامی تجارت قدیمی مبادلۂ اشیا کے طریق کا اعادہ ہے۔ (۲) قانون توازن تجارت۔ (۳) ممالک خارجہ کی ہنڈیاں اور شرح مبادلہ۔ (۴) شرح مبادلات کے تغیرات۔ (۵) تغیرات کے اثرات اور حدود۔ (۶) مقامات طلا۔ (۷) مطالبات خارجہ کی اصل بنیاد۔

مبادلۂ اشیا کا بین الاقوامی طریق عصر جدید کے تجارتی ممالک کی داخلی تجارت کی حد تک روزمرہ کے کاروبار میں فلزی سکوں کا استعمال، جیسا کہ بیان ہوچکا ہے، اقل ترین پیمانے پر ہونے لگا ہے۔ تجارت خارجہ میں یہ رجحان بدرجہا زیادہ ترقی پر ہے۔ بین الاقوامی تجارت میں تقریباً کل کاروبار زر لئے دئے بغیر طے پاتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ طریقہ قدیم مبادلۂ اشیا کے طریق کا اعادہ اور اسکی رجعی شکل ہے۔ ہر ملک ٹھیک اسی قدر اشیا برآمد کرتا ہے جو اسکے

اشیائے درآمد کی قیمت کو ادا کرنے کے لیے درکار ہوں اور ٹھیک اسیقدر اشیا درآمد کرتا ہے جن کو وہ اپنے اشیائے برآمد سے خرید سکے۔

ظاہر ہے کہ ایسا ہونا ضروری ہے، کیونکہ اگر کسی ملک کی درآمد تولتے ساتھ برآمد کی نسبت زیادہ رہے اور اسکو ہر سال ان قیمتوں کا فرق سونے کی شکل میں ادا کرنا پڑے تو اس ملک کے سونے کے ذخیرے کی بڑی مقدار بہت جلد کم ہو جائیگی اور اس کا نتیجہ نظریہ مقدار زر کے مطابق یہ ہوگا کہ اس ملک میں عام طور پر اشیا کی قیمتیں گھٹ جائیں گی۔ اسکے معنی کیا ہونگے؟ سب سے پہلے تو قیمتوں کی تخفیف اور تجارت کی سرد بازاری کی وجہ سے ہر شخص زر کی قلت محسوس کریگا اور مجبوراً اپنی خریداریوں کو اور خصوصاً بیرونی سامان تعیش کی خریداری کم کر دیگا۔ چونکہ اس ملک میں سب اشیا ارزاں ہو جائیں گے اور بیرونی ممالک کے اشیا کی نسبت انکی قیمتیں بہت کم ہونگی اس لیے ایسی چیزوں کے باہر سے منگانے میں نفع نہوگا جو خود ملک میں ارزاں ملسکتی ہیں۔ اس طرح ایک طرف تو اشیا کو

نقد تادیہ ناممکن ہے

درآمد کرنے میں رکاوٹ پیدا ہو جائیگی اور دوسری طرف ملکی اشیا کی ارزانی غیر ممالک کے باشندوں کو ترغیب دیگی کہ وہ یہاں کا سامان خرید لیجائیں اور اس طرح اشیا کی برآمد کو فروغ ہوگا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ درآمد کی کمی اور برآمد کے اضافے سے تجارت میں توازن قائم ہو جائیگا یہاں تک کہ درآمد کی زیادتی جس سے خرابی کا آغاز ہوا تھا، بالکل رفع ہو جائیگی۔ پس یہ ناممکن ہے کہ کوئی ملک اشیائے برآمد کے مقابلے میں ہمیشہ زیادہ اشیا درآمد کرتا رہے اور ان دونوں کے فرق زائد کی قیمت کو سونے کی شکل میں ادا کئے جائے۔

البتہ ایسا ملک جیسے کہ افریقہ ہے مستثنیات میں شمار ہوگا کیونکہ وہاں سونے کی کانیں موجود ہیں۔ اور اشیائے برآمد کی مستقل زیادتی کی صورت میں بھی اس کے معکوس عمل کا اطلاق ہوگا۔ گویا رجحان یہ ہے کہ زیادتی خواہ وہ برآمد کی درآمد پر ہو یا درآمد کی برآمد پر بتدریج خود بخود

132

توازن تجارت

رک جائیگی۔ اس کی حالت رقاص کی جنبش کی سی ہے۔ کیونکہ جب
رقاص جھول کر ایک طرف اپنی انتہائی حد کو پہونچ جاتا ہے تو اس میں
خود بخود ایسی قوتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو اسکو توازن کے
مقام پر واپس لیجانے کا میلان رکھتی ہیں۔ یہ نتیجہ
اس چیز میں بھی مضمر ہے جس کو قانون توازن تجارت کے نام سے
موسوم کیا جاتا ہے۔ ہر درآمد جب وہ باقاعدہ رو کی شکل اختیار کر لیتی
ہے تو اپنے بالمقابل لازماً برآمد کو وجود میں لاتی اور اسکو متعین کرتی
ہے۔ علی ہذا ہر برآمد جب وہ باقاعدہ طور سے قائم ہو جاتی ہے تو
اپنے بالمقابل لازماً درآمد کو قائم، متعین کرتی ہے۔

مگر یہ واضح ہوگا کہ متذکرۂ بالا نظریئے کا عمل بہت دھیما اور
پیچیدہ ہوتا ہے۔ مقدار زر کی قلت کا جو اثر اشیا کی قیمتوں پر پڑتا
ہے اور اسکے نتیجے کے طور پر جو ردعمل رونما ہوتا ہے وہ بہت دیر میں
ظاہر ہوتا ہے۔ پھر عام قیمتوں کی سطح کے سریع تغیرات تجارت کیلیے
سخت مضرت رساں ہو سکتے ہیں۔ پھر بھی عملاً یہی نتیجہ ایسے تدریجی
عمل سے حاصل ہوتا ہے جو بہت زیادہ نازک اور اسی کے ساتھ بہت
زیادہ سریع ہے اور جس کو شرح مبادلہ کے تغیر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔
اگرچہ یہ عمل خود بخود واقع ہوتا ہے اور پوشیدہ رہتا ہے لیکن معمولی
حالات کے تحت وہ مساوی طور سے یقینی ہوتا ہے۔

بیرونی تاجروں کے مابین ہنڈی کے ذریعے سے حسابات کا تصفیہ کرنیکا طریق بظاہر
بنکوں کے اعتباری نظام کی ترقی کا نتیجہ ہے جسطرح داخلی تجارت میں سب تاجر اپنے حسابات کا
تصفیہ آپس میں براہ راست کرنیکے بجائے بنک کے ذریعے کرتے ہیں اسیطرح تجارت خارجہ
میں بھی ہر تاجر بجائے اس کے کہ متعدد ممالک خارجہ میں اپنے لینداروں سے براہ راست
معاملہ طے کرے خود اپنے ہی وطن میں اپنے لینداروں کے لینداروں سے
تصفیہ کرتا ہے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زر کو ادھر سے ادھر منتقل کرنے کی
زحمت بچ جاتی ہے، اور اسکے ساتھ اس منتقلی کے تمام لازمی خطرات و

مصارف بھی برداشت کرنے نہیں پڑتے۔

خارجی ہنڈیاں اس طرح فرض کرو کہ لندن کا ایک شخص الف بمبئی کے ایک تاجر ب سے روئی خرید تا ہے جسکی قیمت ۱۰۰ پونڈ ہے، لیکن الف، ب کو نقد قیمت ادا کرنیکے بجائے ہنڈی لکھدیتا ہے اور دوسری طرف بمبئی کا ایک تاجر ج لندن کے ایک تاجر د سے ۱۰۰ پونڈ کا کچھ سامان خریدتا ہے اور اسکو ہنڈی لکھدیتا ہے۔ فرض کرو کہ ان دونوں ہنڈیوں کی میعاد ایک ہی مقررہ دن مثلاً ۳۱ جنوری کو ختم ہوتی ہے۔ اس تاریخ سے پیشتر ضروری ہے کہ الف لندن سے بمبئی کو ب کے نام ۱۰۰ پونڈ روانہ کرے اور ج بمبئی سے لندن کو د کے نام ۱۰۰ پونڈ ارسال کرے۔ لیکن الف، د سے ملکر یہ کہتا ہے کہ میں بجائے ۱۰۰ پونڈ بمبئی کو ب کے نام بھیجنے کے تمہیں یہ رقم اس ہنڈی کے مبادلے میں ادا کر دیتا ہوں جو تمہارے قبضے میں ہے اور ج کے ذمے واجب الادا ہے۔ اسکے بعد میں اس ہنڈی کو اپنے لیندار ب کے ہاں بھیجدونگا جو مندرجہ رقم تمہارے دیندار ج سے وصول کرلیگا۔" اس طرح انگلستان نے ہندوستان اور ہندوستان سے انگلستان کو ایک پیسہ یا ایک پنس منتقل کئے بغیر سب فریقوں کے حسابات صاف ہو جاتے ہیں۔

اس قسم کے کاروبار میں عملاً ایک درمیانی شخص یا بچولیا بھی کام کرتا ہے جسکو ہنڈی دلال کہتے ہیں۔ جو تاجر اشیا برآمد کرتے ہیں اور اپنی ہنڈیاں فروخت کرنا چاہتے ہیں دلال ان ہنڈیوں کو خرید لیتا ہے اور ان اشخاص کے ہاتھ فروخت کرتا ہے جو اشیا درآمد کرتے ہیں اور ان اشیا کی قیمت ادا کرنیکی غرض سے ہنڈیوں کے طالب ہوتے ہیں۔ سوائے انگلستان کے سب ملکوں میں اس قسم کے کاروبار کا بیشتر حصہ بنک انجام دیتے ہیں ہنڈی دلال کی قیمت ہی شرح مبادلہ ہوتی ہے۔ جو محض بیرونی ہنڈیوں کی قیمت ہوتی ہے۔

مبادلہ کا نرخنامہ دلال کی قیمتوں کی فہرست کو مبادلہ کا نرخنامہ کہتے ہیں[1]۔ مثلاً لندن اور پیرس کے

[1] دیکھو جدول (۱۲)۔

مابین مبادلہ ہو تو پیرس کی شرح مبادلہ سے وہ قیمت مراد ہے جسکا ادا کرنا لندن کے تاجر پر ایسی ہنڈی کے لیے جو پیرس میں واجب الادا ہو لازمی ہوگا یا لندن کی شرح مبادلہ سے مراد وہ قیمت ہے جسکی ادائی کسی ایسی ہنڈی کے لیئے جو لندن میں واجب الادا ہو پیرس کے تاجر پر واجبی ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ قیمت کس طرح معین ہوتی ہے؟

سب سے پہلے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ دو ملکوں کے مابین بیرونی ہنڈیوں کی تمام نہاد معمولی قیمت یا قیمت متواز نہ کیونکر قرار پاتی ہے۔ اسکے بعد ان قیمتوں کے تغیرات یا اضافے اور تخفیف کے اسباب کی نسبت غور کرنا پڑیگا۔

(۱) جب ایسے ممالک کے درمیان تجارت ہو جن کے سکے یکساں و مقررہ اکائی پر قایم ہوں تو عمل مبادلہ نہایت سہل اور سیدھے سادھے طریق سے انجام پاسکتا ہے۔ مثلاً انگلستان اور اسکے نوآبادیات میں جہاں ساورن معیاری سکہ ہے کوئی مساوات مبادلہ اس لفظ کے معمولی مفہوم کے لحاظ سے حقیقت میں موجود ہی نہیں ہے۔ اسلیے کہ انگریزی ساورن اور آسٹریلیا کے ساورن میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں ایک ہی چیز ہیں۔

مبادلے کی ٹکسالی مساوات (۲) جب دو ملکوں میں مختلف معیاری سکے رائج ہوتے ہیں تو مبادلے کی شرح ان دونوں ملکوں کے سکوں کی اضافی طلائی قدر پر منحصر ہوتی ہے۔ مثلاً لندن اور پیرس کے مابین شرح مبادلہ یعنی ساورن اور فرانک کی شرح مبادلہ یوں نکالی جاتی ہے:۔

184

ایک انگریزی ساورن = ۷،۹۸۸۰۵ گرام سونا جس میں خالص سونا

۱۱/۱۲ حصہ ہوتا ہے۔ پس .. .. .. = ۷،۳۲۲۳۸ گرام خالص سونا۔

ایک نپولین (۲۰ فرانک) = ۶،۴۵۱۶۱ گرام سونا جس میں ۹/۱۰ خالص سونا ہوتا ہے۔

پس ایک نپولین (۲۰ فرانک) = ۵،۸۰۶۴۵ گرام خالص سونا۔

پس ایک انگریزی ساورن = $\frac{۲۰ \times ۷،۳۲۲۳۸}{۵،۸۰۶۴۵}$ فرانک = ۲۵،۲۲۱۵ فرانک

اس شرح مبادلہ کو لندن اور پیرس کے مابین ٹکسالی مساوات مبادلہ کہا جاتا ہے۔ ایک انگریزی ساورن ۲۵،۲۲ فرانک کے مساوی ہوتا ہے۔

کاغذی مبادلات (۳) جب کسی ملک کا سکہ اصل میں زر کاغذی پر مشتمل ہو تو اول زر کی متعارف طلائی اکائی کی ٹکسالی مساوات مبادلہ نکالنی ہوگی اور پھر یہ دریافت کرکے کہ زر کاغذ کی کتنی اکائیاں سونے کی ایک اکائی کے مساوی ہوتی ہیں اس ٹکسالی مساوات کو زر کاغذی پر محول کرنا پڑیگا۔ مثلاً

ایک انگریزی ساورن = ۵ طلائی ڈالر (کولمبیا)۔

ایک طلائی ڈالر (کولمبیا) = ۱۰۰ کاغذی ڈالر (کولمبیا)۔

پس ایک انگریزی ساورن = ۵۰۰ کاغذی ڈالر (کولمبیا)۔

مبادلات بہ شکل نقرہ (۴) پھر ایک ایسے ملک میں جہاں چاندی کا سکہ رائج ہو اور طلائی اکائی برائے نام ہو اسی کے مماثل طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔ مگر جب ایسے دو ملک ہوں جنمیں سے ایک میں طلائی معیار ہو اور دوسرا صرف چاندی استعمال کرتا ہو تو ان دونوں کے درمیان شرح مبادلہ قائم نہیں کیجا سکتی۔ ایسی صورت میں شرح مبادلہ کا مدار زیادہ تر ان تغیرات پر ہوتا ہے جو چاندی کی بازاری قدر میں بحوالۂ طلا ہوتے ہیں۔

قلیل المدت اور طویل المدت شرحیں (۵) سب سے آخر میں یہ کہ جب ہنڈی فوراً واجب الادا نہو بلکہ ایک مدت کے بعد مثلاً تین ماہ بعد تحریر واجب الادا ہو تو اس مخصوص ہنڈی کی مندرجہ رقم کیساتھ اس سود کو بھی محسوب کرنا پڑیگا جو اس

لہ۔ دیکھو ہانگ کانگ اور ول پرائز و کے مبادلات جدول (۱۳) میں۔

تین ماہ کی مدت میں اس رقم پر لگے گا۔ اسکو طویل المدت شرح مبادلہ کہتے ہیں اور یہ عام طور سے صرف تین ماہ کی ہنڈیوں کے لیے پیش کیجاتی ہے[1]۔ اسکے مقابلے میں قلیل المدت شرح یا شرح چک ہوتی ہے اور یہ اسوقت کہتے ہیں جبکہ ہنڈی فوراً واجب الادا ہو۔ ان دونوں کا فرق بدیہی طور سے اس شرح سود پر منحصر ہوتا ہے جو اس ملک میں جہاں ہنڈی واجب الادا ہو وقت کے وقت رائج ہو۔
(۶) یوں تو عملاً یہ بھی ضروری ہے کہ ہنڈی کے وقت پر ادا کیئے جانے کے امکان کو یا دوسرے الفاظ میں ہنڈی سکھارنے والے کی ساکھ اور دینداری کی قابلیت کو بھی محسوب وملحوظ رکھا جائے، لیکن چونکہ شرح مبادلہ صرف عمدہ قسم کی ہنڈیوں ہی سے متعلق ہوتی ہے اسلیے اس پر اس امر ملحوظ کا اثر نہیں پڑتا[2]۔
لیکن ان سب ملحوظات سے قطع نظر شرح مبادلہ کے تغیر کے اصلی سبب کی تشریح باقی رہ جاتی ہے۔ شرح مبادلہ کے معنی خارجی ہنڈیوں کی قیمت ہے اور دیگر اشیا کی قیمتوں کے مثل اس قیمت کا مدار بھی طلب ورسد پر ہوتا ہے۔ ہنڈیوں کی رسد کا انحصار ان تاجروں کی تعداد پر ہوگا جنھوں نے ملک سے اشیا برآمد کیئے ہوں اور جن کو مبادلے میں ہنڈیاں وصول ہوئی ہوں۔ ہنڈیوں کی طلب کا مدار ان تاجروں کی تعداد پر ہوتا ہے جنھوں نے ملک میں اشیا کی درآمد کی ہو اور جنھیں ان اشیا کی قیمت ادا کرنے کی غرض سے ہنڈیاں خرید نا ضروری ہو۔ دوسرے الفاظ میں ہنڈیوں کی طلب و رسد کا

135

[1] ۔ دیکھو جدول (۱۲) اور (۱۳)۔
[2] ۔ لیکن جدول بارہ میں طویل المدت شرح کے لیے جو دو نرخنامے دیئے گئے ہیں وہ دو مختلف قسم کی ہنڈیوں یعنی ساہوکاروں کی ہنڈی اور تجارتی ہنڈی کے لیے ہیں۔

مدار ہر ملک کی درآمد کے توازن پر ہوتا ہے۔ اگر کوئی ملک برآمد کی نسبت زیادہ اشیا درآمد کرے تو شرح مبادلہ بڑھ کر اس ملک کے خلاف ہوجائیگی۔ اگر کسی ملک کی برآمد درآمد سے زیادہ ہو تو شرح مبادلہ گھٹ جائیگی۔ اور اس ملک کے موافق ہوگی۔

رسد و طلب

اس طرح اگر فرانس انگلستان سے نسبتاً بہت زیادہ اشیا درآمد کر رہا ہو تو فرانس کے تاجر کو ۱۰۰ پونڈ کی ایک ہنڈی کے لئے جو لندن میں قابل ادائی ہوگی ۲۵۲۲ فرانک سے زیادہ رقم ادا کرنی پڑیگی اور اگر اسکے برعکس فرانس لندن کو نسبتاً بہت زیادہ اشیا برآمد کر رہا ہو تو ۱۰۰ پونڈ کی ہنڈی کو جو لندن کے نام لکھی جائے پیرس میں فروخت کرنے کی صورت میں ۲۵۲۲ فرانک سے کچھ کم رقم ہی وصول ہوگی۔

شرح مبادلے کے تغیرات کے اثرات پر بحث کرنے سے پیشتر یہ ضروری ہے کہ ان کاروباری طریقوں میں سے بعض کی زیادہ مکمل تشریح کر لیجائے جو ناواقف عوام کی فہم سے بالاتر ہیں اور ان کو پیچیدہ معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً ہم اصطلاح میں مبادلہ کی شرح کا اضافہ یا تخفیف یا شرحوں کا فوق یا تحتِ مساوات ہونا کہتے ہیں۔ لیکن مبادلے کے

نرخنامہ مرتب کرنیکا طریق۔

نرخنامہ یا شرح مبادلہ کی فہرست پر جس کا ایک خاکہ بارھویں اور تیرھویں جدول میں دیا گیا ہے نظر ڈال کر بادی النظر میں ٹھیک طور سے یہ نہیں معلوم کر سکتے کہ کوئی مخصوص شرح فوق مساوات ہے یا تحت مساوات یا بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے۔ اس کی وجہ محض یہ ہے کہ مبادلہ کی شرحوں کا نرخنامہ مرتب کرنیکا طریقہ ہی مخصوص ہے۔ مبادلہ کی ہر ایسی شرح کو دو مختلف طریقوں سے بیان کیا جاسکتا ہے یعنی یا تو اسکو ملکی زر کی اس مقدار سے ظاہر کیا جاسکتا ہے جس کا دوسرے ملک کی معیاری اکائی کے مبادلے میں ادا کرنا ضروری ہے یا بیرونی زر کی اس مقدار کی شکل میں بیان کیا جاسکتا ہے جو پہلے ملک کی معیاری اکائی کے مبادلے میں وصول کیجائیگی۔ چنانچہ لندن اور پیرس کے مابین جو شرح مبادلہ ہوتی ہے وہ لندن اور پیرس دونوں مقامات میں

ہمیشہ ایک پونڈ اسٹرلنگ کے حوالے سے بیان کیجاتی ہے کہ ایک پونڈ کے مبادلے میں اتنے فرانک دیئے یا لیے جاسکتے ہیں۔ لیکن اسکو اسی طرح خوبی کے ساتھ یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ ایک فرانک کے مبادلے میں کتنے پنس دیے لیے جائیں۔ مثلاً ۹ء۹ پنس فی فرانک۔ لیکن اُس حقیقی عدد کے تغیر کا انحصار جس کو شرح مبادلہ کہا جاتا ہے اس امر پر ہے کہ ان دونوں طریقوں میں سے کونسا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ اگر شرح بیرونی زر کے حوالے سے بیان کیجائے تو ایسی شرح سے مراد اس زر کی وہ مقدار ہے جو ملکی زر کی مقررہ مقدار کے مبادلے میں وصول ہو اور اس صورت میں شرح کا اضافہ اس امر کی تعبیر کریگا کہ ملکی زر کی ایک معینہ مقدار کے مبادلے میں غیرملکی زر کی زیادہ مقدار وصول ہو رہی ہے، دوسرے الفاظ میں شرح مبادلہ ہمارے ملک کے موافق ہے۔ لیکن

بیرونی یا ملکی زر

اس کو حقیقت میں اصطلاحاً گرتا ہوا مبادلہ کہتے ہیں کیونکہ اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ملک کو (وطن کو) غیر ملک کے زر کی زیادہ مقدار کے مقابلے میں اپنے زر کی کم مقدار دینی پڑتی ہے۔ بڑھتی ہوئی شرح مبادلہ کا مطلب جبکہ نرخ بیرونی ملک کے زر کے حوالے سے بیان کیا جائے یہ ہے کہ نرخ کی مد دگھٹ رہی ہے، کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک کے اداکردہ ہر سکے کے مبادلے میں ہم کو بیرونی زر کی کم مقدار وصول ہو رہی ہے۔ چنانچہ جب لندن اور پیرس کی شرح ۱۵ء۲۵ ہو تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ایک انگریز کو جو پیرس رقم بھیجنا چاہے ۱۰۰ پونڈ کے مبادلے میں صرف ۲۵۱۵ فرانک ملینگے اسطرح اگر وہ ۱۰۰ پونڈ کی پوری ہمقدار اور مساوی رقم یعنی ۲۵۲۵ فرانک پیرس روانہ کرنا چاہے تو اُس کو اس قیمت کی ہنڈی یا رقعہ خرید نے کے لیئے ۱۰۰ پونڈ سے زائد رقم اداکرنی پڑیگی۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ شرح انگریز تاجر کے حق میں ایسے قرضدار یا دیندار کی حیثیت سے جو ترسیل زر کرنا چاہتا ہو ناموافق ہے۔

اگر یہ ہمیشہ ذہن نشین رکھا جائے کہ جو شرح پیش کیجا رہی ہے وہ ملکی سکے کے حوالے سے پیش کیجا رہی ہے یا غیر ملکی سکے کے حوالے سے تو مبادلہ کی شرحوں کو ظاہر کرنے کا جو پیچیدہ طریقہ ہے اس کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکتے ہیں۔ سہولت کی خاطر اس کو حسب ذیل طریقے پر پیش کیا جا سکتا ہے :-

	جہاں سکہ ہے	اور نرخ ہے	تو شرح مبادلہ درحقیقت
(۱)	غیر ملکی	گرتا ہوا	بڑھتی ہوئی یا ناموافق ہوگی
(۲)	غیر ملکی	بڑھتا ہوا	گرتی ہوئی یا موافق ہوگی
(۳)	ملکی	گرتا ہوا	گرتی ہوئی یا موافق ہوگی
(۴)	ملکی	بڑھتا ہوا	بڑھتی ہوئی یا ناموافق ہوگی

187

اس سے معلوم ہوگا کہ اگر شرح ملکی سکہ کے حوالے سے پیش کیجا رہی ہے تو مبادلے کا تغیر راست ہوتا ہے یعنی بڑھتی ہوئی عدد شرح کے اضافے کو ظاہر کریگی، لیکن اگر شرح غیر ملکی سکے کے حوالے سے بیان کیجائے تو مبادلہ کی شرح کا تغیر معکوس ہوتا ہے یعنی عدد کی کمی شرح کے اضافہ کو ظاہر کریگی اور عدد کی بیشی شرح کی تخفیف کو ظاہر کریگی۔

اضافۂ شرح کا نتیجہ

جب شرح مبادلہ میں کسی ملک کے خلاف اسطرح اضافہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ درآمد کرنے والوں کو ہنڈیاں خریدنے کے لیے پہلے کی نسبت اب کچھ زیادہ رقم ادا کرنی پڑیگی، اس کے یہی معنی ہیں کہ تھوڑا یا وہ درآمد کردہ اشیا کی قیمت پہلے سے زیادہ ادا کر رہے ہیں۔ لیکن دوسری طرف اسکا یہ مطلب ہے کہ اشیا کے برآمد کرنے والوں کو پہلے کی نسبت اب ہنڈیوں سے کچھ زیادہ رقم وصول ہوگی جسکے یہ

معنی ہوتے ہیں کہ گویا برآمد کرنے والوں کو اپنے اشیا کے مبادلے میں پہلے کی نسبت زیادہ قیمت وصول ہو رہی ہے۔ بالفاظ دیگر شرح مبادلہ کا اضافہ درآمد کے حق میں محصول یا جرمانے کا حکم رکھتا ہے اور برآمد کے حق میں منافع یا بڑھوتری کا۔ پس اضافۂ شرح کا میلان یہ ہے کہ درآمد کی کثرت کو روکے اور برآمد میں اضافہ کرے۔ وہ توازن تجارت کو از سر نو قائم کرنے کی جانب خود بخود مائل ہوتا ہے۔ اور یہی وہ توازن تجارت ہے جس میں خلل واقع ہونے سے شرح مبادلہ میں ابتداً اضافہ رونما ہوا تھا۔ اس طرح شرح مبادلہ کے تغیرات کا میلان تجارت کے توازن کو قائم و برقرار رکھنے کی جانب ہوتا ہے۔

مقامات طلا لیکن شرح مبادلہ کے اضافے یا تخفیف کے حدود مقرر ہیں۔ ہنڈیوں کی خرید و فروخت کا اصلی مقصد سونے کو ادھر سے ادھر منتقل کرنے کے اخراجات و خطرات سے بچنا تھا، پھر بھی اگر شرح مبادلہ کے اضافے کی وجہ سے بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑے تو ہنڈیوں کے خریدنے میں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا، بجائے ہنڈی خریدنے کے سونا بھیجنے میں زیادہ فائدہ ہوگا۔ پس شرح مبادلہ کے اضافے اور تخفیف پر سونے کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں بھیجنے کے مصارف کی تحدید قائم ہے۔ اسطرح جو حدود قائم ہوتے ہیں ان کو مقامات طلا کہتے ہیں۔ چنانچہ لندن اور پیرس کے مابین شرح مبادلہ عام حالات میں نہ تو ۱۲ر ۲۵ سے کم ہو سکتی ہے اور نہ ۳۲ر ۲۵ سے بڑھ سکتی ہے، کیونکہ لندن سے پیرس اور پیرس سے لندن نقد زر روانہ کرنے کے اخراجات تقریباً ۱۰ سنتائم فی پونڈ ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے لندن اور پیرس کے درمیان مبادلے کے یہی مقامات طلا ہیں۔

شرح مبادلہ کے بڑھ کر مقامات طلا تک پہونچ جانے کا

نتیجہ یہ ہوگا کہ تاجریاان کی جانب سے بنک، ہنڈیاں خریدنے کے بجائے نقد سونا بھیجنے لگیں گے۔ چنانچہ شرح مبادلہ کا کسی ملک کے

سونے کا اخراج

خلاف بڑھ کر اس ملک کے مخالف یا ناموافق ہونا اسی چیز کو تعبیر کرتا ہے۔ اگر یہ ناموافق حالت جاری یا قائم ہوجائے تو ملک کا سونا باہر چلا جائیگا[1]۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ کسی ملک کے حق میں شرح مبادلہ کا ناموافق ہونا اس ملک کے لیے لازماً مضر ہوگا، یہ فقرہ تجاریین کے خیالات کی یاد تازہ کرتا ہے۔

138

اب ہم اس نتیجے کو اس سوال پر منطبق کرنے کی جانب رجوع کرتے ہیں جس پر پہلے بحث کیجارہی تھی یعنی بنک آف انگلینڈ کے

سرمایۂ محفوظ پر اثر

سرمایۂ محفوظ کا قیام جب شرح مبادلہ میں لندن کے خلاف اضافہ ہو تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ انگریز تاجر اشیا درآمد کررہے ہیں اوران کو سونا باہر بھیجنے کی بہت جلد ضرورت ہوگی۔ لیکن انگلستان میں سونے کا صرف ایک ہی ذخیرہ ہے اور وہ بنک آف انگلینڈ کا سرمایۂ محفوظ ہے۔ چنانچہ بنک کے سرمایۂ محفوظ سے بیرون ملک سونا جانے کی یہی وجہ ہے۔ گویا محض اس بنا پر کہ اشیائے درآمد کی قیمت اشیائے برآمد کی قیمت سے زائد ہے اور اس فرق زائد کو ادا کرنے کے واسطے ملک سے باہر سونا بھیجنا ضروری ہے بیرونی مطالبات کی ادائی کا بار اس سرمائے پر پڑتا ہے۔ مختصر یہ کہ سونے کی برآمد کا باعث درآمد کی زیادتی ہے۔

[1] ۔ تاوقتیکہ قرضداری کی عارضی زیادتی کو دوسرے طریقوں سے متوازن نہ کیا جائے۔ دیکھو باب (۱۶)۔

پس بنک سونے کی اس نکاسی کا کیونکر مقابلہ کرے ؟

حوالہ جات

---

(1) Gide, Book II, Chapter X, Article (9)

2. Clare, Money Market Primer and A.B.C. of the Foreign Exchanges.

(3) Goschen : Foreign Exchanges.

(4) Easton : Chapter IV & V

(5) Spalding : Foreign Exehanges & Foreign Bills Chapter V-VII

139

بارھواں باب

مالی آفت

(۱) سرمایۂ محفوظ کی حفاظت۔ (۲) شرح بنک کا اضافہ۔
(۳) اس کا اثر زر کی نکاسی پر اور ملک کے زر کے بازار پر۔
(۴) مالی آفت کی عام رفتار۔ (۵) قانون بنک کا التوا۔
(۶) ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم اور مالی مشکلات۔

شرح مبادلہ کا مقام طلا کی طرف بڑھنا بنک آف انگلینڈ کے لیے اس امر کا انتباہ ہوتا ہے کہ مطالبات خارجہ کے سلسلے میں سونے کی برآمد شروع ہوگی۔ ان مطالبات کو پورا کرنے کے لیے بنک کو کیا تدابیر اختیار کرنے چاہئیں؟ بنک کے لیے اس سوال کو حل کرنے کے دو طریقے ہوسکتے ہیں۔ یا تو یہ کہ کوئی ایسی تدبیر عمل میں لائے جس سے مطالبات ملک یا خارجہ کے ادا کرنے میں سرمایۂ محفوظ کا سونا صرف نہ ہونے پائے یا کوئی ایسی ترکیب

کرے کہ سونا بیرونی ممالک سے ملک کے اندر آنے لگے۔

ملکی ہنڈیوں کا بٹہ

بظاہر پہلا طریقہ زیادہ سادہ معلوم ہوتا ہے۔ بنک ہنڈی پر بٹہ کاٹنا موقوف کر سکتا ہے اور جو لوگ اس غرض سے اس کے پاس ہنڈی پیش کریں ان سے صاف انکار کر سکتا ہے کہ جب تک مطالبات خارجہ کے سلسلہ میں سرمایۂ محفوظ سے سونے کا اخراج نہ رک جائے وہ بٹہ کاٹ کر ہنڈیوں پر قرضہ نہیں دے سکتا لیکن یہ ناممکن ہے، کیونکہ اگر بنک اپنی معمولی قسم کی ضمانتوں پہ قرضہ دینا موقوف کر دے تو بازار میں اس کو بلا تامل اس بات کا ثبوت خیال کیا جائے گا کہ بنک میں کچھ خرابی رونما ہوئی ہے اور بالآخر وہی چیز وقوع پذیر ہو جائیگی جس سے بنک اپنے آپ کو بچانا چاہتا ہے یعنی مالی معاملات نازک صورت اختیار کر لیں گے۔

سونے کی آمد

علیٰ ہذا برآمد کے لیے سونا دینے سے انکار کرنا بھی مساوی طور سے ناممکن ہے، کیونکہ لندن ہمیشہ سے تمام عالم کے سونے کا آزاد بازار رہا ہے۔ اور اسی سبب سے اس کو تمام عالم کے زر کے بازاروں میں سب سے زیادہ ممتاز اور بڑا رتبہ حاصل ہے۔

شرح بنک کا اضافہ

لیکن جہاں بنک قرضہ دینے سے انکار نہیں کر سکتا، وہاں ایسے تدابیر اختیار کر سکتا ہے جن سے قرضے کی مانگ میں، خواہ وہ ملک کی ہنڈیوں پہ بٹہ کاٹنے کے لیے ہو یا سونے کی برآمد کرنے کے لیے کمی ہو جائے۔ اور وہ اس طرح کہ جو رقمیں بطور قرض دی جائیں ان پہ بشرح اعلیٰ سود وصول کرے، چنانچہ اسی کو شرح بنک کا اضافہ کہتے ہیں۔ شرح بنک، بنک کی مقرر کردہ اقل ترین شرح بٹہ ہوتی ہے اور یہی کم سے کم شرح ہوتی ہے جس پر وہ کسی ضمانت و کفالت پر قرضہ دے سکتا ہے۔ لیکن حال میں چند سالوں سے بنک اس پر آمادہ ہو گیا ہے کہ اپنے مستقل گاہکوں کو بازاری شرح پر جو عام طور پر شرح بنک سے کسی قدر کم ہوتی ہے، قرضہ دے۔ اور اپنے گاہکوں کو کھو بیٹھنے کے نقصان سے بچنے کے لیے اس کو ایسا کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔

140

امانتوں کی شرح سود

اسی کے ساتھ شرح بنک کے اضافے سے دوسرا مقصد بھی حاصل ہوتا ہے۔ "دیگر بنک" امانتوں پر جو سود ادا کرتے ہیں اس کی شرح عام رواج کے مطابق شرح بنک کے کم و بیش قریب قریب مقرر کرتے ہیں[1]۔ جب شرح بنک میں اضافہ ہوتا ہے تو امانتوں کے سود کی شرح بھی بڑھادی جاتی ہے اور یہ اضافہ ملک کے زائد زر کو بنکوں میں جمع کروانے کی ترغیب دیتا ہے۔ چنانچہ یہ زر لندن پہنچتا ہے اور اس سے زر کے بازار کی حالت کی بہت کچھ اصلاح ہوجاتی ہے۔ "دیگر بنک" بنک آف انگلینڈ میں اپنی امانتوں کی مقدار بڑھا سکتے ہیں یا بطور خود لمبارڈ اسٹریٹ میں نہ کی زیادہ مقدار عند الطلب پیش کرنے کے قابل ہو جائیں گے جس کے یہ معنی ہوں گے کہ لمبارڈ اسٹریٹ کو بنک آف انگلینڈ کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہ ہوگی۔ علاوہ ازیں اضافۂ شرح کا نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ بیرونی ممالک سے طلا کھنچ کر آتا ہے کیونکہ زر کا میلان ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس جگہ

زر کی نقل پذیری۔

منتقل ہو جاتا ہے جہاں اس کو بہترین صلہ یا معاوضہ ملتا ہے چنانچہ اگر لندن میں شرح سود زیادہ ہو اور پیرس اور برلن میں نسبتاً کم ہو تو زر پیرس اور برلن سے لندن منتقل ہوگا۔ اس سے سونے کی برآمد رک جائیگی بلکہ ممکن ہے کہ اسکے بالمقابل بیرونی ممالک سے انگلستان میں سونا درآمد ہونے لگے۔ اس طرح یہ یک کرشمہ دو کار کے مضمون کے مطابق شرح بنک کے اضافے سے بنک اپنے دونوں مقصد حاصل کر لیتا ہے یعنی ایک طرف تو قرضوں کی مانگ میں کمی کر دیتا ہے اور دوسری طرف یہ ترغیب و تحریص دلاتا ہے کہ بیرونی ممالک اپنا زر انگلستان روانہ کریں اور اگر اس تدبیر کو اپنا عمل کرنے کے واسطے تھوڑا سا وقت ملجائے تو خوف وہراس کی

---

[1] دیکھو جدول (۱۶) الف۔

نوبت ہی نہ آئیگی اور مالی معاملات نازک صورت اختیار کرنے سے یقیناً بچے رہیں گے۔ لیکن بدقسمتی سے اتنے وقت کا ہمیشہ ملنا بھی ممکن نہیں، کیونکہ شرح بنک کے اضافے سے ملک میں سب قسم کے افراد کو

اندرونی مشکلات

دقتیں محسوس ہوتی ہیں۔ یعنی ہر اس شخص کو جو قرضہ لینا چاہتا ہو نہ صرف زیادہ شرح سود ادا کرنی پڑتی ہے بلکہ زر حاصل کرنے میں بھی زیادہ دقتیں محسوس ہوتی ہیں، کیونکہ انگلستان کے تمام "دیگر بنک" آنے والے خطرے کے خیال سے اپنی حالت کو مستحکم کرنیکی طرف مائل ہوتے ہیں اور اس طرح نہ صرف ہنڈی پر بٹہ کاٹ کر قرضہ دینے میں حتی الامکان بخالت کرتے اور اس مد کی رقم میں کمی کرتے ہیں بلکہ دوسری طرف رقوم امانت پر بشرح اعلیٰ سود ادا کرتے ہیں تاکہ امانتوں میں اضافہ ہو۔ جو لوگ مصائب کا شکار خیال کیئے جاتے ہیں وہی سب سے پہلے زر سے محروم ہو جاتے ہیں یعنی ان سے یا تو قرضوں کی واپسی کا مطالبہ کیا جاتا ہے یا مزید قرضوں کے دینے سے انکار کردیا جاتا ہے اور یہ چیز ان کا دیوالہ نکالنے کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔ اگر یہ دیوالیہ ہو گئے تو دوسرے بھی متاثر ہوتے ہیں اور ہر ناکامی متعدی بنکر صورت معاملات کو نازک سے نازک تر بنا دیتی ہے۔ کاروباری لوگوں میں اضطراب پیدا ہونے لگتا ہے، اور ہر شخص اپنے ساتھیوں کو بدگمانی کی نظر سے دیکھنا شروع کرتا ہے، اور اس طرح اعتبار جس پر پورے مالی اور تجارتی نظام کا

اعتبار کا فقدان

مدار ہے، عنقا ہو جاتا ہے۔ تاجر بجائے ادھار سودا فروخت کرنے کے نقد قیمت طلب کرنے لگتے ہیں، کچھ تو اس وجہ سے کہ خود ان ہی کو زر کی ضرورت ہے اور کچھ اس وجہ سے کہ ان کو اپنے گاہکوں کی مالی حالت پر اعتبار اور اطمینان نہیں ہوتا۔ اس طرح مشکلات مضاعف ہوتی چلی جاتی ہیں حتیٰ کہ کوئی نہ کوئی بڑی تجارتی کوٹھی یا بنک دیوالیہ ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی بے اعتمادی اور بے اطمینانی ترقی کرکے ہراس واضطراب کی صورت

141

اختیار کرلیتی ہے اور ہر طرف آفت کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ ایک بنک کا جہاں دیوالہ نکلا کہ عوام دوسرے بنکوں کو بھی بدگمانی کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں، ذراسی افواہ عوام کے کسی بنک پر دوڑ پڑنے کا کافی موجب بن سکتی ہے اور اس طرح بنک ٹوٹ سکتا ہے۔ غرض عوام کا اعتماد بالکل درہم برہم ہو جاتا ہے، اعتبار باقی نہیں رہتا اور اب ہر شخص زر کا طلبگار بن جاتا ہے

بنک پر دباؤ

اس کا بنک آف انگلینڈ پر کیسا اثر پڑتا ہے؟ بیرونی زر کا بازار جس پر عام قرض گیروں کا بالعموم مدار ہوتا ہے، دسترس پذیر نہیں رہتا۔ "دیگر بنک" اپنا سب زر لمبارڈ اسٹریٹ سے واپس طلب کر چکے ہیں، اب لمبارڈ اسٹریٹ سوائے اس کے کہ بنک آف انگلینڈ سے رقم حاصل کرے اور قرضے دے اور کچھ نہیں کرسکتی۔ اسی کے ساتھ "دیگر بنکوں" نے اپنے قرضہ دینے کے کاروبار کو اقل ترین ممکنہ نقطے تک کم کر دیا ہے اس لیے ہر شخص بنک آف انگلینڈ کی جانب رجوع ہوتا ہے۔ اب قرضوں کے لین دین کا سارا بار اسی ایک بنک پر پڑ جاتا ہے کیونکہ یہی ایک مقام ہے جہاں کچھ نہ کچھ زر دستیاب ہوسکتا ہے۔ بنک پر اس کا شدید دباؤ پڑتا ہے اگرچہ بنک سابق میں بہت ہی کم حصہ اس میں لیتا تھا مگر اس وقت پورے زر کے بازار کا کام اس کو

دیگر بنکوں کی حیثیت

تنہا انجام دینا پڑتا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ جو لوگ پہلے بنک میں رقوم جمع کرتے تھے وہ اپنا اپنا زر واپس لینا شروع کرتے ہیں۔ مثلاً "دیگر بنک" اپنی امانتوں کو جو بنک میں ان کے ناموں سے جمع رہتی ہیں اپنے ذمے کے مطالبات ادا کرنے میں صرف کرتے ہیں بلکہ یہ امانتیں کافی نہ ہونے کی صورت میں بنک سے فاضل قرضے بھی انھیں حاصل کرنے پڑتے ہیں۔ اس طرح بنک پر دوہرا بار پڑتا ہے یعنی اس کی رسد عملاً منقطع ہو جاتی ہے اور اسکے کاروبار کی مقدار کئی گونہ زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

بنک کا اصول عمل

لیکن باوجود اس کے بنک قرضہ دینے سے انکار نہیں

کر سکتا، اگر وہ ایسا کرے تو کل کی آفت آج ہی نازل ہو جائے۔ بنک یہ تو کر سکتا ہے کہ شرح بنک میں جتنا چاہے اضافہ کر لے، لیکن اس کے لیے لابدی ہے کہ وہ قرضہ دیتا رہے اور ان لوگوں کو بھی دے جنھوں نے اس سے پیشتر کبھی اس سے معاملہ نہیں کیا تھا اور ایسی ضمانتوں پر دے جن کو وہ پہلے کبھی ہاتھ بھی نہ لگاتا تھا۔ اس کے لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ پہلے سے زیادہ ہاتھ کھول کر آزادانہ طور سے قرضے دے، اس کو اپنے معمولی کاروبار کے ساتھ ساتھ "دیگر بنکوں" اور بیرونی بازار کے کام بھی انجام دینے پڑتے ہیں اور وہ بھی ایسے زمانے میں جبکہ اس کے پاس پہلے کی نسبت رقوم کا ذخیرہ بہت کم ہوتا ہے۔

نازک صورت

واقعہ یہ ہے کہ سرمایۂ محفوظ میں بسرعت کمی ہو جاتی ہے اور اگر حالات بہت زیادہ تیزی کے ساتھ نازک صورت اختیار کر لیں یعنی قبل اس کے کہ شرح بنک کے اضافے کا اسطرح پر اثر پڑنے کا وقت ملے کہ مطالبات خارجہ رک جائیں اور باہر سے سونے کی درآمد شروع ہو جائے تو اس ذخیرے کا بالکل ختم ہو جانا ممکن ہے۔ اس کے وقوع پذیر ہونے یا نہ ہونے کا مدار زیادہ تر ملک کی اس وقت کی حالت پر ہوتا ہے۔ اگر تجارت اچھی ہو اور اعتبار کے ذریعے سے تخمینی کاروبار حد سے زیادہ نہیں بڑھا ہے اور انتفاخ زر رونما نہیں ہوا ہے تو طوفان سے بہ آسانی بچ نکلنا بہت ممکن ہے۔ لیکن اگر ملک کی مالی حالت سقیم ہے اگر تخمینی کاروبار کثیر مقدار میں طے پا رہا ہے اگر اعتبار میں ناواجب انتفاخ ہوا ہے اور اگر بہت سے بنک اور تجارتی کمپنیاں مشکلات میں مبتلا ہو چکی ہیں تو زر کے بازار میں زر کی قلت کا فوری نتیجہ یہ ہوگا کہ اس قسم کی کمپنیاں اور بنک تباہ ہو جائیں گے۔ ان حالات میں بدنظمی اور بے چینی بہت جلد پھیل جاتی ہے اور فوراً ہراس و اضطراب کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ یہ سب وقت کا معاملہ ہے۔ اگر واقعات بتدریج نمودار ہوں تو بنک مشکلات کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ لیکن اگر کافی

مہلت دستیاب نہ ہو تو سرمایۂ محفوظ بہت جلد ختم ہو جائے گا اور ظاہر ہے کہ اسکے کیا نتائج ظہور پذیر ہونگے؟ سرمایہ محفوظ جسقدر گھٹتا جائے گا عوام میں اسیقدر زیادہ ہیجان و اضطراب پیدا ہو گا کیونکہ عوام کے نزدیک سرمایۂ محفوظ مالی استحکام کے بارپیما کی حیثیت رکھتا ہے۔ پس بنک کو بلطائف الحیل وقت گزارنا پڑتا ہے۔ لیکن اکثر موقعوں پر اسکی یہ تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی اور سرمایۂ محفوظ کی رقم کم ہوتے ہوتے بالآخر ختم ہو کر رہ گئی۔ ایسی صورت میں کیا چارہ کار رہ جاتا ہے؟ ان مالی آفات میں عجیب و غریب بات

نوٹوں کی ساکھ

یہ دیکھی جاتی ہے کہ اگر حالت نازک ترین بھی ہو تب بھی عوام بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کو بے اعتباری کی نظر سے نہیں دیکھتے، بلکہ اس زمانے میں نوٹوں کا رواج اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ ہر شخص زر طلب کرتا ہے اور نوٹ سونے کے مساوی اچھے خیال کیئے جاتے ہیں۔ لیکن جب سرمایۂ محفوظ میں سونا اور نوٹ خرچ ہو جاتے ہیں تو بنک کے پاس کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ مطالبات زر نقد کی شکل میں ادا کرے۔ وہ حد مقررہ سے زیادہ نوٹ بھی جاری نہیں کرسکتا کیونکہ بنک کے صیغۂ اجرا سے اس کو اس وقت تک زائد نوٹ نہیں مل سکتے جب تک وہ ان کے مبادلے میں سونا فراہم نہ کر دے اور مبادلے میں دینے کے لیے اس کے پاس سونا ہی نہیں ہے۔ پس صرف ایک چارۂ کار یہ رہ جاتا ہے کہ

تدارک

بنک ایسی صورت میں ادائی موقوف کردے، لیکن یہ ناممکن ہے۔ ملک کے کل مالی نظام کا مرکز بنک آف انگلینڈ ہے اور بنک کے ادائی موقوف کر دینے کے یہی معنی ہوں گے، جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے، کہ نہ صرف انگلستان کی حکومت اور ملک کی ہر کاروباری جماعت بلکہ تمام عالم کی نصف کے قریب حکومتیں دیوالیہ ہو جائیں گی۔ پس بنک مطالبات کی ادائی موقوف ہی نہیں کرسکتا۔

عارضی التوائے قانون

پھر آخر وہ کونسا طریق کار اختیار کرسکتا ہے؟ اصل مشکل یہ ہے کہ عوام کو زر درکار ہوتا ہے اور سونا

نہ مل سکنے کی صورت میں وہ نوٹ قبول کرنے کے لیے بالکل تیار ہوتے ہیں۔ لیکن قانون بنک مقررہ حد سے زیادہ نوٹ جاری کرنے میں مانع ہے۔ پس بنک کے ڈائرکٹر حکومت کے سامنے حاضر ہوکر صورت حالات کی تفہیم کرتے ہیں اور حکومت انھیں عملاً اس کی اجازت دے دیتی ہے کہ وہ وقت کے وقت قانون بنک کے شرائط کو نظرانداز کردیں، سونے کے بجائے تمسکات کی بنیاد پر زائد نوٹ جاری کریں اور یہ وعدہ کرلیتی ہے کہ بعجلت ممکنہ مسودہ تلافی یا حفاظت نقصان کا مسودہ پارلیمنٹ میں پیش کردے گی تاکہ بنک مضر نتائج سے بچا رہے۔ اسی کو قانون بنک کا عارضی التوا کہتے ہیں اور اس کا اثر عجیب و غریب ہوتا ہے۔ جیسے ہی یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ قانون عارضی طور پر ملتوی کردیا گیا۔ نازک صورت کافور ہو جاتی ہے اور اس قدر جلد کہ اس کے بعد سے اب تک صرف ایک دفعہ یعنی ۱۸۵۷ء میں فاضل نوٹ جاری کرنے کی ضرورت پیش آئی محض یہ اطلاع کہ قانون بنک ملتوی کر دیا گیا ہے عوام کے اضطراب و ہراس کو دور کرنے اور آفت کو دفع کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔

نظام نفسیاتی ہے

خلاصہ یہ کہ لندن کے زر کے بازار کی حالت بہت ہی عجیب و غریب ہے۔ بازار کا مدار کلیتہً اعتبار پر ہے اور فلزی سکے کی مقدار جس سے وہ کاروبار کرتا ہے بہت ہی کم ہوتی ہے۔ جب تک اعتبار کی حالت اچھی ہے نظام بخوبی عمل کرتا ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسی چیز واقع ہو جو اعتبار کو خراب کردے تو پورا نظام خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ صحیح یا غلط طریقے پر بہرحال عوام اس خیال کے خوگر ہو گئے ہیں کہ بنک کا سرمایہ محفوظ اعتبار کے بارپیما کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب ہونے کی بیرونی مانگ کے باعث سرمایۂ محفوظ میں خفیف سی کمی واقع ہوتی ہے تو کسی قسم کا خوف کھانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ شرح بنک میں اضافہ کر دینے سے

بہت جلد اس صورت حالات کی از سرِ نو اصلاح ہو جائے گی لیکن اگر بازار اور ملکی صنعت کی حالت عام طور پر خراب ہو تو بازار شرح بنک کی زیادتی کی تاب نہیں لاسکتا اور بعض لوگ مشکلات میں گھر جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ جہاں یہ چیز رونما ہوئی کہ اس کا لامتناہی سلسلہ قائم ہو جاتا ہے، ایک تباہی دوسری تباہی کا راستہ کھولتی ہے، بدگمانی عام ہو جاتی ہے اور اس طرح خاصہ نقصان پہنچ جاتا ہے۔ اعتبار باقی نہیں رہتا اور وہی لوگ نوٹ اور سونے کی شکل میں زر طلب کرنا شروع کرتے ہیں جو پہلے چکوں اور ہنڈیوں کو باطمینان تمام استعمال کرتے تھے یا اپنے زر کو کسی بنک یا کاروبار میں مشغول رکھنا پسند کرتے تھے یہی مشکلات کی اصلی جڑ ہے۔ ورنہ اصلی صورت حال یہ نہیں کہ ملک میں جتنا زر پہلے موجود تھا اس میں کوئی معتد بہ کمی واقع ہوئی ہو۔ اس میں کمی واقع نہیں ہوتی اور نہ مطالبات خارجہ کی وجہ سے کسی کثیر مقدار میں سونا باہر جاتا ہے۔

خوف و ہراس اصلی وجہ خرابی کی یہ ہے کہ اضطراب کے باعث ملک کے ایسے افراد زر طلب کرنا شروع کر دیتے ہیں جن کو پہلے کبھی اس کا خیال بھی نہوا تھا۔ گویا مشکلات اس وجہ سے رونما ہوتے ہیں کہ نقد کا مطالبہ بڑھ کر عام ہو گیا ہے نہ کہ اس وجہ سے کہ زر کی مجموعی مقدار میں قلت ہو گئی ہے۔

اگر عوام سکون و اطمینان سے کام لیں، ٹھنڈے دل سے مشکلات کا سامنا کریں تو ذراسی دقت بھی پیش نہ آئے اور اگر ایسی نازک صورت گرماگرمی کے زمانے میں رونما ہو تو عوام بالعموم اس کا نہایت عمدگی سے مقابلہ کرتے ہیں۔ لیکن اگر سرد بازاری کے عروج کے زمانے میں آفت آئے، خصوصاً ایسے زمانے میں جبکہ گرم بازاری و گرانی یا انتفاخ زر کے دور کے بعد ردعمل ہو رہا ہو، تجارت سرد ہو اور ہر شخص اپنے ساتھی کی ساکھ پر بدگمانی کی نظریں ڈال رہا ہو، تو اس آفت کا روکنا یا روکنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ کمزور جماعتیں فوراً اس کا

شکار ہو جاتی ہیں اور ممکن ہے کہ یہ مہلک اثر متعدی ہو جائے ۔ اس طرح خرابیاں بڑھتی اور پھیلتی چلی جاتی ہیں یہاں تک کہ پورا ملک بھنور میں گھر جاتا ہے ۔

اس کا واحد علاج

اس خطرناک حالت کا دراصل کوئی علاج ہی نہیں ہے ۔ سرمایہ محفوظ کی باقاعدہ تنظیم سے اور اس کی مقدار کو حتی الامکان زیادہ رکھنے سے نظام کی ثبات پذیری کی اصلاح ہوتی ہے ۔ لیکن صرف ایک چیز ایسی ہے جو اس صورت حال کی مستقل و کامل اصلاح کر سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ معاملات کے متعلق ان تمام افراد کی تفہیم بہتر طریقے پر کی جائے جو اس نظام سے سروکار رکھتے ہیں ۔ چنانچہ بیجہٹ کے زمانے سے بنک کے ڈائرکٹروں نے جو زیادہ عاقلانہ اور ہوشمندانہ اصول عمل اختیار کر رکھا ہے اس سے بیّن فرق نمودار ہو گیا ہے اور عوام کو ہر سال بہتر طریقے پر معلومات حاصل ہو رہی ہیں اور ان کے احمقانہ خوف و ہراس سے مشکلات پیدا ہونے کا قرینہ کم ہو گیا ہے ۔ مگر اسی کے ساتھ میعادی آفتوں سے درحقیقت ایک مفید مقصد بھی حاصل ہوتا ہے ۔ یہ آفتیں ملک کی تجارت کے کھرے پن کو پرکھتی ہیں، تخمینی کاروبار کی بے اعتدالی کو روکتی ہیں، اعتبار کے ناواجب انتفاخ کی تحدید کرتی ہیں اور کمزور اور مریض کاروباری جماعتوں کا استیصال کر دیتی ہیں اور مختصر یہ کہ اپنا دورہ ختم کرنے کے بعد ملک کو زیادہ تندرست اور صحت ور حالت میں چھوڑ جاتی ہیں ۔

145

۱۹۱۴ء کی آفت

یوں تو لندن کے زر کے بازار میں چھوٹی موٹی آفتیں اکثر آیا کرتی ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، لیکن جولائی ۱۹۱۴ء کے یادگار آخری ہفتے میں جنگ شروع ہوتے ہی جو آفت لندن کے اور تمام عالم کے زر کے بازاروں پر نازل ہوئی وہ ایک غیر معمولی اور عدیم النظیر آفت تھی، چنانچہ ان دونوں

آفتوں کا مقابلہ و موازنہ کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ۱۹۱۴ء کی آفت نہ صرف اپنی وسعت و شدت کے لحاظ سے غیر معمولی تھی بلکہ اپنے اسباب کے اعتبار سے نیز ان تدابیر کے لحاظ سے بھی جو اس کا مقابلہ کرنے کی غرض سے اختیار کیے گئے تھے غیر معمولی حیثیت رکھتی تھی۔

برّ اعظم میں ہلچل

بتاریخ ۲۸ جولائی ۱۹۱۴ء سہ شنبہ کے دن آسٹریا نے سربیا کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور اس اعلان کے فوراً ہی بعد برّ اعظم کی سب مہاجنی کوٹھیوں میں اضطراب و ہراس پھیل گیا۔ مگر انگلستان میں پہلے پہل باستثنائے چند تجارتی حلقوں کے اس کی جانب کچھ زیادہ توجہ نہیں کی گئی۔ کیونکہ اس سے قبل ۱۹۱۲ء اور ۱۹۱۳ء میں جنگ بلقان کے چھڑنے پر بھی اسی قسم کے خوف و ہراس کا مظاہرہ ہوا تھا اور اس کی وجہ سے برّ اعظم کے باہر کی دنیا کے بازاروں میں کوئی زیادہ خلل واقع نہیں ہوا۔ عامۃ الناس کو ابھی تک اس خطرے کا احساس نہ ہوا تھا کہ انگلستان بھی جنگ میں مجبوراً شریک ہونے والا ہے، اور ان کی سمجھ میں یہ بات ہی نہ آتی تھی کہ انگلستان کا کاروبار اس چیز کی بنا پر کیوں زیادہ متاثر ہو جس کو وہ خالصاً برّ اعظم کی حد تک محدود خیال کرتے تھے۔

لیکن صورت حالات بہت سرعت کے ساتھ ترقی پذیر رہی اور ۳۰ جولائی ۱۹۱۴ء روز پنجشنبہ کو برّ اعظم کے سب تمسکات کے صرافے باستثنائے پارکے[1] جو پیرس کا سرکاری بازار ہے بند ہو گئے۔ اب یہ دن حسن اتفاق سے لندن کے تمسکات کے صرافے میں میعادی التصفیہ کی ادائی کا بھی دن تھا۔ اس دن لندن کے تمسک دلالوں کی سات کمپنیاں اور گلاسگو کی دو کمپنیاں مطالبات کی ادائی سے مجبوراً قاصر ہو گئیں اور باقی دار قرار دی گئیں۔ یہ واقعہ کہ لندن کی باقی دار کمپنیوں میں سے ایک

---

[1] پارکے Parquet

کمپنی ایسی تھی جس کے تعلقات جرمنی اور برِاعظم سے نہایت گہرے اور وسیع تھے اس امر کی پہلی علامت تھا کہ انگلستان میں کس سمت سے آفت نازل ہو رہی ہے۔ یہ بات معلوم ہوگئی کہ اس تصفیے کے دوران میں جرمنی اور برِاعظم کے دوسرے ممالک بہت بڑی مقدار میں لندن کے تمسکات کے صرافے میں خریداری کر رہے تھے۔ اور اب جبکہ معاملات کا تصفیہ ضروری تھا ان تمسکات کی قیمت ادا کرنے کے واسطے ضروری رقم لندن روانہ کرنے میں دقت محسوس ہو رہی تھی۔ یہ دقت عام ہوتی گئی۔ لمبارڈ اسٹریٹ کے سکھار گھروں کو

لندن پر اثر 148

ان کے بیرونی دینداروں سے اور خاصکر برِاعظم سے ایسی ہنڈیوں کا مطالبہ ادا کرنے کے لیے معمولی رقمیں وصول نہیں ہو رہی تھیں جو روزمرہ کثیر المقدار میں واجب الادا ہوتی جا رہی تھیں اور اس طرح ان سکھار گھروں کو خود اپنے ذمے کے مطالبات لندن میں ادا کرنے میں سخت دقتیں محسوس ہونے لگیں۔ اسی کے ساتھ لندن کے صرافے میں سخت بدنظمی اور مصیبت نمودار ہوئی۔ لندن اور نیویارک کے صرافوں میں برِاعظم سے کثیر مقدار میں تمسکات فروخت ہونے کے لیے آنے لگے اور اس وقت دنیا میں یہی دو صرافے کھلے ہوئے تھے جہاں تمسکات کی خرید و فروخت جاری تھی، اس کثرت کا اثر یہ ہوا کہ قیمتوں میں بے حد تخفیف ہوگئی۔ جو بنک بالعموم اس قسم کا کاروبار کثیر مقدار میں انجام دیا کرتے ہیں وہ خوف زدہ ہو گئے اور انھوں نے نہ صرف صرافے کے تمسکات کی بنیاد پر قرضہ دینا ترک کر دیا بلکہ دئے ہوئے قرضوں کو واپس طلب کرنا اور موجود الوقت قرضوں میں تخفیف کرنا شروع کر دیا۔ اور یہ طرزِ عمل ان کو قیمتوں کی تخفیف کے باعث بہرحال اختیار ہی کرنا پڑتا۔ تمسکات کی مروجہ قیمت پر تھوڑی وصول کر کے

تمسکات کا صرافہ

قرضہ دینے کے نظام کے استقام میں سے ایک سقم جیسا کہ ہم صرافے کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں، یہ ہے کہ

جب بازار میں قیمتوں کے گرنے کے زمانے میں تمسکات جبری طور سے فروخت کیے جاتے ہیں تو ایسی فروخت کا اثر متعدی و دور رس ہوتا ہے۔ قیمتوں میں جتنی زیادہ تخفیف ہوتی جاتی ہے اتنی ہی زیادہ تعداد میں تمسکات بازار میں پیش کیے جاتے ہیں۔ اس جبری فروخت کے باعث قیمتوں میں مزید تخفیف ہو جاتی ہے اور یہ سلسلہ قائم رہتا ہے۔ چنانچہ بحالت موجودہ بعینہ یہی ہوا۔ لندن کے تمسک کے صرافے کی حالت ناگفتہ بہ ہو گئی، قیمتوں کی تخفیف کی کوئی انتہا نہیں رہی تھی اور کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ لندن کے زر کے بازار پر بحیثیت مجموعی بہت جلد اس کا ناگزیر اثر پڑا۔ ہر شخص کو روزمرہ کے لین دین میں زر کی قلت محسوس ہونے لگی اور جب کوئی بنکوں سے قرضے حاصل کرنے جاتا تو معلوم ہوتا کہ بجائے گوناگوں سہولتیں بہم پہنچانے کے بنک ہاتھ روک روک کر قرضے دے رہے ہیں۔ اس وقت تک انٹہ کا بازار بھی تقریباً سونا پڑ گیا۔

شرح بنک ایسی قلت کے زمانے میں اگر کہیں سے قرضہ یا زر مل سکتا تھا تو وہ بنک آف انگلینڈ تھا۔ جب جمعرات کو حسب معمول ڈائرکٹروں کی کمیٹی منعقد ہوئی تو صورت حالات بہت ہی سقیم اور نازک تھی، لیکن وہ بظاہر جلد بازی کر کے اور شدید کارروائی کر کے معاملات کو بگاڑنا نہیں چاہتے تھے اس لیے انھوں نے صرف شرح بنک بڑھا کر تین سے چار فیصدی کر دینے پر اکتفا کیا۔ یہ واقعہ بظاہر لندن سے باہر اکثر لوگوں کو حقیقی صورت حال کے متعلق از سر نو اطمینان دلانے کا باعث بنا اگرچہ وہ جلد پر فریب ثابت ہو گیا۔ تاہم جمعرات کا دن ختم نہ ہوا تھا کہ لندن کی اصلی صورت حال کا راز طشت از بام ہو گیا اور تاڑنے والوں کو معلوم ہو گیا کہ چار فیصدی شرح سے جو حالت ظاہر کی جا رہی تھی اصلی حالت اس سے حقیقتاً بہت خراب تھی۔ جمعہ کی صبح کو طوفان پھٹ پڑا۔ پیرس کے صرافے میں تصفیے کو ملتوی کر دیا گیا، جو عملاً بورس (Bourse) کو بند کر دینے کے معادل تھا۔ اور صرف

لندن کا صرافہ صبح میں کھلا، لیکن وہ عجلت کے ساتھ پھر بند ہو گیا اور ایسا واقعہ لندن کے صرافے کی تاریخ میں اس سے پیشتر کبھی وقوع پذیر نہوا تھا۔ نیویارک کے صرافے نے بھی پانچ گھنٹے کی تفریقی مدت گزرنے کے بعد یہی کیا۔ اس طرح اب طوفان پورے زور و شور کے ساتھ ہر طرف چھا گیا۔ دنیا کے پیداوار کے اکثر بڑے بڑے صرافے خصوصاً نیو آرلینس، نیویارک، لیورپول، ھاورے، بریمن، اسکندریہ اور بمبئی کے روئی کے صرافے کاروبار بند کرنے پر مجبور ہو گئے اور صرف گیہوں کے صرافے البتہ برائے نام کھلے رہے اور وہ بھی محض اس وجہ سے کہ گیہوں کی رسد رسانی اشد ضروری تھی اور ان کو بند نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مگر ان میں بھی مالی نظام کی شکست کی وجہ سے بدنظمی پیدا ہو گئی تھی۔ بنک آف انگلینڈ کے ڈائرکٹروں کا جلسہ جمعہ کے دن پھر منعقد ہوا اور یہ نہایت ہی غیر معمولی کاروائی تھی جو اس سے پیشتر صرف ایک دفعہ اختیار کی گئی تھی۔ اور ایک ہی جست میں شرح بنک ۴ فیصدی سے ۸ فیصدی کردی گئی۔ اس وقت تک بٹہ کے بازار کا وجود تقریباً معدوم سا ہو گیا تھا، مگر بنک آف انگلینڈ اپنے روایتی اصول پر عامل رہا اور اب بھی آزادی کے ساتھ قرضے دے رہا تھا۔ اگرچہ دراصل اس کی شرح سود بہت اعلیٰ تھی۔ مبادلات خارجہ جن سے تمام مصیبتوں کا آغاز ہوا تھا، اب ان کی حالت انتہا سے زیادہ درہم و برہم تھی۔ اس پر طرہ یہ کہ سال کے ایسے حصے میں مشکلات رونما ہوئے تھے جبکہ تقریباً ساری دنیا لندن کی کثیر المقدار رقوم کی دیندار ہوتی ہے۔ مثلاً امریکہ میں یہ گیہوں اور روئی کی برآمد کے آغاز کا زمانہ تھا اور اسی قسم کی پیداوار کو فروخت کر کے امریکہ جیسے زرعی ملک لندن کے مطالبات اور قرضوں کو ادا کرتے ہیں۔ اس خاص زمانے میں اتفاق سے امریکہ لندن کا ایک خاص حیثیت سے مقروض تھا، اس لیے کہ براعظم کے مثل وہ بھی لندن میں بے شمار تمسکات خرید رہا تھا اور اس وقت ان کی قیمت ادا کر رہی تھی۔ آخری تنکے کے سہارے کے طور پر یہ صورت

پیش آئی کہ بعض نیم سرکاری جماعتوں نے جو کثیر المقدار تمسکات خرید سے تھے ان کی میعاد قریب الختم تھی، خاصکر اجرائے تمسکات کی ادائی کے سلسلے میں شہر نیویارک کے ذمے کثیر رقم واجب الادا تھی۔ اس طرح براعظم کے مثل امریکہ کو بھی غیر معمولی طور سے بیش قرار رقوم لندن روانہ کرنے کے لیے درکار تھے اور لندن کے نام ترسیل زر کے وسائل بہم

مبادلات خارجہ

دسترس حاصل کرنے میں جو سرگرمی دکھائی گئی وہ عدیم النظیر تھی۔ جمعرات تک مبادلات خارجہ کی شرحوں میں عدیم المثال اضافے ہوتے رہے۔ اس کے بعد شرحیں بالکل نمائشی اور سطحی ہوگئیں[1]۔ مبادلہ عملاً ناممکن الحصول ہوگیا۔ انتہائی طور سے غیر معمولی شرحیں مثلاً معمولی شرح ۸۶ء۴ ڈالر فی پونڈ کے بجائے ۶½ ڈالر فی پونڈ پیش کرنے کی صورت میں بھی معاملہ بننے نہ پاتا تھا۔ سونے سے لدا ہوا ایک جہاز لندن روانہ کیا گیا لیکن چونکہ وہ جرمنی کا جہاز تھا اسلیے اس کو نصف راستہ طے ہونے سے پیشتر ہی غیر جانب دار بندرگاہ کا رخ کرنا پڑا۔

شرح بنک کا اچانک اضافہ عوام کے واسطے اس امر کی پہلی علامت و اطلاع تھی کہ مالی معاملات نے بہت ہی نازک صورت اختیار کرلی ہے، لیکن اس کا علم عام طور سے ہونے سے پیشتر عوام کو ایک مختلف اور عجیب طریقے سے دقت محسوس ہونے لگی۔ بنک کی ماہ اگست کی تعطیل قریب آرہی تھی یعنی دوشنبہ ۳ اگست کو یہ واقع ہوئی تھی اور حسب دستور سابق لندن کے اکثر باشندے اس تاریخ سے قبل کے پنجشنبہ یا جمعہ کو تعطیل منانے کے لیے باہر جانے لگے۔ اپنے مصارف کو پورا کرنے کی غرض سے جب وہ بنک سے زر حاصل کرنے کے لیے بنک میں گئے تو انھیں یہ معلوم کرکے حیرت ہوئی کہ بنک صرف بنک آف انگلینڈ کے

---

[1] دیکھو جدول ۱۴ اور ۱۵۔

نوٹ ادا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جو انگلستان کی حد تک بے شک زرِ قانونی ہیں۔ یہ یاد ہوگا کہ پانچ پونڈ کا نوٹ ہی واحد کم ترین رقم کا بنک کا نوٹ تھا جو ۱۸۲۶ء کے بعد سے انگلستان میں دستیاب ہوسکتا تھا، لیکن یہ نوٹ معمولی بنک کی تعطیل کے مصارف کو پورا کرنے کے لیے ضرورت سے بہت زیادہ بڑا تھا اور تعطیل منانے والوں کو خوردہ یعنی سونے کے سکے مطلوب تھے۔ لیکن بعض سرمایہ مشترک کے بنکوں نے، جو اپنے نقد فاضلات کی بہت سختی کے ساتھ حفاظت کر رہے تھے، سونے کی ادائی سے واقعاً انکار کر دیا اور مطالبہ کرنے والوں کو نوٹ خوردہ کرانے کے لیے بنک آف انگلینڈ کی طرف پھیر دیا۔ چنانچہ جمعہ کے دن یہ عدیم المثال منظر دیکھا گیا کہ نوٹوں کو پیش کر کے سونا وصول کرنے کی خاطر ہزاروں آدمی لانبی لانبی قطاروں میں بنک کی عمارت کے سامنے جمع تھے۔ صورت حال کی انتہائی نزاکت کے متعلق عوام کے خیال کو اس سے زیادہ متاثر کرنے والی چیز اور کیا ہوسکتی تھی۔ یہ گمان کیا جانے لگا کہ تاریخ میں پہلی دفعہ بنک کے نوٹوں کے بارے میں عوام بے اطمینانی محسوس کر رہے تھے۔ اگر اس بدگمانی کی بنیاد معقول ہوتی تو ایسی بدگمانی تمام معاملات کا خاتمہ کر دیتی۔ لیکن خوش قسمتی سے ایسا نہ تھا جس چیز کی طلب و خواہش تھی وہ خوردہ تھا۔ بنک کی تعطیل کے موسم میں سونے کی رسد کی اچانک تحدید نے اس سوال کو نمایاں طور سے پیش کر دیا جسکے لیے اسکاٹ لینڈ والے موعظت و تلقین کر رہے تھے کہ اسکاٹ لینڈ کی طرح انگلستان میں بھی ایک پونڈ کے نوٹ جب تک جاری نہ کئے جائیں گے دقتیں محسوس ہونگی۔ اگرچہ یہ مشکل اتنی سنگین نہیں تھی جتنی کہ بادی النظر میں معلوم ہو رہی تھی تاہم وہ اہم ضرور تھی۔ جمعے تک پانچ پونڈ کے نوٹ کا چلر دستیاب ہونا ہر جگہ موقوف ہوگیا۔ اور یہ کہا

خوردہ کی قلت

مطالبہ کرنے والونکی لانبی قطاریں

۱۴۵

جاتا تھا کہ لندن کے ہوٹلوں اور چائے خانوں میں لوگ کھانے پینے کی چیزیں محض اس وجہ سے حاصل نہ کرسکتے تھے کہ ان کے پاس دام ادا کرنے کے لیے پانچ پونڈ کے نوٹوں سے کم کوئی رقم نہیں تھی۔

تعطیل بنک لیکن اگر تعطیل بنک نے ایک طرف مشکلات میں اضافہ کیا تو دوسری طرف وہ مفید بھی ثابت ہوئی شنبے کی صبح کو پورے شہر لندن پر نزع کا عالم طاری تھا۔ شرح بنک بڑھا کر ۱۰ فیصدی کردی گئی اور یہ اس خیال سے نہیں کیا گیا کہ ایسا کرنے سے کسی کو فائدہ پہونچے گا بلکہ محض قدیم روایات پر نظر کرتے ہوئے کہ ہمیشہ سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ سخت مصیبت کے زمانے میں اور خصوصاً التوائے قانون بنک سے قبل شرح بنک ۱۰ فیصدی تک بڑھادی جاتی ہے یہ طرز عمل اختیار کیا گیا اور اس حد تک یہی وہ طریق کار تھا جس کو کوئی شخص بھی مشکلات سے نجات حاصل کرنے کا واحد طریقہ تصور کرسکتا تھا۔ بٹے کا بازار بالکل سرد تھا، جس کا باعث کم از کم ایک حد تک یہ تھا کہ "دیگر بنکوں" نے قرضہ دینا موقوف کردیا تھا اور جو زر بطور قرض دیا گیا تھا اس کو واپس طلب کر رہے تھے، اگرچہ جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا اس سے زیادہ گہرے اسباب بھی تھے جو عمل کر رہے تھے۔ لیکن پھر بھی بنک آف انگلینڈ آزادی کے ساتھ برابر قرضے دیئے جارہا تھا، اگرچہ شرح بٹہ بہت اعلیٰ ہوتی تھی۔ سرمایۂ محفوظ کی رقم میں تخفیف ہوتی جارہی تھی اور اگر حالات کی یہی رفتار قائم رہ جائے تو اسکے پوری طرح ختم ہوجانے میں صرف مدت کا سوال باقی رہ گیا تھا۔ بہرحال شنبہ کو چونکہ صرف نصف یوم کا روبار ہوا، یکشنبہ عام تعطیل کا دن تھا اور دوشنبہ کو بنک کی تعطیل آگئی تھی، اس لیے مالی دنیا کو اور خود حکومت کو کروٹ بدلنے، صورت حالات کا اندازہ کرنے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے قطعی فیصلے پر پہونچنے کا موقع ہاتھ آگیا۔

150

آفت کا متصل سبب

سب سے پہلا کام اس مصیبت کی وجہ دریافت کرنا تھا جس کے دریافت کرنے میں خوش قسمتی سے کوئی زیادہ وقت پیش نہ آئی اور متصل سبب فوراً دریافت کر لیا گیا۔ اس سے قبل جو آفتیں نمودار ہوئی تھیں ان سے یہ آفت ایک لحاظ سے مشابہ تھی۔ اس کی وجہ دنیا کے اعتباری نظام کی کامل شکست تھی اور حقیقت یہ ہے کہ آفت کے معنی بھی ٹھیک یہی ہیں کہ ایسی ہی کسی شکل میں وہ بہر صورت رونما ہو۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اعتباری نظام عصبی نظام کے بہت زیادہ مشابہ ہے اس کے عمل کی کامیابی اور ناکامیوں کا مدار زیادہ تر نفسیاتی اسباب پر ہوتا ہے اور کسی آفت کا متصل سبب خواہ کچھ ہی ہو نتائج عام طور پر اسی مقررہ طریقے پر نمودار ہوتے ہیں۔ اعتباری نظام کی ناکامی بھی اسی قسم کے نتائج پیدا کرتی ہے خواہ اس کی شکست کے اسباب کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن اس صورت میں دلچسپ بات پہلی شکست کا سبب تھی۔ اور اس لحاظ سے ۱۹۱۴ء کی آفت بہت نمایاں طور پر غیر معمولی اور حقیقتاً عدیم النظیر تھی۔ عام طور پر جب آفت آتی ہے تو یہ ہوتا ہے کہ بیرونی مطالبات کی وجہ سے لندن میں مالی مشکلات محسوس ہوتے ہیں، لیکن موجودہ حالت میں صورت اس کے برعکس تھی، یعنی براعظم کے بنکوں نے زر لندن بھجوانے کے لیے سونا دینے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے مبادلات خارجہ کے انتظامات درہم و برہم ہو گئے اور براعظم کے لین داروں کے لیے رقم لندن بھجوانا ناممکن ہو گیا۔ جونہی براعظم سے رقموں کا آنا بند ہوا اس کے ناگزیر عواقب ظاہر ہونے لگے۔ دنیا کے زر کے بازار کے نظام کے بارے میں مذکورۂ بالا بیان کا مقصد اس کی غیر معمولی طور سے پیچیدہ نوعیت کو واضح کرنا اور یہ ظاہر کرنا ہے کہ ان کے اعضا ایک

براعظم کے بنکوں کا عمل

دوسرے سے کس قدر قریبی تعلق رکھتے ہیں اور رواں ذمہ داریوں کو واجبی طور
سے پورا کرنے میں ایک عضو دوسرے عضو پر کس حد تک منحصر ہے۔ ظاہر ہے کہ
الف ب کے مطالبات اسی وقت ادا کر سکتا ہے جبکہ ج **الف** کے
مطالبات پابندی کے ساتھ ادا کرے وقس علیٰ ہذا۔ لیکن براعظم کے

لمبارڈ اسٹریٹ پر اثر

دینداروں کی اپنی ہنڈیوں کو لندن میں ادا
کرنے کی ناقابلیت کا پہلا اثر یہ ہوا کہ سکھار گھروں کی
حالت سقیم ہوگئی اور وہ چونکہ براعظم کے دینداروں
اور لندن کے بٹہ گھروں کے درمیان ضامنوں کی حیثیت سے
کارپرداز تھے اور ہنڈیاں سکھارنے پر ان کو رقمیں وصول نہیں ہو رہی
تھیں اس لیے وہ اپنے لینداروں یعنی بٹہ گھروں کے مطالبات ادا نہ

صرافوں پر اثر

کر سکتے تھے۔ اسی کے ساتھ لندن کے صرافے کے ارکان کے
پاس بھی براعظم سے ترسیل رقوم کا سلسلہ موقوف
ہوگیا تھا جس کی وجہ سے دلال اپنے دوسرے ساتھیوں سے تمسکات کی
151
خریداری کے سلسلے میں اپنے ذمے کے مطالبات ادا کرنے سے
قاصر تھے اور انھوں نے یہ تمسکات بنکوں اور بڑے بڑے بٹہ
گھروں کے ہاں بھیجدیئے کہ اگر وہ ان تمسکات کو فروخت نہ کر سکیں
تو ان کی ضمانت پر قرضے حاصل کریں۔ علاوہ ازیں براعظم کے دینداروں
نے لندن میں اپنے قرضے ادا کرنے کی مخلصانہ خواہش کی بنا پر یہ واحد
چارۂ کار اختیار کیا کہ انھوں نے لندن میں تمسکات فروخت کرنے کی
کوشش کی۔ لیکن لندن کے صرافے میں ان حصص کی بھرمار ہو جانے
سے ان کی قیمتوں میں بہت تخفیف ہوگئی جس سے مزید مشکلات
رونما ہوگئے۔ جونہی قیمتوں میں گوناگوں تخفیف ہونے لگی "دیگر"
بنک اپنے دیئے ہوئے قرضے واپس طلب کرنے اور ضمانتی تمسکات کو
فروخت کرنے لگے۔ اسی کے ساتھ انھوں نے یہ بھی ضروری خیال
کیا کہ تمسکات کی بنا پر جو قرضے دیئے گئے تھے ان میں کمی کردیں۔ اور

یہ بھی معلوم ہوا کہ اکثر بنکوں نے تصفیہ حسابات کے سلسلے میں جن قرضوں کے
دینے کا انتظام کیا تھا ان کے دینے سے وہ دست کش ہو گئے۔ اس لیے کہ
ان بنکوں پر دوسری جانب سے سخت دباؤ پڑ رہا تھا۔ انھوں نے جن
ہنڈیوں پر بٹہ کاٹا تھا ان کی رقم ختم مدت پر ادا نہیں ہو رہی تھی اور
اس کا سبب یہ تھا کہ سکہار گھر ان ہنڈیوں کی رقمیں ادا کرنے سے قاصر
تھے اور سکہار گھروں کی نادہندگی کی بنا یہ تھی کہ ممالک خارجہ کے دیندار
اپنے ذمے کی واجب الادا رقوم ان کو نہیں بھیج رہے تھے۔ اسطرح بنکوں کو

بنکوں پر اثر

ہنڈیوں کی ضمانت پر قرضے دینے سے محض اس لیے
ہاتھ روکنا پڑا کہ ان کو حسب معمول روزمرہ کی زر کی رسد
نہیں مل رہی تھی۔ لیکن بنکوں کے حق میں سب سے زیادہ مضرت رساں
واقعہ یہ ثابت ہوا کہ بٹہ کے بازار کی بدنظمی کے باعث وہ لمبارڈ اسٹریٹ
سے چھوٹی چھوٹی رقمیں جو بطور قرض دی گئی تھیں، واپس نہیں لے سکتے تھے
اور اس طرح ان کا سب سے زیادہ سیال اصل دفعتاً منجمد ہو گیا
اور ان کو دستیاب نہ ہو سکتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ نہایت
سقیم و نازک حالت تھی جس میں بنکوں نے اپنے آپ کو پایا۔ آفت کے
زمانے میں انھوں نے جو طرز عمل اختیار کیا تھا اس پر اعتراض کی گنجائش
موجود ہے لیکن اس اعتراض میں اس واقعہ کو واجبیت کے ساتھ تسلیم کرکے
اعتدال پیدا کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے جو کچھ کیا وہ دراصل تقریباً انتہائی یاس و
ناامیدی کی حالت میں کیا۔ اس لیے کہ انھیں جمع کنندوں کی مجتمعہ یورش کے
خطرے کا مقابلہ کرنا تھا جو ایک حد تک یقینی امر تھا اور جس کا وقوع
پذیر ہونا ہفتے کے آغاز تک ناگزیر تھا اور ناگزیری کا باعث یہ امر نہ تھا کہ
بنکوں کے اہل معاملہ کی نظروں میں بنکوں کی ساکھ گر گئی تھی اور اعتبار کم
ہو گیا تھا بلکہ محض یہ کہ زر نقد کے مروجہ مطالبات جن میں اعتبار کی
اچانک شکست نے مزید اضافہ کر دیا تھا، بنکوں کے ممکنہ ذرائع کا
جو پہلے ہی سے بہت قلیل المقدار تھے، بہت جلد خاتمہ

کر دیتے ۔

152

تعطیل بنک کی توسیع

اس لحاظ سے یہ نہایت دقت طلب صورت حال تھی جس کا ہر طرف مقابلہ کرنا پڑا اور حکومت کو تعطیل بنک کی مہیا کردہ مدت میں بھی ان مشکلات کو رفع کرنے کے بارے میں تدابیر پر غور کرنا اور ان کو عملی صورت دینا ناممکن معلوم ہوا۔ چنانچہ انھوں نے پہلا قدم اس طرح اٹھایا کہ مزید تین دن کے لیے تعطیل کی توسیع کا اعلان کر دیا جو عملاً اس زمانے میں کامل مہلت عطا کرنے کے مساوی تھا اس لیے کہ تعطیلات بنک کے زمانے میں کوئی ہنڈی ادائی رقم کے لیے نہیں پیش کی جا سکتی اور نہ کسی قسم کے مطالبے کی جبری ادائی کرانے کے بارے میں عملاً کوئی تدابیر اختیار کیے جا سکتے ہیں ۔

سکھار گھروں کی امداد

سب سے پہلا کام جو حکومت اور اس کے مشیروں کو انجام دینا تھا وہ یہ تھا کہ سکھار گھروں کو جن کا دیوالہ نکل جانے کا امکان بہت قوی تھا، اس قریب الوقوع مصیبت سے بچا لیا جائے چنانچہ ۲ اگست یوم یکشنبہ کو جزوی مہلت کا اعلان کر کے ان کی دستگیری کی گئی۔ لیکن اس کے معنی محض یہ تھے کہ بازار کے ایک عضو سے بوجھ کو ہٹا کر دوسرے عضو پر رکھ دیا جائے، یعنی بٹہ گھروں کو زیر بار کیا جائے اور بٹہ گھروں کے بار کو ہلکا کرنے کی تدابیر محض یہ ہو سکتی تھیں کہ عام طور سے بازار پر اور خاص طور سے بنکوں پر بوجھ ڈالا جائے۔ اور بنکوں کی حالت اس قدر سقیم اور خطرناک تھی کہ اس وقت سوائے واجب الادا رقوم کی ادائی سے انکار کرنے کے حق کے کوئی اور چیز مشکل کو حل ہی نہیں کر سکتی تھی۔

عام مہلت

لیکن اس کے معنی یقیناً یہ تھے کہ بنکوں کے کندھوں سے بوجھ ہٹ کر عوام کے سر پہ جا گرے۔ اس طرح اب حکومت کے لیے سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ عام مہلت کا اعلان کر دے۔ چنانچہ ۳ اگست یوم دوشنبہ کو ایک

عام اعلان شائع کر دیا گیا۔

اب دوسرا کام روزمرہ کے کاروبار میں زر اور خاصکر چھوٹی قیموں اور ریزگاری کی فوری ضرورت کو پورا کرنا تھا۔ اس کا بہترین طریقہ کیا ہونا چاہیے اس پر غور کرنے کا وقت اور موقع نہ تھا بلکہ سوال محض یہ تھا کہ ایسا کوئی طریق اختیار کر لیا جائے جو شدید وقتی ضرورت کو جلدی پورا کر سکے۔ مناسب قسم کے کاغذ کے ضروری ذخیرے کا مہیا کرنا بھی مشکل تھا، چنانچہ آخر میں بنک آف انگلینڈ کے نوٹ چھاپنے کی مشینوں سے ڈاکخانہ کے ٹکٹوں کے کاغذ پر نوٹ چھاپنے کا کام لیا گیا اور طویل تعطیلات بنک کے بعد جب جمعہ کو کاروبار از سر نو شروع ہوا تو ایک پونڈ اور دس شلنگ کے نوٹوں کا ذخیرہ جو زر قانونی قرار دئے گئے تھے اجرا کے لئے تیار تھا۔ زر کے اس نئے ذخیرہ کی مدد سے حکومت بہ یک وقت دو مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے قابل بن گئی۔ ایک مشکل اس طرح حل ہوئی کہ عوام کو ریزگاری اور خوردہ کی ضرورت تھی، وہ ان نوٹوں کے جاری ہو جانے سے پوری ہو گئی، دوسرے یہ کہ تعطیلات کے بعد بنک کھلے تو ان پر شدید مطالبات ہونے کا خطرہ تھا، حکومت ان نوٹوں کی مدد سے آڑے وقت میں ان کی دستگیری کرنے کے قابل ہو گئی، ان کو بڑی مقداروں میں قرضے دے سکتی تھی۔ لیکن بنکوں پر اس قسم کی کوئی یورش نہ ہوئی۔ معاملات بالکل خاموشی کے ساتھ انجام پاتے رہے اور آفت کا پہلا دور ختم ہو گیا۔ قانون بنک سرکاری طور پر لفظ کے اصلی معنوں میں ملتوی نہیں کیا گیا تھا بلکہ زر اور بنک کے نوٹوں[1] کے قانون میں ایک دفعہ بڑھا دی گئی تھی جس کی رو سے خزانۂ شاہی کو یہ اختیار حاصل ہو گیا کہ وہ آئندہ جس وقت مناسب سمجھے حسب ضرورت قانون کو ملتوی کر دے اور اس طرح حفاظت و

زر کاغذ

153

[1] (Currency and Bank Notes Act.)

تلافی نقصان کے قانون کے ہر موقع پر منظور کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔
لیکن یہ سب تدابیر مصیبت کے صرف ایک مرحلے کا مقابلہ کرنیکی غرض سے اختیار کئے گئے تھے۔ گویا وہ محض خوف وہراس کو رفع کرنے کے عارضی عملی تدابیر تھے۔ ان سے آفت ومصیبت کے اصلی اسباب کا استیصال نہو سکا، اگرچہ یہ آفت ابھی تک پوری طرح ظاہر نہیں ہوئی تھی کیونکہ ایک بات جس پر یہاں زور دینا ضروری ہے نمایاں طور پر نظر آرہی تھی اور وہ یہ تھی کہ پہلی اگست یوم شنبہ تک، جبکہ ابتدائی آفت عروج پر تھی، جنگ اصلی معنوں میں شروع ہی نہوئی تھی۔ یورپ کے دول عظمی میں سے کسی دو نے بھی اصل میں ایک دوسرے کے خلاف اعلان جنگ نہیں کیا تھا حتی کہ جرمنی اور روس نے یکم اگست شنبہ کے دن اس بارے میں پیشقدمی کی۔ اور اس وقت بھی اس امر کا یقین نہ تھا کہ انگلستان جنگ میں شریک ہوگا۔ بلکہ اس کے برعکس انگلستان میں ایک ایسی طاقت وجماعت موجود تھی جو جنگ میں انگلستان کی شرکت کی مقاومت اپنی انتہائی کوشش کے ساتھ کرتی بشرطیکہ جرمنی کا بلجیم پر حملہ نہوا ہوتا اور اس حملے کا علم ویقین دوشنبہ تک عام طور سے نہوا۔ اس طرح آفت اس حد تک لازمی طور سے ماقبل جنگ زمانے کی آفت تھی۔ اور قابل ذکر نکتہ یہ ہے کہ اگر جنگ میں انگلستان شریک نہ بھی ہوا ہوتا تو بھی یہ آفت ناگزیر وقوع پذیر ہوتی۔ انگلستان پر یہ مالی آفت اس وجہ سے نہیں نازل ہوئی کہ وہ جنگ عظیم میں حریف کے طور پر حصہ لینے والا تھا بلکہ اس وجہ سے کہ لندن تمام دنیا کے مالیاتی نظام کا مرکز ہے۔
مگر ان ابتدائی تدابیر کا پوری طرح نفاذ بھی نہونے پایا تھا کہ انگلستان کو جنگ میں ناگزیر شریک ہونا پڑا اور اس وقت آفت کی دوسری منزل نمودار ہوچکی تھی۔ اعلان جنگ سے انگلستان کی صنعت وحرفت کا متاثر ہونا لازمی امر تھا، حکومت نے

سب سے پہلے فوجوں کی نقل و حرکت کے اغراض کے لیے ملک کی سب ریلوں کو اپنے قبضے و تصرف میں لے لیا اور چند دنوں تک اسباب کا ملک کے ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں منتقل ہونا اور مال گاڑیوں کی آمد و رفت بجز فوجی اغراض کے بالکل ناممکن ہوگئی تھی۔ اس کے ساتھ تجارتی جہاز اور باربرداری کے جہاز، جن پر انگلستان کی صنعت و حرفت کا دار و مدار بہت بڑی حد تک ہے، چلنا موقوف ہوگئے۔ یہ بھی ایک حد تک مالیاتی اسباب کی بنا پر ہوا۔ مالکان جہاز اور تاجروں نے جہاز رانی کے بیمہ کی پالیسی صرف سمندر میں اپنے جہازوں اور سامان کے خطرے کے خلاف کرائی تھی۔ خطرات جنگ اس پالیسی میں شامل نہیں تھے بلکہ پالیسی کے قواعد کی رو سے خطرات جنگ عام خطرات سے مستثنیٰ تھے۔ جب جنگ کی افواہ گرم ہونے لگی اور مالکان جہاز اور تجار سمندر میں اپنے اپنے مال کو اس آنے والے خطرے سے محفوظ کرانے کے لیے بے قراری کے ساتھ کوشش کرنے لگے تو لندن جیسے شہر میں بھی جو بحری بیمہ کے کاروبار کا مرکز ہے بیمہ کا موقع نہ مل سکا اور انگلستان کے اعلان جنگ سے قبل ہی بحری بیمہ کی سہولتوں اور امکانات کا خاتمہ ہوگیا تھا۔ جب جنگ حقیقت میں شروع ہوگئی تو جہاز رانی کا سلسلہ ایک دم موقوف ہوگیا، اس وقت کوئی نہ جانتا تھا کہ اونٹ کس کل بیٹھے گا اور جرمنی کی بحری قوت جنگی جہازوں اور مسلح تجارتی جہازوں میں کتنی ہوگی یا انگلستان کا بیڑہ ان کے مقابلے میں یا ان کی ناکہ بندی کرنے میں کس حد تک کامیاب ہوگا۔ ایسے پرآشوب زمانے میں مالکان جہاز کا اپنے قیمتی جہازوں اور مال کو خطرات جنگ کے خلاف بیمہ کرائے بغیر سمندر پار بھیجنا مصیبت و تباہی کو دعوت دینا تھا۔ چنانچہ اکثر جہازی کمپنیوں نے باستثنائے چند بڑی کمپنیوں کے واقعات کے پوری طرح ظاہر

بحری بیمہ

جہاز رانی پر اثر

154

ہونے تک جہازوں کی آمد و رفت روک دی۔ جو جہاز سمندر میں تھے انھوں نے قریب ترین بندرگاہ کا رخ کیا اور جو بندرگاہوں سے نہیں چلے تھے واقعات کے رونما ہونے کے انتظار میں وہیں لنگر انداز رہے۔ اس طرح اگر صناعوں اور تاجروں کے لیے اپنے مال کو جہاز پر لدنے کے لیے بندرگاہوں تک بھجوانا ممکن بھی ہوتا تو سامان کو جہاز پر لادکر باہر بھیجنا قطعی ناممکن ہوگیا اور صرف یہی ایک ایسا سنگ راہ تھا جو تجارت میں روڑہ اٹکاتے اور اس کو بالکل روک دینے کے واسطے کافی تھا۔

جنگ کے ابتدائی زمانے کی غالباً سب سے زیادہ قابل افسوس خصوصیت غذا کی قلت کا خوف و ہراس تھا اس لیے کہ اس کو اس سے زیادہ معتدل و نرم الفاظ میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ یہ انگلستان میں ہر طرف محسوس ہو رہا تھا اور اگرچہ یہ زیادہ بڑھنے اور پھیلنے نہ پایا اور روک دیا گیا، مگر اس سے ایک نہایت ہی دلچسپ نتیجہ پیدا ہوا۔ تیسرے باب میں بتایا جا چکا ہے کہ موجودہ زمانے کے اعلیٰ درجے کے ترقی یافتہ بازاروں کے وجود میں آنے کا نتیجہ یہ ہے کہ بازار کے کل رقبے میں ہر جگہ حیرت ناک طریقے سے قیمتوں میں یکسانی قائم رہتی ہے لیکن جنگ کے حالات کے دباؤ کے تحت اس انتظام میں خرابیاں پیدا ہوگئیں اور جہاں تک خوردہ فروشی کی قیمتوں کا تعلق ہے اس نظام کا شیرازہ ایک مدت کے لیے بالکل بکھر گیا۔ قیمتوں میں اختلاف و انتشار رونما ہوا۔ دوکاندار یہ نہیں جانتے تھے کہ ایک شئی کے کتنے دام وصول کرنے چاہئیں کیونکہ ان کو یہ معلوم ہی نہیں ہوسکتا تھا کہ ان اشیا کی رسد ختم ہو جانے کے بعد ان کو دوبارہ مہیا کرنے میں کتنے مصارف عائد ہونگے اور اکثر حالتوں میں ان کے لیے اشیا کی بازیابی کرنا وقت کے وقت ناممکن ہوگیا تھا۔ خریدار دوکانداروں کے رحم و کرم کے امیدوار بن گئے۔ بعض اوقات دوکاندار کسی چیز کے جتنے دام وصول کرسکتے تھے

155

وصول کر لیا کرتے تھے۔ معمولی حالات میں انگلستان میں عام طور پر یہ ہوتا تھا کہ اشیا کی قیمت بیشتر مصارف پیدائش کی بنا پر مقرر ہوتی تھی لیکن اب حالات اس کے بالکل برعکس ہو گئے۔ معمولی حالات کے تحت خریداروں اور فروشندوں کے باہمی مقابلے اور کشمکش سے قیمتوں کا تصفیہ ہوتا تھا اور ہر فریق دوسرے کے مطالبے کو جانتا تھا۔ مگر جنگ کے شروع ہو چکے بعد سے حالات میں ہر روز بلکہ ہر گھنٹے اس قدر جلد جلد تغیرات واقع ہو رہے تھے کہ دوکانداروں کو یہ معلوم کرنے کا موقع بھی حاصل نہ ہو سکتا تھا کہ یا اس کا دوکاندار کس شئی کو کس قیمت پر فروخت کر رہا ہے۔ ہر دوکاندار اپنی مرضی کے مطابق جو دام مناسب خیال کرتا تھا وصول کرتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قیمتوں کی یکسانی جو مغربی ممالک کے اسلوب تجارت کا طغرائے امتیاز تھی تقریباً مفقود ہو گئی۔ قیمتیں رسد کے مقابلے میں طلب کے اثر سے زیادہ تر قرار پاتی تھیں اور دوکاندار کسی شئی کے دام وصول کرنے میں یہ نہیں خیال کرتے تھے کہ یہ شئی ان کو کتنی قیمت میں پڑی بلکہ خریداروں کی خواہش اور مانگ کو دیکھکر دام لگاتے تھے۔ یہ حالت اس امر کا عجیب طریقے سے ثبوت دیتی تھی کہ معمولی حالات میں قیمتوں کا تعین کس حد تک محض رسم و رواج کے تابع ہو گیا تھا۔

انگلستان کے بڑے بڑے مصنوعات کے کارخانوں پر اس سے بدرجہا زیادہ مضر اثر پڑا۔ پہلے پہل تو ہر شخص شش و پنج میں رہا کہ کیا کرنا چاہیئے اور اکثر لوگوں نے بتقاضائے احتیاط جہاں تک ممکن ہو سکا سامان کی فرمائشیں منسوخ کر کے اور جدید فرمائشوں سے ہاتھ روک کر اپنے ذمے کے مطالبات کو محدود کر دیا۔ صناعوں نے اکثر صورتوں میں اس تنسیخ سے معارضہ نہیں کیا اس لیے کہ اشیائے خام سے کام لینے کی کوئی سبیل ان کو نظر نہ آتی تھی۔ اگر اشیائے خام کا خریدنا ممکن بھی ہوا تو ان کا منزل مقصود تک پہونچنا محال تھا۔ مثلاً اکثر پارچہ بافی کے کارخانہ دار خام روئی بندرگاہ کی گودیوں اور بڑے بڑے گوداموں سے

صرف تھوڑی بہت ہی منگا سکتے تھے اور اکثر صورتوں میں طویل مسافت طے کرنی پڑتی تھی۔ لیکن اصل دقت یہ نہ تھی کہ ان اشیا کا ملنا ناممکن تھا بلکہ دقت یہ معلوم کرنے کی تھی کہ روئی کے لیے کتنی قیمت ادا کرنا محفوظ و مناسب ہوگا۔ سوائے ان اشیا کے جو براہ راست اغراض جنگ کے لیے درکار تھیں جیسے ادنی اشیا چرم وغیرہ، پہلے پہل سب اشیا کی قیمتوں میں بسرعت تخفیف ہوئی مثلاً سوت اور روئی کی تجارت میں حالت بہت ہی نازک ہوگئی سب کا یہی خیال تھا کہ اس کی تجارت بہت خراب ہو جائیگی اول اول بہت زور و شور کے ساتھ بے روزگاری کا دورہ رہا اور روئی کی قیمت اسقدر خطرناک حد تک گر گئی کہ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کہاں پر جاکر رکیگی۔

کوٹھی کے کاروبار کی تحدید

ان سب دقتوں پر طرہ یہ کہ معمولی کوٹھی کے کاروبار کی سہولتوں کے باقی نہ رہنے سے صناعوں نے کاروبار کو تقریباً مفلوج پایا۔ بنک اُس وقت تک سخت مشکلات میں پھنسے ہوئے تھے اس لیے کہ گو مہلت نے خوف و ہراس کو دور کر دیا تھا مہلت کا اثر دوررس ثابت نہیں ہوا اور وہ یوں کہ کثیر المقدار زر جو ملک کے تجارتی کاروبار کے انجام دینے میں عام طور سے دستیاب ہوسکتا تھا بیرونی ہنڈیوں کی عدم ادائی کی وجہ سے جن کو فروخت کرکے رقم وصول کرنا مشکل تھا بٹہ گھروں میں بند پڑا تھا یہی سبب تجارت خارجہ پر ایک اور طریقے سے بھی اثر انداز ہوا، اور وہ اس طرح کہ سکھار گھروں کے نظام کی شکست کے باعث نئی خارجی ہنڈیول کی خرید و فروخت ناممکن ہوگئی تھی اور اس طرح ایک مدت تک تجارت خارجہ تقریباً ناممکن ہوگئی۔ ان مخالف حالات کا نتیجہ تجارت سے متعلق شائع کردہ اعداد و شمار سے بہت جلد ظاہر ہوگیا۔ چنانچہ بے روزگاری کے اعداد و شمار نے یہ واضح کر دیا کہ بجز ان پیشوں کے جو جنگی سامان مہیا

بے روزگاری اور تجارت

کرتے تھے عملاً سب پیشوں میں بے روزگاری تیزی کے ساتھ بڑھ گئی اور محکمہ تجارت کے اعداد و شمار سے

یہ معلوم ہوا کہ برآمد و درآمد میں نامبارک طریقے سے تخفیف شروع ہوگئی[1]۔

ان مشکلات کا مقابلہ کرنے کی غرض سے حکومت نے بسرعت تمام متعدد فوری تدابیر اختیار کئے۔ ان تدابیر کی نظری صحت اور اچھائی کے متعلق تاریخ کا آخری فیصلہ خواہ کچھ بھی ہو کم از کم ان کے پیش کرنے والے اپنی مستعدی اور جرات کے لیے مستوجب تحسین و ستائش ہیں۔ ان سب کی اساس سرکاری مداخلت تھی۔ چنانچہ ہر معاملے میں یکے بعد دیگرے حکومت نے ایسی ذمہ داریوں کو جن کا بار افراد خانگی طور سے نہیں اٹھا سکتے تھے اپنے دوش پر لے لیا۔ حکومت کی پہلی مداخلت جس کا اعلان کیا گیا یہ تھی کہ حکومت نے جنگی خطرات کے خلاف بحری بیمہ کا کام اپنے ذمے کر لیا۔ چنانچہ حکومت ہر جہاز کی روانگی پر اس کے مال کی قیمت کے ۸۰ فیصد کی ضامن بنی اور رائسی شرحوں پر جو کافی زیادہ تھیں تاہم مالکان جہاز کی جانب سے فوراً قبول کرلی گئیں۔ یہ شرحیں جو ابتداً پانچ گنی فیصد رکھی گئی تھیں حکومت کے لیے بھی یقیناً منفعت بخش ثابت ہوئی ہونگی، کیونکہ نقصانات ابتداً بہت ہی کم ہوئے اور حکومت ان میں بتدریج کمی کرنے کے قابل ہوگئی یہاں تک کہ ۳۱ر دسمبر ۱۹۱۴ء کو وہ گھٹ کر ایک گنی فیصد رہ گئیں[2]۔

157

حکومت کے پیش نظر دوسرا حل طلب سوال یہ تھا کہ ہنڈیوں کے لین دین کے رک جانے سے زر کے بازار پر اور ملک کے بنک کاری کے نظام پر جو بار پڑ رہا تھا اس کو کس طرح ہلکا کیا جائے۔ اس وقت بھی پھر حکومت اس دلیرانہ تجویز کے ساتھ دستگیری کو بڑھی کہ وہ بنک آف انگلینڈ کی وساطت سے ان تمام سکھاری ہوئی ہنڈیوں کو بٹہ گھروں سے لے لیگی اور ہنڈیوں کی رقم کی ادائی سے ان کو بری الذمہ

---

[1] دیکھو جدول (۲۰)۔

[2] فروری ۱۹۱۷ء کے بعد ان میں پھر اضافہ کر دیا گیا۔

گزر دیگی ۔ دوسرے الفاظ میں وہ ان ہنڈیوں کی رقم بڑے بڑے بیناروں سے جو اکثر صورتوں میں سکہار گھر تھے وصول کرنے کا خطرہ اپنے سر لیگی چنانچہ حکومت نے ایسا ہی کیا اور بنک آف انگلینڈ مجاز کیا گیا کہ وہ شرح بنک سے دو فیصدی زائد شرح پر ان ہنڈیوں پر دوبارہ بٹہ کاٹے۔ شرح بنک آفت کی ابتدائی حالت گزر جانے کے بعد سے اسوقت تک ۵ فیصدی تھی ۔ اس طرح ۷ فیصد شرح بٹہ میں سے ½۲ فیصدی خطرات برداشت کرنے کی بنا پر بیمہ کی بڑھوتری کے طور پر سرکار کو ملتا تھا اور بقیہ ½۴ فیصد سود بنک کا حق تھا جو اس امر کا لحاظ کرتے ہوئے کہ حکومت نے ان کے نقصان کی تلافی کر دی تھی بالکل کافی تھا۔ اسوقت حکومت اپنے سر پہ جو ذمہ داری لے رہی تھی اس کا اندازہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کی مقدار ۰۰۰،۰۰۰،۳۵۰ پونڈ تک ہوسکتی تھی ۔ اور فی الواقع یہ بات اب معلوم ہوئی ہے کہ اس رقم کے ایک ثلث سے زائد رقم کی ہنڈیاں حقیقت میں بنک میں پیش ہوئیں لیکن اس کاروبار کا جو آخری نتیجہ نکلا اس سے حکومت کا طرز عمل بالکل بجا اور درست ثابت ہوا، کیونکہ جیسا کہ اندازہ سے حساب لگایا گیا، کل ہنڈیاں، نہیں تو بیشتر ہنڈیاں ختم میعاد پر ادا کر دی گئیں ۔ اس میں حکومت نے ان سکہار گھروں کو قرضہ دیکر، جو حریف ملکوں کے مقیم دیناروں سے جنگ کے باعث رقوم وصول نہ کر سکتے تھے، کچھ مزید امداد کی۔

ان تدابیر پر عمل کر کے حکومت نے اصل کے ایک بہت بڑے ذخیرے کو جو بالکل بند پڑا ہوا تھا باہر نکالا جس سے بنکوں اور بٹہ گھروں میں نئی جان پڑنے اور کاروبار کے از سر نو جاری ہونے کی توقع تھی۔ لیکن کاروباری دنیا کے مالی نظام کو درست کر کے اس کو اسکی اصلی اور سابقہ حالت پر لانے کے بارے میں حکومت کی جو خواہش تھی اسکو پورا کرنے میں تمام ملک کے بنکوں کا متعاقب عمل کس حد تک موثر رہا یہ امر مشتبہ ہے ۔ بہر کیف اتنا ضرور ہوا کہ بدترین مشکلات رفع

ہوگئیں اور کچھ حد تک پھر کاروبار کرنا ممکن ہوگیا اگرچہ وہ اپنی معمولی اور سابقہ حالت پر نہیں آیا۔ مہلت کا سلسلہ برائے نام سہ ر اکتوبر تک قائم رہا مگر اس سے پورا فائدہ بہت کم بنکوں اور چند ہی کاروباری لوگوں نے اٹھایا۔

صرافے ازسرنو کھولے گئے

کاروباری دنیا کے دوسرے طبقوں کو مشکلات سے بچانے کے لیے بھی بہت جلد دوسرے تدابیر اختیار کئے گئے۔ اس طرح انجام کار مستکات کے صرافے ازسرنو کھول دئے گئے۔ لیکن ابتداً ان پر سرکار نے براہ راست اپنی نگرانی یوں قائم کی کہ قیمتوں کی اقل ترین شرح مقرر کی گئی اور دلالوں کی مدد کی گئی جن کی حالت بوجہ اس کے کہ براعظم کے اکثر دینداروں کے ذمے ان کی کثیر رقمیں واجب الادا رہ گئی تھیں نہایت سقیم تھی۔ اسی کے ساتھ خزانہ شاہی کی اجازت اور منظوری کے بغیر کوئی نئی کمپنی قائم کرنے یا جدید قرضہ حاصل کرنے کی قطعی ممانعت کر کے زمانہ جنگ میں ملک کے مادی ذرائع کے استحصال پر حکومت نے جدید نگرانی قائم کی۔ دوسرے اشیا کے بازاروں مثلاً جیسے لیورپول کے پنبہ کے صرافے کے بارے میں بھی بتدریج اسی طرح کے تدابیر اختیار کئے گئے جیسے کہ مستکات کے صرافوں میں ضروری تھے۔ مثلاً حکومت کی جانب سے دلالوں کو اپنے ذمے کے مطالبات ادا کرنے کے لیے مالی امداد دی گئی۔ لیکن متعدد متعلقہ طبقوں نے جس حد تک ان سہولتوں سے استفادہ کیا اسکی وسعت حیرت انگیز طریقے پر کم ہے۔

بیرونی طلا کے سرمائے

ابتدائی زمانے میں ایک اور مشکل جس کا مقابلہ کرنا پڑا یہ تھی کہ امریکہ کے صرافے جو انگلستان کی روئی اور گیہوں کی صنعتوں سے بہت ہی قریبی تعلق رکھتے ہیں بند ہو گئے۔ امریکہ سے لندن میں سونا حاصل کرنے کی مشکل کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک نہایت عمدہ عملی تدبیر اختیار

گئیگئی۔ اور وہ یہ کہ امریکہ سے اوٹاوا (کینیڈا) کو سونا منتقل کیا گیا اور کینیڈا
چونکہ انگریزوں کے قبضے میں ہے اس لیے جائز طور سے یہ مان لیا
گیا کہ یہ سونا بنک آف انگلینڈ میں جمع ہے۔ اس طرح امریکہ میں
اس رقم کے اصلی مالکوں کو موقع ملا کہ وہ اس بنیاد پر لندن کے نام 159
ہنڈیاں جاری کریں۔ اسی قسم کا انتظام جنوبی افریقہ اور آسٹریلیا کے
لیے بھی متعاقب عمل میں لایا گیا۔

اس آفت عظیم کے حالات کی تاریخ یہاں تک بیان کرنے کے بعد
اس کو چھوڑ کر ایک اور بحث کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے جس پر غور کرنے
سے ہم کو جنگ عظیم کے مزید اثرات کا حال معلوم ہوگا۔ آفت کی
ابتدا مبادلات خارجہ کے نظام کی شکست سے ہوئی۔ اس شکست و
انہدام کا باعث یہ تھا کہ برِ اعظم کے بنکوں نے طلا کی صورت میں ادائی
کرنے سے انکار کر دیا اور یہ بھی ایسے وقت میں جبکہ برِ اعظم دنیا کے
دوسرے حصوں کے مثل لندن کا خاص طور سے بہت بڑی حد تک
مقروض تھا۔ چنانچہ اس انکار سے سخت مضر نتائج رونما ہوئے۔
مبادلات خارجہ کے بیان میں بتا دیا گیا ہے کہ جب قرضداری کی
عارضی زیادتی کی بنا پر مبادلات کسی دیندار ملک کے خلاف ہو جائیں
تو دیندار ملک کے واسطے آخری چارہ کار یہ ہے کہ وہ سونے کی
برآمد کر کے توازن ٹھیک کر لے۔ موجودہ حالت میں قرضے کی
مقدار اس قدر زیادہ تھی کہ یہ امر مشتبہ سا تھا کہ آیا اس طریقے پر
اس کو صاف کیا جا سکتا تھا۔ لیکن بہر حال برِ اعظم کے بنکوں کا یہ عزم
مصمم کہ وہ سونے کو ہرگز اپنے پاس سے جدا نہ کریں گے حالات کو فوراً
نازک بنا دینے کا باعث ہوا۔ ان بنکوں کا طرز عمل ان کے اس
اصول کے بالکل ہمنوا اور عین مطابق تھا کہ جنگ کی ان ہی شدید
عملی ضرورتوں کے پیش نظر سرمائے جوڑے جائیں، چنانچہ تمام مالی و
تجارتی دنیا کو اس کا بخوبی علم تھا۔ مثلاً جرمنی کے متعلق یہ مشہور تھا کہ

اس نے جنگ کے سلسلے میں استعمال کرنے کے لیے اسپانڈو کے قلعے میں سونے کا بڑا بھاری ذخیرہ جمع کر رکھا ہے اس لحاظ سے یہ امر تعجب خیز نہ تھا کہ جب حقیقت میں جنگ شروع ہو گئی تو رئیش بنک ۱۸ نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے سونے کے خزانوں کو مقفل کرکے مطالبات کو سونے میں ادا کرنا یک تحت موقوف کر دیا۔ لیکن رئیش بنک کا یہ طرز عمل مستحسن تھا یا مذموم اس کو انگلستان کے باشندے بھی بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ اس سے یقیناً وہی نتیجہ برآمد ہوا جس کو روکنے کی ہر بنک یا ہر حکومت کوشش کرتی ہے یعنی صورت حالات نازک ہوگئی اور ناگزیر آفت نمودار ہوئی۔ اگر اس وقت دوسری سب قومیں انگلستان کی روایتی حکمت عملی کی تقلید کرتیں اور اگرچہ شرح اعلیٰ سود وصول کرتیں مگر آفت کے ابتدائی زمانے میں آزادی کے ساتھ سونے کا لین دین جاری رکھتیں تو طوفان تو نہ تھمتا مگر اس کا مضر اثر ضرور زائل ہو جاتا۔ یہ خیال کرنا ممکن ہے کہ جرمنی نے جو طریقہ اختیار کیا وہ پہلے سے سوچے ہوئے بغض وعناد کی بنا پر کیا۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ آفت کے آنے سے اس کی نسبت برطانیہ کو زیادہ نقصان پہونچیگا، کیونکہ اس کے پاس تو اسکو روکنے کے واسطے کافی بڑا ذخیرہ سونے کا موجود تھا۔ مگر اس واقعہ کی اصلیت کبھی کسی کو معلوم ہی نہیں ہو سکتی کہ کیا تھی اور کیا نہ تھی۔ اور یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا اس قسم کی تجریدی اور خیالی بحث سے کہ واقعات کیا تھے اور حالات جداگانہ ہوتے تو کیا ہوتا اور کیا کیا جا سکتا تھا کوئی قابل قدر نتیجہ حاصل ہوگا۔ اس وقت اکثر واقعات کا بخوبی علم ہو گیا ہے جن پر جنگ ختم ہونے کے بعد بہ احتیاط غور وخوض کرنا پڑے گا تب کہیں آیندہ کے مالی نظام کی رہبری کے لیے ان سے عملی سبق حاصل ہوگا۔ سر دست تو

160

۱۸۔ (Reichs bank) جرمنی کا سرکاری مرکزی بنک۔

دیکھنا ہے کہ اس مالی نظام پر دوران جنگ کے مزید اثرات کہاں تک پڑے۔ اور اس موضوع پر بحث کرنے سے قبل ایک اور مسئلہ یعنی توازن تجارت پر غور کرنا ضروری ہے جو،

توازن تجارت

جیساکہ ہم بیان کر چکے ہیں، مبادلات خارجہ کی کل بحث کی اساسی بنیاد ہے۔ کیونکہ جب بین الاقوامی تجارت میں کسی ملک کی درآمد و برآمد میں ذرا سا بھی فرق واقع ہوتا ہے تو اس فرق کو رفع کرنے کا یا دوسرے الفاظ میں ہر ملک کی تجارت میں معمولی توازن قائم کرنے کا ذریعہ مبادلات خارجہ ہے۔ لیکن جنگ نے نہ صرف حریف قوموں کی تجارت کے توازن کو بلکہ دنیا کے سب غیر جانبدار ملکوں کی تجارت کے توازن کو تہ و بالا کر ڈالا، اثنائے جنگ کے سب مالی سوالات توازن تجارت کے اس ایک سوال سے وابستہ ہیں۔ پس جنگ کے ان دوسرے اثرات پر پوری طرح غور کرنے سے قبل نظریہ توازن تجارت کی تفصیلی جانچ کرنا ضروری ہے۔

حوالہ جات

Bagehot; Lombard Street

Wi hers: The War and the Lombard Street

Withers: International Finance

Official Volumes; Emergency Legislation

تیرھواں باب

نظریۂ مقدار زر کی تنقیح

(۱)۔ کیا یہ نظریہ جنگ سے قبل صحیح تھا؟ (۲) سونے کی رسد اور قیمتیں (۳)۔ قیمتوں پر رسد کا اثر۔ (۴)۔ زر کی سب قسمیں اور اعتبار۔ (۵) سونے پر اعتبار کا دار و مدار۔ (۶) جنگ کا تجربہ۔ (۷) قیمتوں کے اضافے کے اسباب۔ (۸)۔ زر کا نمذی۔ (۹)۔ اعتبار کا انتفاخ۔

161

ہم نے جس سوال سے ابتدا کی تھی اور جس سوال کو پچھلی بحثوں کے دوران میں حل کرنے کی کوشش کی تھی اب وقت آگیا ہے کہ اس کی طرف یہاں دوبارہ متوجہ ہوں۔ سوال یہ ہے کہ کیا نظریۂ مقدار زر صحیح ہے؟ کیا قیمتوں کی عام سطح کا تعین زر کی اس مقدار کی بنا پر ہوتا ہے جو ملک میں رائج ہوتی ہے؟ کیا قیمتوں کا اضافہ یا ان کی تخفیف سونے کی مجموعی مقدار پر یا صرف اس مقدار پر موقوف ہے جو بطور زر استعمال ہوتا ہے؟ اس کو حل کرنے کے واسطے ظاہری حالات و واقعات کا پہلے تبصرہ کرنا اور یہ دیکھنا کہ ان واقعات سے نظریئے کی صداقت کا کافی ثبوت ملتا ہے یا نہیں، مفید و موزوں طریقہ ہوگا۔ ضمیمہ کی پہلی، اور پانچویں جدول میں اسکے متعلق ضروری

مواد موجود ہے۔ پہلی جدول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۴۹۲ء کے بعد سے

نظریہ مقدار زر

ہر سال دنیا کی کانوں سے کسقدر سونا برآمد ہوا اور اس کی مجموعی مقدار وقتاً فوقتاً کیا رہی اور پانچویں جدول سے ۱۷۸۲ء سے ابتک کے انڈکس نمبر معلوم ہوتے ہیں۔ ان دونوں جدولوں کے اعداد و شمار کو ایک ساتھ ملا کر دیکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک مرسوم پر ان شکلوں کی دو قطاریں پہلو بہ پہلو بنائی جائیں[1] اور واقعات کو اس شکل میں مرتب کر کے دیکھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ موجودہ زمانے میں دونوں کے درمیان باہمی تناسب اور اتصال سبھی بڑی حد تک موجود ہے۔ چنانچہ انیسویں صدی کے پانچویں عشرے کے ابتدائی حصے میں جب کیلی فورنیا اور آسٹریلیا کے کانوں سے کثیر مقدار میں سونا برآمد ہوا تو دنیا میں ہر جگہ قیمتیں اتنی سطح سے نمایاں طور پر بڑھ گئیں۔ ۱۸۷۳ء کے بعد سے قیمتوں میں جو

۱۸۷۳ء کے بعد

عظیم الشان تخفیف ہوئی اسکی تشریح پہلے کی جاچکی ہے کہ اسکا باعث یہ واقعہ تھا کہ اس تاریخ سے بیشتر تک تمام دنیا میں سونے اور چاندی کے زر کی مشترکہ رسد بطور زر قانونی دستیاب ہوسکتی تھی لیکن اب اسی رسد میں چاندی کا سکہ ہر جگہ رواج سے خارج ہوجانیکی وجہ سے دفعتہً قلت نمودار ہوئی۔ معیاری سکے کی عالمگیر طلب کا بار اسطرح محض سونے پر پڑگیا۔ اور چونکہ سونے کی رسد زر کی کل طلب کو پورا کرنیکے لئے ناکافی تھی اور خاصکر چونکہ تمام اقطاع عالم میں ہرقسم کی تجارت وصنعت کی توسیع و ترقی کی وجہ سے زر کی اس طلب میں مزید اضافہ ہوگیا تھا، لہذا زر کے اس کام کو انجام دینے کے لیے زر کی رسد بالکل ناکافی ثابت ہوئی۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۷۳ء تا ۱۸۹۶ء میں قیمتوں کی تخفیف رونما ہوئی۔

۱۸۹۶ء سے

۱۸۹۶ء میں جو کایا پلٹی اور قیمتوں میں جو نمایاں اضافہ ہوا جس کا سلسلہ تقریباً بلا رکاوٹ اب تک قائم ہے،

[1] دیکھو نقشہ (۳)۔

وہ جنوبی افریقہ اور کلانڈائک وغیرہ سے برآمد شدہ سونے کی تازہ رسد کے اضافہ سے تطابق رکھتا ہے۔ پھر ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۳ء کی قلیل مدت میں قیمتوں کی سطح کے گھٹ جانے کا سبب یہ تھا کہ جنگ بوئر کے زمانے میں جنوبی افریقہ کی کانوں سے سونے کی برآمد عارضی طور سے موقوف ہوگئی تھی۔

اس طرح یہ واقعات کم از کم دنیا کے سونے کی مجموعی رسد اور قیمتوں کی عام سطح کے نمایاں تطابق اور باہمی تعلق کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں اور ان کو غالباً بالکل اطمینان بخش اور قطعی تصور کر لیا جاتا بشرطیکہ اس واقعے پر نظر کرتے ہوئے جیسے گزشتہ بابوں میں بیان کیا جا چکا ہے کہ نہ صرف فی نفسہ سونا بلکہ حقیقتاً ہر قسم کا زر بھی دنیا کے عظیم المقدار مالی معاملات کو انجام دینے کے لیے بہت ہی قلیل المقدار حصہ لیتا ہے، سونے کے مفروضہ تفوق کو تسلیم کرنے کی دقت نہ ہوتی۔ یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ سونے کی

سونے کے بغیر کاروبار	انتہائی قلیل مقدار اس قدر قوی اثر رکھ سکتی ہے جس کا بظاہر نظریہ مقتضی معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً برطانیہ عظمی

کے تمام زر کے کاروبار کے منجملہ جتنا عظیم المقدار حصہ سونے کے استعمال کے بغیر یعنی زر کا ایک حبہ لئے دیے بغیر اور محض چکون وغیرہ کے استعمال کے ذریعے سے انجام پاتا ہے اس کے اعداد حساب گھر کی سالانہ فرد حساب میں ظاہر کئے جا چکے ہیں یعنی اکیس ارب پونڈ کی مالیت زر کا کاروبار کوئی ساورن لیے دیئے بغیر ہر سال انجام پاتا ہے، اور ملک کے سونے کے سکوں کی کل رسد غالباً اس مجموعے کے ۱/۱۰۰ حصے سے بہ مشکل زائد ہے۔ اگر ان سب طلائی سکوں میں ملک کے کل زر علامتی اور نوٹوں کی مقدار بھی شریک کر لی جائے تو بھی ان سب کی مجموعی مقدار دوسری قسم کے اس زر کی مقدار کے مقابلے میں بہت ہی کم ہوگی جس کی نمائندگی ملک کے بنکوں میں جمع شدہ امانتوں سے ہوتی ہے اور جس کی مقدار اب دو ارب پونڈ سے زائد ہے

پھر بھی اس استدلال کا جواب پچھلے متصل بابوں میں موجود ہے

163

جن میں زر کے بازار اور مالی آفت کی نوعیت پر بحث کی گئی ہے۔
ان بابوں کے استدلال کا رجحان تمام و کمال دنیا کے زر کے بازار کی نمایاں طور سے مرکزی نوعیت و خصوصیت کو واضح کرنے کی جانب ہے کہ کس طرح لندن کا زر کا بازار حقیقی مفہوم کے لحاظ سے دنیا کے مالی نظام کا مرکز ہے، لندن کے زر کے بازار کا مرکز و محور بنک آف انگلینڈ ہے اور بنک آف انگلینڈ کا کل نظام بنک کے سرمایۂ محفوظ کی نگرانی اور انتظام میں مرتکز ہوتا ہے۔ سرمایۂ محفوظ، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، لندن کے زر کے بازار کا مالی بار پیما ہے، اور شرح بنک کی کمی بیشی کے ذریعے سے سرمائے میں اضافہ اور تخفیف کر کے بہت خاصی حد تک زر کی قدر نہ صرف لندن میں بلکہ دنیا کے دوسرے زر کے بازاروں میں بھی متعین کی جاتی ہے اور اس طرح وہ تمام دنیا میں سونے کی نقل پذیری کو متعین کرتا ہے۔ اس لحاظ سے بنک آف انگلینڈ کا سرمایہ محفوظ تمام مالی دنیا کا ہمیشہ مطمح نظر بنا رہتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ سرمایہ کس چیز پر مشتمل ہے؟ اس میں سونا ہے، اور اگرچہ اس کی کل مقدار بہت ہی کم ہے تاہم اس کی اہمیت سونے کے تناسب سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے کیونکہ یہی دنیا کے سونے کی سب سے زیادہ آزاد رسد ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے مجموعی سونے کی رسد کا بڑا حصہ اسی سرمایۂ محفوظ سے ہو کر گزرتا ہے۔

اس بنا پر یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ سونے کا یہ چھوٹا سا مرکزی خزانہ حقیقت میں عجیب و غریب طریقہ پر تمام عالم کے سونے کی مجموعی رسد کا انتظام کرنے والا عامل بنا ہوا ہے اور اس طرح بالواسطہ تمام عالم کے اعتبار کی کل مقدار کو بھی متعین کرتا ہے جو ہر ملک میں کم و بیش براہ راست طلا کے سرمایۂ محفوظ

پر کسی نہ کسی شکل میں نہیں ہوتا ہے۔ یہ امر بظاہر ناقابل یقین معلوم ہوتا ہے کہ اس زر کی اسقدر قلیل مقدار کا پورے اعتباری نظام پر اسقدر قوی اثر پڑتا ہو گا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ قلیل مقدار اپنے تناسب سے بہت زیادہ قوی اثر ڈالتی ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ خاصکر لندن کے اور عام طور پر ساری دنیا کے اعتباری نظام کا مرکز محفوظ سرمایۂ طلا ہے۔ یہ محفوظ سرمایہ طلا اعتباری نظام کے مقابلے میں گویا بوتل کی تنگ گردن کے مثل ہے جس میں سے ہو کر گزرنا اعتبار کیلئے ناگزیر ہے۔ ایک ایسے بالکلیہ مختلف نظام کا تصور آسانی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے جس میں اعتبار کی توسیع و تخفیف بالکل جداگانہ طریق انتظام کے تابع ہو۔ چنانچہ اثنائے جنگ میں اس قسم کے نظام کا تجربہ ہوا، لیکن سردست یہ واقعہ بدستور قائم رہتا ہے کہ جنگ سے پیشتر ہمارے اعتباری نظام کا انتظام اسی طریق پر کیا جاتا تھا اور یہ امر خود اس بات کی توجیہ کرنے کے لیے کافی ہے کہ کل اعتباری نظام پر اور اس طرح قیمتوں کی عام سطح پر سونے کی رسد کا اثر بالواسطہ کیا پڑتا ہے۔ پس ہم بلا تامل کہہ سکتے ہیں کہ جہاں تک جنگ سے قبل کی مالی دنیا کے معمولی حالات کا تعلق تھا وہاں تک نظریہ مقدار زر کی صداقت پورے طور سے ثابت ہو گئی۔

گو اب نظرئیے کی اساسی حقیقت کو ایک امر مسلمہ تصور کیا جا سکتا ہے، لیکن یہ خیال کرنا بہت بڑی غلطی ہوگی کہ کسی قسم کے حالات پر بھی اس نظرئیے کو کسی معین یا صحیح طریقے پر اس طرح منطبق کیا جا سکتا ہے کہ اس کی بنا پر ہم اس قابل ہو سکیں کہ سونے کی رسد کی کسی خاص تبدیلی کے متوقعہ نتائج کے بارے میں مقداری حیثیت سے اصول مرتب کریں۔ اس نظام کی کل بحث کا میلان یہ ثابت کرنے کی جانب رہا ہے کہ قیمتوں کی

مقداری اطلاق ناممکن ہے

عام سطح پر سونے کی رسد کی کسی مقررہ تبدیلی کا جو اثر پڑتا ہے اس میں ترمیم کرنے والے اثرات اس قدر غیر معمولی طور سے پیچیدہ ہیں کہ نظرئیے کو عام طور سے

نسبت حالات پر منطبق کرنے کی کوششیں تقریباً لازمی طور سے تحصیل حاصل کا مصداق رہینگی۔ مسئلے میں ایسے عاملین اور اسباب بکثرت ہیں جو نظریئے کے مقررہ نتیجے میں خلل انداز ہوسکتے اور اپنے نتائج کے اعتبار سے اس کو دور پھینک سکتے ہیں حتیٰ کہ مثلاً یہ پیشین گوئی کرنے کی کوشش کہ قیمتوں پر سونے کی رسد کے اضافے کی کسی خاص شرح کا کیا اثر ہوگا تقریباً یقینی طور سے ناکام ثابت ہوگی۔ اگر اتفاق سے نشانہ صحیح بھی لگا تو بھی خوش قسمتی سے اٹکل یا اندازہ صحیح ثابت ہو جانے کے سوائے کسی اور دعوے کا حق نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ اول تو اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ سونے کی سالانہ پیداوار کے مہیا کردہ اعداد و شمار بالکل صحیح ہیں، دنیا کے سونے کی مجموعی رسد کا ٹھیک اندازہ قائم کرنا تقریباً ناممکن ہے، اس لیے کہ پہلا سوال یہ ہے کہ کل پیدا کردہ سونے یا مسکوک سونے کی مقدار پر نظریئے کے عمل کا کس حد تک انحصار و مدار ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ سرمایہ محفوظ میں نہ صرف غیر مسکوک سونا ہے بلکہ ہر قسم کا مسکوک سونا بھی شامل ہے، چنانچہ نہ تو اس کو کسی طرح امر مسلمہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ صرف دنیا کے سونے کی سالانہ پیداوار کی وہ مقدار نفس معاملہ پر اثر انداز ہوتی ہے جس کے سکے ڈھالے جاتے ہیں، اور نہ اس کے برخلاف اسکو صحیح مانا جا سکتا ہے کہ سونے کی تمام رسد کا نفس معاملہ سے تعلق ہے بلا لحاظ اس امر کے کہ تشکیک کے اغراض کے علاوہ دوسرے اغراض کیلئے اس رسد کا کتنا جزو استعمال کیا جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ

165

چونکہ کل دنیا کے طلا کی رسد معمولی پیداوار کی فصل کے مانند نہیں ہے

پیمائش کی مشکلات

بلکہ ایک ذخیرہ ہے اس لیے طلا کی سالانہ برآمد میں تبدیلی ہونے سے دنیا کے طلائی سکوں کی مجموعی مروجہ مقدار پر جو اثر پڑے گا اس کے بارے میں کوئی اصول قائم کرنا ناممکن ہے۔

زر علامتی

پھر یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ کسی ملک کے سونے کی کل مقدار پر

مروجہ زر علامتی کی کل مقدار کا کس حد تک اثر پڑسکتا ہے۔ مثلاً اگر ملک کے باشندوں پر کچھ مدت کے لئے پہلے کی نسبت واجب الادا رقوم کے ادا کرنے میں زیادہ چاندی استعمال کرنے کی دھن سوار ہو تو اس سے سونے کی بہت بڑی مقدار دوسرے اغراض کے لیے بچ رہیگی۔ اسی طرح نوٹوں کے استعمال کا نتیجہ ہوگا۔ بجائے سونے کو استعمال کرنے کے چھوٹی چھوٹی رقموں کے نوٹ بکثرت استعمال میں آنے لگیں تو اس کا ایسا ہی اثر ہوگا جیسا کہ سونے کی مقدار میں اضافہ ہونے سے ہوتا ہے۔ چنانچہ جنگ سے قبل اسکاٹ لینڈ میں بڑے بڑے کارخانوں میں مزدوروں کی اجرت ادا کرنے کا جو طریقہ تھا اس میں بتدریج عجیب وغریب طریقے سے تبدیلی ہوتی جا رہی تھی۔ قدیم زمانے میں یہ دستور تھا کہ ہر مزدور کی اجرت یا تنخواہ ایک لفافے میں بند کرکے دیجاتی تھی لفافے میں ایک پونڈ کا نوٹ رکھہ دیا جاتا تھا اور بقیہ کسور شلنگ اور تانبے کے سکوں میں دیے جاتے تھے۔ لیکن

نوٹ حال حال ہی میں ٹین کے چھوٹے ڈبوں میں جو قالب میں نصب کیے جاتے تھے، تنخواہ رکھنے کا طریقہ مروج ہو گیا اور اس میں بجائے ایک پونڈ کے نوٹ کے ایک طلائی ساورن رکھنے میں سہولت ہوگئی۔ ایسی جماعت کے عادات کے بارے میں جو ہر ہفتے کثیر المقدار زر استعمال کرتی ہے یہ بے شک ایک معمولی سے تبدیلی ہے مگر اس کے معنی یہ ہوسکتے ہیں کہ معمولی زر کے اغراض کے لیے سونے کی طلب میں موثر طریقے سے تبدیلی ہو جائے۔

اعتبار علاوہ ازیں کسی خاص وقت سونے کی بنیاد پر اعتبار کی جو عمارت قایم ہو اس کی وسعت کا صحت کے ساتھہ اندازہ کرنا ناممکن ہے۔ جو کچھہ اعداد مل سکتے ہیں وہ صرف بنک کی امانتوں اور حساب گھر کے کاروبار کی مقدار سے دستیاب ہوتے ہیں لیکن یہ جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا کسی حال اعتبار کی حالت

کا صحیح مقداری اشاریہ نہیں ہے۔

زر کا کام

آخر میں کسی خاص وقت ملک میں زر کی طلب یا ضرورت کی وسعت کا قرین صحت اندازہ قائم کرنا ناممکن ہے۔ اس کا انحصار نہ صرف ہر قسم کے ان اشیا پر ہے جو ملک میں تیار کیے جاتے ہیں بلکہ ان مبادلات کی تعداد پر بھی ہے۔ جو ان اشیا کو تیار کرنے والوں کے پاس سے آخری صرف کرنے والوں کے پاس پہونچانے میں لازمی طور سے انجام دیئے جاتے ہیں۔ اور ان دونوں کی پیمائش تقریباً ناممکن ہے۔

پس جیسا کہ بعض مصنفین نے کیا ہے، نظریۂ مقدار زر کو ایک معینہ مساوات کی صورت میں بیان کرنے اور پھر حقیقی عددی پیمائشو سے اس مساوات کے مختلف عاملین یا اجزائے ضربی کی خانہ پری کرنے کی کوشش کرنا بظاہر نظریۂ مقدار زر پر اس کے عملی اطلاق کی استعداد سے زیادہ بار ڈالنا ہے۔ یہ کوشش اس کے سوا کہ قیمتوں پر سونے کی رسد کے کسی مقررہ اضافے کا جو اثر پڑتا ہے اس کو مظنون اور مبہم طریقے پر ظاہر کرے اور کچھ نہیں کرسکتی۔ یہ نظریہ، دیگر معاشی قوانین کے مثل محض ایک رجحان کو بیان کرتا ہے اور اس کی مقداری پیمائش تقریباً ناممکن ہے۔

زمانۂ جنگ کی قیمتیں

اس کے بعد یہ سوال پیدا ہونا ضروری ہے کہ آیا نظریہ پر جنگ کے زمانے کے تجربے کا اثر اس کی تصدیق کی صورت میں ہوا یا تکذیب کی صورت میں؟ اس میں شک نہیں کہ جنگ کے زمانے کے واقعات کافی طور سے نمایاں خصوصیات رکھتے ہیں اور بادی النظر میں وہ کسی ایسی توجیہ وتاویل کی بالکل قابلیت نہیں رکھتے جو نظریئے سے کم از کم ہم آہنگی یا تطابق رکھتی ہو۔ کیونکہ واقعات، جیسا کہ ضمیمے کے جدول (۶) سے معلوم ہوگا، یہ ہیں کہ جنگ کے بعد سے قیمتوں کی عام سطح بحالت موجودہ عدیم النظیر طریقے پر بڑھ گئی ہے، اور اس کے برخلاف سونے کی

پیداوار کی مقدار جتنی جنگ سے پیشتر تھی اتنی ہی اب ہے، زمانۂ جنگ میں قیمتوں میں اسقدر غیر معمولی اضافہ ہوا کہ ۱۹۱۸ء کا انڈکس نمبر ان تمام انڈکس نمبروں سے بڑا تھا جو اس سے پیشتر کے زمانے میں ۱۷۸۲ء کے بعد سے مرتب کئے گئے تھے۔ حتیٰ کہ جنگ نپولین میں بھی انڈکس نمبر اسقدر اوپر نہیں گیا تھا۔[1]

بدیہی اسباب یہ بالکل بدیہی ہے کہ اس اضافے کے بڑے جزو کی توجیہ و تشریح کے لیے رسد زر کے کسی نظریئے کیجانب رُخ کرنے کی ضرورت نہیں۔ راست اسباب بالکل صاف طور سے نظر آتے ہیں، مثلاً اشیائے خام کے مصارف روز بڑھ رہے ہیں، جن کا باعث ایک حد تک مصارف نقل و حمل کی اعلیٰ شرحیں ہیں جو مال کے کم مقدار میں ڈھوے جانیکی وجہ سے عام ہوگئی ہیں۔ اور یہ چیز نہ صرف بحری نقل و حمل کے لیے صادق آتی ہے بلکہ بری نقل و حمل کی حد تک بھی پائی جاتی ہے۔ پھر تحت البحر کشتیوں کے خطرے باعث بحری بیمہ کے مصارف میں خاصا اضافہ ہو گیا ہے اور دوسری طرف بعض علاقوں میں ہوائی حملوں کے خطرے نے بھی زمین پر آتشزدگی کے بیمہ کے مصارف بھی اسی طرح لازمی طور سے کسی حد تک بڑھا دئیے ہوں گے۔ لیکن اکثر صورتوں میں مصارف کی زیادتی کا سب سے بڑا عنصر مصارف محنت رہا ہے، ہر قسم کی اُجرتوں میں نمایاں طور سے اضافہ ہوگیا ہے۔ اور اس اضافۂ قیمت کا اثر ان اشیا کی قیمت پر پڑنا لازمی ہے جن کے مصارف پیدائش میں مزدوروں کی محنت کا بڑا تناسب شامل ہوتا ہے۔ پھر شرح سود میں بھی باغراض قرضۂ جنگ اصل کی طلب بہت بڑھ جانے کے باعث اضافہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ اس کا اثر اس اعلیٰ شرح سود میں بھی ظاہر ہو رہا ہے جو صنعتی جماعتوں کو کوئی نیا

167

[1] دیکھو ضمیمہ جدول (۵)

اصل مستعار حاصل کرنے کی صورت میں ادا کرنی پڑی۔ اس کے برعکس کوٹھی کے کاروبار کی سہولتیں جیسی کہ معمولی زمانے میں بنک مہیا کرتے تھے ان کے مصارف بھی اس طریقے سے بڑھ گئے ہیں۔ اصل کے مصارف کے اس اضافے کا اثر تمام مشینوں اور کلوں کے مصارف پر بھی پڑا اس لیے کہ ان کی تیاری کے لیے بھی پہلے کے مقابلے میں بہت اعلیٰ شرح سود ادا کرنی پڑی۔ مزید برآں اس میں بہت کم شبہ کی گنجائش ہے کہ اکثر صورتوں میں خاص خاص اشیا کی قیمتوں میں محض اس وجہ سے غیر معمولی طور سے اضافہ ہو گیا کہ ان کی رسد قلیل المقدار تھی۔ ممکن ہے کہ بحیثیت مجموعی اشیا کی اصلی قلت اضافۂ قیمت کی ذمہ دار نہ رہی ہو۔ لیکن موجودہ جنگ عظیم کے مثل وسیع اور عالمگیر جنگ کے حالات کے تحت ایسی مثالیں ملنا بعید از امکان بھی نہیں ہے کیونکہ ان حالات میں کم از کم قلیل مدت کے لیے کسی خاص شئی کی رسد ناگزیر ختم ہو جاتی ہے اور جس پیدا کنندہ یا تاجر کے پاس حسن اتفاق اور خوش قسمتی سے اس کا اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہو اس کی قیمت اپنے حسب دلخواہ وصول کرسکتا ہے، یا کم از کم وہ اعلیٰ ترین قیمت وصول کرسکتا ہے جس کی ادا کرنے کی صلاحیت اس کی دانست میں اسکے گاہکوں میں موجود ہو۔ اور اگرچہ ایسی مثالیں جتنی زیادہ عام طور سے خیال کی جاتی ہیں غالباً اس سے بہت کم ہیں، پھر بھی یہ یقین ہے کہ قیمتوں کی عام سطح کو بڑھانے میں ان کا کوئی حقیر حصہ نہیں رہا ہے۔

اضافۂ قیمت کے ان مقابلۃً بدیہی اسباب کے قطع نظر دوسرے اسباب کے بارے میں متعدد نظریئے مروج ہیں اور ان سب کو نظریۂ مقدار زر محیط ہے۔ مثلاً عام طور سے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ قیمتوں کے اضافے کا باعث اصل میں زر کا غذ کا زائد اجرا اور اعتبار کا حد سے زیادہ انتفاخ ہے جو قرضہ جات جنگ اور ہنڈیات خزانہ وغیرہ کے اجرا کی شکل میں حکومت کے اپنے جنگی ضرورتوں کے پورا

کرنے کے سلسلے میں رونما ہوا تھا۔
ان میں سے پہلے نظریئے کو مقابلتہً بہت آسانی کے ساتھ مسترد کیا جاسکتا ہے۔ اول تو واقعات سے جو ضمیمے کے جدول (۷) میں بیان کیے گئے ہیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ کاغذی زر کے جاری کرنے سے زر کی مقدار میں جو مجموعی اضافہ ہوا وہ ۱۹۱۸ء کے ختم تک بہ مشکل ۳۰ کروڑ پونڈ تھا۔ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ خزانے کے نوٹ بہت بڑی تعداد میں باہر چلے گئے ہیں۔ جبل الطارق[1] سے مشرق کی جانب ہر بندرگاہ میں اور غالباً ہر اس مقام پر جہاں ساورن استعمال ہوا کرتا تھا ان نوٹوں کا رواج عام طور سے پایا جاتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایک مدت تک مصر میں نوٹوں کی بھرمار تھی، اور بجائے مقامی سکے کے جو کمیاب تھے یہی نوٹ رائج تھے۔ لیکن ان سب نوٹوں کی رقموں کو یکجا کر کے دیکھنے پر بھی نوٹوں کی اتنی کافی کثرت ظاہر نہیں ہوتی کہ موجودہ حالت میں زر کی زیادتی مان لی جاسکے۔ اس کے دو سبب تھے۔ ایک تو یہ کہ جنگ کے حالات ہر لحاظ سے عجیب و غریب و نادرالوجود ہوتے ہیں، چنانچہ یہ ممکن ہے کہ تغیرات کا ایک اثر یہ ہوا ہو کہ سابق کے مقابلے میں لوگوں نے زر کا استعمال کسی نہ کسی شکل میں زیادہ کثیر مقدار میں کیا ہو۔ مثلاً فوجی ضرورتوں کی بنا پر ملک میں حقیقی زر کی بہت کثیر مقدار کا گردش کرنا ضروری تھا۔

زائد زر کی ضرورتیں

168

پھر اجرتیں بڑھ گئی ہیں، اور کہا جاتا ہے کہ برّی و بحری سپاہیوں کے اعزہ اور لاحقین کو بقدر ۸ کروڑ پونڈ سالانہ جدائی کا الاونس دیا جاتا ہے مزدور پیشہ طبقے مقابلتہً بہت زیادہ آمدنی کما اور خرچ کر رہے ہیں، اور وہ اپنے ہاتھوں میں عدیم النظیر طریقے پر پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ زر پا رہے ہیں۔ لیکن یہ

---

[1] (Gibralter)

طبقے بنکوں میں حساب کتاب نہیں رکھتے۔ زر کی شکل میں ان کے جتنے معاملات ہوتے ہیں وہ بصورت نقد زر طے پاتے ہیں۔ اس طرح پہلے کے مقابلے میں اب ملک میں زر کی بہت ہی کثیر مقدار مطلوب ہے۔ آخر میں یہ یقین کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ زر کاغذ کے زائد اجرا کے باعث (جس کے معنی زر کاغذ کی قدر کی کمی کے ہیں) قیمتوں میں کوئی نمایاں اضافہ عوام کے زر کاغذ پر طلا کو ترجیح دینے کے میلان کے بغیر ہو سکتا ہے اور اس قسم کے میلان کی علامتیں اندرون و بیرون ملک بالکل مفقود ہیں زر کاغذ قطعی طور سے ثابت القدر رہا ہے اور یہ امر اس اساسی واقعے پر نظر کرتے ہوئے کہ خزانے کے نوٹ آخری چارہ کار کے طور پر بنک آف انگلینڈ میں بصورت طلا نقد پذیر ہیں قابل تعجب نہیں اگرچہ معقول اور محب وطن اشخاص نے ان نوٹوں کو نقد سے مبدل کرنے کی بہت کم خواہش ظاہر کی بلکہ کم از کم اثنائے جنگ میں سونا استعمال کرنے کی عادت کو بالکلیہ ترک کر دیا ہے۔

169 پس یہ خیال کہ قیمتوں کے اضافے کا باعث براہ راست زر کاغذ کا حد سے زیادہ اجرا ہے غیر مسلم الثبوت تصور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس دوسرے نظریئے کا رد کرنا اس قدر آسان نہیں ہے کہ اضافۂ قیمت کا باعث بڑی حد تک ان طریقوں سے اعتبار کا انتفاخ ہے جو کسی نہ کسی صورت سے سرکاری مالیات سے وابستہ ہیں، اگرچہ ایسی صورتیں بہت واضح طور سے بیان نہیں کی جاتیں۔ یہاں بھی واقعات میں استدلال کی تائید کا میلان پایا جاتا ہے اس لئے کہ جیسا کہ ضمیمہ کے جدول (۹) الف سے ظاہر ہوگا آغاز جنگ کے بعد سے برطانوی بنکوں میں امانتی رقوم کی مقدار میں اضافہ ہو گیا ہے چنانچہ ۱۹۱۳ء میں یہ مقدار ایک ارب دس کروڑ چالیس لاکھ پونڈ تھی

اعتبار کا انتفاخ

اور ۱۹۱۸ء میں وہ بڑھ کر دو ارب سولہ کروڑ دس لاکھ پونڈ ہو گئی۔ فی نفسہٖ یہی واقعہ لازمی طور سے اعتباری سہولتوں کی ایسی زیادتی

سے تعلق نہیں رکھتا جس کو انتفاخ سے تعبیر کیا جاسکے۔ لیکن کہا یہ جاتا ہے کہ ممکن ہے کہ دو صورتوں سے یہ انتفاخ رو نما ہوا ہو۔ اول تو یہ کہ جب حکومت نے بازار سے ان تمام سکہار ہی ہوئی ہنڈیوں کو نکالکر جو جنگ کے باعث ادا نہیں کیگئی تھیں اور اس کے بعد ہی ذمہ دار فریقوں کو اس قابل بناکر کہ وہ اپنے ذمہ کے واجب الادا رقوم ادا کرنے کے لیے زر حاصل کرسکیں، مالی معاملات میں مداخلت کی اور مالی نظام کی کل کے چلنے میں جو مزاحمتیں پیدا ہو گئی تھیں انھیں ہٹانے کی کوشش کی تو وہ یقیناً یہ امتیاز و تفریق نکرسکی کہ ایسی کتنی ہنڈیاں تھیں جنھیں دیندار مدت معینہ کے ختم پر پوری طرح ادا کردیتے اور ایسی ہنڈیاں کتنی تھیں جو معمولی مدت

بٹہ کا بازار

کے گزرنے پر ادا نہ کی جاتیں۔ اس لیے کہ ان ہنڈیوں کی نوعیت ہی ایسی ہے جیسی کہ کوٹھی کی ہنڈیوں کی۔ یعنی مدت معینہ کے ختم ہونے پر بھی اُن کی وقتاً فوقتاً تجدید ہوتی رہتی ہے، گویا وہ ہنڈی کے قابض یا حامل کی جانب سے دوسرے فریق یا فریقوں کو دئیے ہوئے قرضے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس طرح اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بیرونی بنکوں کے کاروبار کا بیشتر حصہ (مثلاً مصر میں) ایسی ہی ہنڈیوں کے ذریعے سے کم وبیش مستقل طور سے انجام پاتا رہا اور ۱۹۱۱ء میں بنک آف ایجپٹ[1] کے دیوالیہ ہوجانیکا باعث ہی یہ تھا کہ یہ بنک ان ہنڈیوں کی تجدید سے قاصر رہے۔ لیکن جب یہ ہنڈیاں سرکاری اعانت سے ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۵ء میں ادا کردی گئیں تو اس سے یہ فائدہ ہوا کہ زر کے بازار کو کاروبار کرنے کے لیے سابق کے مقابلے میں زیادہ زر ہاتھ آگیا۔ اس بارے میں کم ازکم نظری

[1] Bank of Egypt

توجیہ تو یہی ہے۔

پھر حکومت کی مالی اعانت نے زائد اعتبار کی بافراط تخلیق میں جو ممکنہ حصہ لیا اس کی دوسری صورت بھی ہے۔ جو کثیر المقدار جنگی قرضے لیے جا چکے ہیں اور جتنے ہنڈیات خزانہ اور خزانے کے تمسک جاری کیے گئے ہیں ان سے یقیناً یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ اعلیٰ درجے کے ایسے تمسکات کثیر مقدار میں جاری کیے گئے جن کی بنیاد پر بہت سہولت کے ساتھ زر بطور قرض حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ جب کسی شخص نے ایسے تمسکات لے لئے یعنی حکومت کو روپیہ قرض دیا جسے حکومت نے بلا شبہ جنگی اغراض کے لیے خرچ کر دیا تو بعد میں چلکر خود اس شخص کو اپنے ذاتی کاروباری اغراض کے لیے روپیہ حاصل کرنیکی ضرورت غالباً عارضی طور سے پیش آتی ہے اور ایسی صورت میں وہ اسکے سوا اور کچھ نہیں کر سکتا کہ اپنی تجوری یا صندوقچے سے جنگی قرضے کے صداقت نامے باہر نکالے اور انھیں اپنے ساہوکار کے پاس رہن یا مکفول کرائے تاکہ اس کو انکی پوری رقم یا ان کا بیشتر حصہ ملسکے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اس طرح ان تمسکات کی تخلیق نے ملک کے قابل داد و ستد اعتبار کی مقدار میں اضافہ کر دیا ہے کم از کم اس حد تک جس حد تک ان سے کام لینے کے ایسے طریقے کو اختیار کیا گیا ہو۔ لیکن اس مقدار کی پیمائش ناممکن ہے۔ برطانیہ میں غالباً اسکی مقدار مقابلتہً قلیل ہے، اگرچہ جرمنی میں جنگی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے خود وہاں کی حکومت نے ایسے عملی اور فوری مالی تدابیر بہت بڑی حد تک اختیار کیے[1]

170 — جنگی تمسکات

---

[1] انتفاخ کے بارے میں ایک اور استدلال یہ ہے کہ خود بنکوں نے جنگی قرضوں کے تمسکات میں اپنا کثیر المقدار اصل مصروف کیا، چنانچہ اسکی تفصیل رسالۂ اکنامسٹ کے بنکنگ نمبر مورخہ ۲۱ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء میں ملیگی، (دیکھو باب ۱۶ ا)۔

مالی اعانت کی ضرورت

لیکن اس کا اندازہ ٹھیک طور سے کرنا کہ بنکوں کی امانتوں کا حقیقی اضافہ ملک میں اعتباری لین دین کی سہولتوں کی اصلی زیادتی کی کس حد تک نمایندگی کرتا ہے اور یہ اضافہ ملک کی ضرورتوں سے کس حد تک زائد ہے، ناممکن ہے کیونکہ یہاں پھر یہ امر ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ اس معاملے کے دوسرے رخ کا اعداد و شمار سے ٹھیک ٹھیک حساب معلوم نہیں کیا جا سکتا۔ اب مثلاً اس اثنا میں یہ کون بتا سکتا ہے کہ دوران جنگ میں انگلستان کی پیداوار اور مصنوعات کی مجموعی مقدار کتنی رہی ہے؛ یہ امر کہ اس کی مقدار بہت کثیر تھی اس کو ہر شخص تسلیم کریگا۔ جنگ سے قبل یہ تخمینہ کیا جاتا تھا کہ انگلستان کی قومی آمدنی ڈیڑھ ارب ۲۵ کروڑ پونڈ سالانہ سے کم نہ تھی۔ جنگ کے باعث اکثر صنعتوں کی پیداوار میں معتد بہ کمی ہو گئی ہے لیکن اس کمی کے مقابلے میں زمانۂ جنگ کی سب سے بڑی صنعت یعنی اسلحہ سازی کی پیداوار کو رکھنا چاہیے۔ لیکن اس صنعت کی پیداوار کس قدر تھی اس وقت تک اس کا حال معلوم نہ ہو سکا اس کی اطلاع قدرتی طور سے عام نہیں کی جاتی لیکن یہ بالکل یقینی امر ہے کہ وہ کثیر المقدار تھی، اور بہت ممکن ہے کہ اس کی مجموعی مقدار کو انگلستان کی دوسری تمام صنعتوں کی پیداوار کی مقدار میں جوڑنے سے ہم انگلستان کی مجموعی قومی آمدنی میں جنگ کے زمانے میں بہت خاصا اضافہ پائیں۔ اگر زمانہ ماقبل جنگ کی قیمتوں کے لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو یہ اضافہ غالباً بقدر تین ارب پونڈ ہوا۔ اگر قیمتوں کے اضافے کے لحاظ سے شمار کیا جائے تو مجموعی قومی آمدنی کا اضافہ غالباً پانچ ارب پونڈ سے بھی زائد ہوگا۔ زر کے ذریعے سے انجام پانے والے کام کے ایسے ممکنہ اضافے پر نظر کرتے ہوئے ہر قسم کی مالی سہولتوں اور اعتبار کی بدرجہا زیادہ ضرورت ہونی چاہیے۔ اور یہ کسی طرح یقینی نہیں کہ امانتوں کا اضافہ اس چیز سے زیادہ

171

کسی چیز کی نمائندگی کرتا ہے جس کی اس غرض کے لیے ضرورت ہوگی۔

یہ بیشک بدیہی ہے کہ اس قسم کی بحث کرنا ایک حد تک ایک ہی دائرے کے اندر استدلال کرنا ہے۔ لیکن بایں ہمہ یہ استدلال صحیح ہوسکتا ہے۔ اضافۂ قیمت کے آغاز کا موجب خواہ کچھ ہی ہو، اس کا ایک ناگزیر نتیجہ یہ ہوگا کہ اشیاء کو تیار کرنے کے لیے اعتبار اور اعلیٰ قیمتوں کو ادا کرنے کے لئے زر کثیر مقدار میں درکار ہو۔ بحالت موجودہ یہ کہنا ناممکن ہے کہ جنگ کے زمانے میں قیمتوں کے کثیر اضافے کا باعث کس حد تک قدرتی اسباب رہے ہیں اور کس حد تک انتفاخ یا مالی اسباب اس کا موجب ہیں۔ بظاہر اس میں کوئی شبہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس کا باعث ایک حد تک موخرالذکر اسباب ہی ہیں، لیکن یہ کہنا کہ یہ اسباب کس حد تک باعث ہیں اس وقت تک ممکن نہ ہوگا جب تک جنگ کے ختم ہوجانے کے کافی مدت کے بعد یہ اسباب یعنی ہر قسم کی قلت اور مصارف پیدائش کی زیادتی رفع نہ ہوجائے۔

لیکن سردست سوال یہ ہے کہ آیا جنگ کے زمانے کے تجربے نے نظریہ مقدار زر کے بارے میں ہمارے خیالات میں کوئی تغیر پیدا کیا یا نہیں۔ اور اس سوال کا جواب بظاہر صاف معلوم ہوتا ہے۔ اگر "زر" وسیع ترین معنی میں استعمال کیا جائے جیسا کہ استعمال کرنا ضروری ہے، جس میں اعتبار بھی شامل ہو تو جنگ نے نظریئے کو پوری طرح صحیح ثابت کر دکھایا ہے۔ یہ بالکل بدیہی ہے کہ جنگ کے زمانے میں "زر" کی مقدار میں جو اضافہ ہوا وہ سونے کی شکل میں نہ تھا، اور یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا کاغذی زر کی مقابلۃً کثیر مقدار جو جاری کی گئی تھی وہی قیمتوں کے اضافے کا سبب تھی، یہ دوسرا امر ہے کہ اس کا بالواسطہ اثر پڑا ہو۔ اور یہ بھی اسی طرح ممکن ہے

ہے کہ اس سبب کا یہی نتیجہ رہا ہو۔ اصل ملزم اعتباری نظام ہے، اور یہ نتیجہ نکالنا کہ اعتبار کا انتفاخ قیمتوں کے کتنے اضافے کا باعث تھا صرف اس وقت ممکن ہے جبکہ زمانۂ جنگ کی بنک کاری کے ان اعداد و شمار کا بہ احتیاط تجزیہ کیا جائے جن سے بنک کاری کے حسابات میں متعدد مدوں کی ترقی ظاہر ہوتی ہے[1]۔

پس نظریۂ مقدار زر نہ صرف جنگ کا اثر پڑنے کے باوجود غیر متزلزل رہا بلکہ پہلے سے بہت زیادہ محکم طریقے پر قائم و ثابت ہو گیا ہے۔ فرق صرف اسقدر ہوا ہے کہ "زر" کے معنی ہر قسم کے زر کے ہو گئے ہیں جس میں صرف سونا ہی نہیں بلکہ اعتبار بھی شامل ہے۔ جنگ کے زمانے میں سونے اور اعتبار کی مجموعی مقدار کا درمیانی رشتہ بہت بری طرح منقطع ہو گیا اور اعتبار کی بوتل کی طلائی گردن ٹوٹ گئی ہے۔ اب اسکا اثر زمانۂ مستقبل میں نظریئے کے عملی افادے پر کس حد تک پڑیگا یہ ایک دوسرا ہی سوال ہے[2]۔

ایک اور سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ جنگ کے بعد کیا کرنا چاہیئے؟ کیا انگلستان یا تمام عالم دوبارہ طلائی زر کیجانب رجوع کریگا اور اسطرح اعتبار کی توسیع پر سونے کو جو تحدیدی اقتدار رہا ہے وہ سونے کو بحال کر دیگا؟ کیا لندن پھر دنیا کا آزاد سونے کا بازار بن سکتا ہے؟ ان سوالات کو اسوقت تک ملتوی کر دینا چاہیئے جب تک نظریۂ توازن تجارت اور اس کے بارے میں جنگ کی سرگزشت پر پورا غور و خوض نہ کر لیا جائے۔

---

[1] ۔ دیکھو جدول (۹) اور باب (۱۶)۔

[2] ۔ دیکھو باب (۱۶)۔

حوالہ جات

(۱) وتھرس:۔ The War and Lomba d Street

(۲) ہرسٹ:۔ The Political Economy of War

چودھواں باب

توازن تجارت

(۱) قانون توازن تجارت۔ (۲) درآمد و برآمد کے متعلق محکمۂ چنگی کے اعداد و شمار۔ (۳) غیر مشہود برآمد و درآمد۔ (۴) برطانیہ عظمیٰ کی تجارت خارجہ۔ (۵) تجارت عالم پر جنگ کا اثر۔

173

جیسا کہ باب گیارہ میں، جس میں شرح مبادلہ پر بحث ہوئی، بیان کیا گیا، توازن تجارت کے قانون کے مطابق ہر ملک کی درآمد و برآمد کا ایک دوسرے کو متوازن کرنا ضروری ہے۔ ہر ملک ٹھیک اسی قدر اور اسی حد تک اشیا برآمد کرتا ہے جتنے اس کو اپنے اشیائے درآمد کی قیمت ادا کرنے کے لیے مطلوب ہوں، اور ٹھیک اتنے ہی اشیا درآمد کرتا ہے جن کو وہ اپنے اشیائے برآمد سے خرید کرسکتا ہے۔

ظاہری تناقض لیکن کسی ملک کی درآمد و برآمد سے متعلق وہاں کے محکمۂ چنگی میں جو اعداد و شمار مرتب کیے جاتے ہیں ان کو جانچنے سے بظاہر اس قانون کی صداقت کا ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ

اس کے برخلاف، مثلاً انگلستان کے محکمۂ جنگی کے اعداد و شمار[1] مندرجہ ضمیمہ جدول (۱۷) سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جنگ سے قبل کے زمانہ میں اپنی برآمد کے مقابلے میں سالانہ بقدر ۵ کروڑ پونڈ زائد قیمت کے اشیا درآمد کرتا تھا، اور اس کے برعکس ریاستہائے متحدہ امریکہ کے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں اشیائے درآمد کی بہ نسبت بقدر دس کروڑ پونڈ زائد قیمت کے اشیا برآمد کیے گئے۔ اس ظاہری تناقض کا کیا سبب ہے؟ یہ بالکل ظاہر ہے کہ اس قدر زائد فرق کو سونے کی صورت میں ادا کرنا ناممکن تھا، اس لیے کہ اول تو تمام سلطنت متحدہ میں سونے کی جتنی رسد ہے وہ کسی واحد سال کی درآمد کی زیادتی کی قیمت ادا کرنے کے لیے کافی سے بہت زیادہ نہیں ہے۔ اور اس کے برعکس اگر امریکہ کو ہر سال اتنی بیش قرار رقم وصول ہوتی رہے تو دنیا میں جتنا سونا ہے اسکا نصف حصہ چند ہی سالوں میں امریکہ منتقل ہو جائیگا۔ اس میں شک نہیں کہ بعض ایسے ممالک بھی ہیں جیسے کہ جنوبی افریقہ جو اپنے دوسرے اشیائے برآمد کی طرح سونا پیدا کرتے ہیں، اور ایسی صورت میں ہم دیکھتے ہیں کہ سونے کی مسلسل برآمد ہوتی رہتی ہے اور ان کے لیے درآمد کردہ اشیا کی قیمت ادا کرنے کا یہی ذریعہ ہوتا ہے۔ پھر یہ صحیح ہے کہ ہر ملک میں دوسرے اشیا کی درآمد یا برآمد کے عارضی زائد فرق کو زائل کرنے کی غرض سے وقتاً فوقتاً سونے کی برآمد و درآمد ہوتی رہتی ہے۔ مثلاً مصر میں جنگ سے پیشتر موسم خزاں میں سونے کی درآمد ہوا کرتی تھی اور موسم بہار میں برآمد۔ اور یہ صورت اس ملک کی تجارت کے موسمی تغیرات کے بالمقابل پائی جاتی تھی یعنی موسم خزاں میں اشیائے برآمد (خاصکر روئی) کی کثیر المقدار

سونا پیدا کرنیوالے ملک

موسمی تغیرات

[1] دیکھو ضمیمہ جدول (۱۷)۔

74

زیادتی رہتی تھی اور اس کے برعکس موسم بہار میں مصنوعات کی درآمد کی
کثیر المقدار زیادتی ہوئی تھی۔ اس کے برخلاف انگلستان میں فلز کی درآمد و
برآمد کی مسلسل مگر تغیر پذیر منتقلی ہوا کرتی تھی، اس لیے کہ انگلستان دنیا کا آزاد
سونے کا بازار ہے۔ دنیا کی کانوں سے نکلے ہوئے سونے کی سالانہ پیداوار کا
بڑا حصہ انگلستان میں آکر فروخت ہوتا ہے اور یہاں سے دوسرے
تجارتی و مالیاتی مرکزوں میں جو اس کے طالب ہوتے ہیں یا اس کے
خریدنے کی استطاعت رکھتے ہیں تقسیم ہوتا ہے۔

صحیح توازن

پھر بھی یہ حالات اس واقعے کو متغیر نہیں کرتے کہ قوموں کے
مابین جو تجارت ہوتی ہے اس کا بیشتر حصہ مبادلۂ اشیا ہوتا ہے
اور زر نقد کے ذریعے سے خرید و فروخت نہیں ہوتی نیز یہ کہ بعض صورتوں میں
درآمد کی ظاہری معمولی زیادتی اور بعض صورتوں میں برآمد کی ظاہری معمولی زیادتی
بین الاقوامی قرضداری کے ان بعض مدوں سے زائل ہو جاتی ہے، جو اگرچہ
محکمۂ چنگی کے مرتب کردہ اعداد و شمار میں، اشیا کی ذیل میں ظاہر نہیں کیے جاتیں
لیکن پھر بھی اشیا کی قیمتوں کو ادا کرنے کا موثر ذریعہ ہیں اور اسی لیے
ظاہری زیادتی کی ادائی بہ شکل طلا کو عملاً غیر ضروری ثابت کرتی ہیں۔ پس
اس کے بعد بقول سر رابرٹ گفن یہ غور کرنا باقی ہے کہ اس غیر مشہود
برآمد و درآمد کی کیا نوعیت ہے، وہ کس چیز پر مبنی ہیں، ان کی
اغلب مقدار کتنی ہے اور انھیں محکمۂ چنگی کے اعداد و شمار میں کیوں
ظاہر نہیں کیا جاتا۔ لیکن یہ غور کرنے سے پیشتر سر دست ان کی حسب
ذیل تعریف کر دینا ضروری ہے :۔ غیر مشہود برآمد سے کوئی ایسی شئی
مراد ہے جو کسی ملک کو دوسرے اشیا کی راست برآمد کے ذریعے
سے درآمد کی قیمت ادا کیے بغیر اشیا درآمد کرنے کے قابل بنا دئے
اور اس کے برعکس غیر مشہود درآمد سے مطلب کوئی ایسی شئی جو کسی
ملک کے لیے یہ ضروری قرار دیتی ہے کہ وہ دوسرے اشیا کی
درآمد کی شکل میں اپنے برآمد شدہ اشیا کی قیمت وصول کیے بغیر

اشیا برآمد کرے۔

چنگی کے اعداد و شمار

اس طرح پہلے یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ محکمۂ چنگی میں تمام اشیائے درآمد و برآمد کے اعداد و شمار اس طرح مرتب کئے جاتے ہیں۔ کوئی جہاز نہ تو برطانوی چنگی کے بندرگاہ کے علاوہ کسی دوسرے بندرگاہ میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے بندرگاہ سے روانہ ہو سکتا ہے، اس لئے ہر اس جہاز کے لیے جو برطانوی چنگی کے بندرگاہ میں داخل ہو یا وہاں سے باہر جائے یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس میں جتنا مال لدا ہوا ہو اسکی نوعیت، مقدار اور قیمت کے متعلق اطلاع دے اور یہ بتائے کہ آیا اس پر محصول واجب الادا ہے یا نہیں۔ چونکہ جنگ سے پیشتر انگلستان کے محصولات درآمد مقابلۃً قلیل التعداد اشیا پر عائد کئے جاتے تھے، اس لیے اس قسم کے اظہارات میں بالعموم کسی قسم کی ادائی کا بار برداشت نہیں کرنا پڑتا تھا، لیکن جو اعداد مرتب کئے جاتے تھے انھی پر انگلستان کی تمام تجارت خارجہ کے اعداد و شمار کا مدار ہوتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ تجارت خارجہ کی نقل و حرکت پر بندش قائم کرنے کا یہی ایک ممکنہ طریقہ ہے، لیکن وہ بعض قسم کے اشیا کی آمد و رفت کی گرفت کرنے اور ضبط تحریر میں لانے سے بدیہی طور سے ناکام رہتا ہے جو لازمی طور سے بین الاقوامی قرضداری کے توازن کو متاثر کرتے ہیں۔ مثلاً اس سے نہ تو معمولی مسافر کا اسباب گرفت میں آتا ہے اور نہ اسکی جیبوں میں رکھا ہوا زر، اور اسکی جیب میں جو اعتباری رقعہ پڑا ہوا ہے جسکو سمجھنا کر وہ اپنے اس ملک کے قیام کے مصارف پورے کرتا ہے اسکی چھان بین اس سے بھی کم کیجاتی ہے۔ پھر ڈاکخانہ کے ذریعے سے جو معمولی قیمت کی چیزیں خطوط میں بھیجی جاتی ہیں بشرطیکہ کوئی انھیں ڈاک کے ذریعے سے قواعد و ضوابط کے خلاف بھیجنے کا خطرہ برداشت کرنیکا خیال کرے، وہ چنگی کے جال سے بچ نکلتی ہیں۔ لیکن ڈاک کے ذریعے سے جو پارسل

175

بھیجے جاتے ہیں وہ البتہ چنگی گھر سے ہو کر گزرتے ہیں اور وہاں ان پر محصول وصول کیا جاتا ہے۔

بین الاقوامی خدمات

لیکن اس طرح جو چیزیں بکر نکل جاتی ہیں وہ بعض دوسرے مدات کے مقابلے میں پہنچتی ہیں جن کا نود ان کی نوعیت کے اعتبار سے چنگی کے نظام سے بچ نکلنا لازمی ہے اس لیے کہ یہ نظام کسی مقررہ مقام سے مادی قسم کے اشیا کے گزرنے پر مبنی ہے۔ یہ مدات ان خدمات پر مشتمل ہیں جو ایک قوم کے افراد دوسری قوم کے افراد کے لیے انجام دیتے ہیں، اور جو کوئی مادی یا جسمانی شکل نہیں رکھتے یا جو کسی ملک کی چنگی کی عملداری سے کلیتہً باہر یعنی سمندروں میں انجام دئے جا سکتے ہیں۔ ان میں سے سب سے بدیہی اور بڑی خدمت باربرداری یا نقل وحمل ہے۔ اشیا کی منتقلی ایک ایسے ملک سے جہاں وہ اس قدر افراط کے ساتھ تیار کئے جاتے ہوں کہ سب کے سب صرف میں نہیں آسکتے دوسرے ایسے ملک کو جہاں وہ تیار نہیں کئے جا سکتے لیکن بہت مستعدی کے ساتھ صرف کئے جا سکتے ہیں، قابل قدر شئی کی پیدائش تدریجی عمل کا اساسی جزو ہے، اور اس لحاظ سے اس منتقلی یا نقل وحمل کے مصارف بھی ادا کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ کسی شئے کی ابتداً جو قیمت ہوتی ہے وہ سفر طے کرنے کے بعد منزل مقصود پر پہونچکر بڑھ جاتی ہے۔ اسطرح

نقل وحمل بذریعہ جہاز

ان خدمات کا معاوضہ، جو اضافۂ قیمت کا باعث ہوتے ہیں، قیمت کی زیادتی سے ہی ادا کرنا ضروری ہے، اور اس قسم کے خدمات انجام دینے والے جہاز کے مالک کو وہ قابل ادا ہوتا ہے خواہ کسی ملک میں اس نے اپنا مستقر یا صدر دفتر قائم کر لیا ہو۔

اس طرح جنگ سے پیشتر دنیا میں جتنے تجارتی جہاز موجود تھے ان کی ایک ثلث تعداد کا مالک انگلستان تھا۔ اور دنیا کی جہاز رانی کی تجارت میں اس کا جو حصہ ہے وہ اس تناسب سے بھی زیادہ ہے جو خود انگلستان کے

176

بندرگاہوں میں داخل ہونے والے انگریزی اور بیرونی جہازوں کی تعداد کے مابین ظاہر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اکثر انگریزی جہاز نہ صرف برطانوی بندرگاہوں سے بیرون ممالک کے بندرگاہوں تک بلکہ دوسرے دور دراز ممالک کے مابین بھی دنیا کے نقل وحمل کا کاروبار انجام دیتے ہیں۔ مثلاً جب کسی برطانوی بندرگاہ سے کوئی باربرداری کا دخانی جہاز بیرونی ملکوں کو پہونچانے کا سامان لیکر روانہ ہوتا ہے تو اس سے پیشتر کہ وہ انجام کار ایسا سامان لادے جسے لیکر وہ اپنے وطن کسی برطانوی بندرگاہ میں لوٹے ممکن ہے کہ اسکو بیرونی ملکوں کا ملکی سامان کئی دفعہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو پہونچانا پڑے یا وطن کیجانب مراجعت کرتے وقت بھی ممکن ہے کہ بیرونی بندرگاہوں مثلاً انٹ ورپ یا ہم برگ پہونچانیکا سامان اس پر لدا ہوا ہو اور اُس بندرگاہ سے وہ اپنے وطن کے بندرگاہ کو خالی روانہ ہوگا تاکہ وہاں سے پھر سامان لادکر باہر لیجائے۔ یا اپنا بیرونی ممالک پہونچانے کا سامان نیویارک یا بالٹی مور پہونچا دینے کے بعد ممکن ہے کہ اُسے امریکہ کے تاجروں سے مثلاً نیویارک اور جزائر غرب الہند کے مابین سامان کی نقل وحمل کرنیکا ٹھیکہ ملجائے اور اس نقل وحمل کے چکر کاٹنے میں وہیں کئی سال لگجائیں یہانتک کہ وہ وقت آجائے جبکہ اسے جانب وطن جانے کے لیے پھر کوئی سامان تلاش کرنا پڑے تاکہ وہ اپنا معائنہ یا میعادی مرمت و درستی کراسکے۔ انگلستان کی اکثر جہازرانی کی کمپنیاں، جیسے کہ برٹش انڈیا اسٹیم نیوی گیشن کمپنی، ایسے ساحلی تجارتی جہازوں کے پورے بیڑے کی مالک ہیں جنکی آمدورفت بیرونی بندرگاہوں کے مابین قائم ہے، اور ان دخانی جہازوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنھوں نے اپنے بننے اور ابتدائی سفر کے لیے پہلی مرتبہ برطانوی بندرگاہ چھوڑنے کے بعد سے ابتک پھر برطانوی بندرگاہ کی صورت ہی نہیں دیکھی ہے۔

انگلستان کا حصہ اس تمام باربرداری کے خدمات کے معنی یہ ہیں کہ کرایے کی صورت میں انگلستان کو رقم واجب الوصول

ہے۔ اور ادا ہونے کے بعد اس رقم کا کسی نہ کسی شکل میں لندن یا لیورپول کو جہاں مالک جہاز کا دفتر ہے پہونچنا ضروری ہے۔ قدیم زمانے میں مالکان جہاز کو باربرداری کا کرایہ بالعموم بارکردہ سامان کے ایک جزو کی شکل میں ادا کیا جاتا تھا اور سامان کی معاودت یا اس کے روکنے کا قانونی حق، جس سے مالک اب بھی اپنے کرائے یا باربرداری کے لیے متمتع ہوتے ہیں، اس واقعے پر مبنی ہے کہ مالک اپنے حصے کے طور پر اشیا کی اس قیمت سے کرایہ پانے کے حقدار یا مستحق ہیں جو انکے خدمات کی بنا پر پیدا ہوئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ سامان کی فروخت سے جو قیمت وصول ہوتی ہے اس سے کرائیہ جہاز انجام کار ادا کیا جاتا ہے۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ درآمد کے متعلق ہمارے چنگی کے محکمے سے جن اشیا کے اعداد و شمار ظاہر کئے جاتے ہیں ان کی پوری قیمت ان اشیا کی قیمت برآمد سے صرف جزوی طور سے ادا ہوسکتی ہے جو معاوضے میں باہر بھیجے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک فرضی معاملے کو لو۔ جب مانچسٹر اور سکندریہ کے مابین دہرا سفر کرنے والے جہاز پر ایکہزار پونڈ قیمت کا سامان مانچسٹر سے روانہ کیا جاتا ہے تو مصر کے محکمۂ چنگی کے اعداد و شمار میں ان کی قیمت ایکہزار ایک سو پونڈ درج کیجائیگی۔ اور یہ سو زائد پونڈ کرایہ نقل وحمل وغیرہ کی بابت ہوں گے۔ ان اشیا کی قیمت کی ادائی کے لیے سکندریہ کا تاجر اتنی وزن کی روئی جہاز پر لدوائیگا جسکی قیمت سکندریہ میں ایک ہزار ایک سو پونڈ ہوگی اور وہ اس سے بخوبی واقف ہوگا کہ اس روئی کے لیورپول پہونچکر فروخت ہونے پر ایک ہزار دو سو پونڈ وصول ہوں گے، اور اسطرح یہ روئی نہ صرف مانچسٹر کے تاجر مصنوعات کی ہنڈی کی مندرجہ رقم کی ادائیگی کی سبیل نکالیگی جو اسکو اولاً سامان بھجوانے کے سلسلے میں واجب الوصول ہے بلکہ لیورپول کے مالک جہاز کو دہرا سفر طے کرنے کے کرائیہ کی بابت جو دو سو پونڈ واجب الادا ہیں وہ بھی اس سے ادا ہو جائیں گے۔ اسطرح انگلستان نے ایک ہزار پونڈ قیمت کے اشیا برآمد کئے

177

اور مبادلے میں اسکو ایک ہزار دو سو پونڈ قیمت کے اشیا وصول ہوئے اور اسطرح اسکی درآمد کی ظاہری زیادتی بقدر دو سو پونڈ رہی۔

دنیا کا توازن تجارت

اشیائے برآمد و درآمد کی قیمتوں کا یہ فرق اس پیچیدہ واقعے کی تشریح و توجیہ ہے کہ دنیا کے برآمد شدہ اشیا کے مجموعی اعداد دنیا کے درآمد شدہ اشیا کے مجموعی اعداد سے بظاہر نسبتاً گھٹے ہوئے ہیں۔ یہ امر بلا شبہ بدیہی طور سے ناممکن ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اکثر قسم کا سامان بندرگاہ چھوڑنے کے بعد اپنے منزل مقصود کو کبھی نہیں پہونچتا، اور سمندر جو خراج وصول کرتا ہے وہ نہ صرف سونے اور اشیا کی شکل میں بلکہ انسانی حیات کی شکل میں بھی ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس بدیہی راز کی تاویل اس وقت بلا شبہ بہت آسان ہو جاتی ہے جبکہ نقل و حمل کی خدمت کے باعث اشیا کی قیمت میں اضافہ رونما ہو نیکے واقعے کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ اول تو محکمۂ چنگی کے عہدہ داروں کو غیر صحیح اعداد بتائے جانیکا امکان ہوتا ہے، جنکا رجحان قدرتی طور سے درآمد کردہ اشیا کی قیمت کم دکھانیکی جانب ہوتا ہے، اس لیے کہ محصول برآمد کے مقابلے میں درآمد پر بالعموم زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن اسکے قطع نظر تناقض کا باعث وہ فرق ہے

قیمت بشمول محصول

جو سامان کے جہاز تک لانیکی قیمتوں اور جہاز سے اتار نیکے بعد کی قیمتوں یعنی بلا مصارف باربرداری بہ جہاز قیمتوں اور مصارف باربرداری بہ جہاز و بذریعۂ جہاز اور بیمہ شامل کی ہوئی قیمتوں کے مابین ہوتا ہے۔ سامان برآمد کرنیوالا سامان جہاز پر لادکر جس قیمت کا اعلان کرتا ہے وہ قدرتی طور سے ان اشیا کی مقامی قیمت پر مبنی ہوتی ہے، یعنی اس میں صرف اشیا کی اصلی قیمت [1] جہاز تک سامان پہونچانے اور لادنیکے مصارف شامل ہوتے ہیں اسکو فری آن بورڈ [2] یعنی قیمت بلا شمول کرایہ جہاز وغیرہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ لیکن ان اشیا کے اپنے منزل مقصود تک پہونچنے کے بعد درآمد کرنیوالے جس قیمت کا اعلان کرتے ہیں، وہ یہاں کی قیمت ہوتی ہے۔ یعنی اس میں سامان کو جہاز پر

[1] (Free on Boord) F.O.B.

لادنے تک کے مصارف، کرایہ باربرداری، بیمہ کے اخراجات اور راستے کے دوسرے مصارف شامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان کو سی، آئی، ایف یعنی کاسٹ، انشورنش انڈ فریٹ[1] کہا جاتا ہے یعنی مصارف، بیمہ، اور کرایہ باربرداری۔

دنیائی تجارت کی نقل وحمل کے ان خدمات کی مقدار ہر سال بہت کثیر ہوتی ہے۔ اور برطانیہ عظمیٰ کا اس میں جو حصہ ہے اسکے متعلق متعدد حسابات پیش کئے گئے ہیں۔ سر روبرٹ گفن نے ۱۸۸۲ء میں اسکے متعلق کم ازکم ۶ کروڑ پونڈ کا اور ۱۸۹۸ء میں ۹ کروڑ پونڈ کا اندازہ قائم کیا۔ اس کے برعکس ایک اور اندازے میں جو ۱۹۰۳ء میں بالکلیہ مختلف طریقے پر محکمۂ تجارت کی جانب سے قائم کیا گیا تھا اسکو ۸ کروڑ ۹۵ لاکھ پونڈ بتایا گیا ہے۔ لیکن بحالت موجودہ وہ غالباً دس کروڑ پونڈ سے یقیناً زائد ہے۔ 178

اشیا کے بحری بیمہ کے مصارف کی جانب اس سے قبل اشارہ کیا جاچکا ہے۔ تجارت خارجہ کے سلسلے میں جو خدمات انجام دئے جاتے ہیں ان کے معاوضے کی ادائی کے مماثل ایک دوسری قسم کی ادائی کی یاد اس سے تازہ ہوتی ہے۔ کرایہ باربرداری اور بیمہ کے علاوہ اشیا کی تیاری کے لیے زرفراہم کرنا پڑتا، ان کو فروخت کرنا پڑتا ہے اور قیمت وصول کرنی پڑتی ہے۔ اور موجودہ زمانے میں اس کام کو انجام دینے کی پیچیدگی تاجروں یا مختلف قسم کے ایجنٹوں کو وجود میں لانے کا باعث ہوئی ہے جو اشیا کے بیرونی مالک کی جانب سے کام کرکے ان اجزا کی نگرانی کرتے ہیں اور محنتانے کی مختلف شکلوں میں صلہ پاتے ہیں۔ چنانچہ نام نہاد کمیشن ایجنٹوں کے علاوہ جو اشیا کی خرید وفروخت کمیشن پر انجام دیتے ہیں خاص کر لندن میں ایسے کوٹھی والے اور کاروباری اشخاص کثیر التعداد ہیں جنکا سارا کام تجارت خارجہ کو کسی نہ کسی طریقے سے انجام دینا ہے۔ مثلاً درآمد کردہ و برآمد کردہ اشیا کی قیمتوں کی ادائی بالعموم خارجی ہنڈی کے ذریعے سے کی جاتی ہے۔ اور وہ سکھارنے،

محنتانے

[1] C.I.F.—(Cost, Insurance & Freight).

ہنڈی کاٹنے اور رقم مندرجہ وصول کرنے کے سلسلے میں متعدد بنک کار داں یا ہنڈی دلالوں کے ہاتھوں میں گشت کرتی ہے۔ اور یہ سب مختلف قسم کی ایجنسیاں جو اپنے وجود کے لیے ہمارے منظم بالشان اور نازک مالی نظام کی رہین منت ہیں، معاملے طے کرنے پر قلیل جزوی محنتانے یا منافعے کی شکل میں صلہ پاتی ہیں۔ پھر لندن تمسک کے صرافے کا کاروبار خاص کر صرف ان بین الاقوامی تمسکات کے بارے میں جو فی نفسہ بین الاقوامی قرضداری کے توازن میں بعض اوقات بہت اہم عامل ہیں، بلکہ بیرونی ممالک اور برطانوی نوآبادیات کے لیے سرکاری اور خانگی قرضوں کی اجرا کے بارے میں بھی بہت کثیر مقدار میں انجام دیتا ہے اور ان تمام معاملات میں لندن کے تمسک دلالوں اور کوٹھی والوں کو محنتانہ یا کمیشن ادا کیا جاتا ہے جو ایک سال کے دوران میں مجموعی حیثیت سے بہت بڑی رقم ہو جاتی ہے۔

بحری بیمہ۔ بحری بیمہ کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک کل دنیا کے کاروبار کا بہت بڑا حصہ، جس میں خود جہازوں اور اس پہ لدے ہوئے سامان کا بیمہ شامل ہوتا ہے، لندن میں یا لندن کی وساطت سے طے پاتا ہے۔ اس لیے کہ گو ممکن ہے کہ کسی جہاز کا بیمہ ہمبرگ یا ٹریسٹ یا نیویارک میں کرایا جائے، لیکن اکثر صورتوں میں جوکھم کم از کم جزوی طور سے لندن کی بیمہ کمپنی کے نام طرز بیمہ کے ذریعے سے منتقل کر دیا جاتا ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ جرمنی، اسٹریا، امریکہ کے ذمے لندن کو بیمہ کے اقساط واجب الادا ہوتے ہیں۔

179

ناری بیمہ۔ پھر تمام دنیا کے آگ کے بیمہ کے کاروبار کا میلان لندن میں مرتکز ہونے کی جانب ہے، جہاں اکثر بڑی بڑی کمپنیوں کے صدر دفتر قائم ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ لندن کو کسی بحری یا ناری نقصان کی صورت میں خواہ وہ دنیا کے کسی حصے اور گوشے میں واقع ہو بہت بڑی دلچسپی حاصل ہے۔

یہ سب مدین فی نفسہ مقابلتہً بہت ہی قلیل المقدار ہوتی ہیں، لیکن لندن جسکو دنیا کا حساب گھر کہا جاتا ہے اس کے مالی اغراض اس قدر کثیر المقدار اور وسیع ہیں کہ ہر سال اسکو جو رقم واجب الوصول ہوتی ہے وہ حقیقت میں بہت ہی عظیم المقدار ہوتی ہے، اور اس عنوان کے تحت یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ لندن غالباً کم از کم دو کروڑ پونڈ سالانہ کماتا ہے۔

جہازوں کی فروخت صنعت جہاز سازی کے سلسلے میں ایک اور مد ہے جو اگرچہ مقابلتہً کم اہم ہے پھر بھی بعض اوقات اس سے انگلستان کو بیرونی ملکوں سے کثیر المقدار رقمیں وصول کرنیکا حق پیدا ہوتا ہے، اور وہ بیرونی ممالک کے خریداروں کے ہاتھ برطانوی بحری جہازوں کی فروخت ہے۔ برطانیہ عظمیٰ تمام دنیا کے لیے صرف نئے جہاز ہی تعمیر نہیں کرتا بلکہ برطانوی جہاز سازی کے کارخانوں کے مالک اپنے پرانے جہاز بھی بالعموم بیرونی ملکوں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں اور ان کی پاجائی نئے جہاز تعمیر کرکے کی جاتی ہے۔ دنیا کے ہر بندرگاہ میں ایسے جہاز دیکھے جا سکتے ہیں جن پر دول خارجہ کا پھریرا اڑ رہا ہو اور جو اپنی ساخت کے اعتبار سے بدیہی طور سے کسی زمانے میں برطانوی جہاز تھے۔ پرانے جہاز جو عام مسافروں کے ذوق اور ضرورتوں کے لحاظ سے جدید ترین ساز و سامان اور لوازم سے آراستہ نہیں ہوتے بیرونی ملکوں کے خریداروں کے ہاتھ فروخت کر دیے جاتے ہیں جو ان سے معمولی سامان کی نقل و حمل کا کام لیتے ہیں ایسے جہاز اس حیثیت میں بھی بہت زمانے تک کارآمد رہتے ہیں۔ اگر ایسی فروخت اس وقت عمل میں آئے جبکہ جہاز برطانوی بندرگاہ میں ہو تو اس منتقلی کا اندراج باقاعدہ طور سے برطانوی جہازرانی کے رجسٹروں میں ہو جاتا ہے۔ اور جب جہاز برطانوی ساحل چھوڑ کر نئی خدمت انجام دینے کے لیے چلا جاتا ہے تو یہ مد جنگی کے اعداد و شمار میں درج کر لیجاتی ہے۔ لیکن

اگر جہاز برطانوی جھنڈا اڑاتا ہوا برطانوی بندرگاہ سے چلا جائے اور اسکی فروخت اسوقت عمل میں آئے جبکہ وہ بیچ سمندر میں یا کسی بیرونی ملک کے بندرگاہ میں ہو تو اس فروخت کا اس قسم کا اندراج نہیں ہونے پاتا۔ اور اس قسم کے انتقالات بعض اوقات بہت عظیم المقدار ہوتے ہیں۔ اور ان کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیرونی ملکوں سے برطانیہ عظمیٰ کو کثیر المقدار رقمیں وصول کرنیکا حق پیدا ہوجاتا ہے۔ لیکن اس حق یا مطالبے کی مقدار کا صحیح و معتبر اندازہ قائم کرنا ممکن ہے۔ کیونکہ اس میں وقتاً فوقتاً تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔

180

مصارف قیام و طعام پھر ایک اور مد جو بظاہر حقیر معلوم ہوسکتی ہے لیکن پھر بھی بعض ملکوں کے حق میں عظیم اہمیت رکھتی ہے وہ رقم ہے جو سیاح خواہ کسی ملک میں دوسرے ملکوں کے سیاح آکر یا اس ملک کے سیاح دوسرے ممالک میں جاکر خرچ کرتے ہیں چنانچہ اس عنوان کے تحت مصر، اٹلی اور سوٹزرلینڈ جیسے ممالک، دنیا کے بہت بڑی حد تک لینہ دار ہیں۔ اس کے برخلاف ریاستہائے متحدہ دوسرے ملکوں بہت بڑی حد تک دینہ دار ہیں۔ خود انگلستان کا جہاں تک تعلق ہے اس قسم کے مطالبات غالباً متوازن ہو جاتے ہیں اس لیے کہ انگلستان کے ذمے اپنے مسافروں کی تواضع کے سلسلے میں دوسرے ممالک کو جو رقم واجب الادا ہوتی ہے وہ انگلستان میں بیرونی ممالک کے سیاحوں کے بالعموم کافی تعداد میں آتے رہنے کی وجہ سے زائل ہو جاتی ہے۔

قرضداری کی ادائی جس طریقے سے یہ قرضداری پیدا ہوتی اور زائل کیجاتی ہے اس کا بیان دلچسپی سے خالی نہیں۔ معمولی سیاح کے بٹوے میں سونا اتنی کافی مقدار میں موجود نہیں رہتا کہ اس سے وہ اپنے مصارف سفر ادا کرسکے۔ وہ راستے کے اخراجات پورے کرنے کے لیے زر نقد کی صرف قلیل مقدار جیب میں ڈالکر گھر سے روانہ ہوتا ہے، اور اپنے مصارف سفر کی رقم کا بڑا حصہ بہ شمول ہوٹل کے

پروانوں کے وطن ہی میں تامس کک، یا جہاز ران کمپنی، یا بیرونی ریلوے ایجنسی کے پاس جمع کرا دیتا ہے اور باہر اپنے ذاتی مصارف پورے کرنے کے لیے اپنے ساتھ گشتی یا اعتباری رقعے یا بنک کے ڈرافٹ رکھ لیتا ہے جو اسکی منزل مقصود کے موقوعہ کسی بنک کے نام تحریر ہوتے ہیں۔ ان ریلوں یا ہوائی جہازوں کے ٹکٹوں اور ہوٹل کے پروانوں (کوپنوں) کے مبادلے میں وہ قیام و طعام اور نقل و حمل سے استفادہ کر سکتا ہے اور دوسری جانب اسکے پاس کے اعتباری رقعے اسکو زر نقد مہیا کر دیتے ہیں جس سے وہ ان مختلف قسم کے خدمات کا معاوضہ ادا کرتا ہے جو اثنائے سفر میں اسکے لیے انجام دیئے جاتے ہیں۔ اور اسی نقد سے وہ ان تمام اور چھوٹی چھوٹی آرایشی اشیا کی قیمت بھی ادا کرتا ہے جنھیں خرید کر وہ گھر لاتا ہے لیکن جو ضمنی طور سے، چھوٹی جسامت کی وجہ سے اسکے ذاتی سامان و اسباب میں شمار کر لی جاتی ہیں اور چنگی سے بچ جاتی ہیں۔ اور محکمہ چنگی کے حکام بہ استثنائے ریاستہائے متحدہ امریکہ ان کو اندراج کے قابل نہیں سمجھتے۔ لیکن ان تمام خدمات کے معاوضہ کے طور پر جو مصر کے حدود کے اندر اجنبیوں کے لیے انجام دئے جاتے ہیں مصر کو کچھ رقم ادا کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ اعتباری رقعے جنھیں سیاح نے قاہرہ میں نقد کرایا لندن واپس کر دئے جاتے ہیں جہاں وہ مثلاً نیشنل بنک آف ایجپٹ کے لندنی دفتر میں جمع کرا دئے جاتے ہیں اور مصر جن انگریزی مصنوعات کی درآمد کرتا ہے انکی واجب الادا قیمت کی ہنڈیوں کی رقم وصول کرنیکے کام میں وہ لائے جا سکتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ریاستہائے متحدہ کے باشندوں کی بیرونی ملکوں میں جو خاطر تواضع کیجاتی ہے اسکے سلسلے میں ان کے مطالبات کو ادا کرنے کے لیے ریاستہائے امریکہ کے ذمے اشیا کی برآمد واجب ہو جاتی ہے۔ مصر میں یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ اس مد کی رقم کم از کم سالانہ دس لاکھ پونڈ ہوتی ہے۔ اور ایسے ملک کے حق میں جسکی اشیا کی درآمد اوسطاً بقدر ۲۴ کروڑ پونڈ سالانہ ہو یہ مد بہت خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اٹلی اور سوٹزرلینڈ میں اسی مد کا

181

اندازہ علی الترتیب ۱ کروڑ ۴۰ لاکھ پونڈ اور ۵۰ لاکھ پونڈ کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس ریاستہائے متحدہ امریکہ کے متعلق یہ اندازہ کیا گیا کہ اس عنوان کے تحت اسکے ذمے کم از کم ۴ کروڑ پونڈ واجب الادا تھے۔

بین الاقوامی قرضے

لیکن غیر مشہود قرضداری کی سب سے بڑی واحد مد کا باعث قرضہ جات خارجہ کا اجرا اور نہ صرف اصل کی صورت میں بلکہ سود کی شکل میں ان کی واپس ادائی ہے۔ اس معاملے کی حد تک دنیا کو عام طور سے دو بڑی جماعتوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، ایک تو دیندار ملک دوسرے لیندار ملک یعنی ایک تو وہ ملک جو صنعتی ترقی کے نقطۂ نظر سے نوخیز ہیں اور اپنی ترقی کے لئے اصل کے محتاج ہیں اور دوسرے قدیم العصر صنعتی ملک جیسے کہ انگلستان جو ایسی ترقی کے ذرایع اور مطلوبہ اصل کے وسائل مہیا کرتے ہیں۔ چنانچہ مثلاً مصر، جو اس نقطۂ نظر سے سب سے نوخیز ملک ہے ہندوستان، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، ریاستہائے متحدہ امریکہ اور جمہوریہ ارجن ٹائن نے مختلف اوقات میں مثلاً انیسویں صدی کے وسط سے انگلستان سے کثیر المقدار اصل نہ صرف ریلوں کی توسیع و ترقی گودیوں کی تعمیر کارہائے آبپاشی اور ہر قسم کے پیدا آور مصارف کے لیے بلکہ اس سے کم درجے کے پیدا آور تعمیرات اور کارہائے عامہ مثلاً سرکاری عمارتوں اور اسلحہ کے لیے وصول کیا، اور ان قرضوں کی نمایندگی اب ہر قسم کے سرکاری اور غیر سرکاری قرضوں مثلاً سرکاری اسٹاک اور بونڈ (تمسکات) ریلوں اور اراضی کی کمپنیوں کے حصص اور قومی و مقامی قرضوں کی تمام دوسری شکلوں سے ہوتی ہے۔ قوموں کے چٹھے یا فرد حساب میں ان عظیم المقدار مدوں کی تخلیق کا طریقہ اور نتیجہ دُہری نوعیت رکھتا ہے۔ جس وقت پہلے پہل

نیا قرضہ

لندن میں قرضہ حاصل کیا جاتا ہے، مثلاً ارجن ٹائن میں ریل کی تعمیر کی غرض سے تو قرضے کی رقم صندوقوں میں سونا بھر کر قرض گیر ملک کو روانہ نہیں کی جاتی۔ واقعہ یہ ہے کہ مستعار زر کا بڑا حصہ انگلستان سے باہر ہی نہیں جانے پاتا، بلکہ بنک آف انگلینڈ کی

بیاضوں میں بیرونی حکومت یا کمپنی کے حساب میں جمع کرا دیا جاتا ہے اور یہاں سے وہ پھر چیکوں کی شکل میں ان مہندسوں یا پُل تعمیر کرنے والوں کو ادا کر دیا جاتا ہے جو سامان اور مسالہ فراہم کر چکے ہیں گویا اُس سامان کی قیمت ادا کرنے کے لیے قرضہ لیا جاتا ہے۔ اسطرح قرضہ اشیا کی شکل میں دیا جاتا ہے جو لیندار ملک کے اشیائے برآمد کے فردحساب میں ظاہر ہوتے ہیں اور راس زائد برآمد کی قیمت کے بالمقابل کسی درآمد کے اندراج کے بغیر اس سال کی برآمد کے اعداد و شمار میں اضافہ کرنیکا باعث ہوتے ہیں۔ پس لیندار ملک کی جانب سے وقت کے وقت برآمد کی ظاہری زیادتی ہو جاتی ہے، اور اسکے بالمقابل قرض گیر ملک کیجانب سے درآمد کی زیادتی ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن متعاقب سالوں میں قرضے کی رقم پر سود ادا کرنا ہوگا اور کسی مستقبل تاریخ میں اسکا یا تو یکمشت یا چند سالوں تک اقساط میں ادا کرنا ضروری ہوگا؛

مطالبات قرضہ

اور یہ واپسی ادائی، خواہ وہ سود کی ہو یا اصل کی صرف اشیا کی شکل میں کیجا سکتی ہے۔ پیدا آور مصارف کی صورت میں مثلاً جیسے مصر کے بند اسوان[1] کی تعمیر کی صورت میں قرضے کی ادائی کا ذریعہ بدیہی طور سے آبرسانی کی توسیع کے باعث روئی کی زائد کاشت ہے۔ چنانچہ روئی کی برآمد کے ذریعے سے قرضہ کی ادائی کی سبیل کیجاتی ہے۔ اسطرح قرض گیر ملک کے توازن تجارت پر یہ اثر پڑتا ہے کہ اس سال جس سال قرضہ لیا گیا ہو درآمد میں زیادتی ظاہر ہوتی ہے اور یہ قرضے کے صداقت نامونکی شکل میں قرضے کی غیر مشہود برآمد کے ذریعے سے متوازن ہو جاتی ہے۔ لیکن متعاقب سالوں میں قرض گیر ملک کی برآمد کا اسکی درآمد سے اُس مقدار کی حد تک زائد ہونا ضروری ہے جو قرضے کے مطالبات سود کی ادائی کرنے کے لیے کافی ہو اور اسطرح یہ مقدار

[1] Assuan Dam

دستاویزی پرچوں کی غیر مشہود درآمد ہو جاتی ہے۔ پھر جب قرضہ قابل ادائی

ادائی قرضہ۔ ہو جاتا ہے تو اس سے بھی دیندار ملک کی برآمد میں اس سال اضافہ ہو جاتا ہے۔

توازن تجارت پر اثر عام نتیجہ یہ ہے کہ اگر کسی ملک کی چنگی کے اعداد و شمار سے برآمد کی زیادتی ظاہر ہو تو ہم یہ خیال قائم کرنے میں خاص حد تک حق بجانب ہوں گے کہ ایسا ملک دیندار

183

ملک ہے۔ اور اگر، جیسا کہ بالعموم ہوتا ہے، ہم یہ دیکھیں کہ کوئی ملک، جسکے متعلق ہم یہ جانتے ہوں کہ وہ بہت بڑی حد تک قرضدار رہے، اپنی برآمد کی معمولی زیادتی کو کم کر رہا ہے بلکہ کچھ مدت کے لیے اسکی درآمد میں زیادتی ظاہر ہوئی ہے تو اسکے معنی محض یہ ہیں کہ وہ ملک بجائے اپنی آمدنی کے اندر گزارہ کرنے کے اور باقاعدہ طور سے اپنے ذمے کے مطالبات قرضہ ادا کر نیکے، درحقیقت مزید قرضہ اپنے اوپر ہر سال عائد کر رہا ہے۔ چنانچہ مثلاً مصر میں چنگی کے مرتب کردہ معمولی اعداد

مصر کی مثال سے کم از کم بقدر ۵۰ لاکھ پونڈ سالانہ برآمد کی زیادتی ظاہر ہوتی چاہیئے اور ایسی زیادتی کا سلسلہ حقیقتاً انیسویں صدی کے آٹھویں عشرے کے اوائل سے تقریباً ۱۹۰۰ء تک قائم رہا۔ اسکے بعد سے برآمد کی معمولی زیادتی سرعت کے ساتھ گھٹنے لگی حتیٰ کہ ۱۹۰۴ء اور ۱۹۰۶ء میں بجائے برآمد کے فی الواقع درآمد کی زیادتی رونما ہوئی۔ ۱۹۰۰ء تا ۱۹۰۶ء میں اشیا کی درآمد ایک کروڑ ۴۰ لاکھ پونڈ سے بڑھکر بقدر دو کروڑ ۴۰ لاکھ پونڈ سالانہ ہو گئی، اسکے برخلاف اس زمانے میں سونے کی خالص درآمد ۱۵ لاکھ پونڈ سالانہ سے بڑھکر ستر لاکھ پونڈ تک پہونچ گئی۔ اسکے معنی یہ تھے کہ ملک کی عظیم الشان خوشحالی کے باعث جو خود اضافۂ قیمت اور روئی کی فصلوں کی زیادتی کا نتیجہ تھی، مصر کے باشندوں نے اپنے آپ کو آزادی کے ساتھ قرضے لینے کے قابل پایا، اور انگلستان، فرانس، بلجیم، اور جرمنی ان کو قرضے دینے کا خاص امتیاز د

اعزاز حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے شد و مد کے ساتھ مسابقت کرنے لگے ۔ اولاً اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کی عظیم الشان زرعی ترقی کی رفتار تیز ہوگئی اور اس حد تک یقیناً ملک کو فائدہ ہوا۔ لیکن بدقسمتی سے اس ترقی نے ہر قسم کے اشیا اور خاص کر زمین کی قدر و قیمت کے انتفاخ کا میلان پیدا کیا اور خیالی خوشحالی کے رجحان کی رہبری کی۔ چنانچہ اس رجحان نے اپنے آپ کو ہر قسم کے یورپی تعیشات مثلاً موٹر کاروں اور شامپین پر بے دریغ روپیہ صرف کرنے اور اسراف کرنے کی صورت میں رونما کیا۔ نتیجہ سنہ ۱۹۱۰ئہ کی مالی آفت اور نازک صورت حالات تھی۔ جس کا باعث نہ صرف اس زائد قرضے کی اچانک بازگشت تھی بلکہ آفت کے دوران میں معمولی صورت حالات پر عود کرانے کی فوری اور تکلیف دہ سعی بھی تھی۔ لیکن مصر نے اس سطحی اور مبالغہ آمیز خوشحالی کے زمانے میں اپنے کندھوں پر اس زائد قرضے کا جو مزید بار غیر ضروری طور سے لے لیا اس سے سبکدوش ہونے کے لیے اسکو ابھی ایک مدت دراز درکار ہے۔

بین الاقوامی قرضداری کے اس معاملے میں انگلستان کو جنگ سے پیشتر عدیم المثال حیثیت حاصل رہی ۔ اپنی صنعتی ترقی کے اعتبار سے وہ تمام دنیا سے نصف صدی سے بھی زیادہ آگے تھا۔ اس لیے وہ دنیا کا لینددار بننے کے قابل ہوگیا، اور اسی کے ساتھ دوسری جانب اس نے ہر ملک کو اسی کے پاس سے قرضہ حاصل کرنیکی ترغیب بہم پہونچائی۔ 184

انگلستان کا شغل اصلی

اسکے مصنوعات کو بہت جلد کرۂ ارض کے تمام گوشوں میں جانیکا موقع ملگیا، اور اسکے نوآبادیات قائم کرنیکے جبلی جذبات نے اسکو بہت جلد ان نئے ملکوں کی ترقی کے امکانات کا احساس کرا دیا، جو وسائل نقل و حمل نیز آمد و رفت و رسل و رسائل میں اسکے نئے ایجادات کے بدولت قدیم دنیا کی دسترس اور رسائی کے اندر آرہے تھے ۔ کرۂ ارض کے ہر لائق رہائش

حصے کو برطانوی مہاجرین نے آباد کرنا اور بسانا شروع کردیا، اور جہاں جہاں وہ گئے انھیں ترقیوں کے مواقع نظر آئے جنھیں مبدل بہ دولت کرنیکے لیے صرف اصل کی ضرورت تھی اور یہ اصل انگلستان نے مہیا کیا اسطرح کینیڈا سے لیکر ارجن ٹائن تک مشرق، مغرب اور جنوب میں نئی دنیا کے ہر گوشے، تمام افریقہ، ہندوستان، آسٹریلیشیا، چین اور جاپان کے مادی ذرایع کو ترقی دینے کی جانب برطانوی اصل ہی رہبر بنا، نتیجہ یہ کہ بحالت موجودہ دنیا میں کوئی ایسا ملک نہیں ہے جس سے برطانوی اغراض وابستہ نہوں۔ انیسویں صدی کے آخری نصف حصے میں دوسرے یوروپین ملکوں نے انگلستان کی تقلید شروع کی، اور نوآبادیات قائم کرنیکی تگ ودو اور کشمکش، ان کی اس خواہش کے ظاہری نتیجے کے سوا اور کچھ نہ تھی کہ وہ دنیا کے غیر مستعملہ ذرایع کی ترقی میں حصہ لینا چاہتے تھے۔

انگلستان کا تقسوم نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان ہزاروں ملین پونڈ کی حد تک تمام دنیا کا لینددار بنگیا۔ قدیم قرضوں کے تحت اسکو سود اور اصل کی رقم مسلسل وصول ہورہی ہے اور وہ اب بھی نئے قرضے برابر دئے جارہا ہے۔ ۱۸۹۸ء میں گفن[۱] نے یہ اندازہ قائم کیا کہ اس عنوان کے تحت انگلستان کو اسوقت تقریباً ۹ کروڑ پونڈ سالانہ وصول ہورہے تھے اور جنگ سے پیشتر مجموعی مقدار غالباً ۱۴ کروڑ پونڈ سے بھی زائد تھی۔

اب ان مختلف عناصر کے نتیجے کا خلاصہ پیش کرنا باقی رہ جاتا ہے جن پر برطانیہ عظمیٰ کے مختلف حسابات کے چٹھے کی ترتیب کی اساس قائم ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ چٹھا مرتب کرنیکا خیال ہی پوری

[۱] سر جارج پیش نے ۱۹۱۱ء میں رائل اسٹاٹسٹکل سوسائٹی کے اجلاس میں جو مضمون پڑھا تھا اس میں اس کا اندازہ ۳ ارب ۸ کروڑ پونڈ پیش کیا۔

صورت حالات کو واضح کرنیکا غالباً بہترین طریقہ ہے، اس لیے کہ مشہود اور غیر مشہود درآمد یا برآمد کے مابین ظاہرا امتیاز کرنے کے باعث دل میں جو پراگندگی اور پریشانی پیدا ہوتی ہے وہ اس سے فوراً رفع ہو جائے گی مشہود اور غیر مشہود درآمد رقوم واجب الادا کی ذیل میں شمار کیجاتی ہے اور برآمد خواہ وہ مشہود ہو یا غیر مشہود رقوم واجب الوصول کے تحت آتی ہے۔ چنانچہ نتیجہ، جو ۱۹۱۲ء تا ۱۹۱۳ء کے اعداد پر مبنی ہے، کچھ مندرجۂ ذیل اعداد سے ملتا جلتا ہے:۔

185

لینداری	ملین پونڈ	دینداری	ملین پونڈ
ملکی پیداوار کی برآمد تقریباً۔	۵۰۰	مجموعی اشیائے درآمد کردہ تقریباً۔	۷۵۰
ممالک خارجہ اور نوآبادیات کی		باہر جاکر سیاحت کرنیوالے۔	۱۰
کرر برآمد۔	۱۱۰	باہر دئے ہوئے نئے قرضے۔	۲۰۰
کرایۂ باربرداری۔	۱۰۰		
باہر دئے ہوئے قرضوں کا سود۔	۱۲۰		
قرضوں کی واپسی	۱۰۰		
کمیشن	۲۰		
سیاح	۱۰		
میزان	۹۶۰	میزان۔	۹۶۰

انگلستان اپنے اصل پر گزارہ نہیں کرتا

یہ معلوم ہوگا کہ انگلستان کی تجارت خارجہ کے ان سب مدات کے آخری نتیجے سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچتا ہے کہ بجائے اسکے کہ انگلستان برآمد سے زیادہ درآمد کرتا ہو، جیساکہ اکثروں نے غلط بیانی سے کام لیکر بتایا ہے کہ وہ

اپنے اصل پر گزارہ کر رہا ہے، انگلستان درحقیقت اب تک برابر اپنی آمدنی کے اسقدر اندر اپنے مصارف کو رکھتا آیا ہے کہ ہر سال مستقل بچت رہتی ہے، چنانچہ وہ اس سالانہ زاید بچت سے نئے قرضے دینے کے سلسلے کو قائم رکھنے کے قابل ہوتا ہے۔

اس موضوع کو چھوڑنے سے قبل ایک اور امر تشریح طلب باقی رہ جاتا ہے۔ گو یہ ضروری ہے کہ ہر ملک کی مجموعی درآمد و مجموعی برآمد من حیث المجموع ہر سال ایک دوسرے کو زائل و متوازن کرتی رہے۔ لیکن اس سے کسی حال یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ کسی دو خاص ملکوں کے مابین جو تجارت ہو اس میں با وجود غیر مشہود برآمد و درآمد کو محسوب کرنے کے برآمد و درآمد ایک دوسرے کو متوازن و زائل کردیگی۔ چنانچہ انگلستان اور مصر کی تجارت پر مکرر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر سے انگلستان اس کی روئی کی پیداوار کی شکل میں جتنی زائد درآمد حاصل کرتا ہے اس مقدار سے بدرجہا زیادہ ہوتی ہے جو انگلستان کے مطالبات قرضہ کو خواہ وہ خانگی ہوں یا سرکاری ادا کرنے کے لیے مصر کے ذمے ہر سال واجب الادا ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تجارت بین الاقوامی دو دو ملکوں کے مابین طے نہیں پاتی بلکہ مبادلے کا دائرہ تمام دنیا کو محیط ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ انگلستان اپنے مصنوعات ایسے ملک کو برآمد کرے جس سے خود مقابلۃً بہت کم اشیا درآمد کرتا ہے، لیکن اس زیادتی کی قیمت کسی دوسرے ایسے ملک سے وصول کرے جسکے ذمے انگلستان کا کوئی مطالبہ واجب الادا نہیں ہے، لیکن جو انگلستان کے دیندار کا دیندار ہے۔

تکونی یا سہ گوشیہ تجارت

یہ معاملہ ہنڈی کی نظری شکل سے مشابہت رکھتا ہے۔ چونکہ الف، ب کا لیندار ہے، اس لیے ب کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ مطلوبہ زر ج کو ادا کردے جو الف کا لیندار ہے۔ اس میں کسی دیندار نے خود اپنے لیندار کو رقم ادا نہیں کی، لیکن پھر بھی سب لیندار و نکے

مطالبات ادا ہو گئے، اور جیسا کہ پچھلے بابوں میں بیان ہو چکا ہے، ہنڈی کی تمثیل محض استعارہ یا تشبیہ ہی نہیں ہے بلکہ وہی حقیقی شکل ہے جسکے ذریعہ سے معاملات انجام پاتے رہیں۔

بیلنس یا فاضلات

ممکن ہے کہ یہ امر بظاہر کسیقدر تعجب انگیز معلوم ہو کہ گزشتہ چند سالوں میں توازن تجارت کے اس قانون کی صداقت و حقیقت کو بعض لوگوں کے ذہن نشین کرنے میں بہت کچھ استدلال کرنا پڑا۔ لیکن اس دشواری کی توجیہ و توضیح غالباً اس واقعے میں مضمر ہے کہ خود لفظ توازن یا "بیلنس" میں دوہرا مفہوم موجود ہے جو انتہائی پیچیدگی پیدا کرتا ہے۔ عرفی اصطلاح میں اس لفظ کے دو معنی ہیں جو ایک دوسرے کی قطعی ضد ہیں، "حسابات متوازن ہیں" کے معنی یہ ہیں کہ دونوں مدیں مقدار میں مساوی ہیں۔ لیکن اگر ایک مد دوسرے سے بڑھی ہو تو بھی اسی بیلنس کے لفظ کو استعمال کیا جاتا ہے، جسکا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ وہ مد زیادہ ہے یا اس کی فاضلات ہے۔ چنانچہ جب ہم درآمد کا بیلنس کہتے ہیں تو ہمارا مطلب تجارت کے بیلنس (توازن) سے ی حد تک کلیتہً مختلف ہوتا ہے۔ تجارت کے بیلنس یا توازن کا مفہوم یہ ہے کہ برآمد یا درآمد کی فاضلات نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کو متوازن یا زائل کر دیتی ہیں۔ اس لفظی ابہام سے بچنے کے لیے بہتر یہ ہوگا کہ "درآمد یا برآمد کے بیلنس" کی اصطلاح ہی کو استعمال نہ کیا جائے بلکہ اسکو محض برآمد یا درآمد کی زیادتی کہا جائے اور لفظ بیلنس کو برآمد اور درآمد کے توازن یا تسویہ کے حقیقی مفہوم کو ادا کرنے کے لیے محفوظ رکھا جائے۔ ان اصطلاحوں کے استعمال کا یہ فرق و امتیاز صرف ادبی و علمی تنقید ہی کا معاملہ نہیں ہے بلکہ اس سے نظریۂ تجارت بین الاقوام کی تاریخی نشو و ترقی بھی تجارئین کے زمانے سے ظاہر ہوتی ہے جبکہ اس فرقے نے پہلی مرتبہ تجارت کے موافق "بلینس" کی اصطلاح استعمال کی تھی جس سے اسکا مطلب برآمد کی زیادتی تھا۔ تجارئین کا نظریہ تو متروک ہو گیا ہے لیکن اگر ان کی استعمال کردہ اصطلاحیں بھی کلیتہً ترک کیجا سکیں اور محض

تجارت خارجہ کے ایکولی بریئم[له] (یعنی توازن یا تسویہ تجارت خارجہ) اور برآمد و درآمد کی زیادتی کی اصطلاحیں استعمال کیجائیں تو اس سے خیالات کی پراگندگی بہت بڑی حدتک رفع ہو جائیگی۔

جنگ اور توازن تجارت

اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ انگلستان کے توازن تجارت پر جنگ عظیم کا کیا اثر پڑا۔ یہ تو بیان کیا جا چکا ہے کہ اسکا پہلا نتیجہ یہ ہوا کہ وقت کے وقت تجارت خارجہ میں بہت سخت بدنظمی پیدا ہو گئی۔ لیکن رفتہ رفتہ فوری عملی تدابیر کے نفاذ کے ساتھ ساتھ حالات خود بخود از سر نو منظم ہونے لگے اور مشکلات کے تحت کاروبار از سر نو جاری ہو گیا۔ جب یہ معلوم ہوا کہ گرفتاری کا خطرہ ایک حدتک گھٹتا جارہا ہے، تو پھر جہازوں کی آمدو رفت خاصی آزادی کے ساتھ ہونے لگی، اور تجارت کی تجدید یا احیاء ثانی کی پہلی علامت یہ تھی کہ اشیائے خام مثلاً گیہوں اور روئی کثیر مقداریں امریکہ سے انگلستان آزادی سے آنے لگے۔ اسکا فوری نتیجہ ضمنی طور سے یہ ہوا کہ اس بدنظمی اور پیچیدگی کی اصلاح ہو گئی جس میں امریکہ کے مبادلات ابتداً مبتلا تھے اور امریکہ اس قابل ہو گیا کہ اپنے ذمے کا قرضہ انگلستان کو ادا کر دے۔ بتدریج حالات میں پھر سکون پیدا ہوا اور انگلستان کی صنعتوں نے نئے سر سے کم و بیش اپنے سابقہ معمولی نہج پر کاروبار شروع کر دیا۔ بعضوں نے دوسروں کے مقابلے میں اسلیے زیادہ سرعت کے ساتھ کاروبار از سر نو شروع کیا کہ انکی پیداواروں کی معمولی طلب کی قلت کی کافی سے زیادہ تکمیل ہمہ قسم کے جنگی سامان کی طلب کے روز افزوں زیادتی سے ہو گئی۔ چنانچہ ابتدا ہی سے اونی صنعت میں ہر قسم کی فوجی وردیاں بکثرت تیار کئے جانیکی وجہ سے کاروبار کی گرماگرمی رہی۔ کفش سازی اور چمڑے کی دوسری تجارت کی بھی یہی حالت رہی، اور بہت جلد ایک

[له] Equilebrei of Fovpigr Tnad.

دوسری بہت بڑی نئی صنعت بھی یوں ترقی کرنے لگی کہ ہندسی کے تمام اقسام کے کارخانوں سے فقیدالنظیر مقداروں میں اسلحہ تیار کئے جانے لگے جو اس جنگ کے خصوصیات متاثر تھے۔ ان سب رجحانات کا جو نتیجہ ہوا

ابتدائی اثرات و نتائج

اسکا حال درآمد و برآمد کی ماہانہ کیفیتوں سے معلوم ہوسکتا ہے جو ضمیمہ کی جدول نمبر (۲۰) میں مندرج ہیں۔ ان سب کے عام نتیجے کو اجمالی طور سے یہاں حسب ذیل بیان کیا جاسکتا ہے:۔ ابتداً تجارت کے سب شعبوں میں یعنی نہ صرف درآمد و برآمد میں بلکہ ہر قسم کے اشیا میں بہت خاصی کمی ظاہر ہوئی۔ لیکن چند ہی مہینوں کے اندر نیا میلان اپنے آپ کو رونما کرنے لگا۔ انگلستان کی درآمد میں خاصکر اشیائے خورد و نوش اور بعض قسم کے اشیائے خام کی درآمد میں کمی موقوف ہوگئی اور زمانۂ ماقبل جنگ کے مقابلے میں اشیائے درآمد کے اعداد میں اضافہ ظاہر ہونے لگا۔ برآمد کے اضافے کی رفتار بہت دھیمی رہی لیکن مرور زمانہ کے

تجارت کے اعداد

ساتھ اسمیں بھی زیادتی ظاہر ہونی شروع ہوئی[۵۷]، اور آخرالامر مئی ۱۹۱۶ء تک مجموعی برآمد کی مقدار زمانۂ ماقبل جنگ کے مقابلے میں بہت بڑھ گئی۔ برطانوی تجارت کی ترقی کی عام رفتار کسی شکل کے ذریعہ سے بہترین طریقے پر ظاہر کیجاسکتی ہے، چنانچہ وہ ضمیمہ میں موجود ہے۔ شکل (ب) سے ۱۹۱۳ء تا ۱۹۱۹ء کی درآمد و برآمد کی اصلی ماہوار کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔

قیمتوں کے اعداد

لیکن ان اعداد کا مطالعہ کرتے وقت متعدد نقاط پیش نظر رکھنے چاہئیں اس لیے کہ سب سے زیادہ دھوکہ دینے والے نتائج سے بچنے کے لیے اعداد کو بہت احتیاط کے ساتھ برتنے کی ضرورت ہے۔ سب سے اول یہ ذہن نشین کرلینا ضروری ہے کہ ملک کی تجارت کے جو اعداد من حیث المجموع دستیاب ہو سکتے ہیں وہ محض اسکی قیمتوں کے اعداد و شمار ہیں اس لیے کہ ایسے اعداد و شمار

188

۵۷۔ لیکن یہ حالت زیادہ دیر پا نہ تھی۔ دیکھو جدول (۲۰)

پیش کرنا ناممکن ہے جن سے تجارت کی مجموعی مقدار و ضخامت ظاہر ہو سکے۔ البتہ صحت کے ساتھ ایسا کرنا صرف انفرادی اشیا کی حد تک ممکن ہے۔ پھر بھی اسکے نتیجے اور اثر کو ظاہر کیا جا سکتا ہے گو صحت کے ساتھ اسکا اندازہ قائم کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ روزمرہ کے صرف میں آنے والے اشیا میں جو عظیم المقدار اضافہ ہوا ہے اسکا لحاظ ضروری ہے، اور اسکے نتیجے کا بھی حتی الامکان تخمینہ کرنا لابد ہے۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ درآمد کے اعداد و شمار میں جنگ کے بعد جو عظیم الشان اضافہ ہوا اسکو زمانۂ ماقبل جنگ کی قیمتوں کے معیار سے جانچنا چاہئے تو اس سے یہ معلوم ہو گا کہ گو زمانۂ قبل جنگ کے مقابلے میں ۱۹۱۸ء میں قیمتوں کی مقدار تو بہت زیادہ تھی لیکن تجارت درآمد کی مقدار حقیقتاً بہت گھٹ گئی تھی[1]۔ دوسری جانب برطانیہ کی برآمد صرف چند مہینوں تک زمانۂ ماقبل جنگ کے معیاروں کے برابر رہی، جنگ سے قبل کی بالمقابل مقداروں سے لازمی طور سے بہت زیادہ گھٹ گئی[1]۔

جنگی سامان لیکن اس سے بھی حقیقت حال پوری طرح منکشف نہیں ہوتی۔ درآمد و برآمد کے اعداد ان سب اشیا کی مقداروں کی تمام و کمال نمایندگی نہیں کرتے جو ملک کے اندر آتے اور ملک سے باہر جاتے ہیں، اس لیے کہ ان میں وہ تمام برآمد و درآمد شامل نہیں ہے جو حکومت کی ملک ہیں، اور جو اب برطانوی تجارت خارجہ کا اسقدر بڑا حصہ ہیں۔

ان کو شمار سے خارج کر دینے کا جو اضافی اثر برطانیہ کی درآمد و برآمد پر پڑتا ہے اسکا اندازہ کرنا اس وجہ سے اور بھی زیادہ مشکل ہے کہ ہم صحت کے ساتھ یہ بھی نہیں جانتے کہ شائع شدہ اعداد میں کون سے اشیا شامل کئے گئے ہیں اور کون سے شامل نہیں کئے گئے ہیں[2]۔ چنانچہ

[1] ۔ دیکھو جدول (۲۱)۔

[2] ۔ اعداد شائع کرنیکے بارے میں اب تک جو دستور تھا وہ جولائی ۱۹۱۶ء میں تبدیل کر دیا گیا۔

سرکاری ذخائر یعنی ہر قسم کا جنگی سامان جو انگلستان سے انگریزی فوجوں کے لیے محاذ جنگ پر جاتا ہے یقیناً شامل نہیں کیا گیا ہے، اور اغلب یہ ہے کہ مختلف قسم کے اسلحہ جو باہر سے اس ملک میں لائے گئے وہ بھی ان میں ظاہر نہیں کئے گئے۔ لیکن ایسے اشیائے خام ضرور محسوب ہوئے جو اس ملک میں جنگی سامان تیار کرنے کے واسطے لائے گئے تھے۔ دوسری جانب یہ معلوم کرنا آسان نہیں ہے کہ برطانیہ نے اپنے حلیفوں کے یہاں مختلف مقامات پر جو عظیم المقدار جنگی سامان روانہ کیا اسکا کس حد تک اعلان کیا گیا، اسطرح یہ معلوم کرنا ناممکن ہے کہ شائع کردہ اعداد و شمار سے برآمد و درآمد کا جو تناسب ظاہر ہوتا ہے اس سے برطانیہ کی مجموعی برآمد و درآمد کا حقیقی توازن کس قدر دور ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ امر تقریباً یقینی ہے کہ درآمد کے اعداد کے مقابلے میں برآمد کے اعداد اس سبب سے نسبتاً بہت زیادہ متاثر ہوئے، اسطرح بحیثیت مجموعی یہ عامل غالباً بہت بڑی حد تک درآمد کی روز افزوں زیادتی کو جو بحالت موجودہ یہاں کے تجارتی اعداد و شمار سے ظاہر ہوتی ہے، زائل کر دیگا[1]۔

اس نئی قسم کی غیر مشہود درآمد و برآمد کے نتیجے کا اندازہ کرنے کا واحد ممکنہ طریقہ یہ ہے کہ مجموعی جنگی مصارف کا تخمینہ کیا جائے۔ لیکن ایسا کرتے وقت یہ ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ برطانیہ کی فوجوں کے لیے باہر جو جنگی سامان روانہ کیا گیا انکی قیمت اس لحاظ سے برآمد میں شامل نہیں کیجا سکتی کہ انھیں توازن تجارت میں برطانیہ کی لینداری کی فہرست میں نہیں شمار کیا جا سکتا اس لیے کہ دراصل انکی قیمت خود برطانیہ ہی کے ذمے واجب الادا ہے، اور انکی بنیاد پر کسی بیرونی ملک سے قیمت متعاقب وصول کرنیکا حق برطانیہ کو نہیں پیدا ہوتا۔ لیکن پھر بھی برطانیہ

[1] ۔ دیکھو جدول (۲۰) اور شکل (ب)۔

اپنے نوآبادیات اور حلیفوں کے مقابلے میں جس حد تک اپنے مجموعی مطالبات اور حقوق قائم کر رہا ہے جنگی بنا پر مستقبل میں اسکو لینداری کا حق پیدا ہو گا اسکا اندازہ ایک طریقے سے ممکن ہے۔ ۱۹۱۶ء اور ۱۹۱۷ء میں برطانیہ نے اپنے نوآبادیات اور حلیفوں کو ۵۰ کروڑ پونڈ سالانہ کی شرح پر قرضہ دیا، اور یہ اغلب ہے کہ اس قرضے کا بہت بڑا حصہ جنگی سامان جیسے کہ وردیوں، جوتوں، ہندسی کے سامان اور ہمہ قسم کے جنگی اسلحہ کی شکل میں ملک سے باہر گیا ہو۔ اسمیں کلام نہیں کہ برطانیہ کو غیر جانبدار ملکوں خاصکر امریکہ سے ہمہ اقسام کے جنگی اسلحہ اور اشیائے خام کثیر مقدار میں وصول ہو رہے تھے، لیکن اغلب یہ ہے کہ انمیں سے اکثر چیزیں شائع کردہ اعداد میں شامل کر لی گئی ہوں اور چند خارج کر دیگئی ہوں۔

فلزات کی منتقلی ہمیں اعداد کو حتی الامکان مکمل بنانے کے لیے ایک اور مد کو بھی محسوب کرنا ضروری ہے، اور وہ فلزات کی منتقلی ہے۔ اس موقع پر یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ جنگ کے بعد بہت سا سونا جو حقیقت میں انگلستان کی ملک ہے فی الحقیقت اب تک ملک کے اندر نہیں لایا گیا ہے، بلکہ بنک آف انگلینڈ کی مد واجب الوصول میں درج ہے مگر اوٹاوا، کیپ ٹاون اور سڈنی میں پڑا ہوا ہے یا تھا۔ اعداد پر انکا جو ممکنہ اثر پڑ سکتا ہے اسکا حال محض ایک واقعے سے معلوم ہو سکتا ہے، یعنی یہ کہ ۱۹۱۶ء میں برطانیہ نے ٹرانسوال سے سونا تقریباً بالکل درآمد نہیں کیا، حالانکہ ٹرانسوال میں سونے کی پیداوار تقریباً حسب سابق نکلی اور وہاں سے یقیناً کسی دوسرے مقام کو روانہ ہی نہیں کی گئی[1]۔

190

نئی سمت میں تبدیلی ان سب احتیاطوں اور تحفظات کو محسوب کر لینے کے بعد جنگ کے بعد سے برطانیہ کے توازن تجارت کے

[1] ۱۹۱۶ء سے سونے کی منتقلی کے اعداد شائع نہیں کئے جا رہے ہیں۔

متعلق اعداد سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ محض یہی کہ برطانیہ کی تجارت خارجہ میں اسی طرح سے بالکلیہ نئی سمت میں تغیر واقع ہوا ہے جسطرح اسکی صنعتوں کی نوعیت و غایت میں کامل تبدیلی رونما ہوئی ہے۔ یقینی ہے کہ برطانیہ میں دولت کی پیدائش بشمول ہمہ قسم کے اسلحہ کے جنگ کے بعد سے بہت خاصی بڑی حد تک بڑھ گئی ہے۔ یہ بات اس واقعے سے ظاہر ہے کہ بحالت موجودہ ملک میں کوئی مرد، عورت بالکل بیکار نہیں ہے، بیروزگاری، لفظ کے قدیم مفہوم کے لحاظ سے مفقود ہے، اکثر ایسے اشخاص خاص کر عورتیں کام کر رہی ہیں جنھوں نے پہلے کبھی کام کو ہاتھ نہ لگایا تھا، اور اکثر لوگ مقررہ اوقات سے زیادہ بالکل عدیم النظیر طریقے پر کام انجام دیرہے ہیں۔ علی ہذا غالباً ملک کی تجارت خارجہ میں بھی، بشرطیکہ صحیح اعداد معلوم ہو جائیں، جنگی سامان کو شامل کرنیکے بعد بہت خاصہ اضافہ ہوگیا ہے۔ لیکن اسکی سمت بدل گئی ہے۔ جسطرح ملک کی تجارت داخلہ میں ملک کی پیداآور صلاحیت و قوت کا بیشتر حصہ جنگی سامان کی غیر پیداآور اور غیر مفید پیدائش میں مصروف و منہمک ہے اسی طرح تجارت خارجہ کا رخ بھی کاملاً نئی سمتوں کی جانب پھیر دیا گیا ہے۔ ملک اسوقت زیادہ تر ان ممالک سے اشیا درآمد کر رہا ہے جنھیں وہ خود اپنے اشیا بھیجا کرتا تھا اور ان ممالک کو اپنے اشیا برآمد کر رہا ہے جن سے وہ اشیا درآمد کیا کرتا تھا۔ تمثیلاً ایک مثال لیجائے تو معلوم ہوگا کہ برطانیہ اور امریکہ کے جو باہمی تعلقات تھے انھیں کامل تغیر رونما ہوگیا ہے۔ اسلحہ اور اشیائے خام کی جو کثیر مقدار برطانیہ، امریکہ سے درآمد کر رہا ہے اسکو زائل و متوازن کرنے کے لیے انگریزی مصنوعات جیسا کہ پہلے روانہ کئے جاتے تھے اب نہیں بھیجے جا رہے ہیں۔ برطانیہ

امریکہ بحیثیت لیندار

امریکہ کے مقابلے میں اپنی دینداری بری طرح بڑھا رہا ہے یا یوں کہنا چاہیئے کہ امریکہ اپنے ذمے کے پرانے قرضے جو برطانیہ کو کئی سالوں سے واجب الوصول

191

تھے بہت سرعت کے ساتھ زر اور اشیا کی شکل میں جو ملک کی ترقی کے لیے مستعار دئے گئے تھے ادا کر رہا ہے۔ سردست جیسے جیسے برطانیہ پر قرضہ عائد ہوتا جا رہا ہے ویسے ویسے وہ اشیا کی شکل میں امریکہ کو ادائی نہیں کر سکتا، اور جنگ کے معمّوں میں سے ایک معمّے کے مطابق وہ اس زیادتی کا معاوضہ سونے میں بھی ادا نہیں کر سکتا نہ صرف اس وجہ سے کہ اس کے پاس کافی مقدار میں سونا موجود نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے بھی کہ امریکہ کو اسقدر سونا مطلوب نہیں ہے۔ برطانیہ امریکہ کے ہاتھ ان تمام قسموں کے تمسکات کو دوبارہ فروخت کر کے جو امریکن کمپنیوں سے متعلق جاری کئے گئے تھے اور انگریزوں کے ہاں تھے، اپنے ذمے کے واجب الادا رقوم ادا کر رہا ہے۔ اس وجہ سے برطانوی خزانے کی وہ تجویز رونما ہوئی جسکی بنا پر انگلستان میں جتنے امریکن تمسکات ہیں وہ سب اس خیال سے یکجا کئے جا رہے ہیں کہ انھیں یا تو امریکہ کے ہاتھ فروخت کیا جائے یا امریکہ میں برطانیہ کے لیے خرید کئے ہوئے سامان کی قیمت ادا کرنیکی غرض سے وہیں قرضے حاصل کرنیکی ضمانت و کفالت کے طور پر پیش کیا جاسکے۔ یہی اصول دوسرے ملکوں کے بارے میں بھی برتا جا رہا ہے اور اس قسم کی دینداری کی مجموعی مقدار ایک ارب پونڈ سے کم نہیں ہے۔ اس میں اس قرضے کا برطانوی حصہ بھی اضافہ کرنا باقی ہے جو امریکہ نے دول متحدہ کو اپنے جنگ میں شریک ہونیکے بعد سے دیا تھا۔

جنگ کے بعد برطانیہ کی حالت

لیکن جہاں انگلستان ان ملکوں سے اپنے تعلقات کی حد تک اسطرح اپنے ذمے کا قرضہ بڑھا رہا ہے یا کم از کم اپنے اصل پہ گزارہ کر رہا ہے وہیں وہ دوسری جانب اپنے دول متحدہ و حلیف اور نو آبادیات کے مقابلے میں اپنے مطالبات قائم و پیش کر رہا ہے جنکی مجموعی مقدار ۲۶ مارچ ۱۹۱۶ء تک ایک ارب ۴۳ کروڑ ۹۰ لاکھ پونڈ تھی جنگ کے

ختم ہونے پر اغلب یہ ہے کہ برطانیہ کا توازن تجارت، ان قرضوں کو محسوب کرنے کے بعد بھی جنکے وصول ہونیکی توقع نہیں ہے، ویسا نا موافق نہ رہے جیسا کہ پہلے تھا۔ لیکن اسکے دیندار بدل جائینگے یا دیندار وہ نہیں ہونگے جو پہلے تھے۔

جنگ کا اثر امریکہ کے مستقبل پر

ضمنی طور سے یہ تخمینہ قائم کرنا خالی از دلچسپی نہو گا کہ جنگ کے نتیجے کے طور پر حالات میں جو تبدیلی ہوگی انکا امکانی اثر امریکہ کے توازن تجارت پر کیا پڑیگا۔ جسوقت سے امریکہ نے آزاد قوم کی حیثیت حاصل کی ہے اُسں وقت سے اب تک وہ دیندار ملک رہا ہے اور انگلستان سے اور عام طور سے یوروپ سے اس نے گذشتہ زمانے میں جو قرضے حاصل کئے تھے اُنکے سود کو ادا کرنے کے لیے ہر سال اپنی درآمد سے زیادہ مقدار میں اشیا برآمد کرتا آیا ہے۔ لیکن بحالت موجودہ امریکہ نے تقریباً ۰۵ کروڑ پونڈ ادا کر دئے ہیں اور برطانیہ اور دول متحدہ کو کم از کم ایک ارب ۰۵ کروڑ پونڈ زائد بطور قرض دئے ہیں۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ امریکہ کے ذمے قدیم ملکوں کی جو رقمیں واجب الادا تھیں وہ کامل طور سے بے باق ہوگئیں اور اسکو غالباً فاضل لینداری کا مستقل حق حاصل و قائم ہو گیا۔ ان نئے حالات کے تحت امریکہ اپنی برآمد سے کیا کام لیگا؟ کیا وہ یوروپ سے اتنی ہی زیادہ مقدار میں اشیا کی درآمد کریگا اور حسب سابق برآمد کی مقررہ مقدار روانہ کرنیکا سلسلہ جاری رکھیگا یا وہ اپنی برآمد میں تخفیف کر دیگا اور اپنی پیداوار کا بیشتر حصہ اپنے ذاتی صرف کے لیے ملک ہی میں رکھ لیا کریگا؟ اثنائے جنگ میں مثلاً اس نے سابق کے مقابلے میں اپنی روئی کی پیداوار کا نسبتاً بہت بڑا حصہ اپنے ہی لیے رکھ چھوڑا تھا۔ اگر جنگ کے بعد بھی وہ ایسا ہی کرتا رہے تو لنکاشائر کی سوتی صنعت کے حق میں معاملات دگرگوں ثابت ہونگے۔

192

دوسرے غیر جانبدار ملک

جنگ کے نتیجے کے طور پر دوسرے غیر جانبدار ملکوں کی حیثیت میں بھی امریکہ کے مماثل تغیر رونما ہونے کا امکان ہے۔ ایسے سب ملک حریف و متخاصم ملکوں کو سامان مہیا کر رہے ہیں اور اسکی قیمتوں کی حد تک انکے مقابلے میں لینداری کا حق قائم کر رہے ہیں، جسکے نتیجے کے طور پر جنگ کے بعد ان کی اضافی تجارتی حیثیتوں میں بین اور نمایاں فرق رونما ہوگا۔

برطانیہ کے حلیف

برطانیہ کے حلیفوں پر جنگ کے اثر کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک اس منتقلی کا نتیجہ یقیناً یہ ہوگا کہ وہ بڑی حد تک نہ صرف برطانیہ کے قرضدار رہیں گے بلکہ جنگی سامان کی خریداری کے سلسلے میں دوسرے غیر جانبدار ملکوں کے بھی دیندار رہیں گے۔ ان میں سے اکثر رفتہ رفتہ واجب الادا رقمیں بے باق کرنیکے قابل ہو جائیں گے اور سر دست سود ادا کرتے رہیں گے، بعضوں سے یہ توقع ہی نہیں کیجا سکتی کہ وہ برطانیہ کا مطالبہ ادا کر سکیں گے، جیسے سربیا اور رومانیا، اور چند ملکوں خاصکر بلجیم سے رقوم کی وصولیابی کی توقع جرمن سے تاوان جنگ وصول ہونیکے امکان کے ساتھ وابستہ ہے۔ رہا روس، جو برطانیہ کے سب دینداروں میں بڑا دیندار ہے، تو اسکے متعلق یہ قرینہ نہیں ہے کہ وہ کئی سالوں تک سود کی رقم بھی ادا کرنیکے قابل ہو[1]۔

مشہود برآمد پر اثر

پھر غیر مشہود برآمد و درآمد پر جنگ کا جو امکانی اثر پڑیگا اسکا بیان بھی دلچسپی سے مُعرّا نہیں ہے یوں تو ایسی درآمد و برآمد کی مقدار دریافت کرنا ہمیشہ

---

[1] ۲۶ راپریل ۱۹۱۹ء تک قرضوں کے اعداد حسب ذیل تھے: روس ۵۶۸ ملین پونڈ، فرانس ۴۳۴ ملین پونڈ، اٹلی ۴۱۳ ملین پونڈ، بلجیم ۸۷ ملین پونڈ، دیگر دول متحدہ ۸۴ ملین پونڈ، مستعمرات و نوآبادیات ۱۷۱ ملین پونڈ۔

ہی سے بہت بڑی حد تک قیاس آرائی ہے اور خاص کر بحالت موجودہ تو اور بھی زیادہ، لیکن متعدد امور سے کچھ اشارات حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ سب سے اول باربرداری کے کرائے کو لو۔ برطانیہ کے تجارتی جہازوں کے بیڑے پر حکومت نے باغراض نقل و حمل قبضہ جما رکھا ہے، اور اس لحاظ سے اس بیڑے کے خدمات غیر مشہود برآمد میں شمار نہیں ہو سکتے، بجز اس صورت کے جس میں بعض جہازوں نے ہمارے حلیفوں کے پاس جنگی سامان

جہاز رانی

پہونچانے کے لیے باربرداری کی ہو۔ لیکن بقیہ جہازوں کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک انھوں نے کم و بیش اپنا معمولی کام انجام دیا، اگرچہ جہازوں کا وزن تحت البحر کشتیوں کے عائد کردہ نقصان کی وجہ سے بہت گھٹ گیا ہے، پھر بھی جو کچھ جہاز باقی ہیں، ان کی آمدنیاں، اگر ہم ان کا اندازہ مقسوم کی ان مقداروں سے کریں جو بیمہ قسم کی جہاز راں کمپنیوں نے اپنے حصہ داروں کو ادا کیں، زمانۂ ماقبل جنگ کے معیار کے مقابلے میں بہت اعلیٰ رہیں۔ جہاں تک دوسری معمولی مدوں کا تعلق ہے وہاں تک سیاحوں کے مصارف کی بابتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جنگ کے بعد سے ان سے کوئی آمدنی ہی نہیں ہوئی۔ لیکن جنگ کے ختم ہوتے ہی جب یوروپ کے میدان کارزار امریکن سیاح کا مسرت بخش جولانگاہ بن جائیں گے تو یہ آمدنی پھر کثیر مقداروں میں وصول ہونے لگے گی۔

کمیشن

بیمہ قسم کے بیمہ کے زائد مصارف کیجانب اشارہ کیا جا چکا ہے، خاص کر بحری و بری جنگی خطرات کیجانب، اور اس کاروبار کا بہت بڑا حصہ مثل سابق لندن ہی میں انجام دیا گیا۔ برطانیہ کے بنک کاری کے متعلق اور دوسرے کمیشن میں بھی بحیثیت مجموعی غالباً کسی بڑی حد تک کمی نہیں ہوئی ہے، اگرچہ یہ ضروری ہے کہ کاروبار کا بیشتر جزو امریکہ کے حصے میں آیا ہو۔ لیکن برطانیہ کو اس صورت میں جو نقصان ہوا اس کی تلافی غالباً دوسرے طریقے پر اس کاروبار کے

193

ایک جزو کے مل جانے سے ہو گئی جو سابق میں جرمنی اور آسٹریا کا حصہ تھی۔ ان ملکوں کی تجارت کا بیشتر حصہ برطانیہ کے ہاتھ میں آیا۔ اور تجارت کے ساتھ ساتھ منافعہ کا ملنا بھی ناگزیر تھا۔

اصل صرف ایک مد، جس پر بہت شدید اثر پڑا، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، غالباً دنیا کو نیا اصل بطور قرض دینے سے متعلق ہے۔ اس میں شک نہیں کہ برطانیہ نے بیرونی ملکوں کو نئے قرضے ہاتھ روک روک کر دئیے بلکہ بالکل روک دیا، اور اس کا اثر صرف جنگ کے زمانے میں برطانیہ کے توازن تجارت پر ہی نہیں پڑا بلکہ آیندہ کے لیے بھی اس ملک کے توازن پر بہت دیرپا اور دوامی اثر پڑیگا، لیکن یہ ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ یہ دونوں اثرات ایک دوسرے کو زائل کر دیتے ہیں۔ اگر برطانیہ اتنے نئے قرضے سر دست نہیں دیرہا ہے تو اسکے معنی یہ ہیں کہ ان نئے قرضوں کے مقابلے میں اس کو اتنی پیداوار برآمد کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے اسطرح محض یہی عمل برطانیہ کی برآمد کی معمولی مقدار کی کچھ تخفیف کو زائل کر دیتا ہے۔

مبادلات خارجہ آخر میں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ برطانیہ کی تجارت کی جنگ سے قبل کی معمولی رفتار میں جو بدنظمی اور پراگندگی پیدا ہوئی اور اسکی تجارت نے نئی سمتوں کیجانب جو رُخ کیا ہے (اگرچہ ان میں خود معمولی حالت رونما ہوتی جارہی ہے) اس کا اثر مبادلات خارجہ پر بہت خاص طریقہ سے پڑا۔ امریکہ کے مبادلات زمانۂ ماقبل جنگ میں جس مالی مصیبت و آفت سے گزر رہے تھے اس سے انھیں بہت جلد نجات مل گئی اور برآمد کی رو جاری ہو جانے سے برطانیہ کے مقابلے میں امریکہ کا پلہ بہت جلد بھاری ہو گیا۔ چنانچہ جنگ کے بعد سے تمام ملکوں کے مبادلات کی یہی کیفیت عام طور سے ہو گئی ہے برطانیہ کے مبادلات غیر جانبدار ملکوں کے مقابلے میں اسکے مخالف ہو گئے ہیں اسلیے کہ ان کو برطانیہ جتنی برآمد سر دست کر سکتا ہے اس سے

194

زیادہ اشیا وہ ان سے درآمد کر رہا ہے۔ اسکے برخلاف دول متحدہ اور برطانیہ کے باہمی مبادلات سب کے سب بہت بڑی حد تک برطانیہ کے موافق ہیں، اس لئے کہ وہ جتنی اشیا برطانیہ کو بھیج سکتے ہیں اس سے زیادہ مقدار میں وہ برطانیہ سے وصول کر رہے ہیں۔

مبادلات کی حد تک دوسرے متخاصم ملکوں کی حیثیت بھی عملاً ایسی ہی ہے۔ سب ملکوں کے مبادلات جرمنی کے مخالف ہیں بلکہ انگلستان سے بدرجہا زیادہ مخالف ہیں۔ لیکن اسکے اسباب میں سے ایک سبب وہ ہے جسکو ہمیں بدقسمتی سے شمار کرنیکی ضرورت نہیں، یعنی جرمنی کے زر کاغذی کی قیمت کی تخفیف۔ مبادلات خارجہ کے ان تغیرات کی نوعیت و وسعت کا کچھ اندازہ ان اعداد سے ہوگا جو ضمیمہ کی جدول (۱۲) تا جدول (۱۵) میں مندرج ہیں۔

حوالہ جات

1. Gide :—Chapter VII, Article 1 and 2
2. Giffen :—Economic Enquiries and Studies
3. Smart :—The retuın to Protection Chapter III & IV
4. Bowley :—The effect of the War on the external Trade of the United Kingdom.

نظریۂ تجارت بین الاقوام

195

(۱) تجارت خارجہ کے فوائد۔ (۲) نظریۂ موازنۂ مصارف۔ (۳) آزاد تجارت بہ مقابلہ تجارت مامون۔ (۴) یہ عملی سوال ہے نہ کہ اصولی۔ (۵) مختلف ممالک پر اس کا اطلاق۔ (۶) تامین تجارت کے موافق دلائل اور ان پر اعتراضات۔ (۷) محصولات درآمد اور امداد۔

تجارت بین الاقوام کا مقصد

یہ بتایا جا چکا ہے کہ تاوقتیکہ کوئی ملک خواہ سابقہ قرضے کے سبب سے یا سالانہ خدمات کی وجہ سے دوسرے ملکوں کا دیندار یا لیندار نہ ہو ہر ملک کی درآمد و برآمد کی قیمت کا بحیثیت مجموعی ایک دوسرے کو متوازن کرنا ضروری ہے۔ اس صورت میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب فریقین مساوی قیمت وصول اور ادا کریں تو پھر تجارت خارجہ سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور دونوں فریق اس سے کس طرح منفعت حاصل کرتے ہیں؟

اس لحاظ سے تجارت خارجہ کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسے کہ افراد کے درمیان تجارت کی۔ یہاں بھی یہی سوال کیا جا سکتا ہے کہ

اس میں کونسا فائدہ ہے کہ مبادلے میں ہر شخص کو اسی قیمت کی شئے وصول ہوتی ہے جتنی قیمت کی شئے وہ مبادلے میں دیتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گو مبادلے کی قدر یا قیمت دونوں کے لیے ایک ہوتی ہے اشیائے متبدلہ کی ذہنی قدر دونوں فریقوں کے لیے جداگانہ ہوتی ہے۔ بس بعینہ یہی حال تجارت خارجہ کا ہے۔ گو ہر ملک کے لیے برآمد و درآمد کی قدر بہ حساب زر ایک سی یا مقررہ ہوتی ہے لیکن اس مبادلے کے تمام فوائد کی محض یہی نمایندگی نہیں کرتی۔ تجارت خارجہ کا نظریہ تقسیم عمل کے نظرئیے کے بہت کچھ مشابہ ہے۔ جس طرح افراد میں عمل کی تقسیم کرنے کی صورت میں یہ امر ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ ہر شخص سے وہی کام کرانا چاہیئے جسکو وہ بہترین طریقے پر انجام دے سکتا ہو اسی طرح ہر ملک کو وہی اشیا تیار کرنے چاہئیں جو وہ سب سے زیادہ فائدے کے ساتھ تیار کر سکتا ہو۔ قوموں کو جو تفریقی فوائد حاصل ہوتے ہیں ان کے اسباب بھی ایک دوسرے سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔ لیکن اکثر حالتوں میں ان کو مصارف پیدائش کے تصور کی کسی شکل میں ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ آب وہوا، زمین کی ساخت یا سابقہ صنعتی حالات کے باعث 196 ایک ملک دوسرے ملک کی نسبت بہت زیادہ ارزاں تیار کر سکتا ہے، یا ایسے اشیا تیار کر سکتا ہے جو دوسرا ملک تیار ہی نہیں کر سکتا۔

تفریقی مصارف پیدائش۔

مثلاً جس ملک کی زمین اور آب وہوا روئی کی کاشت کے لیے موزوں ہوں اس کو ہمارے نظرئیے کے تحت کلیتہً روئی ہی کی کاشت کرنی چاہیئے تاکہ وہ اپنی پیداوار کا مبادلہ دوسرے ملک کے دوسرے خاص اشیا سے کر سکے مثلاً کسی ایسے ملک سے جسکو کوئلے اور لوہے کی کانوں کی بدولت مصنوعات تیار کرنے میں خاص سہولت حاصل ہو۔ اس طریقے پر ہر ملک دوسرے ملکوں کی خاص خاص پیداوار یا پیدائش کی سہولتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے اور بحیثیت مجموعی دنیا کی کل پیدائش بیشترین ممکنہ

مقداریں ہوتی ہے۔ مثلاً اس میں تمام دنیا کا فائدہ ہے کہ مصر عمدہ روئی کی کاشت کرے اور لنکا شائر جسکی آب و ہوا مرطوب ہے پارچہ بافی کے عمدہ کام میں کلیتہً مصروف رہے۔ اس سے نہ صرف تمام دنیا کو بیشترین فائدہ حاصل ہوگا بلکہ متعلقہ ملکوں میں سے ہر ایک کے لیے یہی ایک بہترین منفعت حاصل کرنیکی صورت ہوگی۔ اور اگر تجارت بین الاقوام مصنوعی بندشوں اور قانونی قیود سے آزاد کر دی جائے تو مقابلے کا اثر و نتیجہ یہ ہوگا کہ پیدا آور قوت کی معیاری تقسیم عمل میں آ سکتی ہے۔

ایک بے ضابطگی

اس نظریئے سے بعض اوقات ایک پیچیدہ بے ضابطگی یہ پیدا ہوتی ہے کہ کوئی ملک جو کسی شئے کو خود نسبتاً ارزاں طریق پر تیار کر سکتا ہو اگر اسی شئے کو باہر سے طلب کرے تو اسکو درحقیقت نفع ہوگا۔ مثلاً انگلستان دنیا کے ان بہترین خطوں میں سے ہے جہاں بہترین قسم کے مویشی موجود ہیں اور ان سے بہترین قسم کا دودھ، دہی، مکھن اور گھی مل سکتا ہے۔ لیکن انگلستان کا اس میں زیادہ فائدہ ہے کہ وہ ان چیزوں کو ڈنمارک سے طلب کرے اور ان کے مبادلے میں اپنے یہاں سے کوئلہ اور مصنوعات روانہ کرے۔ اسکی توجیہ و تشریح یوں کیجاتی ہے کہ اس درآمد کی قیمت کسی اور قسم کے اشیا سے ادا کیجاتی ہے جنکی تیاری میں پہلے ملک کو نسبتاً بہت زیادہ منافع ملتا ہے مثلاً اوپر کی مثال میں ڈنمارک میں مکھن وغیرہ تقریباً ویسا ہی عمدہ تیار کیا جاتا ہے جیسا کہ انگلستان میں مگر ڈنمارک میں کوئلہ بالکل نہیں ہوتا۔ مکھن وغیرہ کی تیاری کی بہ نسبت کوئلے کی پیدایش میں انگلستان کا زیادہ فائدہ ہے۔ اس لیے اگر انگلستان اپنے آپ کو اسی شعبے کے لیے وقف کر دے جس میں اس کو سب سے زیادہ فوائد حاصل ہوتے ہیں تو اسی میں اسکو نفع ہوگا۔ اسی طرح افراد کا حال ہے۔ اگر ایک شخص دوسروں سے ایسے اشیا خرید ے جنکو وہ خود زیادہ بہتر اور ارزاں طریقے پر تیار کر سکتا ہے تو

اس میں اسکو فائدہ ہوسکتا ہے بشرطیکہ وہ پیدایش کے کسی دوسرے شعبے میں اپنی محنت کو وقف کردے جس میں اسکو نسبتاً زیادہ یا خاص فوائد حاصل ہوں۔

نظریۂ موازنہ پیدایش

پس تجارت بین الاقوام کا نظریہ یہ ہے کہ ہر ملک کو نہ صرف ایسے اشیا تیار کرنے چاہیں جن کی تیاری کے مصارف بیرونی ممالک سے انکو منگوانے کے مصارف سے نسبتاً کم ہوں بلکہ وہ اشیا تیار کرنے چاہیں جن کی تیاری کے لئے اس کو بیشترین سہولتیں یا جن سے اس کو بیشترین فوائد حاصل ہوں۔ اسی کو نظریۂ موازنہ مصارف کہتے ہیں۔ ہر صورت میں جس چیز کا لحاظ کرنا ضروری ہے وہ یہ نہیں ہے کہ ایک ملک میں شئے کو تیار کرنے کے مصارف اسکو باہر سے درآمد کرنے کے مصارف کے مقابلے میں کتنے ہوتے ہیں بلکہ غالباً یہ کہ دونوں ملکوں میں ہر شئے کو تیار کرنے کے اضافی مصارف کیا ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر ایک ملک لا میں ایک شئے الف کی تیاری میں محنت و اصل کے (۵) جرعے صرف ہوں اور دوسری شئے ب کی تیاری میں اسیطرح اصل و محنت کے (۱۰) جرعے اور اس کے برعکس دوسرے ملک (ما) میں الف کی تیاری میں (۳) جرعے اور ب کی تیاری میں (۹) جرعے صرف ہوں تو اگرچہ ما لا کی نسبت ب کو زیادہ ارزاں طریق پر تیار کرسکتا ہے لیکن ما کو چاہیئے کہ خود الف کی تیاری میں ہمہ تن مصروف ہو جائے اور ب کی تیاری لا پر چھوڑ دے کیونکہ الف اور ب کی تیاری کے اضافی مصارف کا تناسب لا کے (۱ : ۲) کے مقابلے میں ما میں (۱ : ۳) ہے۔ چنانچہ ما میں الف کی (۱۰۰) اکائیاں تیار ہوں اور لا میں ب کی (۱۰۰) اکائیاں تیار ہوں تو اپنے مجموعی مصارف (۳ × ۱۰۰) اور (۱۰ × ۱۰۰) ۱۳۰۰ ہونگے۔ لیکن کسی اور طریق پر تقسیم عمل میں آنے سے مصارف بڑھ جائیں گے۔ اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ تجارت

عام خیالات

خارجہ کے فوائد کے متعلق عام طور پر جو خیالات رائج اور مسلم ہیں ان میں نظر ثانی کرنیکی ضرورت ہے۔ اگر کسی معمولی آدمی سے پوچھا جائے کہ انگلستان کی تجارت خارجہ کے فوائد کا

انحصار آیا درآمد پر ہے یا برآمد پر تو وہ غالباً موخرالذکر کی جانب اشارہ کریگا۔ اس نقطۂ نظر سے انگلستان کی درآمد اشیا، بجز اشیائے خام کے جو انگریزی مصنوعات کی تیاری میں کھپتے ہیں، زیادہ سے زیادہ ایک لابدی خرابی خیال کی جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ چند بیرونی اشیا کی درآمد جو آب و ہوا اور دوسرے حالات کے باعث اس ملک میں تیار نہیں ہو سکتے ضروری ہے، جیسے کہ روئی یا چائے، اور اس سوال سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے کہ آیا یہ چیزیں انگریزی مصنوعات میں کام آنے والے اشیائے خام ہیں یا اس ملک کی غذا کی رسد کے لیے رسمی ضروریات میں شامل ہیں۔ لیکن جہاں تک بیرونی اشیائے تعیش کا تعلق ہے جیسے شامپین وغیرہ تو فائدے کو مشتبہ خیال کیا جاتا ہے اور جب ہم باہر کے گیہوں کی آخری مثال پر پہونچتے ہیں جو بدیہی طور سے خود انگلستان میں پیدا کیا جا سکتا ہے تو ایسی شئی کی درآمد کو قطعی خرابی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس طرح اس نقطۂ نظر سے انگلستان کی تجارت خارجہ کا زیادہ پسندیدہ پہلو انگریزی اشیا کی برآمد ہے۔ انگریزوں کی زندگی کا بڑا اور اصلی مقصد اور انگریزی صنعتوں کے فروغ و ترقی کا بہترین ثبوت اور معیار بہ ظاہر اس امر کو خیال کیا جاتا ہے کہ انگلستان اپنی صنعتوں کی پیداوار یعنی مصنوعات تمام دنیا کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے مہیا کرے۔

198

برآمد بہ مقابلہ درآمد

پھر یہ امر کہ انگلستان کی سب برآمد مساوی طور سے پسندیدہ اور اچھی نہیں خیال کی جاتی اس وقت مترشح ہوتا ہے جب ہم اشیائے خام مثلاً کوئلے کی برآمد کی بحث پر پہونچتے ہیں۔ اس رجحان اور طرز عمل کی تہ میں کون سا خیال مضمر ہے؟ بہ ظاہر یہی کہ برآمد کو فروغ دینا چاہئے اس لیے کہ وہ انگلستان کی ملکی صنعتوں کی پیداوار کی نکاسی کا وسیلہ ہے۔ لیکن یہ کہ کوئی ایسی شیئے برآمد نہ کرنی چاہئے جو ملک کی ان صنعتوں میں استعمال

ہو سکتی ہے۔ اس کے برعکس درآمد صرف اسی صورت میں بے ضرر ہے جبکہ اشیائے طلب کردہ ملکی صنعتوں میں لگائے جائیں اور اس صورت میں سب سے زیادہ قابل گرفت ہے جبکہ اس میں گیہوں جیسے اشیا شامل ہوں جو ملک میں پیدا کئے جا سکتے ہیں۔ جب درآمد میں مصنوعات شامل ہوتے ہیں جن کے مقابلے سے براہ راست ملکی مصنوعات پر زد پڑتی ہے تو ایسی درآمد کو بہ ظاہر سخت قابل لعنت و ملامت خیال کیا جاتا ہے۔

ان خیالات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملکی صنعتوں کا جو مقصد ہے وہ غلط سمجھا گیا ہے۔ یعنی یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان صنعتوں کا وجود برآمد کے لیے اشیا تیار کرنے کی واحد غرض کے واسطے ہے۔ انگلستان کا وجود دنیا میں اس لیے ہے کہ وہ بقیہ دنیا کے لیے مصنوعات تیار کرے۔ اگر کوئی دوسرا ملک اسی خیال کو پیش نظر رکھ کر انگلستان کو اس کے بیرونی مقبوضہ بازاروں سے ہٹانے کی کوشش کرے تو وہ گویا انگلستان کے پیدائشی حق کو غصب کر رہا ہے اور اگر کوئی ملک خود انگلستان میں اپنے تیار کردہ مصنوعات بھجوانے کی کوشش کرے تو گویا اس سے نہ صرف نیوکیسل یعنی معدن زغال کو کوئلہ روانہ کرنے کی غلطی سرزد ہو رہی ہے بلکہ وہ مداخلت بیجا کے جرم کا بھی مرتکب ہو رہا ہے۔

داخلی و خارجی تجارت

اس مغالطے کی اصل بنیاد یہ خیال ہے کہ انگلستان کی ملکی صنعتوں کا اصلی مقصد برآمد کے لیے اشیا تیار کرنا ہے، یہ کہ انگلستان کا سارا گزارہ تجارت خارجہ پر ہے اور یہ کہ انگلستان کی تجارت خارجہ اس پیدائش کے مقابلے میں زیادہ اہمیت رکھتی ہے جو ملکی ضرورتوں کو پورا کرنے کے واسطے انجام دی جائے۔ گویا صناع کا جو نقطۂ خیال ہے اس کو قومی حکمت عملی میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ صناع کا ذریعہ معاش اس کے تیار کردہ مصنوعات ہیں جن کو وہ خود غالباً کبھی استعمال نہیں کرتا بلکہ دوسروں کے ہاتھ فروخت

199

کرتا ہے۔ لیکن کسی قوم کی حکمت عملی کا حقیقی معیار یہ نہ ہونا چاہئے۔ قوم کوئی کارخانہ نہیں ہے جو مصنوعات تیار کرکے دوسری قوموں کے ہاتھ فروخت کرے اور نہ تاجر یا دوکاندار ہے جو دوسری قوموں کے مال کو خرید و فروخت کرکے منافع حاصل کرے۔ قوم کی حیثیت اُس قدیم کاشتکار و فلاح کی سی ہونی چاہئے جو اپنے اہل و عیال اور دیگر متعلقین کی غذا اور لباس کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی غرض واحد سے کھیتی باڑی کرتا تھا ان ضرورتوں کے پورا ہونے کے بعد جو کچھ بچ رہتا تھا اس سے وہ ایسے اشیا یا سامان تعیش خرید کرتا تھا جن کو تیار کرنے سے وہ خود قاصر ہوا کرتا تھا۔

قوم کی حیثیت اس طرح قوم کی صنعتوں کا مقصد واحد پورے ملک کی آبادی کی غذا لباس اور مکان کی ضرورتوں کو پورا کرنا ہے، ملک کی یہی آبادی زیادہ تر مصنوعات تیار کرتی ہے اور وہی ان کا بیشتر حصہ صرف کرنے کا استحقاق رکھتی ہے۔ لیکن چونکہ مصنوعات کا مدار ایک حد تک ممالک خارجہ کے اشیائے خام کے استعمال پر ہوتا ہے اس لیے ان اشیا کے مبادلے میں بھی مکمل مصنوعات کا کچھ حصہ ادا کرنا ضروری ہے اور اگر جیسا کہ موجودہ حالت ہے کہ ہم اپنے آپ کو اپنے اعلیٰ اور پیچیدہ معیار زندگی کے باعث تمام دنیا کا زیر بار منت بنا رہے ہیں اور ہمارے مزدوروں کو بیرونی ممالک سے چائے۔ قہوہ۔ تمباکو۔ مسالوں اور ہزاروں دوسرے اشیا کی ضرورت پڑتی ہے تو بیرونی ممالک کے ان اشیا کے تیار کرنے والوں کو ہمارے ملکی مصنوعات میں سے کچھ حصہ بطور معاوضہ دینا بالکل واجبی ہے۔

اس لحاظ سے قوم کی برآمد دراصل ملک کے زوائد کو تعبیر کرتی ہے۔ کہ ایک قوم ان زوائد کو دوسری قوموں کے حوالے کرکے ان کے مبادلے میں ایسی پیداوار یا اشیا حاصل کرتی ہے جن کو وہ خود اپنے یہاں تیار نہیں کرسکتی۔ اس طرح اس مبادلے میں

اصلی فائدہ کس طرح حاصل ہوتا ہے؟ ظاہر ہے کہ اگر انتخاب برآمد و درآمد کے مابین ٹھیرا تو فائدہ درآمد ہی میں مضمر ہے۔ ہم اپنے ان زائد مصنوعات کو دوسروں کے حوالے کر دیتے ہیں جو ہم بآسانی اور ارزاں طریقے پر تیار کر لیتے ہیں۔ اور ان کے مبادلے میں ایسے اشیا حاصل کرتے ہیں جن کو یا تو ہم تیار ہی نہیں کر سکتے یا اتنی سہولت کے ساتھ نہیں کر سکتے جتنی سہولت کے ساتھ بیرونی ممالک تیار کر لیتے ہیں اور اسی سبب سے ہماری نظروں میں ان بیرونی اشیا کی قدر و قیمت ہماری اشیا کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ ہمارا فائدہ یہی ہے کہ ہم کو ہماری چیزوں سے زیادہ قیمتی اور بیش قدر اشیا میسر آ جاتی ہیں۔ بالفاظ دیگر ملک کو اصلی فائدہ درآمد سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ برآمد سے۔

درآمد کا فعل۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہ لینا چاہیئے کہ انگلستان کی تجارت برآمد کے حقیقی فائدے اور قدر و قیمت سے انحراف یا انکار کیا جا رہا ہے۔ مثلاً اگر سوت کی تجارت میں انگریزی سوتی اشیا کی برآمد کی وجہ سے کثیر اضافہ ہو جائے تو اس کا نتیجہ پیدایش پیمانہ کبیر کے مشہور کفایات کی بنا پر یہ ہوگا کہ ملک میں فی پونڈ سوت یا فی گز کپڑا تیار کرنے کے مصارف کا اوسط بہت کم ہو جائیگا اور مصارف کی اس تخفیف سے ملک کے صارفوں کو بھی فائدہ اٹھانیکا موقع ملیگا۔ اس صورت میں بھی گیہوں وغیرہ کی درآمد کے جو نقصانات بتائے جاتے ہیں، کیونکہ یہ چیزیں ملک میں پیدا کیجا سکتی ہیں، ان کی ایک حد تک تلافی ہو جاتی ہے۔ ان اشیائے درآمد کی قیمت مصنوعات کی شکل میں ادا کرنی ضروری ہے۔ اور اس کا نتیجہ صرف یہی نہیں ہے کہ پارچہ باف مزدوروں کو خاصی اجرت اخراجات کے لیے مل جائیگی جس سے وہ اپنے لیے اور اہل و عیال کے لیے ارزاں نرخ پر روٹی خریدیں گے۔ بلکہ اس میں ملکی کاشتکار کو بھی جو اپنے پیدا کردہ گیہوں کی قیمت کی کمی کے باعث مصیبت میں ہے یہ سہولت میسر آئے گی کہ

200

وہ اپنی ضرورت کی تمام چیزوں کو کم و بیش تخفیف شدہ قیمت پر خرید سکے گا۔

تجارت خارجہ کی اضافی اہمیت

غالباً یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ جن لوگوں کا کاروبار تجارت خارجہ کے کسی شعبہ سے متعلق ہو ان میں تجارت خارجہ کی اہمیت کو مبالغہ کے ساتھ بیان کرنیکا میلان پایا جائے۔ اور اس رجحان میں اس واقعے کی بنا پر ترقی ہوئی کہ چند سال قبل تک ملک کی مجموعی پیدائش کی وسعت و مقدار کے متعلق کسی کو اعداد و شمار ہی دستیاب نہ ہو سکتے تھے، جس سے حقیقی ملکی صرف اور تجارت خارجہ کی اضافی اہمیت کے متعلق صحیح اندازہ قائم کرنیکا موقع ملتا۔

۱۸۷۰ء کے ابتدائی زمانے میں سر رابرٹ گفن نے آمدنی یا منافع کی بابتہ جو انگریزی تجارت خارجہ سے حاصل ہوا تھا یہ اندازہ قائم کیا کہ وہ مجموعی آمدنی کے ۱/۵ سے زائد نہ تھا۔ لیکن ۱۹۰۷ء کی پیدائش شماری تک یہ ممکن نہ ہوا کہ اس مسئلے کے بارے میں اہم ترین عددی تصورات نہ پیش کئے جاتے اور کوئی صحیح تخمینہ قائم کیا جاتا۔ لیکن بحالت موجودہ یہ معلوم ہے کہ انگلستان کی تمام صنعتوں کی (بہ شمول زراعت و ماہی گیری) خالص مجموعی پیداوار اس سال ۰۰۰،۰۰۰،۶۵۴،۱ پونڈ سے کم نہ تھی اور اس کے برعکس مصنوعات ملکی کی برآمد کی مجموعی قیمت اسی سال صرف ۰۰۰،۰۰۰،۶۲۴ پونڈ اور خالص درآمد کی مجموعی قیمت ۰۰۰،۰۰۰،۴۵۵ پونڈ تھی

قومی تجارت کے اصول

گو موازنۂ مصارف کا یہ نظریہ تجارت بین الاقوام کے معاشی نظریئے کی بنیاد ہے لیکن بدقسمتی سے یہ قوموں کی تجارتی حکمت عملی کو منظم کرنے والا اصول نہیں ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے۔ تجارت بین الاقوام کا نظریہ محض ایک معیاری نظریہ ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر دنیا ایک بے لوث

اور بے لاگ دانشمند جماعت کے زیر نگیں ہو جس کے پیش نظر بحیثیت مجموعی تمام دنیا کے اغراض ہوں نہ کہ ذاتی اغراض تو کیا صورت حالات ہوگی۔ لیکن دنیا اس طریقے پر تو نہیں چل رہی ہے اور خود موجودہ زمانے سے زیادہ کبھی اس کو محسوس کرنے کا کوئی سبب نہیں ملتا۔ مختلف جغرافی تاریخی اور نسلی و طبعی اسباب کی بنا پر دنیا متعدد قوموں میں منقسم ہے، جن کی تجارتی حکمت عملی تمام عالم کے مفاد و اغراض کے کسی اصول کے تحت نہیں ہے بلکہ خالصاً خود غرضانہ قومی مقاصد کے تابع ہے۔ زبان، نسل، آب و ہوا اور طبعی حالات کے اختلافات اور تاریخی خصومت و عداوت کی بنا پر قومی و نسلی تفریقات اس توقع کے لیے کوئی گنجایش باقی نہیں رکھتے کہ تجارت بین الاقوام کے کسی اعلیٰ درجے کے اور معیاری اصول کے لگ بھگ کوئی اصول اختیار کیا جائے۔

۱۸۴۶ء میں انگلستان میں آزاد تجارت کے وکیلوں نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ قانون غلہ کی تنسیخ کے ہیجان کے کامران ہونے کے بعد ہی پانچ سال کے اندر اندر دنیا کا ہر تہذیب یافتہ ملک انگلستان کی تقلید کرے گا اور آزاد تجارت کے اصول پر عمل پیرا ہو جائے گا لیکن غالباً دنیا کی کوئی اور پیشین گوئی اس قدر جلد اور مکمل طور سے غلط اور جھوٹ ثابت نہ ہوئی جس قدر کہ یہ پیشین گوئی۔ لیکن یہاں یہ خیال قائم کرنے کے خلاف متنبہ کر دینا مناسب ہوگا کہ اوس وقت انگلستان نے آزاد تجارت کے اصول کو محض اس وجہ سے اختیار کیا تھا کہ وہ بین الاقوامی تجارت کا صحیح معیاری اصول تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ انگلستان اس حکمت عملی پر محض اس بنا پر کاربند ہوا کہ وہ اس وقت کے خاص حالات کے اعتبار سے انگلستان کے قومی اغراض کے لیے بہت موافق و موزوں تھی اور انگلستان کی راست بازی کی شہرت براعظم کے ہمسایوں کی نظروں میں محض اس وجہ سے خاک میں ملگئی کہ انگلستان کے اکثر و بیشتر باشندے اس حقیقت سے بہ ظاہر آگاہ نہ تھے اور اس کو

201

تسلیم نہ کرتے تھے۔ انگریز نہ صرف اُس وقت بلکہ بڑی حد تک اس کے بعد بھی یہ تسلیم کرنے سے قاصر رہے کہ اس حکمت عملی کا، جو انگلستان کے حالات کے لیے موزوں تھی، لازمی طور پر دوسرے ممالک کے لیے موزوں ہونا ضروری نہ تھا یا اگر حالات بدل جائیں تو درحقیقت خود انگلستان کے لئے اس کا بغایت مناسب و موزوں ہونا ضروری نہیں ہے۔ لیکن جیسے ہی جرمنی میں قومی معاشیئین کا دبستان رونما ہوا جرمنی اور انگلستان کی حکمت عملی کا فرق نمایاں اور واضح ہو گیا جو حقیقت میں انگلستان اور دنیا کے اکثر دوسرے ممالک کی حکمت عملی کا فرق تھا۔ لیکن اب یہ امر ہم پر بخوبی روشن ہو گیا ہے کہ مالی و تجارتی حکمت عملی کو بین الاقوامی

عملی معاملہ ہے نہ کہ اصولی

نظریئے یا عام اصول کے تابع نہیں کیا جا سکتا بلکہ وہ ایک قومی معاملہ ہوتی ہے یا قوم کی عملی ضرورت کے لحاظ سے اختیار کیجاتی ہے۔ پس آزادی تجارت یا تامین تجارت کا مسئلہ دراصل اصولی مسئلہ نہیں ہے بلکہ عملی ضرورت کا معاملہ ہے۔ اصول کا دراصل کوئی سوال ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر تمام روے زمین پر آزاد تجارت کا دور دورہ ہو جائے اور مقابلے کے دباؤ کے تحت ہر قوم اس بات پر مجبور ہو کہ اپنے کو وہی اشیا تیار کرنے کے لیے وقف کر دے جن میں اس کا بیشترین فائدہ ہو تو ایسی تجارت یقیناً

نصب العین

دنیا کا بہترین نصب العین ہو گا۔ لیکن ہر قوم کو جس چیز پر غور کرنا چاہیئے وہ یہ نہیں ہے کہ ایک معیاری دنیا کے لیے کون کون اصول سب سے زیادہ موزوں ہوں گے بلکہ یہ کہ وہ موثر و حقیقی تدابیر کیا ہیں جن کے اختیار کرنے سے خود اس قوم کے مخصوص ذاتی اغراض کے لیے بیشترین فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ اسی لیے انگلستان کے سوا ہر ملک نے ایک حد تک تجارت ماموں کو اختیار کر لینا اپنے لیے موزوں خیال کیا یعنی انھوں نے صنعت کی قدرتی رفتار میں کم و بیش مداخلت کرنا پسندیدہ و مناسب تصور کیا

202

اور سب سے زیادہ موزوں سمتوں کی جانب اس کا رُخ پھیر دینے یا اس کے لیے کشش پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مگر یہ خیال کرنا کہ تجارت بین الاقوام کا نظریہ قطعی طور پر نظر انداز کر دیا گیا ہے یا دنیا کی پیدا آور قوت کی تقسیم اس نظریئے کے علی الرغم عمل میں لائی گئی ہے حد اعتدال سے تجاوز کرنا یا دوسری انتہا پر جانا ہے اس کے برخلاف

واقعی صورت حال

واقعہ یہ ہے کہ دنیا کی صنعتوں میں سے اکثر و بیشتر صنعتیں ان ہی ممالک میں جاری ہیں جو ان کے لیے سب سے زیادہ موزونیت رکھتے ہیں مثلاً لنکا شائر میں روئی کی کاشت نہیں ہوتی اور نہ مصر اپنی روئی کی کاشت سے پارچہ بافی کا کوئی بڑا کاروبار کرتا ہے۔ اب تک جو کچھ ہوا وہ غالباً یہ ہے کہ اکثر قوموں نے اپنے اپنے ملک کے حالات میں اس کی ترقی کے خاص خاص مدارج کے مقتضا کے لحاظ سے تغیر و تبدل کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ بعض صنعتوں کی ترقی کی راہ سے ان عارضی موانعات اور مزاحمتوں کو ہٹایا جاسکے جن کا ہٹانا وہ اپنی دانست میں اپنے ملکوں کی سہولتوں کی کامل نشو و نما و ترقی کے لیے ضروری یا مناسب خیال کرتے تھے۔ یہ سچ ہے کہ اس طرح عارضی تدابیر کے طور پر جو بندشیں قائم کی گئیں ان کو ہٹانا عام طور سے بہت مشکل اور اکثر صورتوں میں ناممکن تھا۔ لیکن اس سے اس واقعے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی کہ بحیثیت مجموعی دنیا کی تجارت ایسے راستے پر چل رہی ہے جس میں کمترین مقاومت ہے۔ یعنی بین الاقوامی نظریۂ مصارف کے اصول پر چل رہی ہے۔ اور یہ کہ ایسی مثالیں نسبتاً بہت کم ہیں جس میں کوئی ملک کسی صنعت کو بالاستقلال نقصان برداشت کرکے انجام دے رہا ہو۔

یہاں بین الاقوامی تجارتی تعلقات کے بارے میں ایک اور عام غلط فہمی کے خلاف متنبہ کر دینا فائدے سے خالی نہ ہوگا بعض اوقات لوگ اس طرح گفتگو کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا تجارت بین الاقوام کا مطلب تجارت مابین اقوام ہے اور خاص کر تجارتی و مالی سوالات کی

203

بحث میں خاص ملکوں کی تجارتی پالیسی کے بارے میں ایسے فقرے استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً جرمنی نے اپنی تجارت خارجہ کے تیئے جو طرز عمل اختیار کیا" وغیرہ کہ گویا تجارت مابین الاقوام زیادہ تر حکومتوں کے اختیار و انتظام کا معاملہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ بالکل غلط بات ہے۔ بین الاقوامی تجارت کا

دنیا کے تجار

کاروبار اور انتظام کلیۃً مختلف قوموں کے منفرد تاجروں کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور اس کاروبار سے ان افراد کا مقصد بلکہ غالباً واحد مقصد محض روپیہ کمانا ہوتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ حکومت ان پر چند قواعد و ریا بندیاں عائد کرے اور بعض اشیا کی درآمد و برآمد پر محصول لگائے یا ان کو مالی امداد مقرر کرے یا بعض اشیا کی تجارت میں سہولتیں پیدا کرے۔ رکاوٹیں قائم کرے۔ لیکن خود براہ راست ان اشیا کی تجارت میں حقیقت میں بہت کم صورتوں میں حصہ لیتی ہے۔ دنیا کی تجارت خانگی اشخاص، کمپنیوں اور انجمنوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور یہ سب اپنی ذاتی منفعت کے لیے کاروبار کرتے ہیں۔

فرانس میں تامین

مختلف ملکوں نے اپنے یہاں کی خاص خاص صنعتوں کی حفاظت کی غرض سے تامینی محصول کا طریق جاری کیا ہے۔ اور جن جن اسباب کی بنا پر یہ طریق جاری کیا ہے انکی تشریح و توضیح چند مثالوں کے ذریعے سے کیجا سکتی ہے مثلاً فرانس میں ملکی کاشتکاروں کا طریقہ قائم رکھنے کی طرف بہت زیادہ اہمیت منسوب کیجاتی ہے۔ وہاں ایک خاندان کے افراد میں زمین کو مساوی حیثیت سے تقسیم کرنے کا جو طریقہ رائج رہا اس کا بالآخر یہ انجام ہوا کہ زمین لاکھوں چھوٹے چھوٹے خطوں میں منقسم ہو گئی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان خطوں پر کاشت انتہائی طور سے عمیق ہونے لگی۔ لیکن جب "نئی دنیا" کے دریافت ہو جانے کے بعد دنیا کی زرعی زمینوں میں اضافہ ہو گیا اور یہ نئی زمینیں بہ لحاظ کثرت زرخیزی اور کمی مصارف و محنت اعلیٰ درجے کی زمینیں ثابت ہوئیں تو فرانس کی

زراعت کے لیے ایسے مقابلے کی شکل میں بہت بڑا خطرہ پیدا ہوا جو ان چھوٹے چھوٹے خود کاشت زمینداروں کے حق میں سخت مضرت رساں و مہلک ثابت ہونے والا تھا۔ پس یہ ضروری خیال کیا گیا کہ انکی پیداوار کے گرد تامینی محصول کی فصیل قائم کرکے ان کا تحفظ کیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایسے کاشتکاروں کا وجود مسلسل اب تک قائم ہے اور فرانس اپنی اس کثیر التعداد آبادی کو کسی اور کام میں لگانے اور اس کے لیے کوئی اور پیشہ تلاش کرنے کی زحمت سے بچ گیا جو زراعت کی تباہی کے باعث بے کار اور بے روزگار ہو جاتی۔ اس لیے کہ انگلستان کے برعکس فرانس میں کوئی بڑی صنعتیں ہی نہ تھیں جن میں یہ بے روزگار آبادی بآسانی کھپا دی جاتی۔

جرمنی میں جرمنی میں بھی اسی اصول کی ایک جداگانہ مثال ملتی ہے۔ جب جرمنی میں کیمیائی عمل سے رنگ بنانے کا نیا طریقہ دریافت ہوا تو مجیٹھ کی قدیم صنعت جو وسیع رقبوں پر پھیلی ہوئی تھی تباہ ہو گئی۔ مگر چونکہ یہ خطے اس قدیم صنعت کے سوا کسی اور فصل کے اگانے کے کام میں نہیں لائے جا سکتے تھے اس لیے اس پیچیدہ صورت حال کا مقابلہ کرنیکی غرض سے حکومت ان افتادہ زمینوں کو کسی اور فصل کے لیے بہ کار آمد بنانے کا طریقہ دریافت کرنے کی جانب مائل ہوئی۔ انجام کار اس کو چقندر کی کاشت کا مشورہ دیا گیا کیونکہ چقندر سے شکر بنائی جا سکتی تھی۔ مگر اس نئی صنعت میں اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی قوت پیدا کرنے اور اس کو جزائر غرب الہند کی نے شکر کی قدیم صنعت کا مقابلہ کرنے کے قابل بنانے کے لیے اس کی کچھ امداد اور دستگیری ضروری تھی۔ چقندر کی کاشت کو ترقی دینے کے لیے مالی امداد دینے کا جو طریقہ حقیقت میں رونما ہوا وہ ایک حد تک اتفاقی امر تھا۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ جرمنی میں چقندر کی کاشت کی عظیم الشان صنعت ترقی پا گئی اور ملک بہت ہی شدید مصیبت سے محفوظ ہو گیا۔

204

امریکہ

امریکہ میں بھی اصول تامین کے استدلال کی تائید میں ایک مثال ملتی ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی معاشی حالت وحیثیت عجیب و غریب بلکہ عدیم النظیر ہے۔ ملک کا رقبہ اسقدر وسیع ہے کہ اس میں ہر قسم کی پیداوار اور اشیائے خام وغیرہ حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ اس لحاظ سے امریکہ میں ہر حیثیت سے ایک ایسا ملک بننے کی صلاحیت موجود ہے جو تجارت خارجہ کی احتیاج سے مستغنی ہوا ور اپنے تمام ضروریات خود ہی پورے کر سکتا ہو۔ لیکن باایں ہمہ ابتداً ملکی صنعتوں کو امداد اور دستگیری کی احتیاج تھی تاکہ ان میں انگلستان کی قدیم صنعتوں کا مقابلہ کرنے کی قوت وقابلیت پیدا ہو۔ اس لحاظ سے یہ استدلال کیا گیا کہ امریکہ کو چاہیئے کہ ان قدیم رقیب صنعتوں کے مقابلے میں اپنی تمام نہاد نوخیز صنعتوں کی حفاظت کرے۔ چنانچہ تامینی محصول کا طریق اختیار کر لیا گیا جس نے اس کے بعد سے بڑھتے بڑھتے اب بہت ترقی یافتہ شکل اختیار کرلی ہے۔

برطانیہ عظمیٰ

اس کے برخلاف برطانیہ عظمیٰ کی مثال اس سے برعکس صورت کی مثال کے طور پر لیجاسکتی ہے جس میں ملک کے طبعی حالات آزاد تجارت کے فوائد کیجانب واضح طور سے اشارہ کرتے ہیں۔ ایک طرف تو روز افزوں ترقی کرنے والی صنعتوں اور کثیر صنعت پیشہ آبادی کو سب سے پہلے ارزاں اشیائے خام اور ارزاں اشیائے خورونوش کی ضرورت تھی اور دوسری طرف اس کے زائد مصنوعات کے لیے کھلا ہوا اور بے روک ٹوک بازار درکار تھا۔ ان حالات میں تامین کو رواج دینا خلاف عقل ہوتا۔ آزاد تجارت ہی برطانیہ عظمیٰ کے صنعتی تسلط و تفوق کو قائم کرنے کا ذریعہ تھا۔

محصول کروڑگیری و محصول برائے آمدنی

اس کے بعد یہ امر قابل ذکر ہے کہ محض محصول درآمد کی موجودگی کا واقعہ لازمی طور پر تامین کو تعبیر نہیں کرتا۔ اس لیے کہ ممکن ہے کہ ایسے محصول عائد کرنے کا مقصد

205

تامین نہ ہو بلکہ محض سرکاری آمدنی کی توفیر ہو۔ اس کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے تامینی محصول اور محصول برائے آمدنی کا فرق ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔ اشیا پر دو طرح کے محصول عائد کئے جا سکتے ہیں۔ (۱) محصول کروڑگیری جو ملک میں درآمد کردہ اشیا پر عائد کیا جاتا ہے۔ اور (۲) محصول چنگی جو ملکی مصنوعات یا ملک کے تیارکردہ اشیا پر عائد کئے جاتے ہیں۔ جب اشیائے درآمد شدہ پر اور اسی قسم کے ملکی اشیا پر ایک ہی شرح سے محصول عائد کیا جاتا ہے تو وہ محض محصول برائے آمدنی ہے لیکن اگر اشیائے درآمد پر محصول لگایا جائے اور اسی قسم کے اشیا پر جو ملک میں تیار ہوتے ہیں کوئی محصول نہ لگایا جائے تو اس کا مقصد نمایاں طور سے محض ملکی صنعت کو مامون کرنا ہے۔ اس طرح تامینی محصول کی تعریف یہ کہی جا سکتی ہے "ایک ایسا محصول جو درآمد شدہ اشیا پر لگایا جائے مگر اس کے بالمقابل اسی قسم کی ملکی اشیا کے لیے معاف ہو"۔ اس لحاظ سے انگلستان میں جنگ سے بیشتر محصول درآمد تامینی محصول نہ تھا کیونکہ جن درآمد شدہ اشیا پر کروڑگیری وصول کی جاتی تھی اس قسم کے اشیا ملک میں تیار ہی نہیں کئے جاتے تھے۔ محصول درآمد صرف ان ہی اشیائے تعیش پر لگایا جاتا تھا جو ملک میں پیدا نہیں کئے جا سکتے تھے جیسے چائے، تمباکو وغیرہ۔ ان کے علاوہ جو گراں بار محصول درآمد تھا وہ شراب اور دیگر منشیات پر تھا مگر یہ بھی اس طرح متوازن ہو جاتا تھا کہ ملک کی بنی ہوئی تمام شرابوں اور اشیائے منشی پر محصول چنگی وصول کیا جاتا تھا۔ گویا اس محصول کا اثر بھی تامینی نہ تھا۔

تامین کے موافق و مخالف استدلال

تجارت مامون کی تائید میں جو دلائل اور بعض اعتراضات پیش کئے جاتے ہیں ان کو یہاں مختصراً بیان کیا جا سکتا ہے۔

نوخیز صنعتیں۔

(۱) یہ استدلال کیا جاتا ہے، جیسا کہ امریکہ کی مثال میں پہلے بیان کیا جا چکا ہے، کہ جب کوئی نیا ملک اپنی

صنعتوں کو فروغ دینے کی کوشش کر رہا ہو جس کے لیے اس کو اشیاے خام وغیرہ کی قدرتی سہولتیں حاصل ہیں تو ایسی صنعتوں کو بیرونی مقابلے سے محفوظ کرنے کے لیے تامین کی ضرورت ہے۔ تاکہ اس کی مدد سے وہ اس قابل ہوں کہ ابتدائی مشکلات کو جو نئے ملک میں عموماً پیش آتی ہیں جیسے اصل کی کال، زیادہ اجرت، قدیم ملکوں کی اچھی طرح جمی ہوئی اور پختہ تجربہ کے تمام فوائد رکھنے والی صنعتوں کے مقابلے میں پیدایش کی کارکردگی کی عام خامی وخرابی وغیرہ ان کا مقابلہ کرکے زندہ رہ سکیں۔ یہ استدلال ایک حدتک معقول اور قوی ہے مگر اس قسم کی پالیسی اختیار کرنے کے بارے میں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان صنعتوں کی طفولیت اور دستگیری کا زمانہ بہ ظاہر کبھی ختم نہیں ہونے پاتا۔ جوں جوں تامین کے مصنوعی ہیج کی بدولت ان میں قوت پیدا ہوتی جاتی ہے اور وہ ترقی کرتی جاتی ہیں وہ امداد اور دستگیری کی خوگر اور عادی بنجاتی ہیں، حتیٰ کہ ہمیشہ ناگزیر طریقہ پر اس کی محتاج بنی رہتی ہیں۔ تامین کی حدتک یہ امر عام طور سے نہایت افسوسناک ہے کہ وہ بہ ظاہر ہمیشہ مستقل حقوق کی بالیدگی کی جانب رہبری کرتی ہے۔ اور یہ حقوق اس قدر قوی طور سے جاگزیں ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنی مدافعت ان لوگوں کے حملے کے مقابلے میں کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ تامین کو منسوخ کرنے کا وقت آگیا ہے۔ چنانچہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا یہی تجربہ ہے۔ یہاں ماموں صنعتوں نے اس قدر قوت حاصل کرلی ہے کہ وہ وضع آئین و قوانین کی مجلس پر حاوی ہیں اور بجاے اس کے کہ تامین اٹھالیں وہ تامینی محصول برابر بڑھاتے جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ اشیا کے صرف کرنے والوں کو اکثر اشیا کے لیے زیادہ قیمت اداکرنا ناگزیر ہوگیا ہے اور ان کے اس نقصان سے سامان تیار کرنے والے کثیر المقدار منافعہ سے اپنی جیبیں بھر رہے ہیں۔

ضروری صنعتیں (۲) اکثر یہ بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ ملک کو چاہئے کہ اپنی بعض ایسی صنعتوں کی تامین کرے جن پر ملک کی

206

دائمی خوشحالی منحصر ہو اور جن کے بیرونی مسابقت کی زد سے متاثر ہونیکا امکان ہو جیسے کہ فرانس کی زرعی صنعت جس پر فرانس کے خود کاشت زمینداروں کا مدار ہے۔ لیکن اس کا نتیجہ صارفوں کے حق میں مضر اور بیش خرچ ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھیں ملکی پیداوار خریدنے میں زیادہ قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور وہ باہر سے اسی پیداوار کو زیادہ ارزاں خرید سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ملکی پیداوار اس قیمت کے لائق ہو لیکن اس حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا کہ عام صارفوں کو محض پیدا کرنے والوں یا صناعوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے نفع کی خاطر ایثار اور نقصان عظیم برداشت کرنا پڑتا ہے اور ہر صورت میں اس کا حق بجانب ہونا عامۃ الناس یعنی صارفوں کے مقابلے میں صناعوں کی مخصوص جماعت کی اضافی اہمیت پر منحصر ہے۔

لسٹ کا استدلال (۳) اسی کے مماثل وہ استدلال ہے جس کو لسٹ کا استدلال کہا جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ کسی ملک کی دولت کی پیمائش نہ صرف اس ملک کی پیدائش اور تجارت کی قدر بہ شکل زر سے کرنی چاہئے بلکہ ان مختلف النوع اشیا کی قدر بہ شکل زر کے ذریعے سے کرنی چاہئے جو اس ملک میں تیار ہوتے ہیں۔ یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ جب کوئی ملک اپنی تمام قوت کسی ایک یا دو صنعتوں کی ترقی میں صرف کرتا ہے مثلاً جیسے اشیاے خام کی برآمد تو اس کی صنعتیں بیرون مسابقت کی زد سے متاثر ہونے کی صورت میں یا اشیاے خام کی رسد کے رک جانے کے باعث جن پر برآمد کا مدار ہے وہ سخت معرض خطر میں رہتا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اگر کسی ملک کی آبادی کا بڑا حصہ کسی ایک خاص پیشے یا تجارت کی طرف مائل ہے تو ایسا صرف اس وجہ سے ہوسکتا ہے کہ اس پیشے یا تجارت میں بہ نسبت دوسرے پیشوں یا تجارت کے زیادہ نفع ملتا ہے اور اگر کوئی حکومت لوگوں کو کسی نفع بخش تجارت مثلاً مصر میں روئی کی کاشت سے باز رکھنے کی کوشش کرے تو اس کے اس فعل کو

207

حق بجانب ثابت کرنے کے لیے خاص حالات و واقعات کی ضرورت ہے۔ لیکن حکومت جو کچھ کرسکتی ہے وہ یہ ہے کہ جس وقت کسی عام اور بڑی تجارت میں تنزل کے آثار نمودار ہوں تو دوسری تجارتوں کی ترقی اور ان میں اصل و محنت کو منتقل کرنے میں ہاتھ بٹائے۔

زمانۂ جنگ کی ضروریات

(۴) پھر یہ استدلال بھی کیا جاسکتا ہے کہ بعض صنعتیں زمانۂ جنگ میں ملک کے لیے اس قدر ناگزیر ہیں کہ زمانۂ امن میں ان کی تامین ضروری ہے۔ مثلاً انگلستان کی زراعت پر بیرونی مقابلے کا اس قدر زیادہ مضر اثر پڑا کہ اس وقت ملک کی آبادی کے لیے کلیتہً اپنے پیدا کردہ اشیائے خورد و نوش پر گزر بسر کرنا عملاً ناممکن ہوگا۔ چنانچہ انگلستان اپنی غذا کی ضرورتوں مثلاً گیہوں وغیرہ کو باہر سے منگا کر پورا کرتا ہے۔ اور اگر جنگ کے زمانے میں غنیم ان اجناس کی رسد رسانی میں مزاحمت پیدا کرے تو ملک کو فاقہ کرا کے زیر کرلیا جاسکتا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ ارزاں اور انجام کار واحد موثر علاج یہ ہے کہ ایک طاقتور بحری بیڑہ قائم کیا جائے تاکہ وہ تجارتی جہازوں کی اور اس طرح بیرونی ممالک سے اجناس کی رسد رسانی کی پوری طرح حفاظت کرسکے۔ انگلستان باہر سے جو چیزیں طلب کرتا ہے ان میں صرف اشیائے خورد و نوش ہی نہیں ہیں بلکہ اشیائے خام بھی ہیں جن پر ملک کی اکثر صنعتوں کا مدار ہے۔

آلات حرب

(۵) اسی کے مماثل استدلال کا اطلاق ان صنعتوں کے بارے میں بھی کیا جاتا ہے جو براہ راست سامان جنگ تیار کرتی ہیں۔ جیسے کہ جہاز سازی اور اسلحہ سازی کے کارخانے وغیرہ۔

مفلسی مزدور

(۶) "مفلسی مزدور" کا استدلال یہ ہے کہ بہ نسبت غیر مامون ممالک کے تامین کے تحت اجرتیں عام طور سے زیادہ ہوتی ہیں۔ اور یہ کہ اشیا کی ایسے ممالک سے بلا محصول درآمد کرنا

جہاں پر اشیا نسبتاً کم اجرت پانے والے مزدوروں کے ذریعے سے تیار ہوتے ہیں یہ معنی رکھتا ہے کہ مامون ملک کے مزدوروں کو جو اجرت ادا کی جاتی ہے اس میں تخفیف ہو جائے گی اور اس کے نتیجے کے طور پر مزدوروں کی زندگی اور کارگزاری کا معیار گھٹ جائے گا۔ لیکن اس استدلال کا ازالہ ایک حد تک اس واقعے سے ہو جاتا ہے کہ مامون ممالک میں مزدوروں کی ضرورتوں کے اشیا کی قیمتیں بھی زیادہ اجرت کے تناسب کے لحاظ سے تقریباً اسی قدر زائد ہوتی ہیں۔ اس طرح مزدور کی اجرت کی اصلی قوت خرید نسبتاً بہت زیادہ نہیں ہوتی۔

بیرونی ملکوں میں ارزاں فروشی

(۷) بیرونی ممالک میں ارزاں فروشی کے خلاف جو انتقامی کارروائی کی جاتی ہے اس کی تائید میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ سچ پوچھو تو ڈمپنگ کے معنی یہ ہیں کہ ایک ملک جو اپنی صنعتوں کو بڑے پیمانے پر ترقی دینا چاہتا ہو پیدائش پر پیمانۂ کبیر کے کفایات حاصل کرنے کی غرض سے مگر اس کے رقبے کے اندر پیداوار کی فروخت کے لیے وسیع بازار موجود نہ ہونے کے باعث مجبوراً بیرونی ممالک میں سستے داموں اپنا مال فروخت کرنا ضروری خیال کرے تاکہ زائد پیداوار نکل جائے۔ اگر صنعت ملک میں مامون ہو تو یہاں وہ اپنے مصنوعات کی قیمتیں بہ شرح اعلیٰ وصول کر سکتی ہے جس سے کل پیداوار پر کافی منافع مل سکتا ہے۔ اور اس طرح صنعت اس قابل ہو سکتی ہے کہ بقیہ مال کو بیرونی ممالک میں ارزاں نرخ پر یا اعلیٰ لاگت سے کم قیمت پر فروخت کرے۔ اس قسم کا مقابلہ ان ممالک کی صنعتوں کے لیے قدرتی طور سے بہت دشوار ہوتا ہے جہاں پیداوار اس طرح ارزاں فروخت ہوتی ہے۔ لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ صرف کرنے والے بحیثیت مجموعی ارزاں قیمت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اسی کے ساتھ بعض دوسری صنعتوں میں بھی ان ارزاں اشیا کو خرید کر اور ان کو

208

بطور اشیائے خام استعمال کرکے بہت خاصا منافع حاصل کیا جا سکتا ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جن ممالک میں ارزاں اشیا اس طرح پر داخل ہوتے ہیں ان کی روک تھام کے لیے محصول لگانے میں عملاً بہت دقتیں ہیں جو اس وجہ سے اور بھی بڑھ جاتی ہیں کہ ارزاں اشیا ملک میں مسلسل داخل نہیں ہوتے بلکہ وقفہ کے ساتھ گاہے ماہے داخل ہوتے ہیں۔

ملکی صنعتوں کی تائید

(۸) یہ عام استدلال کہ ملکی صناع بیرونی صناع پر ایک لحاظ سے قابل ترجیح ہے معاشی نقطۂ نظر سے بالکل غلط ہے۔ اگر ایک صنعت اس قدر کمزور ہو کہ دوسروں کا نقصان کرکے (مثلاً صرف کرنے والوں کو زیادہ قیمت دینی پڑے) اس کو دائمی طور پر سہارا دینے کی ضرورت ہو تو ایسی صنعت کو قائم رکھنا معاشی حیثیت سے بہت بڑی غلطی ہے۔ اگر وہ صنعت سرکاری امداد اور قانونی تائین کے بغیر اپنے پیروں پر آپ کھڑی نہیں ہو سکتی تو بہتر یہ ہے کہ اس کو فنا ہونے دیا جائے، اس قسم کی امداد جو دراصل خیرات کے برابر ہے اس صورت میں حق بجانب ہو سکتی ہے جبکہ بہت ہی خاص حالات اس کے مقتضی ہوں۔

توازن تجارت

تجارت کی تائین پر سب سے بڑا اعتراض قانون توازن تجارت کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی ملک اشیا کی درآمد سے ہاتھ روک لے تو اس کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اسی کے ساتھ بعض ان اشیا کی برآمد بھی موقوف کردے جو وہ ادلے درآمد کے معاوضے میں باہر بھیجے جا رہا تھا۔ فرض کرو کہ بعض ایسے اشیا کا داخلہ ملک میں بند کرنے کی غرض سے جو بعض ملکی اشیا کے ساتھ ناگوار طریقے پر مسابقت کر رہے ہوں تجارت کی تائین کیجائے تو اس کا پہلا نتیجہ، اگر تائین موثر ثابت ہوئی، یہ ہوگا کہ اس شئے کی درآمد میں تخفیف ہو جائے گی۔ لیکن اس کا ناگزیر نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی دوسری صنعت میں بعض قسم کے اشیا کی برآمد میں بھی تخفیف ہوگی۔ دوسرے

الفاظ میں اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ایک صنعت کے فائدے سے دوسری صنعت کا نقصان ہوگا اور کوئی پیشین گوئی نہیں کرسکتا کہ یہ نتیجہ اپنے آپ کو کہاں ظاہر کرے گا۔ بہت ممکن ہے کہ یہ کسی بہت ہی غیر متوقعہ سمت میں رونما ہو۔ نتیجہ یہ کہ جب کوئی ملک ایک دفعہ تجارت کی تامین کا اصول اختیار کرتا ہے تو بعد میں چل کر عام طور سے وہ اس کو ضروری خیال کرتا ہے کہ وہ اس پر اپنے سابقہ ارادے سے بہت زیادہ دور تک عمل کرے۔ ایک صنعت کی تامین سے دوسری صنعت کو یقیناً نقصان پہونچتا ہے اور اس لحاظ سے یہ دوسری صنعت بھی تامین کی طالب ہوتی ہے، اس طرح یہ سلسلہ بہ ظاہر لامتناہی ہو جاتا ہے۔

محصول کون ادا کرتا ہے۔ لیکن تامین تجارت پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس کے نتائج پُرفریب ہوتے ہیں۔ یہ استدلال عام طور سے کیا جاتا ہے کہ تامین سے مامون ملک کو کوئی نقصان نہیں اُٹھانا پڑتا کیونکہ بیرونی مال پر جو محصول اس ملک میں وصول کیا جاتا ہے اس کے ادا کرنے والے دراصل بیرونی ممالک کے لوگ ہوتے ہیں جو مال بھیجتے ہیں نہ کہ ملک والے۔ عملی حیثیت سے یہ ایک نہایت ہی دقت طلب سوال ہے اور دراصل محصول کا بار کس پر پڑتا ہے اس کو تجربے سے قطعی طور پر ثابت کرنا ناممکن ہے۔ لیکن بہرصورت تامین کے وکیلوں کو دقت محسوس ہوئی ہے کیونکہ ان کا مقصد اولین ملکی صناع کی حفاظت کرنا ہوتا ہے اور حفاظت اسی وقت پوری طرح ہوسکتی ہے جبکہ تامین کا نتیجہ بیرونی اشیا کا داخلہ ملک میں بند کرنے کی شکل میں ظاہر ہو اور ملکی صناع کو قیمتوں میں اضافہ کرنے کا موقع ہاتھ آئے۔ لیکن اگر بیرونی صناع کا داخلہ اس طرح بند کر دیا جائے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ محصول کے ادا کرنے سے انکار کر رہا ہے۔ اس کے برعکس اگر وہ محصول کے موجود ہونے کے باوجود اپنے اشیا کا بھجوانا جاری رکھے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ (۱) یا تو بیرونی صناع نے محصول

اپنی جیب سے ادا کر دیا اور اس صورت میں رقبۂ مامون میں اس کے اشیا کی قیمت وہی رہے گی جو پہلے تھی اور ملکی صنعت کو تامین سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ یا (۲) بیرونی صناع محصول ادا کرنے سے انکار کر رہا ہے، لیکن اس نے محصول کو جزو مصارف شمار کر کے قیمت میں شامل کر دیا ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ صارف محصول ادا کر رہے ہیں۔ اس طرح تامین کے وکیل اپنے کو دو دقتوں کے درمیان (محتمل ضدین میں) گھرا ہوا پاتے ہیں یعنی اگر ملکی صناع کو فائدہ پہونچانا ہو تو وہ صرف اس طرح ہو سکتا ہے کہ صارف زیادہ قیمت ادا کریں جس میں محصول شامل ہوگا، دوسرے الفاظ میں صارفوں کو محصول ادا کرنا ہوگا۔ اگر بیرونی صناع پر محصول کا بار ڈالنا ہو تو ملکی صناع کو تامین سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ دوسرے الفاظ میں ملکی صناع کو صرف اس صورت میں فائدہ حاصل ہو سکتا ہے جبکہ ملک کے صارف نقصان برداشت کریں۔ اس استدلال کا معقول جواب یوں دیا جا سکتا ہے کہ گو جہاں بیرونی صناع محصول ادا کرتا ہے وہاں ملکی صناع کو براہ راست کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا لیکن ملک کو محصلہ آمدنی کے ذریعہ سے فائدہ پہونچتا ہے۔ لیکن اس جواب سے تامینی محصول اور عام آمدنی کے محصول کا باہمی فرق اور واضح ہوتا ہے۔ یہ بظاہر ممکن نہیں معلوم ہوتا کہ ایک محصول کے ذریعے سے دو مقصد حاصل کئے جائیں۔

210

اس بحث کے خلاصے میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اگر کسی صنعت کیلیے تامین در اصل ضروری خیال کی جاتی ہے تو اکثر صورتوں میں اس کی بہتر شکل مالی امداد کا طریقہ ہے۔ یعنی یہ کہ حکومت کسی صناع کو اس کی تجارت کے قائم یا مستحکم کرنے میں امداد کرے یا مالی مدد دے۔ اس قسم کی امداد بہ اعتبار اپنے نتائج کے بہت زیادہ موثر اور یقینی ہوتی ہے اور متعلقہ تجارت کی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلیے اس کو صحت کے ساتھ منظم کیا جا سکتا ہے۔ اور پھر امداد بجائے اسکے کہ درآمد کے لیے اور انجام کار برآمد کے لیے مضر ثابت ہو دونوں کے لیے فائدہ بخش ہوگی، برآمد کی حوصلہ افزائی لامحالہ درآمد کو بھی فروغ دیگی۔

مالی امداد

سب سے آخر میں یہ کہ امداد بالکل ظاہر اور کھلی ہوئی چیز ہے اس کی حقیقی نوعیت خود اسی کے نام سے ہویدا ہے۔ یعنی خاص مقصد کے پیش نظر ارادۃً ایثار کیا جاتا ہے۔ لیکن یہی وہ سبب ہے جس کی بنا پر یہ طرز عمل عام رواج نہیں پا سکتا۔ کیونکہ جب صرف کرنے والے دیکھتے ہیں کہ کسی دوسرے طبقے کے مفاد کی غرض سے ان سے ایثار کی درخواست کیجا رہی ہے تو وہ ایثار کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ عام طور پر خیال یہ ہوتا ہے کہ تامینی محصول کسی نہ کسی طرح بیرونی صناع کی جیب سے وصول کئے جا سکتے ہیں اور اسی خیال کی بنا پر اس پالیسی کو اختیار کرنے کے لیے اکثر لوگ بے چین ہوتے ہیں۔ جب عوام محسوس کرتے ہیں جیسا کہ امداد کی صورت میں وہ بآسانی محسوس کرتے ہیں کہ دوسروں کو جو فائدہ پہونچے گا وہ ان کو اپنی جیب سے دینا پڑے گا تو وہ امداد کی تحریک نامنظور و مسترد کر دیتے ہیں۔

جنگ عظیم کے مزید اثرات و نتائج

211

(۱) قیمتوں کا روز افزوں اضافہ (۲) سونے کے مصارف پیدایش۔
(۳) روپیہ کا مبادلہ (۴) انتفاخ (۵) زر نقد اور قرضہ یا اعتبار۔
(۶) کیا معیار طلائی کی جانب عود ممکن ہے؟ (۷) مبادلات خارجہ۔
(۸) بین الاقوامی زر کا تمدن اور جمعیۃ اقوام (۹) نظریۂ مقدار زر کا مستقبل۔

یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ تقریباً سب اہم سوالات جو زمانۂ جنگ میں رونما ہوئے اور جن کا اب حل کرنا تعمیر نو کے لیے ضروری ہے ان کا مرکز ایک سوال یعنی قیمتوں کا اضافہ ہے۔ اس اضافے کے واقعات کافی طور سے وحشت اثر ہیں۔ محکمۂ تجارت سے ۱۹۱۴ء کے نصف اول حصے کی ٹھوک فروشی کی قیمتوں کے جو انڈکس نمبر شایع ہوئے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسط ۶ء۱۳۱۱ تھا اور اس کے مقابلے میں ۱۹۱۸ء میں قیمتوں کا انڈکس نمبر بڑھ کر ۹ء۲۶۹۲

ہوگیا اس سے قبل صرف ۱۸۰۹ء میں قیمتیں سب سے زیادہ بڑھ گئی تھیں۔ یعنی انڈکس نمبر ۲۶۲ تھا اور اس وقت یہ خیال کیا جاتا تھا کہ آئندہ کبھی اس سے زیادہ اضافہ نہ ہوگا۔ یہ زمانۂ جنگ نپولین کا بدترین دور تھا۔ اسوقت نہ صرف فصلیں ماری گئی تھیں بلکہ زر کی مقدار بھی اعتدال سے بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ شکل (۱ الف) سے جنگ کے زمانے کی قیمتوں کے اضافے کی ترسیمی تشریح ہوتی ہے۔ اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ جولائی ۱۹۱۴ء کے مقابلے میں تھوک قیمتوں کی عام سطح ماہ بہ ماہ کیا رہی[1] اور اسی کے ساتھ خاص خاص قسم کے اشیا کی قیمتوں کے تغیرات کا کیا رنگ ڈھنگ رہا اور پھر ان سب کی باہمی نسبت عام سطح سے اور باہمدگر بھی معلوم ہوتی ہے[2]۔ یہ عجیب بات ہے کہ اگست ۱۹۱۸ء میں قیمتیں سب سے زیادہ اونچے نقطے پر پہونچ گئی تھیں۔ لیکن یہ بہت اغلب ہے کہ اگر جنگ کا التوا نہ ہو جاتا تو آنے والے سرمایں قیمتیں اور بھی زیادہ بڑھ جاتیں۔ نومبر سے قیمتوں میں نمایاں طور پر مگر بتدریج تخفیف شروع ہوئی اگرچہ اس میں ایک دلچسپ امر قابل ذکر یہ ہے کہ بعض اشیا کی قیمتوں میں بہت زیادہ تخفیف ہوئی اور بعض میں بہت کم لیکن اپریل ۱۹۱۹ء میں اضافے کے آثار ظاہر ہوئے اور مئی کے مہینے میں یہ اضافہ اس سے بھی زیادہ نمایاں تھا۔

معاشرتی نتائج کے قطع نظر اضافۂ قیمت کے غالباً سب سے زیادہ دلچسپ اثرات قیمتی فلزات پر پڑے۔ جنگ عظیم تاریخ میں اس کی سب سے روشن مثال پیش کرتی ہے کہ قیمتوں کے اضافے کا اثر

212

[1] دیکھو جدول (۵) اور شکل (ج)۔

[2] یہ رسالۂ اکانومسٹ کے انڈکس نمبروں پر مبنی ہے۔ دیکھو جدول (۶) جس میں بورڈ آف ٹریڈ کے خوردہ فروشی کے انڈکس نمبر بھی درج ہیں۔

[3] نیز دیکھو Report of the Committee on the cost of living of the working classes, 1918 (Cd, 8980)

سونے کے مصارف پیدائش اور اس طرح سونے کی رسد پر پڑا۔ زمانۂ قبل از جنگ کے نظر ثانی شدہ اعداد و شمار کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ سے قبل بھی سونے کی پیدائش میں رکاوٹیں پیدا ہوتی رہیں۔ لیکن جتنا جتنا جنگ کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا اور قیمتوں میں اور بھی اضافہ ہوتا گیا سونے کی پیدائش پر مضر اثر پڑنے لگا۔ رسالۂ "اکانومسٹ" میں جو اعداد و شمار شائع ہوئے ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۹۱۰ء تا ۱۹۱۴ء میں سونے کی پیداوار اوسطاً ۶ر۹۰ ملین پونڈ تھی لیکن ۱۹۱۷ء میں یہ اوسط گھٹ کر ۴ر۸۳ ملین پونڈ رہ گیا اور ۱۹۱۸ء کی پیداوار کا تخمینہ صرف بقدر ۷۲ ملین پونڈ کیا گیا ہے[1]۔

کہا جاتا ہے کہ اس تخفیف کا باعث زیادہ تر یہ تھا کہ جنگ کے باعث مصارف پیدائش یعنی مزدوروں کی اجرت اور ہر قسم کے اشیائے خام کی قیمتوں میں زیادتی ہوگئی تھی اور جنگ کے نتیجے کے طور پر مزدوروں اور آلات آتشگیر کی قلت محسوس ہو رہی تھی۔ جولائی ۱۹۱۸ء میں یہ کہا گیا تھا کہ بعض کانوں کا کام بند ہو چکا تھا، اکثر معدنوں کی پیداوار میں کمی ہوگئی تھی اور یہ بیان کیا گیا تھا کہ اگر حالات کی اصلاح نہ ہوئی تو دوسرے کانوں کو بھی بند کر دینا پڑے گا اور اس طرح ردی قسم کے کچھ دھاتوں سے جو پیداوار ہوگئی اس میں اور بھی زیادہ تخفیف ہو جائے گی۔

اس پیچیدہ سوال پر قدرتی طور سے بہت کچھ بحث مباحثہ ہوا اور ستمبر ۱۹۱۸ء میں حالات پر غور کرنے کے لیے ایک کمیشن مقرر ہوا جس نے قطعی طور پر اس مشورے کو مسترد کر دیا کہ سونا نکالنے والوں کی ایسے آڑے وقت میں سرکاری طور پر امداد کرنی چاہئے تاکہ وہ پیدائش کا سلسلہ قائم رکھ سکیں۔ اب یہ امید کیجاتی ہے کہ اختتام جنگ پر تخمی پیداوار کے بڑے

---

[1] دوسرے اعداد کے لیے دیکھو Report of the Gold Production Comitte Tabie, A

اسباب دور ہو جائینگے۔ لیکن اگر جنگ کے فوراً بعد ہی طلائی سکوں کے رواج کی طرف از سر نو رجوع کرنے کا خیال پیدا ہوا تو سونے کی رسد میں اضافہ کرنے کا سوال بہت اہمیت حاصل کر لے گا۔

جنگ سے متصل پیشتر کے زمانے میں قیمتوں کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ دلچسپ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا قیمتوں کی نمایاں تخفیف کا رجحان جو انڈکس نمبروں سے اوائل جنوری ۱۹۱۳ء سے اب تک ظاہر ہوتا ہے اس روک کا ناگزیر نتیجہ نہیں تھا جو سونے کی زائد پیداوار پر جس میں اب مستقل کمی ہو گئی ہے قائم کی گئی تھی؟ کیا قیمتوں میں مزید تخفیف کا یہ آغاز اس لیے ہوا کہ دوبارہ یہ ثابت ہو جائے کہ نظریۂ مقدار زر صداقت پر مبنی ہے جیسا کہ جنگ سے پہلے صحیح تھا؟

سونے کی مقدار میں کمی ہو جانے کا جو اثر ظاہر ہوا اس سے کہیں زیادہ مایوس کن اثر چاندی کی قیمت کے اضافے سے روپیہ کے مبادلے میں رونما ہوا۔ جب ۱۸۹۳ء میں ہندوستان کے دار الضرب بند کر دیے گئے تو (۱) شلنگ (۴) پنس یا تقریباً (۴۲) پنس فی اونس کی شرح جو باقاعدہ و منظم مبادلات کے نصب العین کے طور پر مقرر کی گئی تھی بازاری قدر سے بہت خاص زیادہ تھی لیکن فوراً ہی بعد میں بازاری قدر بہت زیادہ گھٹ گئی۔ اس زمانے میں کسی ایسے شخص کا دریافت کرنا بہت مشکل ہوتا جو یہ پیشین گوئی کرنے کی کافی صلاحیت رکھتا کہ آیندہ چل کر چاندی کی قیمت کبھی اس عدد سے اوپر بڑھ جائے گی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ۱۸۹۴ء سے ۱۹۱۳ء تک چاندی کی قیمت اوسطاً ۲۷½ پنس رہی۔ لیکن ستمبر ۱۹۱۷ء میں قیمت ۵۵ پنس ہو گئی اور اگرچہ یہ قیمت قائم نہیں رہی مگر پھر بھی اتنی زیادہ تھی کہ تمام دنیا کے چاندی کے سکوں کے حالات میں خاص بدنظمی پیدا کرنے کے لیے کافی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ جنگ کے زمانے میں چاندی کی مانگ کثیر تھی اور رسد کی قلت تھی اور زیادہ تر اسی سبب سے اسکی قیمت میں

213

اضافہ ہوگیا تھا لیکن بحالت موجودہ یہ معلوم کرنا بہت قبل از وقت ہوگا کہ چاندی کے اُن کثیر المقدار محفوظ ذخیروں کی حد تک کیا اثرات رونما ہوئے جیسے کہ امریکہ میں چاندی کے ڈالروں کی صداقت نامہ کے مقابلے میں قائم کئے گئے تھے علیٰ ہذا القیاس فرانس کے پانچ فرانک کے سکوں کے ذخائر پر کیا اثرات مترتب ہوئے۔ موقع سے فائدہ اُٹھاکر بادل ناخواستہ ان کثیر المقدار ذخیروں کو خالی کیا گیا اور اس سے حالات کی سنبھال میں بڑی حد تک مدد ملی ۱۹۱۸ء میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کی حکومت اپنے ڈالروں کو ایک اونس فی ڈالر کی قیمت کے حساب سے فروخت کرنے کی مجاز کی گئی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مدت تک چاندی کی قیمت کم وبیش اسی کے قریب قریب ثبات پذیر رہی۔ لیکن مئی ۱۹۱۹ء میں جیسے ہی کہ حکومت کی یہ نگرانی اُٹھالی گئی چاندی کی قیمت فوراً بڑھ کر (۵۸) پنس فی اونس ہوگئی۔

روپیہ کے مبادلے پر اس کا یقیناً بہت برا اثر پڑا اور حکومت ہند متبدلہ حالات محسوس کرنے پر مجبور ہوگئی۔ چنانچہ اس نے روپیہ کی شرح کونسل ڈرافٹ کے لیے پہلے دو شلنگ (۶) پنس اور بعد میں (۱) شلنگ (۸) پنس مقرر کی۔ لیکن یہ پیشین گوئی کرنا کہ اس کا ہندوستان کے مبادلات پر اور روپیہ کی قدر و قیمت پر مستقل اثر کیا پڑے گا بہت قبل از وقت ہوگا۔

قیمتوں کے اضافے کے مضر نتائج کو دیکھتے ہوئے اس کے اسباب کے متعلق بحث مباحثہ ہونا ایک قدرتی امر تھا کیونکہ قیمتوں میں روز افزوں اضافہ ہورہا تھا۔ انتفاخ کے دبستان کا انتہائی خیال یہ تھا کہ اضافۂ قیمت کا باعث کلیۃً نہ سہی مگر زیادہ تر مالی اسباب تھے اور بعضوں نے بڑھکر یہاں تک رائے زنی کی کہ اس سب خرابی کی اصلی اور متصل وجہ کاغذی زر کا زائد اجرا تھی۔ مگر زیادہ عام خیال یہ تھا کہ انتفاخ کسی نامعلوم یا غیر طریقے پر حکومت کے مالی طرز عمل کا نتیجہ تھا۔ چونکہ یہ خیال عام طور پر مسلم ہے اس لیے اس کی واجبی اہمیت

214

سمجھنے کے لیے اس کی تفصیلی تشریح مناسب ہوگی۔

یہاں اعتبار کے انتفاخ سے کے معنی یہ ہیں کہ جنگی ضرورتوں کو پورا کرنے کی غرض سے حکومت کے بہت زیادہ مقدار میں مصنوعی طریقے پر قوت خرید مہیا کر لینے کے باعث اشیا کی موثر طلب میں ناواجب اضافہ ہوگیا ہے اور اس طرح اشیا کی قیمتیں غیر ضروری طور سے اوپر چڑھ گئی ہیں۔ معاملے کی اصل اس واقعہ میں مضمر ہے کہ جنگ حکومت کے لیے ہر قسم کے اشیا اور خدمات کی کثیر طلب پیدا کرتی ہے اور ان اشیا اور خدمات پر کسی طرح دسترس حاصل کرنا اس کے لیے ضروری ہے۔ امن کے زمانے میں حکومت جو خدمات انجام دیتی ہے ان کا معاوضہ وہ افراد کی آمدنی کے ایک حصے سے وصول کرتی ہے اور یہ حصہ زیادہ تر محصول کی شکل میں لیا جاتا ہے۔ گویا وہ افراد کی قوت خرید کا ایک حصہ اپنے اغراض و مقاصد کے کام میں لاتی ہے۔ لیکن اس سے بحیثیت مجموعی قوت خرید میں اضافہ نہیں ہوتا کیونکہ حکومت کو جو کچھ ملتا ہے وہ افراد کی جیبوں سے ملتا ہے۔ لیکن غیر معمولی اور کثیر اخراجات جنگ کی وجہ سے حکومت کو زمانۂ جنگ میں محض محصول سے مصارف پورے کرنے میں ہمیشہ دقت ہوتی ہے۔ مصارف کا بوجھ اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ فوری محصول عائد کر کے ان سب کو پورا کرنا ممکن نہیں ہوتا خواہ محصول کا بار ایک نسل پر بھی ڈالنا مناسب و منصفانہ کیوں نہ ہو۔ اور یہ بات ہمیشہ تسلیم کی گئی ہے کہ مصارف جنگ کے بڑے حصے کو محصول کے بجائے قرضہ حاصل کر کے پورا کرنا ناگزیر ہے۔ مگر اس کے بعد بھی یہ انتظام ممکن ہوسکتا ہے کہ قرضہ اس طرح حاصل کیا جائے کہ قوت خرید جو قرضے کے ذریعہ سے عوام سے منتقل ہو کر حکومت کے ہاتھ میں آجاتی ہے قرضہ دہندوں کی جیبوں سے وصول کیجائے۔ اس طرح اس کے بالمقابل عوام کی ذاتی قوت خرید میں کمی ہو جائیگی۔ اگر ایسا ممکن ہوا تو پھر انتفاخ سے کے رونما ہونے کی کوئی وجہ باقی نہ رہے گی۔

لیکن موجودہ جنگ کے عدیم المثال پیمانے اور پھیلاؤ کے باعث شروع ہی سے یہ امر بدیہی معلوم ہوتا تھا کہ اس میں محصول اور قرضوں کا باہمی تناسب بہ نسبت سابقہ صورتوں کے لازمی طور سے بہت مختلف رہے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اخراجات کا پیمانہ بھی اس قدر عظیم الشان تھا کہ ابتدأً اتنی کثیر رقوم کا معمولی قرضوں کے ذریعہ سے حاصل کرنا تقریباً ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ اور اسی کے ساتھ جنگ کے ابتدائی مہینوں میں بنک کاری کی دنیا کی صورت حالات نے دوسرے تدابیر اختیار کرنے کا موقع بہم پہونچایا۔ جب مالی آفت کا پہلا دباؤ کم ہوا تو یہ بات ظاہر ہوئی کہ ملک کے روزمرہ کے معمولی سیول کاروبار میں بری طرح رکاوٹ پیدا ہوگئی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام کی امانت کی رقمیں جن کو بنک اپنے معمولی بٹہ وغیرہ کے کاروبار میں لگا سکتے تھے معمولی تناسب سے کم ہوگئیں۔ پس جب ۱۹۱۵ء کے آغاز میں حکومت نے (۳۵۰۰۰۰۰۰۰) پونڈ کا پہلا بڑا قرضہ حاصل کیا تو یہ امر بظاہر قدرتی اور بالکل ناقابل تنقید معلوم ہوا کہ بنک اپنے زائد اثاثے کے ایک جزو کو بطور خود قرضے کے تمسکات کثیر مقدار میں خریدنے کے کام میں لائیں۔ کہا جاتا ہے کہ بنکوں کو ایسا طرز عمل اختیار کرنے کی سرکاری طور سے فہمائش کی گئی تھی۔ لیکن اس طریقے سے اخراجات جنگ کا انتظام کرنے کے جو نتائج رونما ہوے ان کو اوس وقت محسوس یا تسلیم نہیں کیا گیا۔

جب حکومت کسی فرد سے محصول یا قرضے کی صورت میں زر وصول کرتی ہے تو یہ رقم اس کی بنک میں جمع کردہ امانت سے منتقل ہوکر حکومت کے حساب میں جمع ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد حکومت چکوں کے ذریعے بنکوں سے رقوم حاصل کرتی ہے اور اپنے لین داروں اور تاجروں کے مطالبات چکاتی ہے اور لین داران چکوں کو مناسب موقع سے اپنے بنکوں میں بھیجکر منابعہ رقمیں اپنے حساب میں جمع کرا لیتے ہیں۔ اسطرح

دائرہ مکمل ہو جاتا ہے اور بنک کی امانتوں کی مجموعی مقدار میں اضافہ نہیں ہونے پاتا لیکن اگر حکومت براہ راست بنکوں سے اس طرح قرضہ حاصل کر کے اپنے حساب میں اتنی رقم جمع کرا لے کہ کسی دوسرے شخص کی امانتوں سے اس رقم کے منہا ہونے کی نوبت نہ آئے اور اس کے بعد اس قرضہ سے لین داروں کے مطالبات حسب سابق پورا کرنا شروع کر دے تو یہ نقد مکمل پر واپس ہوگا اور اُنکی امانتوں میں اضافہ کر دیگا۔ اور جتنی طویل مدت تک یہ عمل جاری رہیگا اتنی ہی ان مجموعی امانتوں کی مقدار زیادہ ہوتی جائیگی چنانچہ جنگ کے زمانے میں حقیقتاً یہی ہوا اور جدول (۹) میں بنک کاری کے جو اعداد و شمار درج ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کے زمانے میں امانتوں کی مجموعی مقدار غیر معمولی طور سے بہت بڑھ گئی تھی[ا]۔ لیکن یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اگر جنگ نہ ہوتی تو امانتوں میں اسی طرح اضافہ ہوتا رہتا جس طرح ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔ لیکن جنگ کے زمانے میں جو اضافہ ہوا وہ بہت زیادہ سریع تھا پھر بھی یہ فرض کرنا بہت خطرناک ہوگا کہ اعتبار کا یہ غیر معمولی اضافہ لازمی طور سے سب کا سب انتفاخ تھا۔ اس واقعے کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ جنگ کے زمانے میں اشیا بشمول جنگی سامان زیادہ مقدار میں تیار ہوئے اور یہ کہ زائد اشیا کی تیاری کے مصارف کو زائد زر کی فراہمی مستلزم ہے۔ چنانچہ زمانۂ جنگ کی زر کی ضرورتوں کے سلسلے میں اس کا ذکر کیا جا چکا ہے اور اس کا اطلاق اعتباری سہولتوں پر بھی اسی طریقے سے ہوتا ہے۔ لیکن اس کا کافی لحاظ کرنے کے بعد بھی یہ حقیقت کہ امانتوں میں اضافہ ہوا اور اس کا باعث انتفاخ کے سوا کچھ نہ تھا واضح طور سے قائم رہتی ہے۔ یہ معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ بنکوں کے حسابات کی متعدد مدوں میں

ا۔ دیکھو رابرٹ سن کی کتاب جس میں اعداد و شمار بہ حساب فی صد اور شکلیں درج و منسلک ہیں۔

State Credit and Banking during the war and after.

جو جدول (۹) ضمیمہ میں درج ہیں، یہ اضافہ کس طرح رو نما ہوتا ہے۔ اس حالت کا خلاصہ حسب ذیل پیش کیا جا سکتا ہے:۔

بنک کے کاروبار کے اعداد و شمار

۱۹۰۸ء ۔ ۱۹۱۳ء ۔ ۱۹۱۸ء

(بحساب ملین پونڈ)

	۱۹۰۸ء	۱۹۱۳ء	۱۹۰۸ء کے مقابلے میں فیصد	۱۹۱۸ء: تخمینی میزان [له]	۱۹۱۸ء: حقیقی میزان	۱۹۱۸ء: ۱۹۱۳ء کے مقابلے میں حقیقی اضافہ	۱۹۱۸ء: تخمینی غیر معمولی اضافہ
اصل اور سرمایہ محفوظ	۱۳۱	۱۳۲	—	۱۳۳	۱۴۳	۱۱	۱۰
امانت	۹۲۶	۱۱۰۴	۱۲۰	۱۳۲۵	۲۱۶۱	۱۰۵۷	۸۳۶
اصل کا فیصد	۷۱۰	۸۷۰	—	۱۰۰۰۰	۱۵۲۰	—	—
نقد اور عند الطلب قرضے	۲۶۹	۳۲۸	۱۲۲	۴۰۰	۶۹۱	۳۶۳	۲۹۱
امانت کا فیصد	۲۸٫۰	۲۹٫۷	—	۳۰٫۰	۳۲٫۱	۳۴٫۳	۳۴٫۱
مشاغل اصل	۲۳۱	۲۲۳	—	۲۴۲	۶۰۹	۳۸۶	۳۶۷
امانت کا فیصد	۲۵٫۰	۲۰٫۲	—	۱۸٫۳	۲۸٫۱	۳۶٫۵	۴۳٫۹
بٹہ	۵۹۹	۷۳۶	۱۲۳	۹۰۵	۱۱۱۷	۳۸۱	۲۱۲
امانت کا فیصد	۶۴٫۵	۶۶٫۵	—	۶۸٫۲	۵۱٫۶	۳۶٫۲	۲۵٫۳
میزان	۱۰۹۹	۱۲۸۷	—	۱۵۴۷	۲۴۱۷	۱۱۳۰	۸۷۰
امانت کا فیصد	۱۱۸٫۸	۱۱۶٫۴	—	۱۱۶٫۵	۱۱۱٫۸	۱۰۷٫۱	۱۰۳٫۹
اصل کی زیادتی امانتوں پر	۱۷۳	۱۸۳	—	۲۲۲	۲۵۶	۷۳	۳۴
سکھانے گھر کا لین دین	۱۲۱۲۰	۱۶۴۳۶	۱۳۶	۲۲۳۵۳	۲۱۱۹۷	۴۷۶۱	۱۱۵۶
اجرائے بنک نوٹ	۴۴	۴۷	۱۰۷	۵۰	۱۲۶	۷۹	۷۶

له۔ تخمینی میزان یہ فرض کر کے نکالی گئی کہ اضافے کی شرح ۱۹۱۳ء تا ۱۹۱۸ء میں وہی ہوگی جو ۱۹۰۸ء تا ۱۹۱۳ء میں تھی۔ مشاغل کی صورت میں اس کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا اور جو عدد لیا گیا ہے وہ اس مفروضے پر مبنی ہے کہ امانتوں کے مقابلے میں مشاغل اصل کا فیصد اسی شرح سے گھٹتا جاتا جس شرح سے وہ ۱۸۹۵ء کے بعد سے گھٹتا رہا ہے۔ ۱۹۰۸ء تا ۱۹۱۳ء میں جو تخفیف ہوئی وہ خاص طور سے سریع تھی۔

پس ان اعداد و شمار سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر چہ اعتبار کا کسی حد تک انتفاخ ہوا مگر وہ اس قدر زیادہ نہیں ہوا جس قدر کہ اکثر اشخاص کا خیال تھا اور وہ یقیناً اضافۂ قیمت کی واحد اور اصلی وجہ نہ تھا۔ یہ سوال اپنے فروع اور شاخوں کے لحاظ سے اس قدر وسیع اور عمیق ہے کہ اس کی تفصیلی بحث یہاں ممکن نہیں۔ لیکن یہ ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ حکومت نے اخراجات جنگ کی تکمیل کا جو متذکرۂ بالا طریقہ اختیار کیا تھا وہ جنگ کے بالکل ابتدائی زمانے ہی میں ترک کر دیا اور ۱۹۱۷ء کے بعد سے عوام سے معمولی طریق پر جنگی تمسکات وغیرہ[1] کی شکل میں قرضہ حاصل کرنے لگی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ۱۹۱۷ء کے موسم خزاں میں مسلح موٹروں (Tanks) کے حملوں میں متحدین کو جو کامیابی حاصل ہوئی بس یہیں سے حکومت کے جنگی مصارف کو پورا کرنے کے طریقوں میں تبدیلی شروع ہوگئی[2]۔ پھر بھی اعتبار کے انتفاخ کا سلسلہ کم از کم اگست ۱۹۱۸ء تک جاری رہا اور غالباً اختتام جنگ تک بڑھتا رہتا اگر ۱۹۱۸ء تا ۱۹۱۹ء کے سرما تک جنگ قائم رہتی۔ مگر پھر بھی اضافہ قیمت کے سبب کے بارے میں جو بحث درپیش ہے اس کی اہمیت کی ساری بنیاد اس اثر میں مضمر ہے جو یہ بحث مستقبل پر ڈالے گی۔ رفع انتفاخ یا اعدام انتفاخ کی صورت میں کیا ہوگا؟ اب تک قیمتوں کے اضافے سے سابقہ رہا اور ہم ایک حد تک اس کے عادی و خوگر ہوگئے ہیں۔ بہ حالت موجودہ اگر قیمتیں یکایک کم ہو کر زمانۂ قبل از جنگ کی سطح کے قریب قریب آ جائیں تو یہ تخفیف ویسی ہی نقصان رساں ہوگی جیسے کہ

---

[1] War Bands and War savings certificates

[2] لیکن ہنڈیات خزانہ کے ذریعے سے عام بنکوں سے اور معمولی وینز اینڈ مینس اڈ وانسز کے طور پر بنک آف انگلینڈ سے حکومت پورے جنگ کے زمانے میں قرضے حاصل کرتی رہی اور اب بھی بہت بڑی مقدار اسی طریقے پہ لے رہی ہے۔

اضافہ تھا۔ کیونکہ اس سے اعتبار اور اعتماد کو بہت سخت صدمہ پہونچے گا۔ اور التوائے جنگ کے بعد انگریزی صنعتوں پر حالت جمود کا جو غیر معمولی دورہ پڑا اس میں ہمیں اسکے خطرے کا کافی ثبوت بہم پہونچ چکا ہے۔ اس وقت ہر شخص کو یہ خطرہ دامنگیر تھا یا یہ توقع تھی کہ قیمتیں گھٹ جائیں گی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مال کی فرمائشیں بہت کم بھیجی گئیں اور اسی کے باعث تجارت کا بازار جو سرد ہوا وہی بدترین چیز تھی جو رونما ہوسکتی تھی۔ اسکے عواقب و نتائج اکثر صورتوں میں اب بھی سخت نقصان رساں ثابت ہوسکتے ہیں۔

218

مستقبل قریب کے لئے عملی سوال یہ ہے کہ طلائی سکوں اور زر کاغذی کے بارے میں کونسا طرز عمل اختیار کیا جائیگا؟ انگلستان میں اس وقت بھی ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں جو پانچ سال کے تجربے کے بعد بھی زر کاغذی کو استعمال کرنے کے خوگر نہیں ہوئے ہیں اور اکثر انگریز اس امر کا اعتراف کرنے والے ملینگے جو سونے کے سکوں کی رجعت دیکھنے کے خواہاں ہونگے۔ علاوہ بریں انتفاخ زر کے انتہائی مخالفین بھی ہیں جو اضافہ قیمت کا اصلی باعث زر کاغذی کو قرار دیتے ہیں اور اس پر تلے بیٹھے ہیں کہ جس دن صلحنامہ پر دستخط ہوں اسی دن کاغذی زر کو بہ یک قلم کالعدم کردیں۔ لیکن مالی معاملات میں اس طرح عجلت سے کام نہیں لیا جاسکتا۔ جب جنگ نپولین ختم ہوئی تو عدم ادائے طلا کے طریقے کو روکنے میں سات سال لگے اور انگریزی نوٹوں کو رواج سے خارج کرنیکی کوشش کی گئی تو غالباً اب کم از کم اتنا ہی عرصہ درکار ہوگا۔

سب سے پہلی مشکل یہ ہے کہ جتنے نوٹ انگلستان میں رائج ہیں انکی بازیابی کرنیکے واسطے سونے کی کافی مقدار ہی موجود نہیں ہے اور اس سے پیشتر کہ ان کے بجائے کوئی اور سکہ جاری کیا جائے یا ہم کم مقدار میں زر استعمال کرنے کے قابل ہوں زر کاغذی کو رواج سے ہٹانا مجنونانہ حرکت ہوگی۔ آیندہ ایک یا دو سال میں سب سے پہلے یہ کوشش کرنی چاہیے کہ کسی طرح سب اشیا کی قلت رفع ہو جائے کیونکہ یہی قلت

ساری خرابی کی جڑ تھی۔ اور اسکے بعد ایک طرف تو یہ انتظام کرنا چاہیئے کہ کوئی ایسی بات نہ ہونے پائے جسکا نتیجہ مزید انتفاخ کی شکل میں ظاہر ہو اور دوسری طرف جلد بازی سے کام لیکر کسی ایسے طریقے پر کاربند نہ ہونا چاہیئے جس سے رفع یا اعدام انتفاخ رونما ہو۔ اس میں شک نہیں کہ قیمتوں میں کمی ہونا ضروری ہے اور جتنا جلد ایسا ہو اتنا ہی اچھا ہوگا۔ اور یہ کمی یقیناً اسی وقت ہوگی جبکہ معمولی روزمرہ کے کام میں آنیوالے اشیا کی رسد میں دوبارہ اضافہ ہو جائیگا۔ لیکن موجودہ حالت میں سب سے پہلے جو کام کرنا ہے وہ یہ ہے کہ پیدائش اشیا کو فروغ دیا جائے جہاں تک ممکن ہو زیادہ اشیا تیار کرنے کی کوشش کیجائے اور اگر اس کے لئے کچھ اور مزید عرصے تک گرانی کو برداشت کرنا پڑے تو یہ صورت یقیناً اس حالت سے بدرجہا زیادہ بہتر ہوگی جس میں صناع سریع ارزانی کے خوف سے تخفیف پیدائش کے خطرات مول لیں۔

طلائی سکوں پر عود کر آنے کے سوال سے ایک دوسرا دقت طلب سوال پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ کیا انگلستان کو تجارت خارجہ کے تعلقات کی حد تک سونے کے استعمال پر عود کرنا پڑے گا؟ کیا انگلستان کو اپنی قدیم قابل رشک حیثیت دوبارہ اختیار کرکے دنیا کا واحد آزاد طلا کا بازار بننا ہوگا اور اس طرح اپنے محفوظ سرمایہ طلا کو تمام دنیا کے لئے عام طور پر کھلا رکھنا ہوگا؟ ایسا کرنے میں جو دقت ہے اس کا باعث یہ ہے کہ بین الاقوامی قرضداری کی حد تک انگلستان کی حیثیت بدل گئی ہے۔ اس بارے میں بہت کچھ مبالغہ کیا جاتا ہے اور بعضوں کا خیال ہے کہ اس وقت بجائے لین دار ملک ہونے کے انگلستان دیندار اور متقروض ملک ہوگیا ہے۔ گر یہ سراسر غلط اور مہمل ہے۔ انگلستان کے جو مطالبات جنگ سے قبل بیرونی ممالک کو (۳۰۰۰) ملین پونڈ سے زائد قرضہ دینے کے سلسلے میں قائم تھے ان میں غالباً (۱۰۰۰) ملین پونڈ سے زائد کمی نہیں ہوئی ہے۔ لیکن بات اصل میں یہ ہے کہ اس کے دیندار بدل گئے ہیں اور اب ایسے ممالک اس کے لین دار بن گئے ہیں جو پہلے اس کے دیندار تھے۔ مزید برآں انگلستان کے

اکثر دیندار وں کی مالی حیثیت بحالت موجودہ ایسی ہے کہ ان سے قرضے کی واپسی کی توقع مشتبہ ہے ۔ اس طرح ابھی کم از کم ایک عرصے تک انگلستان کا توازن تجارت جہاں تک اس غیر مشہود برآمد کا تعلق ہے اس قدر موافق نہیں ہو سکتا جس قدر وہ جنگ سے قبل تھا۔ اس لحاظ سے اگر کوئی لین دار اپنے قرضے کی واپسی کا مطالبہ کر بیٹھے اور ادائے طلبا بلا اصرار کرے تو لندن کے زر کے بازار کے لئے بڑی دشواری پیش آسکتی ہے۔ لیکن جنگ نے اس بارے میں کچھ سبق سکھا دیا ہے۔ سب سے پہلے تو ہم کو یہ معلوم ہوا کہ کبھی سونے کی حیثیت بین الاقوامی قرضداری کی قلیل سی عارضی زیادتی کو ادا کر دینے کے ذریعے کے سوا کچھ تھی ہی نہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جس وقت ہم نے یہ کہا تھا کہ سونا تجارت خارجہ کا غیر مشہود منتظم ہے تو ہمیں یہ خیال کرنے کی ترغیب ہوتی ہے کہ ہم نے سونے کی اہمیت کے بارے میں مبالغہ کیا تھا۔ کیا دراصل اس کی حقیقت اس بارپیما سے زیادہ تھی جو محض تجارت کے رُخ یا سمت کو بتلاتا تھا اور اس طرح ہمیں متنبہ کرتا تھا کہ متبدلہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری تدابیر اختیار کریں؟ کیونکہ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ قانون توازن تجارت یہی تھا کہ درآمد برآمد کی قیمت ادا کرے اور برآمد درآمد کی قیمت ادا کرے ۔ قوموں کے مابین اشیا اور خدمات کی تجارت ہوتی ہے۔ اگر کسی ملک کو یہ معلوم ہو کہ توازن عارضی طور پر اس کے مخالف ہے تو اس کا ازالہ کرنے کے متعدد طریقے ہو سکتے ہیں۔ وہ زیادہ اشیا برآمد کر سکتا ہے لیکن یہ طول عمل ہے۔ وہ تمسکات فروخت کر سکتا ہے یعنی وہ ان دستاویزات کو جو زر کی نمائندگی کرتے ہیں اور جو اس نے قرض گیر ملکوں سے حاصل کئے تھے ان ملکوں کو واپس کر سکتا ہے جو اب اس کے لین دار بن رہے ہیں۔ یا سیدھا سادھا طریقہ یہ ہے کہ وہ ان لین داروں سے (یا کسی اور سے) قرضہ طلب کرے اور اس سے اپنی نئی قرضداری

صاف کر دے۔ لیکن وہ صرف ایک چیز نہیں کر سکتا اور وہ یہ کہ وہ اپنے قرضوں کو طلا کی صورت میں ادا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اولاً تو کسی ملک کے پاس طلا اتنی کافی مقدار میں نہیں ہوتا کہ وہ اپنی ضرورتیں پوری کرنیکے بعد بقیہ کو دوسروں کے حوالے کر سکے۔ وہ صرف گاہے ما ہے اور قلیل مقدار کی حد تک البتہ ایسا کر سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ کوئی ملک یہ نہیں چاہتا کہ اس کے مطالبات طلا کی صورت میں ادا کئے جائیں، چنانچہ جنگ کے تجربے کے بعد ہمیں یہ تسلیم کرنے کا موقع ملا۔ اکثر غیر جانبدار ممالک نے اور جنگ میں شریک ہونے سے قبل امریکہ نے بھی زمانۂ جنگ میں یہ محسوس کیا کہ طلا کا بڑی مقدار میں درآمد کرنا کسقدر تکلیف دہ اور دقت طلب ہو سکتا ہے اور ملک کی حقیقی ضرورتوں یعنی آلۂ مبادلہ اور سرمایۂ محفوظ کے کاموں کو پورا کرنے کے بعد سونے کا کثیر المقدار ذخیرہ پڑا رہے تو وہ کس قدر بے کار اور غیر منفعت بخش ہے۔ اس کا قرینہ نہیں معلوم ہوتا کہ جنگ کے بعد امریکہ کی ریاستیں بے کار "دولت" کے ان بیش خرچ ذخائر میں مزید اضافہ کرنے کے لیے فکر مند ہونگی۔

جنگ کے بعد کے زر اور مبادلات خارجہ کے سوالات پر غور کرنے کے لیے جو کمیٹی[1] مقرر ہوئی اس نے اپنے اجلاس کے دوران میں پہلی رپورٹ میں معیار طلا پر بہ عجلت ممکنہ عود کر آنے کی ضرورت پر زور دیا مگر اپریل ۱۹۱۹ء میں دور اندیشی کی بنا پر انگلستان سے طلا کی برآمد ممنوع قرار دی گئی۔ اس لحاظ سے وقت کے وقت اس واقعے کی بنا پر انگلستان کے سر سے بلا ٹل گئی کہ نہ صرف انگلستان بلکہ کوئی اور ملک بھی اگر طلا کی جانب فوراً عود کرنا چاہے تو

---

[1] Committee on currency and foreign exchanges after the war (CD 9182)

نہیں کر سکتا تھا۔ جب انگلستان کی صنعتیں پھر اپنے پیروں پر بخوبی کھڑے ہونیکے قابل بن جائیں گی اس وقت ہم کو یہ جانچنے کا زیادہ بہتر موقع ملسکیگا کہ آیا سونے کے کھلے بازار کا خطرہ سر پہ لیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ لیکن اساسی واقعہ جو یاد رکھنے کے قابل ہے یہ ہے کہ دنیا انگلستان سے سونے کی طالب نہیں ہے بلکہ اشیا کی طالب ہے۔ اگر انگلستان کے مصنوعات کی مقدار دوبارہ زمانہ قبل از جنگ کی سطح پر آجائے یا اس میں اضافہ ہو سکے تو اس وقت انگلستان اس قابل ہوگا کہ اپنے اعتباری نظام کے ذریعے سے سب اشیائے درآمد کی قیمت جس کو وہ وہ فوراً ادا نہیں کر سکتا ادا کر سکے۔ امریکہ اور یورپ کے صرافوں میں اپریل ۱۹۱۹ء میں تمسکات کی قیمت کو گرنے یا بڑھنے سے روکنے کیلئے مقررہ قیمت پر آزادانہ خرید و فروخت کرنے کے طریقے کو موقوف کیا گیا وہ ایک نہایت تردد پیدا کرنیوالا عمل تھا۔ مگر یہ دشواری وقت خاموشی کے ساتھ رفع ہوگئی۔ اور یہ امید کیجاسکتی ہے کہ جب طلا کی برآمد کی ممانعت ہٹا لینے کا وقت آئیگا تو یہ ثابت ہو جائیگا کہ ان مشکلات کو کس قدر مبالغے کیساتھ بیان کیا گیا تھا۔

221

لیکن جہاں متذکرۂ بالا استدلال سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خزانے کے نوٹوں کو رواج سے ہٹانے کے بارے میں کوئی فوری یا شدید کاروائی کرنا سردست ضروری یا ممکن نہیں ہے وہیں اس امر کا اطمینان کرلینے کے بارے میں بھی احتیاط برتنی ضروری ہے کہ انتفاخ کی عادت ہم پر مسلط نہ ہو جائے۔ یہ امر کسی قدر انتشار و بے چینی پیدا کرنیوالا ہے کہ کرسمس ۱۹۱۸ء کے بعد سے ایک مدت تک نیم زر کاغذ کی مقدار میں بتدریج اضافہ ہونے لگا[1] ایسی حالت میں جبکہ جنگ ملتوی ہوگئی تھی،

[1] دیکھو جدول (۱۷)۔ ضمیمہ۔

فوجوں کا بڑا حصہ برخاست کر دیا گیا تھا، اسلحہ سازی کے کارخانوں میں کام کم ہوگیا تھا اور اسی کے ساتھ ساتھ قیمتوں میں بھی تخفیف شروع ہوگئی ہے زر کاغذی کی زائد مقدار کے جاری و برقرار رکھنے کی توجیہہ و تاویل بظاہر مشکل معلوم ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ بنکوں پر آزادانہ طور سے نوٹ جاری کرنے کے بارے میں کچھ بندش عائد کرنا ضروری ہو اور یہ جبری تخفیف کے خیال سے نہیں بلکہ زیادہ تر اس امر کی یاد دھانی کے طور پر کہ خود زر کاغذ فی نفسہ پسندیدہ شئے نہیں ہے اور اس کو ضرورت کے حدود کے اندر قطعی طور سے رکھنا ضروری ہے۔ نوٹوں کے اجرا کا کام اب تک زیادہ تر بنکوں کے ہاتھ میں رہا جو اپنی ضرورتوں کے لحاظ سے نوٹ جاری کرتے رہے لیکن ممکن ہے کہ ان نوٹوں کے اجرا پر کچھ بندشیں قائم کر کے مثلاً جتنے نوٹ جاری کئے جائیں ان کا (۱۰) فی صد طلائی صورت میں رکھنے کی شرط قائم کر کے حقیقی ضرورتوں کو جانچنا ضروری ہو۔ اگر اس طریقے سے عمدہ نتائج پیدا ہوئے تو اس تناسب میں رفتہ رفتہ اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

مبادلات خارجہ مبادلات خارجہ کے سوال کے متعلق دو اور نکات کا بیان کرنا یہاں مناسب ہے۔ پہلی بات یہ کہ اثنائے جنگ میں انگلستان کے بڑے بڑے سرمایہ مشترک والے بنکوں نے کاروبار میں بہت بڑا نمایاں حصہ لیا، ان میں سے اکثر بنکوں نے اب بیرونی ممالک میں قطعی طور سے اپنی شاخیں کھول دی ہیں ان اغراض کے لیے جن کی وہ دوسروں کے ساتھ ملکر نگرانی کرنا چاہتے یا نئے ادارے قائم کر لیے ہیں۔ اس بارے میں کہ آیا اس قسم کی تحریک مناسب ہے یا نہیں مختلف خیال قائم کئے جا سکتے ہیں، لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ زمانۂ مستقبل میں بنکوں کے بین الاقوامی کاروبار کی ترقی میں یہ تحریک بہت نمایاں حصہ لیگی۔

222

دوسرے یہ کہ ۱۹۱۸ء میں ایک بالکل نیا اصول یہ قائم کیا گیا کہ لندن کے بنکوں میں انگلستان اور بیرونی ممالک کے باشندوں کو زرِ امانت پر دو مختلف شرحوں سے سود ادا کیا جاتا تھا۔ اس اصول کا مقصد یہ تھا کہ انگلستان کے زر کے بازار پر یہ تعزیری پابندی عائد کئے بغیر کہ وہ بھی جبراً اعلیٰ شرح عام طور سے رائج کرے، بیرونی جمع کرنے والوں کو اعلیٰ شرح دیکر ترغیب دی جائے کہ وہ اپنا زر لندن میں جمع کریں اور یہ اصول بظاہر "ارزاں زر" کی پالیسی کے سلسلے میں اختیار کیا گیا تھا جو ۱۹۱۷ء میں چلکر مقبول ہوئی اور جو "گراں زر" کے اس نظرئے کے ردعمل کے طور پر صورت پذیر ہوئی تھی جو ۱۹۱۵ء سے میدان پر چھایا ہوا تھا۔ بہرحال وہ ایک نہایت ہی دلچسپ تجربہ تھا مگر اس میں ہمیشہ شبہ رہا کہ آیا اس کو امن کے زمانے قائم رکھا جا سکتا تھا چنانچہ شرح میں اب بہت کمی ہو گئی ہے۔ طلا کی برآمد کی ممانعت اور یہ امر کہ خزانۂ شاہی نے ایک طرف تو ملکی اصل کے معاملات کی نگرانی ترک کردی اور دوسری طرف خارجی اصل کے معاملات میں اس سے مشورہ کرنا ضروری قرار دیا گیا ممکن ہے کہ کچھ اسی قسم کا اثر پیدا کرے۔

بین الاقوامی زر کاغذ اور جمعیتہ اقوام

پھر بھی بین الاقوامی مالی تعلقات کی ایک اور امکانی ترقی کو جو جنگ سے پیشتر ناقابل تحصیل تصور کیجاتی تھی جنگ نے بالآخر عملی سیاسیات کے سوال کے بہت کچھ مشابہ بنا دیا ہے اور یہ بین الاقوامی زر کاغذ کا خیال ہے۔ دو امور اس ممکنہ تبدیلی کا باعث معلوم ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جنگ نے اکثر ملکوں کو زر کاغذی رائج کرنے پر مجبور کر دیا جسکو ابھی ایک خاص مدت تک جاری رکھنا پڑے گا۔ دوسرے یہ کہ بین الاقوامی اتحاد اور سمجھوتے کے امکانات میں جنگ سے پہلے کے انتہائی توقعات سے بھی بڑھ کر وسعت پیدا ہو گئی ہے، اگر ایک جمعیتہ اقوام کا وجود ممکن ہے تو کیا کسی معاملے پر قوموں کے درمیان باہمی سمجھوتے کا

ہونا ناممکنات سے ہے، کیوں نہ جمعیتہ اقوام بین الاقوامی زر کاغذی کا اجرا اور نگرانی اپنے ہاتھ میں لے، بہت ممکن ہے کہ اس قسم کی کوئی پالیسی اس پر جبراً عائد کیجائے۔ کیونکہ بحالت موجودہ اکثر حریف و متخاصم ملکوں نے بے شمار نوٹ جاری کر دئے ہیں اور ان کی ادائی کا بار عظیم اپنے سروں پر رکھتے ہوئے یہ مشکل معلوم ہوتا ہے کہ وہ تجارت خارجہ کو از سر نو شروع کر سکینگے۔ ان کے تجارت خارجہ شروع کرنے کے بعد ہی فوراً یہ بات پوری طرح منکشف ہو جائیگی کہ کس حد تک ان کے زر کی قدر گھٹ گئی ہے۔ بلکہ خود جرمنی کو بھی جب تک بین الاقوامی امداد نہ ملے اس میں شبہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے پاس موجودہ نوٹوں کی کثیر مقدار رکھتے ہوئے مشکلات سے عہدہ برآ ہو سکے گا۔ رہے روس اور آسٹریا تو ان کے متعلق قطعی کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ ان شکست خوردہ اور لوٹی ہوئی سلطنتوں کے غیر منظم زر کاغذی کی اصلاح کا کام تنہا ان ہی پر نہیں چھوڑا جا سکتا، اسلئے کہ ان کا نقصان صرف اس زر کے حاملوں اور قابضوں تک ہی محدود نہ رہے گا۔ قدیم ملکوں کے کھنڈروں سے جو نئے ملک رونما ہو رہے ہیں ان کے اعتبار کی حد تک جو ردعمل اور انقلاب عظیم رونما ہوگا وہ نہ صرف ان ہی ملکوں کی معاشی صحت پذیری و حیات تازہ کیلیے مہلک و مضرت رساں ہوگا بلکہ ہر اس ملک کی تجارت خارجہ میں بھی بدنظمی پیدا کر دے گا جو ان سے جنگ سے قبل تجارتی راہ و رسم رکھتے تھے یا اب پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ انگلستان نے شمالی روس کے مقبوضہ علاقوں میں ایک نئے قسم کا زر رائج کر کے اور اس پر اپنی نگرانی قائم کر کے ان تمام دقتوں کے احساس کا عملی ثبوت بہم پہونچا دیا ہے۔ مگر یہ کام کسی ایک ملک کے بس کا نہیں ہے کہ وہ ان تمام ملکوں کی اس طرح دستگیری کرے جو اپنے کثیر المقدار نوٹوں کے ادا کرنے سے قاصر رہنے کی وجہ سے اپنے آپ کو عملاً دیوالیہ پائیں گے۔

ایسی حالت میں ان خاطیوں کی اصلاح نگرانی و امداد کا کام جو بین الاقوامی ہونا چاہیئے جمعیتہ اقوام کے سوا کون انجام دے سکتا ہے؟ اور اگر جمعیتہ اقوام نصف حصہ یوروپ کے مالیات کا انتظام نصف صدی تک بھی اپنے ہاتھ میں رکھے تو کیا جمعیتہ کو اس قدر کافی تجربہ حاصل نہیں ہو سکتا کہ وہ اس کام کو مستقلاً انجام دینے کے قابل ہو جائے؟ واقعہ یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی اسی قسم کی ایک نظیر ملتی ہے کہ لاطینی اتحاد نے یوروپ کے بیشتر حصے کے سکوں کی نگرانی کا کام ستر (۷۰) سال تک بحسن و خوبی انجام دیا۔

اس تجویز کے امکانات بہت روشن اور امید افزا معلوم ہوتے ہیں۔ وہ زائد مطالبات کا حساب چکانے کے لیے طلا کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں روانہ کرنیکی ضرورت ہی باقی نہ رکھے گی۔ جس طرح ہندوستان کا محفوظ ذخیرۂ معیار طلا کا نظام ہے کہ لندن اور ہندوستان دو مرکزوں میں طلا کے ذخیرے رکھے گئے ہیں اور کونسل ڈرافٹ کے خرید و فروخت کے ذریعے سے طلا کی ملکیت ادھر سے ادھر ایک مرکز سے دوسرے مرکز کو منتقل ہوتی رہتی ہے جمعیتہ اقوام بھی اسی طرح کا نظام قائم کر سکتی ہے اور دنیا کے طلا کے ذخیروں کو جہاں کہیں مناسب سمجھے رکھ سکتی ہے یا سہولت کے لحاظ سے صرف ان ہی ممالک میں رکھ سکتی ہے جہاں سونے کی کانیں موجود ہوں اور پھر حسب ضرورت ان کی ملکیت کے دستاویزات محض ایک ملک سے دوسرے ملک کو منتقل کر دینا کافی ہوگا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس قسم کا نظام قائم کرنے کے بعد سونے ہی کی کونسی ضرورت باقی رہ جائیگی؟ اس میں شک نہیں کہ بحالت موجودہ سونے کو بطور زر استعمال کرنے کے متعلق یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ وہ ایک ایسی شئی سے کام لینے اور اسکو ضائع کرنے کی شکل ہے جس میں قدر ذاتی موجود ہے۔ لیکن تاوقتیکہ تمام دنیا کے باشندے اس اصول کو پوری طرح

ذہن نشیں نہ کر لیں اور کسی ایسی شئی کو جس میں قدر ذاتی موجود نہ ہو بطور آلۂ مبادلہ استعمال کرنے پر آمادہ اور متفق نہ ہو جائیں کاغذی زرپر عوام کا اعتبار اور اعتماد قائم کرنے کے لیے غالباً طلا کے ذخیروں کو قائم رکھنا ناگزیر ہوگا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس قسم کے ذخیرے سونے کی بڑی مقداروں پر مشتمل ہوں کیونکہ یہ جاننا ضروری ہے کہ کاغذی زر کی بنیاد کے طور پر ذخیرۂ طلا کا اصلی کام نوٹوں کے زائد اجرا کے مقابلے میں قطعی ضمانت بہم پہونچانا ہے۔ اگر ایسا کاغذی زر موجود ہو جو طلا سے نقد پذیر ہو تو پھر مقدار کی کثرت کا امکان باقی نہ رہے گا کیونکہ جب نوٹوں کی قدر و قیمت میں تخفیف رونما ہوگی تو زائد مقدار طلا کے مبادلے سے خود بخود زائل ہو جائیگی۔

مبادلات خارجہ پر ایسے جدید نظام کا جو اثر پڑے گا ظاہر ہے۔ وہ ان کو عملاً کالعدم کر دے گا۔ بین الاقوامی مبادلات کی ادائی سرکاری رقعوں (ڈرافٹ) کے ذریعے سے ہوگی یعنی بیرونی پوسٹل آرڈر کا نظام وسیع پیمانے پر قائم ہو جائے گا۔ ایسے نظام کے فوائد جس میں مبادلے کی معین و مقررہ شرحیں ہوں اور اس کے نتیجے کے طور پر تجارت خارجہ سہولت اور ارزانی کے ساتھ انجام پائے اس قدر کثیر ہیں کہ اس خاکے پر عملی تجویز کے طور پر نہ کہ محض خواب و خیال کے طور پر غور کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اگر دنیا کی بڑی انگلو سیکسن قومیں یعنی سلطنت برطانیہ اور امریکہ ہی اپنے وسیع مقبوضات میں اس نظام کو رائج کر لیں تو بصورت کامیابی دوسری سب قومیں بھی ان کی تقلید پر تقریباً مجبور ہو جائینگی۔

لہ دیکھو مسٹر کینز کی کتاب "How to Pay for the war"

اس سوال کا جواب کہ ایسے نظام کے تحت مختلف توازن تجارت کا تصفیہ کس طرح ہوسکتا ہے مسٹر جارج پیش کی بین الاقوامی دستاویزات دستکات کی تجویز سے دیا جاسکتا ہے۔

نظریۂ مقدارِ زر اس بحث کی تہ میں زر کے اجرا کی تحدید کا ایک اساسی سوال مضمر ہے۔ سابقہ زمانے میں دنیا کے زر کے اجرا پر اس واقعے کی بنا پر خود بخود بندش قائم رہی کہ زر کا فلزات سے کچھ نہ کچھ تعلق قائم تھا اور اس لحاظ سے زر کی مقدار دنیا کے موجودالوقت فلزات کی مقدار پر موقوف و منحصر رہا کرتی تھی رہے فلزات تو ان کی تحدید معدنیات سے ان کو حاصل کرنے کی طبعی دقت اور اعلیٰ مصارف پیدائش کی بنا پر ہوتی تھی۔ اسطرح دنیا میں دو ہزار (۲۰۰۰) سال سے زائد عرصے سے زر کے نظاموں کی بنیاد کے طور پر فلزات سے بحیثیت مجموعی بخوبی کام لیا جا رہا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کی کونسی ضرورت ہے کہ ہمارے سکے قدر ذاتی کے تابع اور محتاج رہیں؟ ہم کیوں ایسی قیمتی شئے کی پیدائش میں وقت اور محنت ضائع کریں جس سے دنیا میں کوئی مفید کام نہیں لیا جا سکتا اور جو صرف بطور آلۂ و ذریعۂ مبادلہ تیسری شئے کی حیثیت سے دست بدست گھومتی پھرے اور بذات خود مقصد نہ ہو۔ اس کا صرف ایک جواب ہے۔ یعنی یہ کہ تاوقتیکہ دنیا کے زر کا حاصل کرنا دقت طلب نہ ہو اس کی مقدار حد سے زیادہ اور وافر ہی رہے گی۔ اگر پارس پتھر دریافت ہو جائے تو سونے سے آلۂ مبادلہ کا کام لینا موقوف ہو جائے گا۔ لیکن اس سے پھر پہلا سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا بین الاقوامی نگرانی و انتظام کی صورت میں زائد اجرا کی روک تھام کی کافی و معقول ضمانت ممکن نہیں؟ کیا تمام ممالک یوروپ کو جنگ نے یہ سبق نہیں سکھایا کہ زر کاغذ کا رواج اطمینان بخش ہو سکتا ہے بشرطیکہ اس کو مناسب حدود کے اندر یعنی ملک کی حقیقی ضرورتوں کو پورا کرنے کی حد تک رکھا جائے؟ کیا ہم یہ مان لیں کہ جمعیۃ اقوام کے قائم ہونے کے پیش نظر بھی دنیا کی متحدہ حکومتوں میں اتنی کافی صلاحیت اور دیانتداری نہیں ہے کہ وہ نظام زر دیانتداری

اور راست بازی کے ساتھ چلا سکیں؟ یا ہم یہ باور کرلیں کہ یہ حکومتیں اتنی بھی سمجھ بوجھ نہیں رکھتیں کہ زر رائج کس وقت حد سے تجاوز کررہا ہے اس کا اندازہ کرسکیں۔ خاصکر اگر ایسے زر کا اجرا فلزات کے ذخیرے پر اس طریقے سے مبنی ہو کہ وہ عند الطلب سونے یا چاندی میں کسی [illegible] نقد پذیر ہوسکتا ہو؟

اس سے انجام کار ہم پھر اسی سوال پر پہونچتے ہیں جو صفحہ (۲۷۱ انگریزی) پر پیش کیا گیا تھا۔ اور یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اسی سوال کا اطلاق موجودہ نظام کے بارے میں بھی اس وقت تک جسوقت تک ہم سونے کی آزاد و برآمد کو روا نہ رکھیں کیا جا سکتا ہے۔ ایسے نظام کے تحت نظریۂ مقدار زر کی کیا حیثیت ہوگی؟ کیا اس میں کوئی علمی افادہ باقی رہے گا؟ اس لیے کہ یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ زمانۂ ماسبق میں اس نظریے کے استعمال سے سب سے بڑا فائدہ یہ رہا کہ اس کی مدد سے حالات مستقبل کا پتہ چل سکتا تھا کہ آیندہ کسی قسم کے حالات ظہور پذیر ہونیوالے ہیں۔ مقداری اطلاق کے مشکلات کا کافی لحاظ کرنے کے باوجود یہ امر پھر بھی صحیح تھا کہ ایک شخص دنیا کی سونے کی رسد کی عام نقل و حرکت معلوم کرکے اس سے قیمتوں کے رجحان کا صحیح پیشگی تخمینہ قائم کرسکتا تھا اگرچہ یہ محض "رجحان" تھا مگر وہ بھی خاصی بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ لیکن نئے نظام کے تحت یہ سب جھگڑے باقی نہ رہنے پائینگے۔ سونے کو معدنیات سے کھود کر محض صنعتی اغراض اور ضرورتوں کو پورا کرنیکے لیے [illegible] ذخیرہ ہائے طلا کو برقرار رکھنے کی غرض سے نکالا جائیگا۔ قیمتوں کی عام سطح ایک غیر متغیر حالت پر رکھی جائیگی۔ انڈکس نمبر صرف قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کا حال معلوم کرنے کا آلہ رہینگے اور جس طرح باد پیما کے ذریعے سے موسمی حالات اور طوفان کا حال معلوم کیا جاسکتا اور پیش بندی کی جاسکتی ہے اسی طرح زر کا انتظام کرنیوالی بین الاقوامی جمعیت انڈکس نمبر کے ذریعے سے قیمتوں کی عام سطح کے عظیم تغیرات کو

پیش از بیش روک سکیگی اور قیمتوں کو ایک سطح سے آگے بڑھنے نہ دیگی۔
فی الحقیقت ایسا ہی زر اعلیٰ درجے کا اور معیاری زر ہوگا اور موجودہ
زمانے میں کسی خیال کو محض اس بنا پر کہ وہ تصوریت پر مبنی ہے
مسترد کردینا حق بجانب نہیں ہوسکتا۔

228

(۳۲۲ - ۳۷۵)

جدول (۱)

امریکہ کی دریافت کے بعد سے دنیا کی سونے اور چاندی کی پیداوار اور مقدار کی کیفیت۔

ملین پونڈ میں

سالوں کا اوسط	طلا		نقرہ		سونے اور چاندی کی کل مقدار	سونے کی کل مقدار کا فیصد
	سالانہ	کل مقدار	سالانہ	کل مقدار		
۱۴۹۳-۱۵۲۰	۰٫۸	۲۲٫۷	۰٫۶	۱۷٫۱	۳۹٫۸	۵۷
۱۵۲۱-۱۵۴۴	۱٫۰	۲۴٫۰	۱٫۱	۲۷٫۰	۵۱٫۰	۴۷
۱۵۴۵-۱۵۶۰	۱٫۲	۱۸٫۹	۳٫۸	۶۱٫۶	۸۰٫۵	۲۴
۱۵۶۱-۱۵۸۰	۱٫۰	۱۹٫۱	۳٫۶	۷۲٫۸	۹۱٫۹	۲۱

به سلسلۂ جدول (۱)
(ملین پونڈ میں)

سالوں کا اوسط	طلا: سالانہ	طلا: کل مقدار	نقرہ: سالانہ	نقرہ: کل مقدار	سونے اور چاندی کی کل مقدار	سونے کی کل مقدار کا فیصد
۱۵۸۱-۱۶۰۰	۱٫۰	۲۰٫۶	۴٫۹	۹۸٫۸	۱۱۹٫۴	۱۷
۱۶۰۱-۱۶۲۰	۱٫۲	۲۳٫۸	۴٫۸	۹۶٫۴	۱۲۰٫۲	۳۰
۱۶۲۱-۱۶۴۰	۱٫۲	۲۳٫۲	۳٫۹	۷۸٫۳	۱۰۱٫۵	۲۳
۱۶۴۱-۱۶۶۰	۱٫۲	۲۴٫۵	۳٫۵	۷۰٫۳	۹۴٫۸	۲۶
۱۶۶۱-۱۶۸۰	۱٫۳	۲۵٫۸	۳٫۱	۶۲٫۸	۸۸٫۶	۲۹
۱۶۸۱-۱۷۰۰	۱٫۵	۳۰٫۰	۳٫۳	۶۳٫۶	۹۳٫۶	۳۲
۱۷۰۱-۱۷۲۰	۱٫۸	۳۵٫۸	۳٫۳	۶۵٫۰	۱۰۰٫۸	۳۶
۱۷۲۱-۱۷۴۰	۲٫۷	۵۳٫۲	۴٫۰	۷۹٫۸	۱۳۳٫۰	۴۰
۱۷۴۱-۱۷۶۰	۳٫۴	۶۸٫۷	۵٫۰	۱۰۰٫۷	۱۶۹٫۴	۴۱
۱۷۶۱-۱۷۸۰	۲٫۹	۵۷٫۸	۶٫۲	۱۲۴٫۰	۱۸۱٫۸	۳۲
۱۷۸۱-۱۸۰۰	۲٫۵	۴۹٫۶	۸٫۱	۱۶۲٫۷	۲۱۲٫۳	۲۳
۱۸۰۱-۱۸۱۰	۲٫۵	۲۴٫۸	۸٫۰	۸۰٫۰	۱۰۴٫۸	۲۴
۱۸۱۱-۱۸۲۰	۱٫۶	۱۶٫۰	۴٫۹	۴۸٫۶	۶۴٫۶	۲۵
۱۸۲۱-۱۸۳۰	۲٫۰	۱۹٫۸	۴٫۱	۴۱٫۳	۶۱٫۱	۳۲
۱۸۳۱-۱۸۴۰	۲٫۸	۲۸٫۳	۵٫۳	۵۲٫۸	۸۱٫۱	۳۵
۱۸۴۱-۱۸۵۰	۷٫۶	۷۶٫۴	۶٫۹	۶۸٫۷	۱۴۵٫۱	۵۳
۱۸۵۱-۱۸۵۵	۲۷٫۸	۱۳۹٫۱	۸٫۰	۴۰٫۱	۱۷۹٫۲	۷۵
۱۸۵۶-۱۸۶۰	۲۸٫۱	۱۴۰٫۷	۸٫۲	۴۱٫۲	۱۸۱٫۹	۷۵
۱۸۶۱-۱۸۶۵	۲۵٫۸	۱۲۹٫۱	۱۰٫۰	۴۹٫۸	۱۷۸٫۹	۷۲

بہ سلسلۂ جدول (۱)
(ملین پونڈ)

سالوں کا اوسط	طلا		نقرہ		سونے اور چاندی کی کل مقدار	سونے کی کل مقدار کا فیصد
	سالانہ	کل مقدار	سالانہ	کل مقدار		
۱۸۶۶-۱۸۷۰	۲۷٫۲	۱۳۶٫۰	۱۲٫۰	۵۹٫۹	۱۹۵٫۹	۷۰
۱۸۷۱-۱۸۷۵	۳۴٫۳	۱۲۱٫۳	۱۷٫۲	۸۶٫۲	۲۰۷٫۵	۵۸
میزان-(۱۴۹۳ - ۱۸۷۵)		۱،۳۲۹٫۲	×	۱،۷۴۹٫۵	۳،۰۷۸٫۷	۴۳

بہ سلسلۂ سابقہ جدول (۱)
ملین پونڈ میں

سن	طلا		نقرہ	سن	طلا		نقرہ
	سالانہ	کل مقدار	سالانہ		سالانہ	کل مقدار	سالانہ
میزان سالہائے گذشتہ		۱،۳۲۹٫۲					
۱۸۷۶	۲۳٫۱		۱۸٫۲	۱۸۷۹	۲۳٫۴		۱۹٫۱
۱۸۷۷	۲۵٫۰		۱۹٫۳	۱۸۸۰	۲۲٫۸	۱۲۰٫۳	۱۹٫۱
۱۸۷۸	۲۶٫۰		۱۹٫۸	۱۸۸۱	۲۲٫۴		۱۹٫۸

به سلسلۂ جدول (۱)
(ملین پونڈ)

سن	طلا: سالانہ	طلا: کل مقدار	نقرہ: سالانہ	سن	طلا: سالانہ	طلا: کل مقدار	نقرہ: سالانہ
					میزان سالہائے گزشتہ	۱۸۳۶٫۴	ملین اونس
۱۸۸۲	۲۱٫۴		۲۱٫۲	۱۸۹۶	۴۱٫۹		۱۵۷
۱۸۸۳	۲۰٫۷		۲۱٫۷	۱۸۹۷	۴۸٫۹		۱۶۴
۱۸۸۴	۲۱٫۷		۲۲٫۲	۱۸۹۸	۵۹٫۳		۱۷۳
۱۸۸۵	۲۱٫۷	۱۰۷٫۹	۲۱٫۹	۱۸۹۹	۶۳٫۲		۱۶۷
۱۸۸۶	۲۲٫۴		۲۰٫۳	۱۹۰۰	۵۲٫۸	۲۶۶٫۱	
۱۸۸۷	۲۲٫۰		۲۲٫۰	۱۹۰۱	۵۴٫۳		۱۷۳
۱۸۸۸	۲۳٫۰		۲۳٫۹	۱۹۰۲	۵۹٫۳		۱۶۳
۱۸۸۹	۲۴٫۶		۲۶٫۸	۱۹۰۳	۶۵٫۹		۱۶۸
۱۸۹۰	۲۴٫۷	۱۱۶٫۷	۲۶٫۶	۱۹۰۴	۶۹٫۸		۱۶۴
۱۸۹۱	۲۵٫۴		ملین اونس ۱۳۸	۱۹۰۵	۷۵٫۷	۲۲۵٫۰	۱۷۰
۱۸۹۲	۲۷٫۵		۱۵۳	۱۹۰۶	۸۱٫۱		۱۶۶
۱۸۹۳	۳۱٫۲		۱۶۶	۱۹۰۷	۸۲٫۳		۱۸۵
۱۸۹۴	۳۷٫۷		۱۶۸	۱۹۰۸	۸۸٫۷		۲۰۳
۱۸۹۵	۴۰٫۵	۱۶۲٫۳	۱۶۹	۱۹۰۹	۹۲٫۰		۲۱۱
	میزان	۱۸۳۶٫۴	×	۱۹۱۰	۹۰٫۹	۴۳۵٫۰	۲۲۳
				۱۹۱۱	۱۹٫۹		۲۲۵
				۱۹۱۲	۹۳٫۲		۲۲۴

بہ سلسلۂ جدول (۱)
(ملین پونڈ)

سن	طلا سالانہ	طلا کل مقدار	نقرہ سالانہ	سن	طلا سالانہ	طلا کل مقدار	نقرہ سالانہ
			ملین اونس				ملین اونس
۱۹۱۳	۹۲،۰		۲۲۴	۱۹۱۶	×		۱۶۰
۱۹۱۴	۸۷،۸		۲۱۱	۱۹۱۷	×	۸۴،۷	۱۶۰
۱۹۱۵	۹۳،۷	۴۵۸،۶	۱۹۶	۱۹۱۸		۷۲،۰	۱۶۰

میزان —— ۳۵۶۸،۶
نقصان اور صنعتی کاموں کی مقدار کو ہٹا کر و ۱۱۸۹،۵

۱۹۱۸ء کے آخر تک طلا کی کل مقدار ۲۳۷۹،۱ ملین پونڈ تھی۔

جدول (۲)

دنیا کے سونے اور چاندی کی سکہ سازی

۱۸۷۶ - ۱۹۱۸

ملین پونڈ میں

سال	طلا	نقرہ	سال	طلا	نقرہ
۱۸۷۶	۴۲٫۶	۲۵٫۳	۱۸۹۲	۳۴٫۵	۳۱٫۱
۱۸۷۷	۴۰٫۳	۲۲٫۹	۱۸۹۳	۴۶٫۵	۲۷٫۶
۱۸۷۸	۴۷٫۷	۳۲٫۲	۱۸۹۴	۳۵٫۶	۲۲٫۶
۱۸۷۹	۱۸٫۲	۲۱٫۰	۱۸۹۵	۴۶٫۲	۲۵٫۹
۱۸۸۰	۲۹٫۹	۱۶٫۹	۱۸۹۶	۳۹٫۲	۳۱ ۹
۱۸۸۱	۲۹٫۴	۲۱٫۶	۱۸۹۷	۸۷٫۵	۲۳٫۶
۱۸۸۲	۱۹٫۹	۲۲٫۲	۱۸۹۸	۷۹٫۱	۲۹٫۹
۱۸۸۳	۲۱٫۰	۲۱٫۹	۱۸۹۹	۹۳٫۲	۳۳٫۲
۱۸۸۴	۱۹٫۹	۱۹٫۲	۱۹۰۰	۷۱٫۰	۳۷٫۱
۱۸۸۵	۱۹٫۲	۲۵٫۴	۱۹۰۱	۴۹٫۶	۲۷٫۸
۱۸۸۶	۱۸٫۹	۲۵٫۰	۱۹۰۲	۴۴٫۱	۳۸٫۷
۱۸۸۷	۲۵٫۰	۳۲٫۷	۱۹۰۳	۴۸٫۱	۴۲٫۴
۱۸۸۸	۲۷٫۰	۲۷٫۷	۱۹۰۴	۹۱٫۱	۳۵٫۳
۱۸۸۹	۳۳٫۸	۲۷٫۹	۱۹۰۵	۴۹٫۲	۳۴٫۵
۱۸۹۰	۲۹٫۸	۳۱٫۵	۱۹۰۶	۶۸٫۷	۲۷٫۶
۱۸۹۱	۲۳٫۹	۲۷٫۷	۱۹۰۷	۷۶٫۱	۴۲٫۹

بہ سلسلۂ جدول (۲)
ملین پونڈ میں

سال	طلا	نقرہ	سال	طلا	نقرہ
۱۹۰۸	۸۰٫۸	۳۶٫۵	۱۹۱۳	۶۵٫۵	۳۲٫۶
۱۹۰۹	۶۷٫۵	۲۴٫۰	۱۹۱۴	۴۴٫۸	۳۴٫۴
۱۹۱۰	۸۴٫۸	۱۸٫۲	۱۹۱۵	۴۱٫۴	۳۶٫۵
۱۹۱۱	۷۶٫۷	۱۶٫۶	۱۹۱۶	۱۸٫۴	۵۵٫۷
۱۹۱۲	۷۴٫۰	۲۹٫۱			

نوٹ:- یہ اعداد و شمار فرہنگ معاشیات کے ضمیمہ اور خزانہ کی رپورٹوں سے اخذ کئے گئے۔

جدول (۳)

برطانیہ عظمیٰ کے سونے چاندی اور کانس کے سکے جو لندن کے شاہی خزانے سے جاری کئے گئے اور پرانے اور فرسودہ سکے جو گردش سے واپس لئے گئے۔

۱۹۰۰ — ۱۹۱۸

ملین پونڈ میں

سال	طلا		نقرہ		کانس	
	جاری شدہ	واپس شدہ	جاری شدہ	واپس شدہ	جاری شدہ	واپس شدہ
۱۹۰۰	۱۳۵۹۴	۱۸۰۰	۴۰۱	۳۴۷	۱۶۸	—

بہ سلسلۂ جدول (۳۱)
ملین پونڈ میں

سال	طلا		نقرہ		کانس	
	جاری شدہ	واپس شدہ	جاری شدہ	واپس شدہ	جاری شدہ	واپس شدہ
۱۹۰۱	۲۵۹۹	۱۸۰۰	۹۱۴	۲۴۳	۱۲۰	—
۱۹۰۲	۶۶۴۴	۲۱۰۰	۱۳۷	۳۱۰	۱۴۸	—
۱۹۰۳	۱۰۱۴۴	۱۸۰۰	۵۵۸	۲۷۷	۱۱۴	—
۱۹۰۴	۱۱۰۴۲	۲۱۰۰	۶۰۶	۶۳۹	۷۸	—
۱۹۰۵	۶۵۰۰	۲۷۰۰	۵۱۰	۴۵۲	۱۰۰	—
۱۹۰۶	۱۲۱۶۵	۲۷۰۰	۱۷۰۵	۶۶۶	۱۸۵	—
۱۹۰۷	۲۰۹۵۱	۲۷۰۰	۲۰۲۰	۷۲۱	۲۲۸	—
۱۹۰۸	۱۴۶۰۰	۳۳۰۰	۸۱۶	۲۷۷	۱۵۶	۵
۱۹۰۹	۱۳۸۰۰	۳۰۰۰	۱۳۹۱	۷۳۵	۱۲۲	۲۱
۱۹۱۰	۲۵۳۰۰	۲۷۰۰	۲۵۲۱	۵۶۵	۱۵۱	۲۲
۱۹۱۱	۳۳۱۴۳	۲۳۵۰	۲۳۸۱	۵۸۱	۱۴۰	۲۰
۱۹۱۲	۳۳۳۵	۳۱۵۰	۲۴۵۶	۵۴۴	۳۲۳	۱۶
۱۹۱۳	۲۷۶۳۹	۲۹۰۰	۱۹۳۴	۶۰۸	۳۱۵	۱۴
۱۹۱۴	۱۵۱۲۶	۱۴۷۵	۶۲۵۰	۶۰۷	۲۶۱	۱۰
۱۹۱۵	۲۱۳۰۱	۱۲۰۰	۷۵۹۹	۳۰۰	۲۴۸	۵
۱۹۱۶	۱۵۵۴	۱۲۰۰	۸۱۹۲	۱۶۸	۴۵۳	۳
۱۹۱۷	۱۰۱۴	۳۰۰	۴۱۳۷	۲۱۳	۵۴۸	۲
۱۹۱۸	—	—	۸۸۸۵	۲۰۱	۴۱۹	۱

یہ اعداد ممالک متحدہ کے عددی خلاصے ۱۹۱۳ء اور خزانے کی رپورٹوں سے ماخوذ ہیں

جدول (۴)

چاندی کی اوسط قیمت اور برطانیہ عظمی کے چاندی کے سکوں کی اجرت تشکیک۔

(۱۸۷۰—۱۹۱۸)

خزانہ کی سالانہ رپورٹ

سال	لندن میں چاندی کی اوسط قیمت بحساب پنس فی اونس	اجرت تشکیک کی شرح بحساب فیصد	چاندی کے سکے ڈھالنے کا منافع (۱۰۰۰ پونڈ)	سال	لندن میں چاندی کی اوسط قیمت بحساب پنس فی اونس	اجرت تشکیک کی شرح بحساب فیصد	چاندی کے سکے ڈھالنے کا منافع (۱۰۰۰ پونڈ)
۱۸۷۰	۶۰ ۱/۲	۹٫۰۹	۹	۱۸۸۵	۴۸ ۵/۸	۳۵٫۹۱	۱۲۵
۱۸۷۱	۶۰ ۹/۱۶	۹٫۲۰	۵۵	۱۸۸۶	۴۵ ۳/۸	۴۱٫۷۴	۶۶
۱۸۷۲	۶۰ ۱/۴	۹٫۴۳	۷۷	۱۸۸۷	۴۴ ۵/۸	۴۷٫۹۰	۲۳۰
۱۸۷۳	۵۹ ۱/۴	۱۲٫۴۳	۱۴۳	۱۸۸۸	۴۲ ۷/۸	۵۳٫۷۱	۱۷۸
۱۸۷۴	۵۸ ۵/۱۶	۱۲٫۳۴	۵۴	۱۸۸۹	۴۲ ۱۱/۱۶	۵۴٫۱۶	۸۰۲
۱۸۷۵	۵۶ ۱۳/۱۶	۱۶٫۰۴	۶۴	۱۸۹۰	۴۷ ۳/۴	۳۵٫۵۶	۳۲۳
۱۸۷۶	۵۳	—	—	۱۸۹۱	۴۵ ۱/۱۶	۴۵٫۶۵	۲۳۹
۱۸۷۷	۵۴ ۳/۴	۱۷٫۷۲	۵۴	۱۸۹۲	۳۹ ۱۳/۱۶	۶۵٫۷۸	۲۸۹
۱۸۷۸	۵۲ ۹/۱۶	۳۱٫۸۳	۳۲	۱۸۹۳	۳۵ ۵/۸	۸۱٫۷۵	۲۷۴
۱۸۷۹	۵۱ ۳/۱۶	۲۴٫۸۲	۲۶	۱۸۹۴	۲۹	۱۲۵٫۶۴	۳۴۴
۱۸۸۰	۵۲ ۱/۴	۲۶٫۶۲	۵۶	۱۸۹۵	۲۹ ۷/۸	۱۱۷٫۲۸	۴۰۵
۱۸۸۱	۵۱ ۱۳/۱۶	۲۷٫۳۸	۱۶۷	۱۸۹۶	۳۰ ۳/۴	۱۱۷٫۷۳	۵۶۶
۱۸۸۲	۵۱ ۱۱/۱۶	۲۸٫۱۵	۱۷	۱۸۹۷	۲۷ ۹/۱۶	۱۳۶٫۷۶	۴۰۲
۱۸۸۳	۵۰ ۵/۱۶	۳۰٫۰۵	۲۲۵	۱۸۹۸	۲۶ ۱۵/۱۶	۱۴۲٫۲۰	۵۶۳
۱۸۸۴	۵۰ ۱۱/۱۶	۳۰٫۶۹	۹۲	۱۸۹۹	۲۷ ۷/۱۶	۱۴۰٫۰۰	۷۸۲

سال	لندن میں چاندی کی اوسط قیمت بحساب پنس فی اونس	اجرت ٹکسال کی شرح بحساب فیصد	چاندی کے سکے ڈھالنے کا منافع (۱۰۰۰ پونڈ)
۱۹۰۰	۲۸ ۱/۴	۱۳۳،۶۳	۹۷۷
۱۹۰۱	۲۷ ۳/۱۶	۱۳۶،۲۴	۵۳۸
۱۹۰۲	۲۴ ۱/۸	۱۷۱،۴۶	۳۶۸
۱۹۰۳	۲۴ ۳/۴	۱۷۸،۹۵	۹۰
۱۹۰۴	۲۶ ۳/۸	۱۴۹،۰۶	۸۰
۱۹۰۵	۲۷ ۱۳/۱۶	۱۴۰،۵۵	۳۷
۱۹۰۶	۳۰ ۷/۸	۱۱۲،۴۷	۵۱۳
۱۹۰۷	۳۰ ۳/۱۶	۱۱۵،۹۰	۸۰۰
۱۹۰۸	۲۴ ۳/۸	۱۶۹،۸۳	۵۹۵
۱۹۰۹	۲۳ ۱۱/۱۶	۱۷۸،۸۳	۱۷۶
۱۹۱۰	۲۴ ۱۱/۱۶	۱۶۵،۴۹	۱۵۸۳
۱۹۱۱	۲۴ ۹/۱۶	۱۶۵،۷۶	۵۲۳
۱۹۱۲	۲۸ ۱/۳۲	۱۳۶،۲۲	۱۱۴۳
۱۹۱۳	۲۷ ۹/۱۶	۱۳۵،۲۹	۷۶۳
۱۹۱۴	۲۵ ۵/۱۶	۱۷۱،۲۷	۳۵۰۲
۱۹۱۵	۲۳ ۱۱/۱۶	۱۷۲،۰۸	۴۶۹۴
۱۹۱۶	۳۱ ۵/۱۶	۱۱۵،۶۳	۴۴۴۶
۱۹۱۷	۴۰ ۷/۸	۶۵،۳۳	۱۶۹۱
۱۹۱۸	۴۷ ۹/۱۶	–	۲۴۴۱

نوٹ۔ اس دوران میں سب سے کم قیمت یعنی ۲۱ ۱۱/۱۶ پنس ۲۷ نومبر ۱۹۰۲ء کو تھی۔

۱۰ مئی ۱۹۱۹ء کو قیمت ۵۸ پنس تھی۔

جدول ۵

انڈکس نمبر ۱۷۸۲ء سے ۱۹۱۸ء تک

مندرجۂ ذیل انڈکس نمبر تین ذریعوں سے اخذ کئے گئے ہیں ۔ (۱) جیونس کے انڈکس نمبر ۱۷۸۲ء سے ۱۸۶۵ء تک ۔ (۲) ساوربک کے انڈکس نمبر ۱۸۶۵ء سے ۱۸۷۱ء تک اور (۳) محکمۂ تجارت کے مرتب کردہ انڈکس نمبر ۱۸۷۱ء سے ۱۹۱۸ء تک ۔

سال	نمبر	سال	نمبر	سال	نمبر	سال	نمبر
۱۷۸۲	۱۶۱	۱۷۹۸	۱۹۸	۱۸۱۳	۱۹۲	۱۸۲۸	۱۳۵
۱۷۸۳	۱۶۸	۱۷۹۹	۲۱۸	۱۸۱۴	۱۹۰	۱۸۲۹	۱۳۲
۱۷۸۴	۱۵۶	۱۸۰۰	۲۳۵	۱۸۱۵	۱۸۲	۱۸۳۰	۱۳۵
۱۷۸۵	۱۵۱	۱۸۰۱	۲۳۳	۱۸۱۶	۱۵۲	۱۸۳۱	۱۳۷
۱۷۸۶	۱۴۳	۱۸۰۲	۱۸۳	۱۸۱۷	۱۹۵	۱۸۳۲	۱۳۰
۱۷۸۷	۱۴۶	۱۸۰۳	۲۰۸	۱۸۱۸	۲۲۰	۱۸۳۳	۱۲۵
۱۷۸۸	۱۴۶	۱۸۰۴	۱۹۸	۱۸۱۹	۱۸۷	۱۸۳۴	۱۳۰
۱۷۸۹	۱۴۳						
۱۷۹۰	۱۴۶	۱۸۰۵	۲۲۰	۱۸۲۰	۱۷۲	۱۸۳۵	۱۳۳
۱۷۹۱	۱۴۹	۱۸۰۶	۲۱۷	۱۸۲۱	۱۵۷	۱۸۳۶	۱۴۳
۱۷۹۲	۱۵۶	۱۸۰۷	۲۱۵	۱۸۲۲	۱۴۷	۱۸۳۷	۱۴۰
۱۷۹۳	۱۶۶	۱۸۰۸	۲۴۲	۱۸۲۳	۱۴۸	۱۸۳۸	۱۴۰
۱۷۹۴	۱۶۵	۱۸۰۹	۲۶۲	۱۸۲۴	۱۴۷	۱۸۳۹	۱۵۳
۱۷۹۵	۱۹۶	۱۸۱۰	۲۳۷	۱۸۲۵	۱۷۲	۱۸۴۰	۱۴۵
۱۷۹۶	۲۲۰	۱۸۱۱	۲۲۷	۱۸۲۶	۱۵۰	۱۸۴۱	۱۴۲
۱۷۹۷	۱۸۵	۱۸۱۲	۲۰۲	۱۸۲۷	۱۵۰	۱۸۴۲	۱۲۵

سال	نمبر	سال	نمبر	سال	نمبر	سال	نمبر
۱۸۴۳	۱۱۸	۱۸۶۶	۱۳۶	۱۸۸۹	۱۰۳٫۴	۱۹۱۲	۱۱۴٫۹
۱۸۴۴	۱۱۵	۱۸۶۷	۱۳۳	۱۸۹۰	۱۰۳٫۳	۱۹۱۳	۱۱۶٫۵
۱۸۴۵	۱۲۳	۱۸۶۸	۱۳۲	۱۸۹۱	۱۰۶٫۹	۱۹۱۴[لہ]	۱۱۷٫۲
۱۸۴۶	۱۲۳	۱۸۶۹	۱۳۱	۱۸۹۲	۱۰۱٫۱	۱۹۱۵	۱۴۳٫۹
۱۸۴۷	۱۳۰	۱۸۷۰	۱۲۸	۱۸۹۳	۹۹٫۴	۱۹۱۶	۱۶۸٫۵
۱۸۴۸	۱۱۳	۱۸۷۱	۱۳۵٫۶	۱۸۹۴	۹۳٫۵	۱۹۱۷	۲۴۳٫۰
۱۸۴۹	۱۰۷	۱۸۷۲	۱۴۵٫۲	۱۸۹۵	۹۰٫۷	۱۹۱۸	۲۶۹٫۹
۱۸۵۰	۱۰۷	۱۸۷۳	۱۵۱٫۹	۱۸۹۶	۸۸٫۲		
۱۸۵۱	۱۱۰	۱۸۷۴	۱۴۶٫۹	۱۸۹۷	۹۰٫۱		
۱۸۵۲	۱۰۸	۱۸۷۵	۱۴۰٫۴	۱۸۹۸	۹۳٫۲		
۱۸۵۳	۱۲۳	۱۸۷۶	۱۳۷٫۱	۱۸۹۹	۹۲٫۲		
۱۸۵۴	۱۳۸	۱۸۷۷	۱۴۰٫۴	۱۹۰۰	۱۰۰٫۰		
۱۸۵۵	۱۳۳	۱۸۷۸	۱۳۱٫۱	۱۹۰۱	۹۶٫۷		
۱۸۵۶	۱۳۷	۱۸۷۹	۱۲۵٫۰	۱۹۰۲	۹۶٫۴		
۱۸۵۷	۱۴۲	۱۸۸۰	۱۲۹٫۰	۱۹۰۳	۹۶٫۹		
۱۸۵۸	۱۲۷	۱۸۸۱	۱۲۶٫۶	۱۹۰۴	۹۸٫۲		
۱۸۵۹	۱۲۸	۱۸۸۲	۱۲۷٫۷	۱۹۰۵	۹۷٫۶		
۱۸۶۰	۱۳۲	۱۸۸۳	۱۲۵٫۹	۱۹۰۶	۱۰۰٫۸		
۱۸۶۱	۱۳۱	۱۸۸۴	۱۱۴٫۱	۱۹۰۷	۱۰۶٫۰		
۱۸۶۲	۱۳۵	۱۸۸۵	۱۰۷٫۱	۱۹۰۸	۱۰۳٫۰		
۱۸۶۳	۱۳۷	۱۸۸۶	۱۰۱٫۰	۱۹۰۹	۱۰۴٫۱		
۱۸۶۴	۱۴۰	۱۸۸۷	۹۸٫۸	۱۹۱۰	۱۰۸٫۸		
۱۸۶۵	۱۳۵	۱۸۸۸	۱۰۱٫۸	۱۹۱۱	۱۰۹٫۴		

لہ۔ جنوری تا جولائی ۱۹۱۴ء میں عدد ۱۱۳٫۶ اور اگست تا دسمبر ۱۹۱۴ء میں ۱۲۲٫۶ رہا۔

234

جدول (۶)

ٹھوک فروشی کے قیمتوں کے انڈکس نمبر مندرجہ رسالہ ماہواری "ایکانوسٹ" سنہ ۱۹۱۳ء سے سنہ ۱۹۱۹ء تک۔

تاریخ	غلہ اور گوشت	دیگر اشیائے خوردنی	ریشہ جات و پارچہ جات	معدنیات	مختلف اشیا	مجموعی انڈکس نمبر	مجموعی نمبر فیصد بلحاظ بنیاد	محکمۂ تجارت — چلر فروشی کی قیمت
مفروضہ بنیاد (۱۹۰۱-۱۹۱۰)	۵۰۰	۳۰۰	۵۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۲۲۰۰	۱۰۰٫۰	—
آخر جنوری ۱۹۱۳	۶۰۶	۳۶۳	۶۲۳	۵۴۴½	۶۰۵½	۲۷۴۲	۱۲۴٫۱	—
اپریل ″	۶۰۳	۳۵۲	۶۲۸½	۵۴۴	۵۹۳½	۲۷۲۹	۱۲۴٫۰	—
جولائی ″	۵۸۴	۳۴۵½	۶۲۰	۵۳۰	۶۰۹½	۲۶۸۹	۱۲۲٫۲	—
اکتوبر ″	۵۶۷	۳۶۵	۶۶۷	۵۱۴	۵۷۱	۲۶۸۴	۱۲۲٫۱	—
جنوری ۱۹۱۴	۵۶۲½	۳۵۶	۶۲۶	۵۰۲	۵۷۱½	۲۶۱۸	۱۱۹٫۰	—
اپریل ″	۵۶۰½	۳۴۶	۶۳۳½	۴۸۲½	۵۶۲½	۲۵۸۵	۱۱۷٫۵	—
جولائی ″	۵۷۹	۳۵۲	۶۱۶½	۴۶۴½	۵۵۳	۲۵۶۵	۱۱۶٫۶	—
بحساب فیصد در ماہ جولائی ″	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	—	۱۰۰
″ ″ ″ اگست	۱۱۱	۱۰۵	۱۰۲	۱۰۲	۱۰۶	۱۰۵	—	۱۱۰
″ ″ ″ ستمبر ″	۱۱۲	۱۱۵	۹۹	۱۰۲	۱۱۶	۱۰۸	—	۱۱۲
″ ″ ″ اکتوبر ″	۱۱۳	۱۱۴	۹۲	۹۹	۱۱۸	۱۰۷	—	۱۱۳
″ ″ ″ نومبر ″	۱۱۸	۱۱۶	۸۳	۱۰۲	۱۲۴	۱۰۸	—	۱۱۶
″ ″ ″ دسمبر ″	۱۲۴	۱۱۸	۸۲	۱۰۳	۱۲۴	۱۰۹	—	۱۱۸
″ ″ جنوری ۱۹۱۵	۱۳۶	۱۱۸	۸۷	۱۱۲	۱۳۵	۱۱۷	—	۱۲۲
″ ″ فروری ″	۱۴۶	۱۱۷	۹۰	۱۲۱	۱۳۸	۱۲۲	—	۱۲۴

تاریخ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	مجلس تجارت / پچایہ فروشی کی قیمت
بحساب فیصدی درماہ مارچ ۱۹۱۴	۱۴۵	۱۲۱	۹۷	۱۳۹	۱۴۴	۱۲۹	—	۱۲۴
؍؍ ؍؍ اپریل ؍؍	۱۴۶	۱۲۴	۹۷	۱۳۶	۱۴۸	۱۳۰	-	۱۲۶
؍؍ ؍؍ مئی ؍؍	۱۵۴	۱۲۴	۹۵	۱۳۰	۱۴۷	۱۳۰	-	۱۳۲
؍؍ ؍؍ جون ؍؍	۱۴۱	۱۲۲	۹۸	۱۳۴	۱۴۱	۱۲۷	-	۱۳۳
؍؍ ؍؍ جولائی ؍؍	۱۴۴	۱۲۵	۹۸	۱۳۵	۱۴۰	۱۲۸	-	۱۳۴
؍؍ ؍؍ آگسٹ ؍؍	۱۴۵	۱۲۴	۱۰۲	۱۳۲	۱۴۱	۱۲۹	-	۱۳۵
؍؍ ؍؍ ستمبر ؍؍	۱۴۰	۱۳۴	۱۰۸	۱۳۴	۱۳۹	۱۲۹	-	۱۴۰
؍؍ ؍؍ اکٹوبر ؍؍	۱۴۴	۱۲۶	۱۱۱	۱۳۶	۱۴۱	۱۳۱	—	۱۴۱
؍؍ ؍؍ نومبر ؍؍	۱۵۰	۱۲۶	۱۱۲	۱۴۴	۱۴۹	۱۳۷	-	۱۴۴
؍؍ ؍؍ ڈسمبر ؍؍	۱۵۴	۱۲۶	۱۱۸	۱۵۴	۱۵۳	۱۴۲	-	۱۴۵
؍؍ ؍؍ جنوری ۱۹۱۶	۱۶۶	۱۳۲	۱۲۷	۱۶۴	۱۶۰	۱۵۰	-	۱۴۷
؍؍ ؍؍ فروری ؍؍	۱۷۰	۱۴۸	۱۳۰	۱۷۳	۱۶۲	۱۵۷	-	۱۴۵
؍؍ ؍؍ مارچ ؍؍	۱۶۴	۱۴۳	۱۲۹	۱۸۴	۱۶۵	۱۵۷	-	۱۴۹
؍؍ ؍؍ اپریل ؍؍	۱۶۷	۱۴۵	۱۲۹	۱۹۴	۱۸۳	۱۶۳	-	۱۵۰
؍؍ ؍؍ مئی ؍؍	۱۷۷	۱۵۰	۱۳۰	۲۰۳	۱۸۳	۱۶۸	-	۱۵۹
؍؍ ؍؍ جون ؍؍	۱۷۱	۱۴۸	۱۲۹	۱۹۴	۱۸۳	۱۶۴	-	۱۶۱
؍؍ ؍؍ جولائی ؍؍	۱۶۶	۱۴۹	۱۳۰	۱۹۰	۱۸۸	۱۶۴	-	۱۶۰
؍؍ ؍؍ اگسٹ ؍؍	۱۰۲	۱۵۱	۱۴۴	۱۸۸	۱۹۶	۱۷۱	-	۱۶۵
؍؍ ؍؍ ستمبر ؍؍	۱۷۶	۱۵۲	۱۵۲	۱۸۵	۱۹۴	۱۷۳	-	۱۶۸
؍؍ ؍؍ اکٹوبر ؍؍	۱۹۴	۱۵۴	۱۶۰	۱۸۳	۱۹۶	۱۸۰	—	۱۷۸
؍؍ ؍؍ نومبر ؍؍	۲۰۳	۱۵۸	۱۷۱	۱۸۳	۲۰۰	۱۸۶	-	۱۸۴
؍؍ ؍؍ ڈسمبر ؍؍	۲۲۳	۱۵۷	۱۸۴	۱۷۸	۲۰۱	۱۹۳	-	۱۹۰

تاریخ	غلہ اور گوشت	دوسری اشیا خورد و نوش	پارچہ جات بافتہ	فلزات	مختلف اشیا	مجموعی انڈکس نمبر	مفروضہ بنیاد کا فیصد	محکمہ تجارت چیلز فروشی کی قیمت
بحساب فیصدی در ماہ جنوری ۱۹۱۷ء	۲۲۶	۱۶۰	۱۸۵	۱۷۸	۲۰۲	۱۹۳	—	۱۸۹
؍؍ ؍؍ فروری ۔ ؍؍	۲۲۶	۱۶۵	۱۹۴	۱۷۹	۲۱۰	۱۹۸	—	۱۹۲
؍؍ ؍؍ مارچ ۔ ؍؍	۲۳۲	۱۷۲	۲۰۰	۱۸۰	۲۳۱	۲۰۵	—	۱۹۴
؍؍ ؍؍ اپریل ۔ ؍؍	۲۳۵	۱۸۲	۲۰۱	۱۸۲	۲۳۴	۲۱۰	—	۱۹۸
؍؍ ؍؍ مئی ۔ ؍؍	۲۳۷	۱۸۴	۲۰۵	۱۸۱	۲۳۳	۲۱۱	—	۲۰۲
؍؍ ؍؍ جون ۔ ؍؍	۲۴۷	۱۸۶	۲۳۴	۱۸۲	۲۳۰	۲۲۰	—	۲۰۴
؍؍ ؍؍ جولائی ۔ ؍؍	۲۳۰	۱۷۳	۲۴۵	۱۸۱	۲۳۴	۲۱۸	—	۲۰۲
؍؍ ؍؍ اگست ۔ ؍؍	۲۳۲	۱۹۰	۲۴۴	۱۷۹	۲۳۷	۲۲۰	—	۲۰۶
؍؍ ؍؍ ستمبر ۔ ؍؍	۲۱۱	۲۰۶	۲۴۵	۱۷۷	۲۴۴	۲۱۹	—	۱۹۷
؍؍ ؍؍ اکٹوبر ۔ ؍؍	۲۱۲	۲۰۶	۲۵۵	۱۷۷	۲۴۴	۲۲۲	—	۲۰۶
؍؍ ؍؍ نومبر ۔ ؍؍	۲۱۴	۱۹۳	۲۷۰	۱۸۲	۲۴۳	۲۲۴	—	۲۰۵
؍؍ ؍؍ ڈسمبر ۔ ؍؍	۲۲۲	۱۹۴	۲۷۲	۱۸۱	۲۴۳	۲۲۸	—	۲۰۴
؍؍ ؍؍ جنوری ۱۹۱۸ء	۲۱۱	۱۹۴	۲۷۹	۱۷۹	۲۴۰	۲۲۵	—	۲۰۸
؍؍ ؍؍ فروری ۔ ؍؍	۲۱۴	۱۹۶	۲۸۱	۱۸۱	۲۳۹	۲۲۷	—	۲۰۷
؍؍ ؍؍ مارچ ۔ ؍؍	۲۱۴	۱۹۷	۲۸۸	۱۸۰	۲۳۹	۲۲۹	—	۲۰۶
؍؍ ؍؍ اپریل ۔ ؍؍	۲۱۵	۲۱۰	۲۸۶	۱۸۳	۲۴۳	۲۳۲	—	۲۰۷
؍؍ ؍؍ مئی ۔ ؍؍	۲۱۵	۲۲۰	۲۸۷	۱۸۳	۲۴۷	۲۳۵	—	۲۰۸
؍؍ ؍؍ جون ۔ ؍؍	۲۲۰	۲۲۰	۲۹۴	۱۸۵	۲۵۰	۲۳۸	—	۲۱۰
؍؍ ؍؍ جولائی ۔ ؍؍	۲۲۰	۲۲۰	۲۹۴	۱۹۲	۲۵۰	۲۳۹	—	۲۱۸
؍؍ ؍؍ اگست ۔ ؍؍	۲۲۲	۲۲۰	۳۱۲	۱۹۲	۲۵۱	۲۴۴	—	۲۱۶
؍؍ ؍؍ ستمبر ۔ ؍؍	۲۱۵	۲۲۱	۳۱۳	۱۹۲	۲۵۱	۲۴۳	—	۲۲۹
؍؍ ؍؍ اکٹوبر ۔ ؍؍	۲۲۰	۲۲۱	۳۰۶	۱۸۹	۲۵۱	۲۴۲	—	۲۳۳

تاریخ	غلہ اور گوشت	دیگر اشیائے خوردنی	پارچہ جات اور ریشے	معدنیات	مختلف اشیا	مجموعی اوسط	[illegible]	محکمہ تجارت خردہ فروشی کی قیمت
بحساب فیصد درماہ نومبر ۱۹۱۸	۲۲۳	۲۲۲	۳۰۰	۱۹۴	۲۵۰	۲۴۲	-	۲۲۹
؍؍ ؍؍ ڈسمبر ؍؍	۲۲۵	۲۲۲	۲۹۳	۱۸۷	۲۴۰	۲۳۶	-	۲۳۰
؍؍ ؍؍ جنوری ۔ ۱۹۱۹	۲۲۳	۲۲۲	۲۶۲	۱۷۹	۲۴۰	۲۲۶	-	۲۳۰
؍؍ ؍؍ فروری ۔ ؍؍	۲۲۳	۲۲۲	۲۵۹	۱۷۶	۲۳۷	۲۲۵	-	۲۲۰
؍؍ ؍؍ مارچ ۔ ؍؍	۲۲۲	۲۲۲	۲۴۳	۱۸۲	۲۳۴	۲۲۲	-	۲۱۳
؍؍ ؍؍ اپریل ۔ ؍؍	۲۲۶	۲۱۴	۲۴۶	۱۹۷	۲۳۳	۲۲۵	-	۲۰۷
؍؍ ؍؍ مئی ۔ ؍؍	۲۲۷	۲۲۰	۲۶۸	۲۰۰	۲۴۰	۲۲۴	-	-

جدول (۷)

زر کاغذی کے اجرا کے بارے میں ماہانہ اعداد و شمار (جو ہر جمعرات کو سرکاری طور سے شائع کیے جاتے ہیں) بحساب ملین پونڈ۔

تاریخ	جاری کردہ نوٹ	سرمایہ محفوظ	قرضے: بینکوں کو	قرضے: میونسپلٹیوں کو	علاوہ ازیں سرکار کو	نوٹوں کا فیصدی	سرکاری کاغذات	بنک آف انگلستان
۲۶ اگست ۔ ۱۹۱۴	۲۱۳۵	-	۴۳۰۲	۳۸۱۰	-	-	-	۱۱۴۲۳
۲ ستمبر ۔ ؍؍	۲۵۱۵۶	-	۳۷۶۳	۴۵۵۰	-	-	۱۰۹۲۴	۵۹۲۰
۷ اکتوبر ۔ ؍؍	۲۹۲۷۳	-	۳۲۱۱۵	۲۷۵۰	۵۰۰۰	۱۷۱۱	۱۱۹۲۴	۹۲۶۸
۴ نومبر ۔ ؍؍	۳۲۹۳۴	-	۳۳۴	۱۶۰۰	۱۰۵۰۰	۳۱۱۹	۱۳۹۲۴	۶۵۷۷

236

تاریخ	[illegible]	[illegible]	قرضے		مد مبادلہ			
			[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲ دسمبر ۱۹۱۴	۲۴۵۰۱	–	۲۱۹	۶۰۰	۱۴۵۰۰	۴۲،۶	۱۳۹۲۴	۵۲۵۹
۶ جنوری ۱۹۱۵	۲۷۹۷۱	–	۱۶۴	۲۰۰	۱۹۵۰۰	۵۱،۴	۱۴۹۲۴	۳۱۸۴
۳ فروری	۲۵۸۳۰	–	۱۴۹	–	۲ ۵۰۰	۶۵،۶	۱۰۹۲۴	۱۲۵۷
۳ مارچ	۲۷۰۶۲	–	۱۵۹	–	۲۷۵۰۰	۷۴،۱	۵۰۰۰	۴۴۰۴
۷ اپریل	۴۰۷۸۷	–	۱۵۹	–	۲۷۵۰۰	۹۷،۴	۸۶۲۳	۲۵۰۵
۵ مئی	۴۲۹۹۹	–	۱۳۹	–	۲۷۵۰۰	۶۴،۰	۸۶۲۳	۶۷۳۶
۲ جون	۴۵۶۹۰	۳۰۲	۱۳۹	–	۲۸۵۰۰	۶۳،۴	۹۵۸۶	۷۷۹۸
۷ جولائی	۴۸۰۵۹	۳۰۳	۱۳۹		۲۸۵۰۰	۵۹،۳	۹۵۸۶	۱۰۱۳۸
۴ اگست	۴۶۷۴۳	۳۰۷	۱۲۰۴	۳۱۰	۲۸۵۰۰	۶۱،۰	۹۵۸۶	۷۴۳۷
۱ ستمبر	۵۷۷۴۷	۳۰۸	۱۲۱۴	۴۷۱	۲۸۵۰۰	۴۹،۳	۱۴۵۸۶	۱۳۲۸۵
۶ اکتوبر	۷۵۲۴۷	۳۴۶	۲۰۴	۲۸۹،۵	۲۸۵۰۰	۳۷،۷	۲۰۴۰۰	۲۹۲۸۹
۳ نومبر	۸۲۸۵۶	۴۴۷	۱۸۹	۲۵۷	۲۸۵۰۰	۳۳،۶	۴۴۶۲۱	۱۱۷۲۶
۱ دسمبر	۹۱۹۱۴	۶۵۸	۱۷۹	۲۴۹	۲۸۵۰۰	۳۱،۰	۵۴۶۲۱	۹۰۲۳
۵ جنوری ۱۹۱۶	۱۰۳۰۴۰	۷۴۱	۱۴۴	۲۴۹	۲۸۵۰۰	۲۰،۷	۶۴۶۲۱	۱۰۴۹۷
۲ فروری	۹۸۸۳۹	۷۷۱	۱۴۴	۳۳	۲۸۵۰۰	۲۸،۹	۶۴۳۵۷	۹۳۷۹
۱ مارچ	۱۰۰۸۹۳	۹۸۵	۱۴۴	۳۳	۲۸۵۰۰	۲۸،۲	۶۵۲۰۳	۷۹۹۷
۵ اپریل	۱۰۹۴۳۷	۱۰۳۰	۱۴۴	۴۶	۲۸۵۰۰	۲۶،۰	۷۵۷۱۸	۶۰۵۹
۳ مئی	۱۱۷۱۶۰	۱۰۴۵	۱۳۴	۳۶	۲۸۵۰۰	۲۴،۴	۸۴۶۷۷	۵۸۴۸
۷ جون	۱۱۹۸۸۷	۱۵۷۸	۱۱۴	۴۶	۲۸۵۰۰	۲۳،۸	۸۵۶۸۰	۷۱۲۵
۵ جولائی	۱۲۳۸۱۷	۱۹۴۹	۱۰۴	۳۰۶	۲۸۵۰۰	۲۳،۱	۹۱۷۳۱	۵۳۹۵
۲ اگست	۱۲۷۶۷۴	۲۲۵۴	۱۰۴	۳۶	۲۸۵۰۰	۲۲،۴	۹۲۷۰۵	۸۵۸۴
۶ ستمبر	۱۳۰۴۳۶	۲۳۹۰	۱۰۴	۳۶	۲۸۵۰۰	۲۱،۸	۹۷۹۷۲	۶۲۱۴

تاریخ	چاندی کی موجودہ مقدار	سرمایہ زر منقول	قرضے: بنکوں کو	قرضے: سرکاری محکموں کو	سکہ اور چاندی کا ذخیرہ	روپیہ کا نرخ فیصد	سرکاری کاغذات	بنک آف انگلینڈ
۴ ر اکتوبر ۱۹۱۶	۱۳۲۹۹۱	۲۷۳۳	۹۴	۳۶	۲۸۵۰۰	۲۱٫۵	۱۰۱۲۶۶	۵۸۲۷
۱ ر نومبر	۱۳۷۱۸۸	۲۷۳۳	۷۹	۳۶	۲۸۵۰۰	۲۰٫۸	۱۰۵۸۰۷	۵۴۹۹
۶ ر ڈسمبر	۱۳۸۵۶۸	۳۳۳۲	۶۴	۴۰	۲۸۵۰۰	۲۰٫۶۶	۱۰۷۲۶۸	۶۰۲۸
۳ ر جنوری ۱۹۱۷	۱۴۸۷۷۰	۳۹۲۹	۶۴	۴۰	۲۸۵۰۰	۱۹٫۲	۱۱۸۰۹۷	۵۹۹۸
۷ ر فروری	۱۴۵۶۵۲	۴۵۲۲	۶۴	۶۰	۲۸۵۰۰	۱۹٫۵۶	۱۱۴۸۳۱	۶۷۲۳
۱ ر مارچ	۱۴۴۳۵۱	۴۷۴۱	۱۶۱۹	۲۶۰	۲۸۵۰۰	۱۹٫۶۶	۱۱۲۵۷۳	۶۱۴۰
۴ ر اپریل	۱۵۰۰۴۹	۵۴۷۹	۳۳۱۹	۲۵۱	۲۸۵۰۰	۱۸٫۶۹	۱۱۵۵۸۴	۷۸۷۶
۲ ر مئی	۱۵۴۳۶۸	۵۴۹۷	۲۵۶۹	۲۷۶	۲۸۵۰۰	۱۸٫۶۵	۱۲۲۶۳۷	۵۸۸۴
۶ ر جون	۱۵۸۸۲۸	۶۴۴۲	۱۵۳۹	۲۵۶	۲۸۵۰۰	۱۷٫۶۹	۱۲۹۶۴۳	۵۳۳۲
۴ ر جولائی	۱۶۳۹۸۲	۶۸۱۴	۳۱۹	۲۵۶	۲۸۵۰۰	۱۷٫۴	۱۳۶۲۰۹	۵۵۰۲
۲ ر آگست	۱۶۸۵۴۲	۷۱۴۲	۱۷۹	۲۶۵	۲۸۵۰۰	۱۶٫۶۹	۱۴۱۵۹۱	۵۱۵۹
۵ ر ستمبر	۱۷۴۵۶۰	۷۲۸۶	۱۲۹	۲۳۵	۲۸۵۰۰	۱۶٫۳	۱۴۷۸۹۶	۵۰۸۶
۳ ر اکتوبر	۱۸۰۷۴۹	۷۶۵۲	۹۹	۲۳۵	۲۸۵۰۰	۱۵٫۸	۱۵۴۰۶۲	۵۵۰۶
۷ ر نومبر	۱۸۹۹۴۴	۷۹۷۴	۵۹	۲۲۵	۲۸۵۰۰	۱۵٫۰	۱۶۳۶۲۱	۵۵۱۴
۵ ر ڈسمبر	۱۹۷۴۵۵	۸۵۵۴	۳۹	۶۷۵	۲۸۵۰۰	۱۴٫۴	۱۷۱۱۷۶	۵۶۱۹
۲ ر جنوری ۱۹۱۸	۲۱۲۴۵۱	۹۵۲۹	۳۹	۶۷۵	۲۸۵۰۰	۱۳٫۴	۱۷۶۲۹	۵۱۳۷
۶ ر فروری	۲۱۳۵۸۰	۹۴۷۴	۳۹	۶۷۵	۲۸۵۰۰	۱۳٫۳	۱۸۸۰۲۰	۵۸۲۰
۶ ر مارچ	۲۲۰۶۸۹	۹۶۸۲	۳۹	۶۶۵	۲۸۵۰۰	۱۲٫۹	۱۹۵۸۶۲	۵۳۰۵
۳ ر اپریل	۲۳۰۸۵۱	۱۰۱۷۹	۳۹	۶۷۵	۲۸۵۰۰	۱۲٫۳	۲۰۶۳۶۶	۵۴۵۱
۱ ر مئی	۲۳۸۰۵۸	۱۰۴۶۵	۳۹	۶۷۰	۲۸۵۰۰	۱۲٫۰	۲۱۳۸۳۶	۵۴۷۷
۵ ر جون	۲۴۸۰۰۵	۱۱۵۴۶	۳۹	۶۶۰	۲۸۵۰۰	۱۱٫۵	۲۲۵۲۵۱	۵۱۰۱
۳ ر جولائی	۲۵۶۲۲۸	۱۱۶۰۹	۳۹	۶۴۰	۲۸۵۰۰	۱۱٫۱	۲۳۲۲۹۵	۵۳۶۳

تاریخ	[illegible]	[illegible]	قرضے		مد مبادلہ				
			[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۷ر اگست ۱۹۱۸ء	۲۵۹۸۴	۱۱۹۲۳	۳۹	۶۳۰	۲۸۵۰۰	۱۰٫۷	۲۴۳۸۵۹	۴۱۸۰
۴ر ستمبر	۲۷۰۳۵۳	۱۲۰۹۹	—	۶۲۰	۲۸۵۰۰	۱۰٫۵	۲۴۸۳۲۲	۵۰۰۹
۲ر اکتوبر	۲۷۸۸۸۸	۱۲۹۰۶	—	۶۱۵	۲۸۵۰۰	۱۰٫۲	۲۵۶۶۵۹	۶۰۲۰
۶ر نومبر	۲۹۰۹۲۴	۱۳۱۲۷	—	۶۱۰	۲۸۵۰۰	۹٫۸	۲۶۹۹۶۱	۵۲۸۰
۴ر ڈسمبر	۳۰۰۱۷۹	۱۴۲۵۴	—	۵۷۰	۲۸۵۰۰	۹٫۵	۲۸۰۹۹۰	۴۳۷۴
۸ر جنوری ۱۹۱۹ء	۳۱۷۹۳۱	۱۵۶۰۸	۔	۵۵۵	۲۸۵۰۰	۹٫۲	۳۰۰۱۳۴	۴۳۴۹
۵ر فروری	۳۰۹۴۸۲	۱۴۸۶۷	—	۵۴۵	۲۸۵۰۰	۹٫۲	۲۸۹۲۴۷	۶۰۵۶
۵ر مارچ	۳۱۸۰۵۵	۱۴۹۲۳	—	۵۰۰	۲۸۵۰۰	۹٫۰	۲۹۹۲۳۴	۴۸۴۵
۲ر اپریل	۳۳۲۱۲۳	۱۶۴۰۰	—	۴۷۰	۲۸۵۰۰	۸٫۶	۳۱۵۰۷۷	۴۴۷۶
۷ر مئی	۳۴۷۲۴۰	۱۶۱۵۰	—	۴۵۰	۲۸۵۰۰	۸٫۲	۳۲۹۵۹۲	۴۳۳۶
۴ر جون	۳۴۶۲۷۷	۱۷۵۲۳	—	۳۶۰	۲۸۵۰۰	۸٫۳	۳۲۰۳۳۵	۴۶۱۵

(نوٹ :- ۲۳-اپریل ۱۹۱۹ء کو سب سے زیادہ مقدار میں نوٹ جاری کئے گئے یعنی بقدر ۳۴۹۱۰۸۲۹۸ پاونڈ)

جدول (۸)

لندن کے بنکوں کے حساب گھر کے اعداد و شمار - سنہ ۱۸۶۸ء سے سنہ ۱۹۱۸ء تک
ملین پونڈ میں

سال	کل کاروبار کی مقدار	سنہ ۱۸۶۸ کی رقوم کا فیصد	روزانہ اوسط
۱۸۶۸	۳۴۲۵	—	۱۱٫۰

ملین پونڈ میں			
سال	کل کاروبار کی مقدار	سنہ ۱۸۶۸ء کی رقوم کا فیصد	روزانہ اوسط
۱۸۷۸	۴۹۹۲	۱۴۶	۱۶٫۳
۱۸۸۸	۶۹۴۲	۲۰۳	۲۲٫۶
۱۸۹۸	۸۰۹۷	۲۳۷	۲۶٫۳
۱۸۹۹	۹۱۵۰	۲۶۸	۲۹٫۹
۱۹۰۰	۸۹۶۰	۲۶۲	۲۹٫۲
۱۹۰۱	۹۵۶۱	۲۷۹	۳۱٫۲
۱۹۰۲	۱۰۰۲۹	۲۹۳	۳۳٫۱
۱۹۰۳	۱۰۱۲۰	۲۹۵	۳۳٫۰
۱۹۰۴	۱۰۵۶۴	۳۰۸	۳۴٫۲
۱۹۰۵	۱۲۲۸۸	۳۵۸	۴۰٫۲
۱۹۰۶	۱۲۷۱۱	۳۷۱	۴۱٫۴
۱۹۰۷	۱۲۷۳۰	۳۷۱	۴۱٫۵
۱۹۰۸	۱۲۱۲۰	۳۵۴	۳۹٫۴
۱۹۰۹	۱۳۵۲۵	۳۹۴	۴۴٫۱
۱۹۱۰	۱۴۶۵۹	۴۲۷	۴۷٫۹
۱۹۱۱	۱۴۶۱۴	۴۲۶	۴۸٫۱
۱۹۱۲	۱۵۹۶۲	۴۶۶	۵۱٫۸
۱۹۱۳	۱۶۴۳۶	۴۷۹	۵۳٫۵
۱۹۱۴	۱۴۶۶۵	۴۲۸	۴۸٫۲
۱۹۱۵	۱۳۴۰۸	۳۹۱	۴۳٫۷
۱۹۱۶	۱۵۲۷۵	۴۴۵	۵۰٫۱

ملین پونڈ میں			
سال	کل کاروبار کی مقدار	سنہ ۱۸۶۸ء کی رقوم کا فیصد	روزانہ اوسط
۱۹۱۷	۱۹۱۴۱	۵۵۸	۶۲٫۹
۱۹۱۸	۲۱۱۹۸	۶۱۸	۶۹٫۷

کس دن، کس ہفتے، کس ماہ اور کس سال سب سے زیادہ مقدار رہی۔

---

(۱) دن ۔ چہار شنبہ ۔ ۳۰ر اکتوبر سنہ ۱۹۱۲ء ——— £۱۳۱۰۴۲۰۰۰

(۲) ہفتہ ختم ۔ ۷ر مارچ ۔ سنہ ۱۹۱۷ء ——— ۵۴۰۷۹۶۰۰۰

(۳) ماہ ——— اکتوبر ۔ سنہ ۱۹۱۸ء ——— ۲۰۱۲۵۶۶۰۰۰

(۴) سال ۔ ۱۹۱۸ ——— ۲۱۱۹۷۵۱۲۰۰۰

جدول (۹)

سلطنت متحدہ کے بنک کاری کے اعداد و شمار ۔ ۱۸۹۵ء سے ۱۹۱۸ء تک

(۱) امانتیں

	۱۸۹۵	۱۹۰۰	۱۹۰۵	۱۹۱۰	۱۹۱۱	۱۹۱۲	۱۹۱۳	۱۹۱۴	۱۹۱۵	۱۹۱۶	۱۹۱۷	۱۹۱۸
(۱) بنک آف انگلینڈ	۶۶	۳۴	۵۳	۵۶	۶۱	۶۷	۷۱	۱۵۵	۱۹۲	۱۷۹	۱۶۶	۱۷۳
(۲) سرمایۂ مشترک کے بنک،												
انگلستان اور ویلس	۴۵۶	۵۸۷	۶۲۸	۷۲۱	۷۴۹	۷۷۴	۸۰۹	۸۹۶	۹۹۳	۱۱۵۵	۱۳۶۵	۱۵۸۳
اسکاٹ لینڈ	۹۵	۱۰۷	۱۰۱	۱۰۷	۱۱۲	۱۱۹	۱۲۶	۱۳۳	۱۴۱	۱۶۷	۱۹۷	۲۲۲
آئرلینڈ	۴۴	۴۹	۵۴	۶۳	۶۵	۶۷	۷۱	۷۵	۷۸	۸۴	۹۰	۱۳۲
(۳) خانگی بنک	۷۰	۴۰	۲۸	۲۷	۲۷	۳۷	۲۷	۳۳	۳۳	۳۹	۴۵	۵۱
میزان	۷۳۱	۸۲۷	۸۶۳	۹۷۴	۱۰۱۴	۱۰۵۴	۱۱۰۴	۱۲۹۲	۱۴۰۷	۱۶۲۴	۱۸۷۲	۲۱۶۱

(۲) بنک کے نوٹ جو گردش میں ہیں

	۱۸۹۵	۱۹۰۰	۱۹۰۵	۱۹۱۰	۱۹۱۱	۱۹۱۲	۱۹۱۳	۱۹۱۴	۱۹۱۵	۱۹۱۶	۱۹۱۷	۱۹۱۸
(۱) بنک آف انگلینڈ	۲۶	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۶	۳۵	۴۰	۴۶	۷۰
(۲) سرمایہ مشترک والے بنک:- اسکاٹ لینڈ-	۷	۸	۸	۷	۷	۸	۸	۱۰	۱۳	۱۵	۲۹	۲۵
آئرلینڈ-	۶	۷	۶	۷	۷	۷	۸	۱۱	۱۵	۱۹	۲۲	۳۱
میزان	۳۹	۴۵	۴۳	۴۳	۴۳	۴۴	۴۶	۵۷	۶۳	۷۴	۸۷	۱۲۶

(۳) شرح بنک

	۱۸۹۵	۱۹۰۰	۱۹۰۵	۱۹۱۰	۱۹۱۱	۱۹۱۲	۱۹۱۳	۱۹۱۴	۱۹۱۵	۱۹۱۶	۱۹۱۷	۱۹۱۸
سب سے زیادہ شرح-	۲	۶	۴	۵	۴½	۵	۵	۱۰	۵	۶	۵½	۵
سب سے کم شرح-	۲	۳	۲½	۳	۳	۳	۴½	۳	۵	۵	۵	۵
اوسط	[illegible]	۳-۱۹-۳	۲-۰-۰-۳	۵-۱۴-۳	۴-۹-۳	۵-۱۵-۳	۵-۱۵-۴	۹-۰-۴	۰-۰-۵	۳-۹-۵	۰-۳-۵	۰-۰-۵

جدول (۹)

بہ سلسلۂ سابقہ

بنک کاری کے اعداد و شمار۔ اساسہ اور واجب الوصول رقوم

	۱۸۹۵	۱۹۰۰	۱۹۰۵	۱۹۱۰	۱۹۱۱	۱۹۱۲	۱۹۱۳	۱۹۱۴	۱۹۱۵	۱۹۱۶	۱۹۱۷	۱۹۱۸
(۱) بنک آف انگلینڈ												
سکہ اور فلز غیر مسکوک	۴۵	۲۹	۲۹	۳۱	۳۲	۳۱	۳۵	۶۹	۵۱	۵۴	۵۸	۷۹
اصل مشغول	۳۲	۳۴	۳۱	۳۴	۳۴	۳۳	۳۲	۳۳	۵۱	۷۶	۷۷	۹۰
دوسرے تمسکات (صیغہ بنک)	۳۴	۲۹	۴۰	۳۷	۴۲	۵۰	۵۲	۱۰۶	۱۱۲	۱۰۶	۹۵	۹۲
(۲) سرمایہ مشترک والے بنک												
(ا) انگلستان اور ویلس												
نقد و قرضہ ہائے اطلاع قریب وغیرہ	۱۱۱	۱۴۴	۱۸۰	۲۰۰	۲۱۱	۲۱۶	۲۳۶	۲۷۶	۲۶۲	۳۶۹	۴۲۸	۴۸۱
اصل مشغول	۱۰۷	۱۲۸	۱۳۲	۱۳۸	۱۳۴	۱۲۸	۱۲۱	۱۴۶	۳۱۱	۳۲۳	۳۴۰	۳۴۷
بٹہ وغیرہ	۳۱۲	۳۹۵	۴۰۱	۴۶۸	۴۸۵	۵۱۶	۵۴۰	۵۵۳	۵۰۴	۵۴۳	۶۸۶	۸۳۵

به سلسلۂ جدول (۹)

	۱۸۹۵	۱۹۰۰	۱۹۰۵	۱۹۱۰	۱۹۱۱	۱۹۱۲	۱۹۱۳	۱۹۱۴	۱۹۱۵	۱۹۱۶	۱۹۱۷	۱۹۱۸
(ب) اسکاٹ لینڈ												
نقد و قرضہ بہ اطلاع قریب وغیرہ	۲۳	۲۶	۲۴	۲۶	۳۰	۳۴	۳۴	۳۵	۳۷	۴۲	۴۸	۵۷
اصل مشغول	۳۱	۳۳	۳۱	۳۳	۳۴	۳۷	۳۸	۴۵	۶۷	۷۰	۷۲	۹۴
بٹہ وغیرہ	۶۲	۷۰	۶۹	۷۱	۷۲	۷۲	۷۸	۷۸	۶۵	۸۵	۱۱۲	۱۱۴
(ج) آئرلینڈ												
نقد و قرضہ بہ اطلاع قریب وغیرہ	۱۱	۱۲	۱۰	۱۴	۱۵	۱۴	۱۷	۲۲	۲۳	۳۳	۴۰	۵۷
اصل مشغول	۱۸	۱۸	۱۹	۲۳	۲۴	۲۴	۲۴	۲۶	۳۵	۳۸	۴۲	۶۹
بٹہ وغیرہ	۳۱	۳۷	۴۲	۴۴	۴۵	۴۷	۴۹	۴۸	۴۵	۴۳	۵۱	۵۲
(۳) خانگی بنک												
نقد و قرضہ بہ اطلاع قریب وغیرہ	۲۰	۱۱	۷	۶	۷	۷	۶	۷	۸	۱۰	۱۲	۱۶
اصل مشغول	۲۵	۱۵	۱۰	۸	۸	۷	۸	۸	۹	۹	۱۰	۱۳
بٹہ وغیرہ	۳۶	۲۱	۱۵	۱۶	۱۶	۱۶	۱۷	۲۱	۱۹	۲۳	۲۵	۲۵
میزان	۹۰۸	۱۰۰۲	۱۰۴۰	۱۱۴۹	۱۱۸۹	۱۲۳۲	۱۲۸۷	۱۴۷۳	۱۵۹۹	۱۸۲۴	۲۰۹۶	۲۴۱۷

جدول (۱۰)

بنک آف انگلینڈ کا ہفتہ وار فرد حساب ختم ہفتہ ۶ ؍ دسمبر ۱۹۱۶ء

صیغۂ اجرا

اثاثہ و واجب الوصول	£	واجب الادا رقوم	£
(۱) سرکاری قرضہ	۱۱۰۱۵۱۰۰	جاری کردہ نوٹ	۷۲۶۸۳۱۰۵
(۲) دوسرے تمسکات	۷۴۳۴۹۰۰		
(۳) طلائی سکہ اور فلز غیر مسکوکہ	۵۴۲۳۳۱۰۵		
	۷۲۶۸۳۱۰۵		۷۲۶۸۳۱۰۵

صیغۂ کاروبار (بنک)

اثاثہ و واجب الوصول	£	واجب الادا رقوم	£
(۱) سرکاری تمسکات	۴۲۱۸۷۶۹۳	(۱) حصہ داروں یا مالکوں کا اصل	۱۴۵۵۳۰۰۰
(۲) دوسرے تمسکات	۱۰۶۷۴۹۶۴۶		۳۲۳۵۹۱۹
(۳) نوٹ	۳۴۸۲۴۷۷۰	(۲) سرکاری امانتیں	۵۸۷۱۶۵۹۷
(۴) طلا اور نقری سکہ	۱۷۰۹۶۲۵	(۳) دیگر امانتیں	۱۰۸۹۴۶۱۹۱
		(۴) ہفتہ وار اور دیگر ہنڈیاں	۲۰۰۲۷
	۱۸۵۴۷۱۷۳۴		۱۸۵۴۷۱۷۳۴

جدول (۱۱)

بنک آف انگلینڈ کے ہفتہ وار فرد حساب کی تفصیل و تشریح سنہ ۱۹۱۴ء سے سنہ ۱۹۱۵ء تک

تاریخ	سکہ اور زر خالص طلائی	در دست گردش والے نوٹ	دیگر امانتیں	دیگر کفالتیں	سرکاری کفالتیں	ریزرو کا تناسب ذمہ داریوں سے فیصدی	شرح بنک
سنہ ۱۹۱۴ء ۷ جنوری	۳۷٫۱	۲۹٫۰	۵۳٫۷	۴۵٫۲	۲۶٫۵	۴۹ ۳/۸	۴ ۱/۲
۴ فروری	۴۳٫۴	۲۸٫۴	۶۲٫۵	۴۷٫۲	۳۳٫۴	۵۴ ۳/۸	۳
۴ مارچ	۴۱٫۸	۲۸٫۵	۶۳٫۳	۴۹٫۸	۳۱٫۷	۵۰ ۱/۸	۳
۱ اپریل	۳۹٫۰	۲۹٫۵	۶۷٫۵	۵۷٫۸	۲۸٫۰	۴۱ ۳/۸	۳
۶ مئی	۳۵٫۹	۲۸٫۸	۵۷٫۸	۴۹٫۹	۲۵٫۶	۴۴ ۱/۴	۳
۳ جون	۳۶٫۰	۲۹٫۰	۵۹٫۹	۵۲٫۲	۲۵٫۴	۴۲ ۱/۲	۳
۱ جولائی	۴۰٫۱	۲۹٫۸	۷۱٫۶	۶۰٫۷	۲۸٫۷	۴۰ ۱/۸	۳
۸ آگسٹ	۲۷٫۶	۳۶٫۱	۶۸٫۲	۷۶٫۴	۱۰٫۰	۱۴ ۱/۴	۶
۲ ستمبر	۴۷٫۸	۳۵٫۳	۱۶۲٫۵	۱۴۹٫۸	۳۰٫۹	۱۹	۵
۷ اکتوبر	۵۶٫۸	۳۴٫۸	۱۶۴٫۵	۱۴۱٫۹	۴۰٫۴	۲۴ ۱/۲	۵
۴ نومبر	۶۹٫۵	۳۵٫۵	۱۵۶٫۷	۱۲۲٫۱	۵۲٫۴	۳۳ ۳/۸	۵
۲ دسمبر	۷۱٫۴	۳۵٫۹	۱۸۰٫۵	۱۴۴٫۴	۵۳٫۹	۲۹ ۷/۸	۵
سنہ ۱۹۱۵ء ۶ جنوری	۶۸٫۸	۳۵٫۹	۱۵۷٫۲	۱۲۳٫۷	۵۱٫۴	۳۲ ۳/۴	۵
۳ فروری	۶۷٫۶	۳۴٫۸	۱۶۲٫۵	۱۲۹٫۴	۵۱٫۳	۳۱ ۱/۲	۵
۳ مارچ	۶۰٫۰	۳۴٫۵	۱۷۰٫۷	۱۴۵٫۱	۴۳٫۹	۲۵ ۳/۴	۵

بہ سلسلۂ جدول (۱۱)

تاریخ	سکہ و غیر مسکوک فلز	دست گرد نوٹ	امانتیں	تمسکات در صیغہ بنک	سرمایہ محفوظ	سرمایہ رقوم واجب الادا کا فیصد	شرح بنک
۷ر اپریل	۵۳،۸	۳۴،۹	۲۰۲،۹	۱۸۳،۴	۳۷،۳	۱۸ ۳/۸	۵
۵ر مئی۔	۵۶،۳	۳۴،۹	۲۱۹،۳	۱۹۷،۲	۳۹،۸	۱۸ ۱/۸	۵
۲ر جون۔	۵۸،۶	۳۳،۵	۲۱۵،۸	۱۸۹،۹	۴۳،۶	۲۰ ۱/۴	۵
۷ر جولائی۔	۵۳،۳	۳۵،۱	۲۰۷،۸	۱۸۹،۰	۳۶،۶	۱۷ ۵/۸	۵
۴ر اگست۔	۶۲،۲	۳۳،۵	۲۳۱،۳	۲۰۲،۱	۴۷،۲	۲۰ ۳/۸	۵
۱ر ستمبر۔	۶۸،۴	۳۲،۳	۲۲۵،۹	۸۹،۵	۵۴،۶	۲۴ ۱/۸	۵
۶ر اکتوبر۔	۶۱،۲	۳۲،۹	۱۷۹،۷	۱۵۰،۶	۴۶،۸	۲۶	۵
۳ر نومبر۔	۵۶،۷	۳۳،۴	۱۴۱،۳	۱۱۷،۴	۴۱،۷	۲۹ ۱/۲	۵
۱ر ڈسمبر۔	۵۱،۲	۳۴،۳	۱۴۳،۹	۱۲۶،۳	۳۵،۴	۲۴ ۱/۲	۵
سنہ ۱۹۱۶ء							
۵ر جنوری۔	۵۱،۱	۳۵،۲	۱۶۴،۰	۱۴۷،۶	۳۳،۴	۲۱	۵
۲ر فروری۔	۵۲،۷	۳۴،۲	۱۵۶،۸	۱۳۸،۰	۳۶،۹	۲۳ ۱/۲	۵
۱ر مارچ۔	۵۶،۱	۳۳،۳	۱۵۲،۶	۱۲۹،۶	۴۱،۳	۲۷	۵
۵ر اپریل۔	۵۶،۵	۳۳،۹	۱۵۷،۷	۱۳۴،۳	۴۱،۰	۲۱	۵
۳ر مئی۔	۵۷،۵	۳۴،۳	۱۳۳،۵	۱۱۰،۶	۴۱،۶	۳۱	۵
۷ر جون۔	۶۱،۶	۳۵،۵	۱۳۲،۶	۱۰۵،۸	۴۴،۵	۳۲ ۱/۲	۵
۵ر جولائی۔	۶۰،۳	۳۶،۴	۱۶۲،۶	۱۳۸،۰	۴۲،۴	۲۶	۵
۲ر اگست۔	۵۴،۹	۳۶،۷	۱۳۶،۵	۱۱۷،۸	۳۶،۷	۲۶ ۷/۸	۶
۶ر ستمبر۔	۵۵،۳	۳۶،۳	۱۵۷،۳	۱۳۷،۹	۳۷،۵	۲۳ ۷/۸	۶
۴ر اکتوبر۔	۵۴،۶	۳۷،۱	۱۶۹،۶	۱۵۱،۴	۳۶،۰	۲۱ ۱/۴	۶
یکم نومبر	۵۶،۴	۳۷،۲	۱۶۷،۷	۱۴۷،۹	۳۷،۶	۲۲ ۱/۴	۶

بہ سلسلۂ جدول (۱۱)

تاریخ	سکہ اور غیر مسکوک فلز	دست گرداں نوٹ	امانتیں	تمسکات در صیغہ بنک	سرمایہ محفوظ	سرمایہ رقوم واجب الادا کا فیصد	شرح بنک
۶ر دسمبر	۵۵٫۹	۳۷٫۹	۱۶۷٫۷	۱۴۸٫۹	۳۶٫۵	۲۱ ۳/۴	۶
سنہ ۱۹۱۷ء							
۴ر جنوری	۵۵٫۰	۳۹٫۹	۱۶۹٫۵	۱۵۴٫۰	۳۳٫۵	۱۹ ۳/۴	۶
۷ر فروری	۵۶٫۹	۳۹٫۵	۲۶۸٫۷	۲۵۱٫۰	۳۵٫۸	۱۳ ۳/۸	۵ ۱/۲
۷ر مارچ	۵۴٫۰	۳۸٫۲	۲۴۴٫۱	۲۲۸٫۰	۳۴٫۲	۱۴	۵ ۱/۲
۴ر اپریل	۵۴٫۷	۳۸٫۹	۱۷۹٫۱	۱۶۲٫۶	۳۴٫۲	۱۹ ۱/۸	۵
۲ر مئی	۵۵٫۱	۳۸٫۸	۱۷۶٫۱	۱۵۹٫۱	۳۴٫۷	۱۹ ۵/۸	۵
۶ر جون	۵۵٫۱	۴۰٫۰	۱۶۸٫۸	۱۵۲٫۰	۳۴٫۶	۲۰ ۱/۲	۵
۴ر جولائی	۵۵٫۲	۴۰٫۲	۱۷۲٫۳	۱۵۶٫۶	۳۳٫۵	۱۹ ۱/۲	۵
۱ر اگست	۵۲٫۵	۴۰٫۵	۱۷۳٫۶	۱۶۱٫۱	۳۰٫۴	۱۷ ۱/۲	۵
۵ر ستمبر	۵۴٫۳	۴۰٫۷	۱۶۹٫۵	۱۵۵٫۵	۳۲٫۱	۱۸ ۷/۸	۵
۳ر اکتوبر	۵۵٫۷	۴۱٫۸	۱۷۱٫۳	۱۵۷٫۱	۳۲٫۳	۱۸ ۷/۸	۵
۷ر نومبر	۵۶٫۲	۴۲٫۴	۱۶۴٫۵	۱۵۰٫۰	۳۲٫۳	۱۹ ۵/۸	۵
۵ر دسمبر	۵۷٫۵	۴۳٫۰	۱۷۲٫۱	۱۵۷٫۷	۳۲٫۲	۱۸ ۱/۴	۵
سنہ ۱۹۱۸ء							
۲ر جنوری	۵۹٫۲	۴۶٫۶	۱۹۰٫۵	۱۷۷٫۳	۳۱٫۱۱	۱۶ ۱/۴	۵
۶ر فروری	۵۸٫۶	۴۶٫۱	۱۶۶٫۶	۱۵۳٫۸	۳۰٫۹	۱۸ ۱/۲	۵
۶ر مارچ	۶۰٫۱	۴۷٫۶	۱۷۸٫۷	۱۶۵٫۹	۳۰٫۹	۱۷ ۱/۴	۵
۳ر اپریل	۶۱٫۴	۴۸٫۰	۱۸۶٫۶	۱۷۲٫۸	۳۱٫۹	۱۷ ۱/۸	۵
۱ر مئی	۶۱٫۴	۴۹٫۴	۱۷۲٫۰	۱۵۹٫۳	۳۰٫۴	۱۷ ۳/۴	۵

بہ سلسلۂ جدول (۱۱)

تاریخ	سکہ اور غیر مسکوک فلز	دست گرداں نوٹ	امانتیں	تمسکات در صیغۂ بنک	سرمایہ محفوظ	سرمایہ رقوم واجب الادا کا فیصدی	شرح بنک
سنہ ۱۹۱۸ء							
۵؍ جون۔	۶۲٫۸	۵۱٫۹	۱۷۰٫۶	۱۵۸٫۰	۳۰٫۴	۱۷ ۷/۸	۵
۳؍ جولائی۔	۶۵٫۳	۵۴٫۹	۱۹۰٫۲	۱۷۹٫۲	۲۸٫۹	۱۵ ۱/۴	۵
۷؍ اگست۔	۶۸٫۰	۵۶٫۸	۱۷۲٫۶	۱۶۱٫۰	۲۹٫۶	۱۷ ۱/۸	۵
۴؍ ستمبر۔	۶۹٫۹	۵۸٫۶	۱۶۸٫۷	۱۵۷٫۱	۲۹٫۸	۱۷ ۳/۴	۵
۲؍ اکتوبر۔	۷۲٫۲	۶۲٫۳	۱۶۷٫۷	۱۵۷٫۴	۲۸٫۴	۱۶ ۷/۸	۵
۶؍ نومبر۔	۷۰٫۱	۶۳٫۷	۱۶۳٫۱	۱۵۳٫۰	۲۷٫۸	۱۷ ۱/۸	۵
۴؍ دسمبر۔	۷۶٫۰	۶۷٫۰	۱۸۰٫۷	۱۷۱٫۱	۲۷٫۳	۱۵ ۱/۸	۵
سنہ ۱۹۱۹ء							
۱؍ جنوری۔	۸۰٫۰	۷۰٫۲	۲۳۱٫۲	۲۳۰٫۸	۲۸٫۲	۱۱ ۳/۴	۵
۵؍ فروری	۸۱٫۳	۷۰٫۰	۱۴۶٫۲	۱۳۳٫۳	۲۹٫۹	۲۰ ۱/۲	۵
۵؍ مارچ۔	۸۱٫۳	۷۱٫۱	۱۵۳٫۳	۱۴۳٫۹	۲۸٫۶	۱۸ ۱/۲	۵
۲؍ اپریل۔	۸۳٫۹	۷۵٫۲	۱۵۶٫۱	۱۴۶٫۰	۲۸٫۲	۱۹ ۵/۸	۵
۷؍ مئی	۸۵٫۹	۷۶٫۸	۱۳۸٫۹	۱۲۸٫۹	۲۷٫۶	۱۹ ۵/۶	۵
۴؍ جون	۸۶٫۹	۷۸٫۲	۱۳۹٫۰	۱۳۹٫۵	۲۷٫۲	۱۸ ۱/۴	۵

جدول (۱۲)

لندن کے مبادلوں کا نرخنامہ (ماخوذ از "ٹائمز" و "اکانومسٹ")

لندن کا مبادلہ سے	میعاد معینہ	شرح مبادلہ پنجشنبہ ۱۶ جولائی ۱۹۱۴ء	اسکا مفہوم	مساوات مبادلہ	شرحوں کا مقابلہ جمعرات کو	
					۷ دسمبر ۱۹۱۶ء	۳ اپریل ۱۹۱۹ء
امسٹرڈم وغیرہ	چک	۱۲٫۲ ۵/۸ - ۱۲٫۲ ۳/۸	بحساب فلورن اور اسٹائیور فی پونڈ	۱۲٫۱۰۷	۶۷ - ۱۱٫۶۵	۴۷ - ۱۱٫۴۲
"	ہنڈیاں ماہی	۱۲٫۵ ۱/۸ - ۱۲٫۴ ۵/۸	" " "	"	۸۵ - ۱۱٫۸۰	۷۸ - ۱۱٫۶۸
انٹورپ و برسلز	"	۲۵٫۵۵ - ۲۵٫۵۰	" فرانک اور سنٹائم فی پونڈ	۲۵٫۲۲ ۱/۲	—	۳۰ - ۲۹٫۱۵
ہمبرگ برلن وغیرہ	"	۲۰٫۶۷ - ۲۰٫۶۳	" مارک اور فنگس فی پونڈ	۲۰٫۴۰	—	—
پیرس	چک	۲۵٫۲۰ - ۲۵٫۱۷ ۱/۲	" فرانک اور سنٹائم فی پونڈ	۲۵٫۲۲ ۱/۲	۸۲ - ۲۷٫۷۹	۷۵ - ۲۷٫۶۰
پیرس و مارسیلز	سہ ماہی ہنڈی	۲۵٫۴۱ ۱/۴ - ۲۵٫۳۶ ۱/۴	" " "	"	۲۰ - ۲۸٫۱۵	—
سوئٹزرلینڈ	"	۲۵٫۴۲ ۱/۲ - ۲۵٫۳۷ ۱/۲	" " "	۲۵٫۲۲ ۱/۲	{ ۲۵ - ۲۴٫۱۵ ۶۰ - ۲۴٫۵۰ }	{ ۱۰ - ۳۳٫۰۰ ۵۵ - ۳۴٫۴۵ }

بہ سلسلۂ جدول (۱۲)

لندن کا مبادلہ ... سے	میعاد معینہ	شرح مبادلہ پنجشنبہ ۱۲ جولائی ۱۹۱۴ء	اسکا مفہوم	مساوات مبادلہ	شرحوں کا مقابلہ جمعرات کو: ۷ دسمبر ۱۹۱۶ء	شرحوں کا مقابلہ جمعرات کو: ۳ اپریل ۱۹۱۹ء
آسٹریا	سہ ماہی ہنڈی	۲۴٫۴۵ - ۲۴٫۵۱	بحساب کرونن اور ہلر فی پونڈ	۲۴٫۰۲	—	—
پیٹروگراڈ اور ماسکو	″	۲۴ ۳/۴ - ۲۴ ۱/۲	″ پنس فی روبل	۲۵٫۶	۱۶۵ - ۱۶۳ ۷ ۱/۴ - ۱۶۵ ۱/۴	—
جنیوا	″	۲۵٫۶۱ ۱/۴ - ۲۵٫۵۶ ۱/۴	″ لائر اور سنٹیسمی فی پونڈ	۲۵٫۲۲ ۱/۲	۲۷٫۱۵ - ۲۵ ۲۷٫۶۳ - ۷۳	۲۴٫۲۵ - ۷۵
نیویارک	ہنڈی ۶۰ یوم	۴۸ ۱۳/۱۶ - ۴۸ ۱۱/۱۶	″ پنس فی ڈالر	۴۹٫۳۲	—	۴۶۵ - ۶
میڈرڈ	ہنڈی سہ ماہی	۴۵ ۳/۱۶ - ۴۵ ۱/۱۶	″ پنس فی پسیٹاس	۴۷٫۶	۲۲٫۱۲ - ۲۲ ۵۰ ۱/۲ - ۵۰	۲۲٫۹۰ - ۲۳٫۰۰ ۵۰ ۳/۸ - ۵۰ ۵/۸
لسبن اور اپورٹو	″	۴۵ ۱۳/۱۶ - ۴۵ ۹/۱۶	″ پنس فی ملریس	۵۳ ۱/۴	۳۲ - ۳۱	۳۳ ۳/۴ - ۳۳ ۱/۴
کوپن ہیگن	″	۱۸٫۵۲ - ۱۸٫۴۸	″ کرونر اور اور فی پونڈ	۱۸٫۱۵۹	۱۷٫۵۰ - ۶۰	۱۸٫۳۸ - ۴۸
کرسچیانیا	سہ ماہی ہنڈی	۱۸٫۵۲ - ۱۸٫۴۸	کرونر اور اُور فی پونڈ	۱۸٫۱۵۹	۱۶٫۸۷ - ۹۷	۱۶٫۸۷ - ۹۷

به سلسلۂ جدول (۱۲)

لندن کا مبادلہ سے	میعاد معینہ	شرح مبادلہ پنجشنبہ ۲۶ جولائی ۱۹۱۴ء	اسکا مفہوم	مساوات مبادلہ	شرحوں کا مقابلہ جمعرات کو ۷ دسمبر ۱۹۱۶ء	شرحوں کا مقابلہ جمعرات کو ۳۱ اپریل ۱۹۱۹ء
اسٹاک ہوم	سہ ماہی ہنڈی	۱۸/۴۸-۱۸/۵۲	بحساب کرونڑ فی پونڈ	۱۸٫۱۵۹	۱۶ ، ۳۰-۴۰	۱۷ ، ۲۰-۳۰
بیونا س آئرس	انتقالات برقی	—	بحساب پنس فی ڈالر (طلائی)	—	—	۵۱ $\frac{1}{4}$ - $\frac{3}{4}$
کلکتہ اور بمبئی	طلب	—	بحساب پنس فی روپیہ	—	—	۱/۵ $\frac{25}{32}$ - $\frac{29}{32}$

246

جدول (۱۳)

لنڈن پر مبادلات خارجہ
(ماخوذ از ٹائمز و اکانمسٹ)

مقام	مبادلہ	شرح مبادلہ ۱۶ جولائی ۱۹۱۴ء	شرح مبادلہ ۷ دسمبر ۱۹۱۶ء	شرح مبادلہ ۴ اپریل ۱۹۱۹ء	مفہوم	مساوات
پیرس	چک	۲۵٫۱۶ ۳/۴–۱۷ ۳/۴	۲۷٫۷۹ ۱/۲–۸۱	۲۷٫۶۳–۶۷	فرانک اور سنٹائم فی پونڈ۔	۲۵٫۲۲ ۱/۲
برسلس	چک	۲۵٫۲۹ ۱/۲–۳۰ ۱/۲	—	۲۹٫۳۰–۴۰	〃 〃 〃	۲۵٫۲۲ ۱/۲
برلن	ورشنی ہنڈی	۲۰٫۴۹–۵۰	—	—	مارک اور فینگس فی پونڈ	۲۰٫۴۰
〃	ہنڈی ۸ یوم	۲۰٫۴۶ ۱/۲	—	—	〃 〃 〃	—
ویانا	ورشنی ہنڈی	۲۴٫۱۶–۱۸	—	—	کرونن اور ہلر فی پونڈ	۲۴٫۰۲
امسٹرڈم	〃	۱۲٫۱۱ ۳/۴–۱۲ ۱/۴	۱۱٫۶۵–۹۹ ۱/۴	۱۱٫۴۵–۴۸	فلورن اور سنٹ فی پونڈ	۱۲٫۱۰۷
اٹلی	〃	۲۵٫۲۶–۲۸	۳۲٫۱۵–۲۰	۳۴٫۴۵–۵۰	لائر اور سنٹیسیمی فی پونڈ	۲۵٫۲۲ ۱/۲
سوئٹزرلینڈ	〃	۲۵٫۱۸ ۱/۴–۱۹ ۱/۴	۲۴٫۲۰–۳۰	۲۲٫۹۰–۹۵	فرانک اور سنٹیسمس فی پونڈ	۲۵٫۲۲ ۱/۲
میڈرڈ	〃	۲۶٫۰۵–۱۵	۲۲٫۱۵–۳۵	۲۲٫۸۰–۸۵	پسیٹاس اور سنٹیمس فی پونڈ	۲۵٫۲۲ ۱/۲
لسبن	〃	۴۶ ۵/۱۶–۷/۱۶	۳۱–۳۲	۳۳ ۱/۲–۳۴ ۱/۴	پنس فی ملیرس۔	۵۳ ۱/۴
سنٹ پیٹرزبرگ	〃	۹۵٫۷۵–۸۵	۱۶۳–۱۶۴	—	روبل اور کوپک فی ۱۰ پونڈ	۹۴٫۵۷
پٹروگراڈ	ہنڈی سہ ماہی	۹۵٫۱۰	—	—	〃 〃 〃	—
کرسچیانیا	ورشنی ہنڈی	۱۸٫۲۳–۲۶	۱۶٫۹۲–۹۷	۱۷٫۹۰–۹۴	کرونر اور اورر فی پونڈ	۱۸٫۱۵۹
کوپن ہیگن	〃	۱۸٫۲۳ ۱/۲–۲۶ ۱/۲	۱۷٫۵۰–۹۰	۱۸٫۴۴–۴۸	〃 〃 〃	۱۸٫۱۵۹
اسٹاک ہوم	〃	۱۸٫۲۳–۲۶	۱۶٫۳۲–۴۲	۱۶٫۲۵–۲۸	〃 〃 〃	۱۸٫۱۵۹
بمبئی اور کلکتہ	انتقالات برقی	۱ ش ۳ ۲۱/۳۲ پ	۱ ش ۴ ۷/۳۲–۹/۳۲ پ	۱ ش ۶ ۱۳/۱۶ پ	شلنگ اور پنس فی روپیہ	ایک شلنگ چار پنس

بہ سلسلہ جدول (۱۳)

مقام	ذریعہ	شرح مبادلہ ۱۶ر جولائی ۱۹۱۴ء	شرح مبادلہ ۲۷ر ڈسمبر ۱۹۱۶ء	شرح مبادلہ ۳ر اپریل ۱۹۱۹ء	مفہوم	مساوات
ہانگ کانگ	انتقالات برقی	۱ش - ۱۵ ۳/۸	۲ش - ۲ ۷/۱۶	۳ش - ۲ ۳/۴	اسٹلنگ اور پنس فی ڈالر	—
شانگھائی	؍؍	۲ش - ۵ ۵/۸	۳ - ۶	۴ - ۸ ۱/۲	؍؍ ؍؍ فی ٹیل	—
سنگاپور	؍؍	۲ - ۳ ۱/۱۶	۲ - ۴ ۵/۳۲ - ۴ ۱/۴	۲ - ۴ ۵/۱۶ - ۴ ۱/۱۶	؍؍ ؍؍ فی ڈالر	—
یکوہاما	؍؍	۲ - - ۳/۸	۲ - ۱ ۷/۱۶ - ۱۱/۱۶	۲ - ۱ ۳/۴ - ۲ ۱/۴	؍؍ ؍؍ فی ین	۲۴٫۵۸ پ
سکندریہ	؍؍	۹۷ ۵/۸	۹۷ ۳/۸	۹۷ ۱/۲	پی سٹری فی پونڈ	۹۷ ۱/۲
ریوڈی جنیرو	ہنڈی ۹۰ یوم	۱۵ ۵/۱۶	۱۲ ۱/۱۶	۱۳ ۱۳/۳۲	پنس فی ملیرس	۱۶
والپرائیزو	؍؍	۹ ۳/۴	۱۱ ۱۳/۳۲	۱۰ ۵/۱۶	پنس فی پیسو	—
بیونس آئرس	؍؍	۴۸ ۱۱/۱۶	۵۰ ۱/۴ پنس	۵۱ ۳/۸ - ۵۱ ۵/۸	؍؍ فی پیسو یا ڈالر	۴۷٫۵۸
مانٹی ویڈیو	؍؍	۵۱ ۳/۳۲	۵۴ ۵/۸ پنس	۶۲	؍؍ ؍؍ ؍؍	۵۱
نیویارک	انتقالات برقی	۴٫۸۷ ۷/۱۶ - ۱۱/۱۶	۴٫۷۶ ۵/۱۶ - ۷/۱۶	۴٫۶۸ - ۶۸ ۱/۲	ڈالر اور سنٹ فی پونڈ	۴٫۸۶۶

247

جدول (۱۴)

مبادلات خارجہ پر جنگ عظیم کا اثر

چک انتقالات ڈاک یا تار	معمولی شرح	شرح قبل از جنگ	انتہائی شرحیں یکم اگست ۱۹۱۴ء		شرحیں ۱۹ر ڈسمبر ۱۹۱۴ء	
			سب سے کم	سب سے زیادہ	کمترین	بیشترین
پیرس	۲۵٫۲۲ ۱/۲	۲۵٫۱۶	۲۴٫۰۰	۲۵٫۰۰	۲۴٫۰۰	۲۵٫۵۰

به سلسلۂ جدول (۱۴)

چک، انتقالات ڈاک بانک	معمولی شرح	شرح قبل از جنگ	انتہائی شرحیں یکم اگست سنہ ۱۹۱۴ء		۱۹ ار ڈسمبر سنہ ۱۹۱۴ء	
			سب سے کم	سب سے زیادہ	کمترین	بیشترین
سوئٹزرلینڈ	۲۰،۲۲½	۲۵،۱۷	۲۴،۰۰		۲۴،۰۰	۲۶،۰۰
برسلس اور انٹ ورپ	۲۵،۲۲½	۲۵،۲۹	۲۴،۰۰	۲۶،۰۰	۲۴،۰۰	۲۷،۵۰
امسٹرڈم۔	۱۲،۱۰۷	۱۲،۱۵	۱۱،۹۰	۱۲،۶۰	۱۱،۷۰	۱۲،۶۰
اٹلی	۲۵،۲۲¾	۲۵،۵۰	فروشندے ۲۶،۰۰ خریدار ندارد		۲۴،۰۰	۲۸،۵۰
میڈرڈ	۲۵،۲۲½	۲۶،۱۰	۲۴،۰۰	۲۵،۹۰	۲۴،۴۵	۲۶،۷۰
لسبن۔	۵۳¼	۴۶½	۴۲		۳۵½	۴۱
سنٹ پیٹرزبرگ	۹۴،۵۷	۹۷،۲۰	شرح فروشندہ ۱۲۵ خریدار ندارد		۱۱۰	۱۲۰
کرسچیانیا	۱۸،۱۵۹	۱۸،۳۰	تقریباً ۱۸،۵۰		۱۸،۳۰	۱۹،۲۰
کوپن ہیگن	۱۸،۱۵۹	۱۸،۳۰	تقریباً ۱۸،۵۰		۱۸،۳۰	۱۹،۲۰
اسٹاک ہوم	۱۸،۱۵۹	۱۸،۳۰	تقریباً ۱۸،۵۰		۱۸،۳۰	۱۹،۲۰
برلن	۲۰،۴۰	۲۰،۵۳½	فروشندے ۲۱،۰۰ خریدار ندارد		—	—
ویانا	۲۴،۰۲	۲۴،۳۲	فروشندے ۲۴،۶۰ خریدار ندارد		—	—
نیویارک	۴،۸۶۶	۴،۹۳	تقریباً ۶،۵۰		۴،۹۳	۵،۱۰

248

جدول (۱۵)

نیویارک کے مبادلات یوروپ پر (جولائی سنہ ۱۹۱۴ء کے بعد سے ہر مہینہ کے پہلے دوشنبہ کو)

	انگلستان ڈالر اور سنٹ فی پونڈ	فرانس فرانک فی ڈالر	اٹلی لائر فی ڈالر	روس سنٹ فی روبل	جرمنی سنٹ فی ۴ مارک	آسٹریا سنٹ فی کراون	ہالینڈ سنٹ فی فلورن	سوئٹزرلینڈ فرانک فی ڈالر
مساوات	۴،۸۶۶	۵،۱۸⅛	۵،۱۸⅛	۵۱½	۹۵⅛	۲۰¼	۴۰¼	۵،۱۸ ۱/۶

بہ سلسلۂ جدول (۱۵)

معہ	انگلستان ڈالر اور سنٹ فی پونڈ	فرانس فرانک فی ڈالر	اٹلی لائر فی ڈالر	روس سنٹ فی روبل	جرمنی سنٹ فی ۴ مارک	آسٹریا سنٹ فی کراون	ہالینڈ سنٹ فی فلورن	سوئٹزرلینڈ فرانک فی ڈالر
تاریخ								
۶ جولائی ۱۹۱۴ء	۴٫۸۸	۵٫۱۵	۵٫۱۸	۵۱ ۱/۴	۹۵ ۱/۴	۲۰ ۱/۴	۴۰ ۱/۴	۵٫۱۶ ۱/۲
مساوات کا فیصد	۱۰۰	۱۰۰٫۶	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۹۹
۳۰-۳۱ جولائی۔	۶٫۳۵	۴٫۲۵	۴٫۹۰	۵۱ ۱/۸	۱۰۴	۲۰٫۳۷	۴۱	۴٫۶۵
	۱۳۰	۱۲۲	۱۰۶	۱۰۰	۱۰۹	۱۰۱	۱۰۲	۱۱۲
۳ اگست۔	۶٫۷۵	—	—	—	—	—	—	—
	۱۲۹	—	—	—	—	—	—	—
۸ ستمبر۔	۴٫۹۸	—	—	—	—	—	—	—
	۱۰۲	—	—	—	—	—	—	—
۵ اکتوبر۔	۴٫۹۶	۵٫۰۶	۵٫۲۹	—	۹۳ ۱/۴	۱۹٫۷۵	۴۰ ۳/۴	۵٫۰۴
	۱۰۲	۱۰۲	۹۸	—	۹۸	۹۸	۱۰۱	۱۰۲
۲ نومبر۔	۴٫۹۱	۵٫۱۳	۵٫۳۲	۴۸	۸۸ ۳/۴	۱۷٫۸۵	۴۱ ۱/۴	۵٫۱۷
	۱۰۱	۱۰۱	۹۷	۹۳	۹۳	۸۸	۱۰۲	۱۰۰
۷ ڈسمبر۔	۴٫۸۸	۵٫۱۲	۵٫۲۶	۴۲ ۳/۴	۹۲	۱۷٫۵۰	۴۰ ۵/۸	۵٫۱۹
	۱۰۰	۱۰۱	۹۸	۸۳	۹۶	۸۶	۱۰۱	۱۰۰
۴ جنوری ۱۹۱۵ء	۱۰۰	۱۰۰	۹۷	۸۳	۹۳	۸۶	۱۰۱	۹۹
یکم فروری۔	۱۰۰	۱۰۰	۹۶	۸۵	۹۲	۸۶	۱۰۰	۹۸
یکم مارچ۔	۹۹	۹۸	۸۷	۸۶	۸۶	۷۸	۹۹	۹۴
۵ اپریل۔	۹۹	۹۷	۸۹	۸۳	۸۶	۷۶	۹۷	۹۶
۳ مئی۔	۹۹	۹۷	۸۸	۸۰	۸۷	۷۷	۹۶	۹۷
۷ جون۔	۹۸	۹۵	۸۷	۷۷	۸۷	۷۶	۱۰۰	۹۸
۶ جولائی۔	۹۸	۹۲	۸۵	۷۴	۸۶	۷۵	۱۰۰	۹۶

249

بہ سلسلۂ جدول (۱۵)

	انگلستان ڈالر اور سنٹ فی پونڈ	فرانس فرانک فی ڈالر	اٹلی لائر فی ڈالر	روس سنٹ فی روبل	جرمنی سنٹ فی ۴ مارک	آسٹریا سنٹ فی کراون	ہالینڈ سنٹ فی فلورن	سوئیزرلینڈ فرانک فی ڈالر
۲ ر اگست ۱۹۱۵	۹۸	۹۱	۸۱	۶۴	۸۶	۷۵	۱۰۰	۹۶
۷ ر ستمبر۔	۹۵	۸۶	۸۰	۶۶	۸۵	۷۴	۱۰۰	۹۶
۴ ر اکتوبر۔	۹۷	۹۰	۸۳	۶۹	۸۸	۷۷	۱۰۰	۹۸
۳ ر نومبر۔	۹۵	۸۷	۸۰	۶۶	۸۶	۷۲	۱۰۶	۹۷
۶ ر ڈسمبر۔	۹۷	۸۸	۷۹	۶۳	۸۳	۶۹	۱۰۴	۹۷
۳ ر جنوری۔ ۱۹۱۶ء	۹۷	۸۸	۷۹	۵۷	۸۰	۶۴	۱۰۸	۹۸
۷ ر فروری۔	۹۸	۸۸	۷۷	۵۸	۷۹	۶۵	۱۰۴	۹۹
۶ ر مارچ۔	۹۸	۸۸	۷۷	۵۸	۷۹	۶۵	۱۰۴	۹۹
۳ ر اپریل۔	۹۸	۸۷	۷۸	۶۲	۷۶	۶۱	۱۰۶	۹۹
یکم مئی۔	۹۸	۸۷	۸۲	۶۰	۷۸	۶۵	۱۰۴	۹۹
۵ ر جون۔	۹۸	۸۸	۸۱	۵۹	۸۱	۶۵	۱۰۲	۹۹
۳ ر جولائی۔	۹۸	۸۸	۸۱	۵۹	۷۷	۶۳	۱۰۲	۹۸
۷ ر اگست۔	۹۸	۸۸	۸۰	۵۹	۷۶	۶۱	۱۰۲	۹۸
۴ ر ستمبر۔	۹۸	۸۸	۸۰	۶۶	۷۳	۶۰	۱۰۲	۹۸
۲ ر اکتوبر۔	۹۸	۸۹	۸۰	۶۲	۷۳	۵۹	۱۰۱	۹۷
۶ ر نومبر۔	۹۸	۸۹	۷۷	۵۹	۷۳	۵۹	۱۰۱	۹۹
۴ ر ڈسمبر۔	۹۸	۸۹	۷۷	۵۸	۷۰	۵۷	۱۰۱	۱۰۰
۲ ر جنوری۔ ۱۹۱۷ء	۹۸	۸۹	۷۵	۵۸	۷۵	۵۸	۱۰۲	۱۰۲
۵ ر فروری۔	۹۸	۸۸	۷۱	۵۵	۷۱	۵۳	۱۰۱	۱۰۱
۵ ر مارچ۔	۹۸	۸۸	۶۷	۵۵	۷۲	۵۵	۱۰۰	۱۰۱
۲ ر اپریل۔	۹۸	۸۸	۶۷	۵۵	—	—	۱۰۱	۱۰۱

250

به سلسلهٔ جدول (۱۵)

	انگلستان ڈالر اور سنٹ فی پونڈ	فرانس فرانک فی ڈالر	اٹلی لائر فی ڈالر	روس سنٹ فی روبل	جرمنی سنٹ فی ۴ مارک	آسٹریا سنٹ فی کراون	ہالینڈ سنٹ فی فلورن	سوئزرلینڈ فرانک فی ڈالر
۵ اپریل ۱۹۱۸ء	۹۸	۹۰	۵۸	۲۵	-	-	۱۱۷	۱۲۱
۳ اپریل ۱۹۱۹ء	۹۵	۸۷	۷۲	۲۷	-	-	۱۰۰	۱۰۴

جدول (۱۶) الف

زر کے بازار شرحیں

(۱) لندن

شرحیں	شنبہ ۱۱-۷-۱۴	دوشنبہ ۱۳-۷-۱۴	سہ شنبہ ۱۴-۷-۱۴	چہارشنبہ ۱۵-۷-۱۴	پنجشنبہ ۱۶-۷-۱۴	جمعہ ۱۷-۷-۱۴	جمعہ ۸-۱۲-۱۶	جمعہ ۴/۴/۱۹
شرح بنک	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۶	۵
بٹہ کی بازاری شرحیں								
ساہوکاری رقعے ۶۰ یوم	۲	۲	۲	۲	۲ ۱/۱۶	۲	۵ ۳/۸ - ۱/۲	۳ ۷/۱۶ - ۱/۲
" " سہ ماہی	۲ ۱/۸ ۵	۲ ۱/۸ - ۳/۱۶	۲ ۱/۸ - ۳/۱۶	۲ ۱/۸ - ۳/۱۶	۲ ۱/۸ - ۳/۱۶	۲ ۱/۸	۵ ۱/۱۶ - ۱/۲	۳ ۵/۱۶ - ۱/۲
" " چہارماہی	۲ ۱/۴	۲ ۵/۱۶ - ۳/۸	۲ ۵/۱۶ - ۳/۸	۲ ۵/۱۶ - ۳/۸	۲ ۵/۱۶ - ۳/۸	۲ ۱/۴ - ۵/۱۶	۵ ۷/۱۶ - ۹/۱۶	۳ ۳/۸ - ۱/۲
" ششماہی	۳ ۱/۱۶ - ۱/۸	۳ ۱/۱۶ - ۱/۸	۳ ۱/۱۶ - ۱/۸	۳ ۱/۱۶ - ۱/۸	۳ ۱/۱۶ - ۱/۸	۳ ۱/۱۶	۵ ۱/۲ - ۵/۸	۳ ۹/۱۶
روزمرہ کے قرضے	۱ ۱/۲ - ۳/۴	۱ ۳/۴	۱ ۱/۲ - ۳/۴	۱ ۱/۲ - ۳/۴	۱ ۱/۲ - ۳/۴	۱ ۳/۴	۴ ۱/۲ - ۵	۲ ۱/۲ - ۳ ۵/۸
قلیل المدت قرضے	۱ ۳/۴	۱ ۳/۴	۱ ۳/۴	۱ ۳/۴	۱ ۳/۴	۱ ۳/۴	۵	۳ ۱/۴
قرضے دو ہفتے	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۶	-

بسلسلۂ جدول (۱۶) الف

شرحیں	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
جمع کنندوں کو جو شرح سود دیگئی									
بنک	۱½	۱½	۱½	۱½	۱½	۱½	۱½	۴	۳
بٹہ گھر عند الطلب	۱½	۱½	۱½	۱½	۱½	۱½	۱½	۴½	۳
,, اطلاع قریب	۱¾	۱¾	۱¾	۱¾	۱¾	۱¾	۱¾	۴¾	۳
بٹہ خزانہ کی ہنڈیوں پر	-	-	-	-	-	-	-	۵½	۳½
تمسکات جنگ پر	-	-	-	-	-	-	-	۸۹	-

جدول (۱۶) ب

۲۔ بازار خارجہ

	۱۷ جولائی سنہ ۱۹۱۴ء		[illegible]	[illegible]		۱۷ جولائی سنہ ۱۹۱۴ء		[illegible]	[illegible]
	شرح بنک	بازاری شرح	شرح بنک	شرح بنک		شرح بنک	بازاری شرح	شرح بنک	شرح بنک
پیرس	۳½	۲¾	۵	۵	پیٹروگراڈ	۵	متعارفہ	۲	۶
برلن	۴	۲¼	۵	۵	میڈرڈ	۴½	۴	۴½	۴½
امسٹرڈم	۳½	۳¼	۴½	۴½	لزبن	۵½	۵½	۵½	۵½
برسلز	۴	۳⅛	۵	۵	اسٹاک ہوم	۴½	۴½	۵½	۶½
ویانا	۴	۳⅞	۵	۵	کریسچیانیا	۵	۵	۵½	۶
روما	۵	۴¼	۵	۵	کوپن ہیگن	۵	۵	۵	۵½
زیوریچ	۳½	۲ ۱۳/۱۶	۴½	۵½					

251

جدول (۱۷)

سلطنت متحدہ کی تجارت خارجہ ۱۸۶۱ء سے ۱۹۱۸ء تک

ملین پونڈ میں

سال	کل درآمد (عام)	خالص درآمد (ملکی)	باز برآمد	برآمد مصنوعات ملکی (خاص)	کل برآمد (عام)	درآمد کی برآمد پر زیادتی	مقابلہ کے لئے بعض دوسرے ملکوں کا توازن تجارت			
							ملک	۱۹۱۸	۱۹۱۱	۱۹۱۲
۱۸۶۱	—	۱۸۳	—	۱۲۵	—	۵۸	سلطنت برطانیہ	۱۹+	۱-	۲۹-
۱۸۷۱	—	۲۷۱	—	۲۲۳	—	۴۸	روس	۳۹+	۳۶+	۳۶+
۱۸۸۱	—	۳۲۴	—	۲۳۴	—	۱۰۰	جرمنی	۷۲-	۷۹-	۹۳-
۱۸۹۱	—	۳۷۴	—	۲۴۷	—	۱۲۷	ہالینڈ	۵۱-	۵۰-	۳۹-
۱۹۰۱	۵۲۲	۴۵۴	۶۸	۲۸۰	۳۴۸	۱۷۴	بلجیم	۳۵-	۳۷-	۴۰-
۱۹۰۲	۵۲۸	۴۶۳	۶۶	۲۸۳	۳۴۹	۱۸۰	فرانس	۴۰-	۷۲-	۶۰-
۱۹۰۳	۵۴۳	۴۷۳	۷۰	۲۹۱	۳۶۰	۱۸۲	اٹلی	۵۰-	۴۹-	۵۶
۱۹۰۴	۵۵۱	۴۸۱	۷۰	۳۰۱	۳۷۱	۱۸۰	آسٹریا ہنگری	۱۸-	۳۳-	۳۴-
۱۹۰۵	۵۶۵	۴۸۷	۷۸	۳۳۰	۴۰۸	۱۵۷	ناروے سویڈن ڈنمارک	۱۶-	۱۲-	۲۰-
۱۹۰۶	۶۰۸	۵۲۳	۸۵	۳۷۶	۴۶۱	۱۴۷	سوئٹزرلینڈ	۲۳-	۲۲-	۲۶-
۱۹۰۷	۶۴۶	۵۵۴	۹۲	۴۲۶	۵۱۸	۱۲۸	رومانیا	۸+	۵+	—
۱۹۰۸	۵۹۳	۵۱۳	۸۰	۳۷۷	۴۵۷	۱۳۶	ممالک متحدہ امریکہ	۴۰+	۱۰۹+	۱۱۵+
۱۹۰۹	۶۲۵	۵۳۳	۹۱	۳۷۸	۴۷۰	۱۵۵	میکسیکو	۷+	۹+	۱۲+
۱۹۱۰	۶۷۸	۵۷۴	۱۰۴	۴۳۱	۵۳۴	۱۴۴	کیوبا	۱۰+	۴+	۵+
۱۹۱۱	۶۸۰	۵۷۷	۱۰۳	۴۵۴	۵۵۷	۱۲۳	برازیل	۱۵+	۱۴+	۱۱+
۱۹۱۲	۷۴۵	۶۳۳	۱۱۲	۴۸۷	۵۹۹	۱۴۶	ارجن ٹائن	۴+	۸-	۱۹+
۱۹۱۳	۷۶۹	۶۵۹	۱۱۰	۵۲۵	۶۳۵	۱۳۴	چائل	۱+	۱-	۳+

به سلسلهٔ جدول (۱۷)

سال	کل درآمد (عام)	خالص درآمد (خاص)	مکرر برآمد	ملکی مصنوعات کی برآمد (خاص)	کل برآمد (عام)	درآمد کی ظاہر زیادتی
۱۹۱۴	۶۹۷	۶۰۲	۹۵	۴۳۱	۵۳۶	۱۷۱
۱۹۱۵	۸۵۲	۷۵۴	۹۹	۳۸۵	۴۸۴	۳۶۸
۱۹۱۶	۹۴۹	۸۵۱	۹۸	۵۰۷	۶۰۴	۳۴۵
۱۹۱۷	۱۰۶۴	۹۹۴	۷۰	۵۲۷	۵۹۷	۴۶۷
۱۹۱۸	۱۳۱۹	۱۲۸۸	۳۱	۴۹۸	۵۲۹	۷۹۰

مقابلہ کے لئے بعض دوسرے ملکوں کا توازن تجارت

ملک	۱۹۱۰	۱۹۱۱	۱۹۱۲
مصر	+ ۶	+ ۱	+ ۹
چین	- ۱۱	- ۱۳	- ۱۶
جاپان	- ۳	- ۶	- ۹

جدول (۱۸)

سلطنت متحدہ کی تجارت کی تفصیل سنہ ۱۹۱۳ء سے سنہ ۱۹۱۸ء تک

(ملین پونڈ میں)

اشیا	۱۹۱۳ درآمد	۱۹۱۳ برآمد	۱۹۱۴ درآمد	۱۹۱۴ برآمد	۱۹۱۵ درآمد	۱۹۱۵ برآمد	۱۹۱۶ درآمد	۱۹۱۶ برآمد	۱۹۱۷ درآمد	۱۹۱۷ برآمد	۱۹۱۸ درآمد	۱۹۱۸ برآمد
I اشیائے خورد و نوش اور تمباکو۔												
غلہ اور آٹا۔	۸۵٫۵	۳٫۶	۷۹٫۶	۳٫۱	۱۱۲٫۴	۳٫۹	۱۳۳٫۳	۲٫۸	۱۷۵٫۵	۰٫۹	۱۴۳٫۴	۰٫۴
گوشت اور چوپائے۔	۵۶٫۷	۱٫۲	۶۳٫۲	۱٫۱	۸۶٫۸	۱٫۳	۹۴٫۱	۱٫۲	۱۰۲٫۴	۰٫۳	۱۷۴٫۱	۰٫۱
دوسرے اشیاء۔												
(۱) ناقابل محصول	۳۳٫۱۸	[illegible]	۷۸٫۶	۹٫۰	۹۱٫۵	۱۶٫۱	۹۳٫۰	۲۵٫۷	۹۶٫۴	[illegible]	۱۲۸٫۴	۸٫۱
(۲) قابل محصول	۵۸٫۷		۶۸٫۰		۸۱٫۷		۹۰٫۵		۷۷٫۰		۹۷٫۵	
تمباکو	۸٫۰	۳٫۴	۷٫۵	۳٫۷	۸٫۵	۳٫۸	۷٫۴	۴٫۸	۴٫۹	۳٫۳	۱۵٫۲	۳٫۵

بہ سلسلہ جدول (۱۸۱)
ملین پونڈ میں

اشیا	۱۹۱۳ درآمد	۱۹۱۳ برآمد	۱۹۱۴ درآمد	۱۹۱۴ برآمد	۱۹۱۵ درآمد	۱۹۱۵ برآمد	۱۹۱۶ درآمد	۱۹۱۶ برآمد	۱۹۱۷ درآمد	۱۹۱۷ برآمد	۱۹۱۸ درآمد	۱۹۱۸ برآمد
I میزان	۲۹۰٫۲	۳۲٫۶	۲۹۷٫۰	۲۶٫۹	۳۸۰٫۹	۲۵٫۱	۴۱۹٫۲	۲۹٫۵	۴۵۴٫۷	۱۶٫۳	۵۷۲٫۷	۱۲٫۱
مکرر برآمد	—	۱۵٫۹	—	۱۷٫۴	—	۲۲٫۴	—	۲۱٫۱	—	۷٫۴	—	۴٫۰
II اشیائے خام وغیرہ												
کوئلہ وغیرہ	۰٫۰۴	۵۳٫۷	۰٫۰۴	۴۲٫۲	۰٫۰۱	۳۸٫۸	۰٫۰۱	۵۰٫۷	۰٫۰۱	۵۱٫۳	—	۵۲٫۴
لوہا اور فولاد وغیرہ	۴٫۷	۰٫۴	۵٫۵	۰٫۳	۷٫۵	۰٫۲	۱۲٫۱	۰٫۳	۱۲٫۱	۰٫۱	۱۳٫۴	۰٫۱
دوسرے فلز	۱۰٫۲	۰٫۱	۹٫۵	۰٫۱	۱۱٫۶	۰٫۰۲	۱۳٫۷	۰٫۰۲	۱۵٫۳	۰٫۰۲	۱۷٫۷	۰٫۰۱
چوبینہ	۳۳٫۸	۰٫۴	۲۵٫۳	۰٫۳	۳۲٫۸	۰٫۲	۴۰٫۲	۰٫۳	۲۵٫۶	۰٫۵	۲۹٫۲	۰٫۹
روئی	۷۰٫۶	—	۵۵٫۳	—	۶۴٫۷	—	۸۴٫۷	—	۱۱۰٫۶	—	۱۵۳٫۳	—
اون	۳۷٫۷	۴٫۶	۳۴٫۲	۴٫۵	۴۴٫۱	۳٫۸	۳۹٫۸	۳٫۷	۵۱٫۷	۳٫۲	۳۹٫۷	۱٫۷
دوسرے پارچے	۱۹٫۸	۰٫۴	۱۵٫۴	۰٫۴	۲۱٫۰	۰٫۵	۲۳٫۸	۰٫۶	۲۸٫۰	۰٫۳	۳۱٫۴	۰٫۱
تخم ہائے روغن	۴۱٫۶	۴٫۵	۴۱٫۳	۴٫۰	۴۹٫۷	۵٫۴	۶۳٫۴	۴٫۶	۷۵٫۸	۸٫۰	۱۱۶٫۶	۲٫۸
چرم	۱۵٫۱	۱٫۹	۱۲٫۷	۱٫۵	۱۴٫۰	۰٫۹	۱۳٫۸	۱٫۵	۱۸٫۴	۱٫۳	۱۸٫۸	۱٫۲
کاغذ سازی	۵٫۸	۱٫۰	۶٫۰	۰٫۸	۶٫۱	۰٫۷	۸٫۱	۰٫۵	۱۰٫۴	۰٫۵	۱۳٫۱	۰٫۳
متفرق اشیا	۳۹٫۸	۳٫۰	۳۱٫۱	۲٫۶	۳۵٫۰	۱٫۹	۳۷٫۲	۳٫۱	۳۶٫۸	۱٫۹	۲۸٫۶	۱٫۴
II میزان	۲۸۱٫۸	۶۹٫۹	۲۴۶٫۵	۶۲٫۷	۲۸۶٫۶	۵۲٫۴	۳۲۶٫۸	۶۴٫۳	۳۸۴٫۸	۶۷٫۲	۴۵۸٫۹	۴۰٫۸

بہ سلسلۂ جدول (۱۸)

ملین پونڈ میں

اشیا	۱۹۱۳		۱۹۱۴		۱۹۱۵		۱۹۱۶		۱۹۱۷		۱۹۱۸	
	درآمد	برآمد	درآمد	برآمد	درآمد	برآمد	درآمد	برآمد	درآمد	برآمد	درآمد	برآمد
مکرر برآمد۔	-	۶۴٫۰	-	۵۲٫۹	-	۵۴٫۶	-	۴۹٫۱	-	۴۳٫۴	-	۱۴٫۳
III مصنوعات												
فولاد اور لوہا	۱۵٫۳	۵۴٫۳	۱۰٫۹	۴۱٫۷	۱۰٫۸	۴۰٫۴	۱۱٫۲	۵۶٫۷	۰٫۸	۴۴٫۸	۹٫۷	۳۶٫۷
دوسرے فلز	۳۲٫۱	۱۳٫۳	۲۹٫۶	۱۰٫۳	۳۲٫۲	۹٫۷	۳۹٫۰	۱۴٫۷	۴۳٫۶	۱۰٫۳	۴۹٫۷	۹٫۰
چھری چاقو اور ظروف وغیرہ	۴٫۷	۸٫۰	۵٫۲	۶٫۵	۴٫۹	۱۱٫۵	۵٫۷	۶٫۴	۵٫۰	۴٫۸	۵٫۸	۴٫۴
برقی سامان	۱٫۲	۵٫۴	۱٫۲	۳٫۰	۱٫۱	۳٫۲	۱٫۷	۴٫۱	۱٫۳	۲٫۹	۱٫۰	۲٫۲
کلین	۷٫۳	۳۰٫۰	۹٫۷	۳۱٫۴	۸٫۸	۱۹٫۲	۹٫۰	۲۰٫۲	۸٫۹	۱۹٫۵	۱۰٫۷	۱۹٫۱
نئے جہاز	۰٫۰۳	۱۱٫۰	۰٫۰۳	۶٫۹	۰٫۲	۱٫۷	۰٫۰۱	۱٫۳	-	۱٫۱	-	۰٫۶
چوبی سامان اور فرنیچر	۳٫۶	۲٫۰	۲٫۳	۱٫۶	۲٫۳	۱٫۵	۱٫۹	۱٫۳	۱٫۳	۰٫۹	۲٫۱	۰٫۵
سوتی پارچہ۔	۱۲٫۲	۱۲۷٫۲	۹٫۴	۱۰۳٫۳	۷٫۶	۸۵٫۹	۸٫۳	۱۱۸٫۴	۳٫۹	۱۴۵٫۹	۴٫۹	۱۸۰٫۱
اونی پارچہ۔	۱۰٫۵	۳۷٫۸	۷٫۶	۳۱٫۵	۱٫۷	۳۲٫۸	۰٫۹	۴۶٫۹	۰٫۳	۵۲٫۸	۰٫۱	۴۹٫۷
ریشمی پارچہ۔	۱۵٫۱	۲٫۲	۱۳٫۴	۱٫۹	۱۴٫۶	۱٫۷	۱۳٫۱	۲٫۴	۱۱٫۴	۲٫۰	۱۷٫۲	۹٫۱
دوسرے پارچہ جات	۱٫۹	۱۴٫۸	۷٫۴	۱۳٫۰	۹٫۰	۱۱٫۷	۱۱٫۲	۱۵٫۸	۸٫۱	۱۶٫۹	۶٫۴	۱۱٫۰
	۶٫۰	۱۶٫۴	۴٫۳	۱۴٫۵	۳٫۰	۱۱٫۶	۲٫۷	۱۶٫۹	۱٫۴	۱۵٫۸	۱٫۳	۱۱٫۶
رنگ اور ادویہ	۱۲٫۹	۲۲٫۰	۱۲٫۱	۱۹٫۵	۱۹٫۳	۲۲٫۱	۲۸٫۶	۲۷٫۶	۲۸٫۰	۲۳٫۶	۳۸٫۵	۲۲٫۷
چرم	۱۳٫۴	۵٫۶	۱۳٫۵	۴٫۷	۱۷٫۰	۳٫۸	۱۶٫۲	۴٫۹	۱۱٫۱	۵٫۰	۱۰٫۳	۱٫۵

253

به سلسلۂ جدول (۱۸)

ملین پونڈ میں

اشیا	۱۹۱۳		۱۹۱۴		۱۹۱۵		۱۹۱۶		۱۹۱۷		۱۹۱۸	
	درآمد	برآمد	درآمد	برآمد	درآمد	برآمد	درآمد	برآمد	درآمد	برآمد	درآمد	برآمد
مٹی کے برتن اور شیشہ	۴٫۵	۵٫۲	۳٫۰	۴٫۱	۲٫۱	۲٫۳	۳٫۱	۳٫۹	۰٫۷	۳٫۹	۰٫۳	۴٫۰
کاغذ	۷٫۷	۳٫۷	۶٫۸	۳٫۲	۶٫۶	۳٫۰	۸٫۳	۵٫۳	۴٫۲	۳٫۲	۵٫۱	۳٫۲
ریلوے کا سامان اور موٹر وغیرہ	۸٫۴	۱۱٫۴	۷٫۳	۱۱٫۲	۹٫۱	۶٫۶	۶٫۰	۸٫۰	۷٫۵	۶٫۹	۱۲٫۳	۶٫۵
متفرق	۲۶٫۵	۳۴٫۲	۱۹٫۹	۳۰٫۴	۲۰٫۸	۳۰٫۲	۲۳٫۱	۴۰٫۷	۷۱٫۱	۶۳٫۴	۱۰۷٫۵	۴۱٫۷
III میزان	۱۹۳٫۶	۱۱۲٫۴	۱۶۰٫۶	۲۳۸٫۵	۱۸۱٫۴	۲۹۲٫۹	۱۸۹٫۲	۲۹۳٫۴	۲۱۸٫۶	۴۲۳٫۶	۲۸۰٫۲	۴۰۳٫۷
مکرر برآمد	—	۲۹٫۵	—	۲۴٫۱	—	۲۲٫۰	—	۲۷٫۳	—	۱۸٫۸	—	۱۲٫۶
مختلف اشیا بشمول پارسل بذریعہ ڈاک	۱٫۳	۱۱٫۴	۲٫۶	۸٫۴	۳٫۰	۱۴٫۵	۴٫۳	۱۹٫۰	۶٫۱	۲۰٫۰	۷٫۷	۲۱٫۸
مکرر برآمد	—	۰٫۱	—	۰٫۰۸	—	۰٫۰۶	—	۰٫۱۱	—	۰٫۰۷	—	۰٫۲۰
میزان	۷۶۸٫۷	۵۲۵٫۲	۶۹۶٫۶	۴۳۰٫۷	۸۵۱٫۹	۳۸۴٫۹	۹۴۸٫۵	۵۰۶٫۳	۱۰۶۴٫۳	۵۲۷٫۱	۱۳۱۹٫۳	۴۹۸٫۵
مکرر برآمد	—	۱۰۹٫۶	—	۹۵٫۵	—	۹۹٫۱	—	۹۷٫۶	—	۶۹٫۷	—	۳۱٫۰
غیر مسکوک فلز	۷۴٫۰	۶۳٫۱	۷۰٫۶	۴۱٫۵	۲۱٫۴	۴۶٫۶	۳۱٫۵	۵۹٫۳	(شائع	نہیں	کیئے	گئے)
صدر میزان	۸۴۲٫۷	۶۹۹٫۹	۷۶۷٫۲	۵۶۷٫۷	۸۷۳٫۳	۵۳۰٫۴	۹۸۰٫۷	۶۶۳٫۴	۱۰۹۵٫۲	۵۹۶٫۸	۱۳۱۹٫۳	۵۲۹٫۵

جدول (۱۹)

سلطنت متحدہ کی تجارت کا رخ ۔ ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۷ء تک

(ملین پونڈ میں)

ملک	درآمد						برآمد						درآمد کی زیادتی (-) یا برآمد کی زیادتی (+)					
	۱۹۱۲	۱۹۱۳	۱۹۱۴	۱۹۱۵	۱۹۱۶	۱۹۱۷	۱۹۱۲	۱۹۱۳	۱۹۱۴	۱۹۱۵	۱۹۱۶	۱۹۱۷	۱۹۱۲	۱۹۱۳	۱۹۱۴	۱۹۱۵	۱۹۱۶	۱۹۱۷
ممالک خارجہ																		
روس	۴۰٫۵	۴۰٫۳	۲۸٫۱	۲۱٫۴	۱۸٫۳	۱۷٫۹	۲۱٫۷	۲۷٫۷	۲۱٫۸	۲۲٫۹	۳۴٫۳	۵۲٫۷	-۱۸٫۸	-۱۲٫۶	۱۶٫۳	-۳٫۵	+۱۶	+۳۴٫۸
ناروے	۶٫۹	۷٫۴	۷٫۷	۱۳٫۷	۱۶٫۷	۱۸٫۴	۶٫۰	۶٫۷	۷٫۲	۹٫۴	۱۲٫۳	۹٫۳	-۰٫۹	-۰٫۷	-۰٫۵	-۴٫۳	-۴٫۴	-۹٫۱
سویڈن	۱۳٫۲	۱۴٫۲	۱۴٫۱	۱۹٫۸	۲۰٫۶	۱۴٫۹	۸٫۱	۹٫۲	۹٫۰	۱۰٫۲	۸٫۹	۳٫۳	-۵٫۱	-۵٫۰	-۵٫۱	-۹٫۶	-۱۱٫۷	-۱۱٫۶
ڈنمارک	۲۲٫۱	۲۳٫۸	۲۵٫۴	۲۲٫۶	۲۱٫۹	۱۷٫۷	۶٫۲	۶٫۳	۷٫۲	۱۱٫۹	۱۴٫۲	۷٫۷	-۱۵٫۹	-۱۷٫۵	-۱۸٫۲	-۱۰٫۷	-۷٫۷	-۱۰٫۰
ہالینڈ	۲۱٫۴	۲۳٫۶	۲۴٫۳	۶۳٫۴	۲۲٫۱	۱۹٫۹	۱۹٫۴	۲۰٫۵	۲۰٫۷	۳۰٫۵	۳۳٫۰	۲۴٫۸	-۲٫۰	-۳٫۱	-۳٫۶	+۷٫۱	+۱۱٫۰	+۴٫۹
بلجیم	۲۳٫۶	۲۳٫۴	۱۶٫۱	۱٫۶	۱٫۳	۰٫۳	۱۹٫۶	۲۰٫۷	۱۳٫۳	۰٫۲	۰٫۳	۰٫۳	-۴٫۰	-۲٫۷	-۲٫۸	-۱٫۴	+۸۱٫۰	—
جرمنی	۷۰٫۰	۸۰٫۴	۴۷٫۰	—	—	—	۵۹٫۶	۶۰٫۵	۳۶٫۴	—	—	—	-۱۱٫۴	-۱۹٫۹	-۱۰٫۶	—	—	—
فرانس	۴۵٫۶	۴۶٫۴	۳۷٫۸	۳۱٫۴	۲۶٫۶	۲۲٫۹	۳۷٫۵	۴۰٫۹	۳۵٫۱	۸۱٫۲	۱۰۷٫۶	۱۲۸٫۰	-۸٫۱	-۵٫۵	-۲٫۷	+۵۱٫۲	+۸۱٫۰	+۱۰۵٫۱

بہ سلسلہ جدول (۱۹)
(ملین پونڈ میں)

ملک	درآمد						برآمد						درآمد کی زیادتی (-) برآمد کی زیادتی (+)					
	۱۹۱۲	۱۹۱۳	۱۹۱۴	۱۹۱۵	۱۹۱۶	۱۹۱۷	۱۹۱۲	۱۹۱۳	۱۹۱۴	۱۹۱۵	۱۹۱۶	۱۹۱۷	۱۹۱۲	۱۹۱۳	۱۹۱۴	۱۹۱۵	۱۹۱۶	۱۹۱۷
سوئٹزرلینڈ	۱۰٫۹	۱۱٫۱	۱۰٫۰	۱۸٫۳	۱۵٫۵	۱۱٫۳	۳٫۸	۵٫۱	۳٫۶	۱٫۴	۵٫۶	۶٫۹	-۵٫۸	-۶٫۰	-۶٫۴	-۱۲٫۳	-۹٫۹	-۴٫۴
اسپین	۱۳٫۶	۱۴٫۴	۱۴٫۱	۱۸٫۹	۲۵٫۰	۲۲٫۲	۷٫۷	۸٫۶	۴٫۷	۵٫۷	۱۰٫۲	۵٫۶	+۹٫۸	+۴٫۵	-۷٫۰	-۳٫۳	-۱۵٫۹	-۱۶٫۶
اٹلی	۸٫۲	۸٫۱	۸٫۷	۱۲٫۳	۱۱٫۲	۱۰٫۴	۱۵٫۰	۱۵٫۶	۱۳٫۹	۱۶٫۶	۲۴٫۹	۳۱٫۸	-۰٫۸	-۱٫۹	+۵٫۲	+۲٫۳	+۱۳٫۷	+۲۱٫۴
آسٹریا ہنگری	۵٫۷	۷٫۷	۴٫۴	—	—	—	۶٫۲	۵٫۸	۳٫۴	—	—	—	-۱۹٫۲	-۱۱٫۴	-۱٫۰	—	—	—
مصر[1]	۴۵٫۸	۳۱٫۴	۱۷٫۱	۲۲٫۸	—	—	۹٫۶	۱۰٫۰	۷٫۹	۸٫۶	—	—	+۹٫۰	+۱۰٫۳	-۹٫۲	-۱۳٫۲	—	—
چین	۴٫۹	۴٫۷	۴٫۷	۷٫۰	۸٫۲	۸٫۵	۱۰٫۹	۱۵٫۰	۱۳٫۱	۵٫۲	۱۰٫۹	۱۰٫۷	+۸٫۹	+۱۰٫۴	-۹٫۴	+۶٫۹	+۳٫۴	+۲٫۲
جاپان	۳٫۹	۴٫۴	۴٫۱	۹٫۴	۱۳٫۵	۱۵٫۳	۱۲٫۵	۱۴٫۸	۸٫۶	۵۶٫۵	۷٫۹	۵٫۸	-۷٫۰	-۸٫۲	+۳٫۵	-۳٫۲	-۴٫۶	-۹٫۵
ریاستہائے متحدہ امریکہ	۱۴۴٫۶	۱۴۱٫۷	۱۳۸٫۶	۲۲۷٫۸	۲۹۱٫۸	۳۷۶٫۳	۹۴٫۴	۵۹٫۵	۶۴٫۰	۵٫۶	۶۴٫۵	۹۰٫۱	+۳۱٫۸	+۳٫۰	-۷۴٫۶	-۱۸۱٫۳	-۲۲۷٫۳	-۲۸۶٫۲

[1] مصر ۱۹۱۵ء سے سلطنت برطانیہ میں شامل کیا گیا۔

به سلسلۂ جدول (۱۹)
پونڈ ملین میں

ملک	درآمد						برآمد						درآمد کی زیادتی (-) برآمد کی زیادتی (+)					
	۱۹۱۲	۱۹۱۳	۱۹۱۴	۱۹۱۵	۱۹۱۶	۱۹۱۷	۱۹۱۲	۱۹۱۳	۱۹۱۴	۱۹۱۵	۱۹۱۶	۱۹۱۷	۱۹۱۲	۱۹۱۳	۱۹۱۴	۱۹۱۵	۱۹۱۶	۱۹۱۷
برازیل	۹٫۴	۱۰٫۰	۸٫۰	۸٫۳	۹٫۰	۱۰٫۰	۱۳٫۲	۱۳٫۰	۶٫۶	۲٫۰	۷٫۱	۷٫۴	۱٫۵	+۱٫۰	-۱٫۴	-۲٫۷	-۱٫۹	-۲٫۶
چائل	۵٫۰	۵٫۴	۵٫۳	۹٫۶	۱۲٫۴	۱۳٫۲	۶٫۵	۶٫۴	۴٫۰	۸٫۶	۴٫۴	۴٫۷	+۱٫۵	-۱۹٫۱	+۱٫۳	-۷٫۶	-۸٫۰	-۸٫۵
ارجن ٹائن	۴۰٫۸	۴۲٫۵	۳۷٫۲	۶۳٫۹	۵۱٫۶	۴۸٫۴	۲۱٫۳	۲۳٫۴	۱۵٫۱	۱۲٫۱	۱۴٫۶	۱۳٫۳	+۷٫۵	+۱۰٫۹	-۲۲٫۱	-۵۱٫۸	-۳۷٫۰	-۳۵٫۱
دوسرے ممالک	۴۹٫۵	۴۶٫۳	۵۶٫۱	۶۴٫۷	۸۱٫۰	۷۴٫۵	۵۷٫۰	۵۶٫۲	۴۴٫۳	۳۵٫۶	۴۳٫۴	۴۲٫۲	+۷٫۵	+۱۰٫۹	-۱۱٫۸	-۲۹٫۱	-۳۷٫۶	-۳۲٫۳
میزان مبادلات خارجہ	۵۰۸٫۶	۵۷۷٫۲	۵۰۸٫۸	۵۸۰٫۱	۶۴۵٫۸	۷۰۵٫۱	۳۰۷٫۴	۴۲۵٫۹	۳۴۳٫۳	۳۲۳٫۱	۴۰۳٫۱	۴۱۶٫۶	-۱۵۱٫۲	-۱۵۱٫۳	-۱۹۹٫۵	-۲۵۷٫۰	-۲۴۲٫۷	-۲۸۸٫۵
سلطنت برطانیہ																		
کنیڈا	۲۶٫۹	۳۰٫۵	۲۱٫۵	۴۱٫۰	۵۸٫۵	۸۴٫۴	۲۷٫۳	۲۷٫۳	۲۰٫۵	۱۶٫۶	۲۱٫۶	۱۷٫۸	+۰٫۴	-۳٫۲	-۱۱٫۰	-۲۵٫۰	-۳۶٫۹	-۶۶٫۶
آسٹریلیا	۳۶٫۱	۳۸٫۱	۳۶٫۹	۴۵٫۲	۳۶٫۲	۶۴٫۳	۳۸٫۳	۳۴٫۸	۳۷٫۱	۳۱٫۹	۳۹٫۱	۲۴٫۰	+۲٫۲	-۰٫۳	+۰٫۲	-۱۳٫۳	+۲٫۹	-۴۰٫۳
نیوزی لینڈ	۲۰٫۳	۲۰٫۳	۲۳٫۰	۳۰٫۴	۳۱٫۶	۲۹٫۱	۱۱٫۲	۱۱٫۸	۱۰٫۴	۱۰٫۱	۱۲٫۹	۷٫۴	-۹٫۱	-۸٫۵	-۱۲٫۶	-۲۰٫۳	-۱۸٫۷	-۲۱٫۷

بہ سلسلۂ جدول (۱۹)
ملین پونڈ میں

ملک	در آمد						بر آمد						در آمد کی زیادتی (-) بر آمد کی زیادتی (+)					
	1912	1913	1914	1915	1916	1917	1912	1913	1914	1915	1916	1917	1912	1913	1914	1915	1916	1917
ہندوستان	52.1	48.4	43.3	62.2	72.4	66.8	58.8	71.7	63.8	46.9	54.4	60.7	+7.7	+23.3	+20.5	-15.3	-18.0	-6.1
اسٹریٹ سٹل منٹ	18.1	19.3	16.4	20.0	22.3	23.0	6.1	7.4	5.8	4.4	6.3	5.7	-12.0	-11.9	-11.6	-15.6	-16.0	-17.3
جنوبی افریقہ[لہ]	11.4	12.5	11.1	11.5	12.0	11.4	24.2	25.0	21.2	20.6	24.8	20.0	+12.8	+12.5	+10.1	+9.1	+12.5	-8.6
دوسرے علاقے	11.1	22.4	25.6	39.5	69.7	80.0	13.6	27.9	25.1	22.3	41.6	44.5	+13.5	+5.5	-0.5	-17.2	-27.8	-35.5
میزان مبادلات سلطنت برطانیہ	186.0	191.5	187.8	271.8	302.7	309.0	191.5	208.9	183.9	160.8	200.7	180.1	+5.5	+17.4	-3.9	-111.0	-102.0	-128.9
صدر میزان	744.6	768.7	696.6	851.9	948.5	1064.1	599.0	634.8	526.2	483.9	603.8	596.7	-145.6	-133.9	-170.4	-368.0	-344.7	-467.4

لہ۔ سونا شامل نہیں ہے۔

جدول (۲۰)

سلطنت متحدہ کی تجارت کی ماہانہ کیفیت ۱۹۱۳ء سے ۱۹۱۹ء تک

(ملین پونڈ میں)

	جنوری	فروری	مارچ	اپریل	مئی	جون	جولائی	اگست	ستمبر	اکتوبر	نومبر	دسمبر	میزان	ماہانہ اوسط
۱۹۱۳ء														
در آمد	۷۰٫۲	۶۳٫۸	۶۱٫۳	۶۳٫۰	۶۱٫۳	۵۸٫۳	۶۱٫۸	۵۶٫۰	۶۱٫۳	۷۰٫۷	۶۸٫۵	۷۱٫۱	۷۶۸٫۷	۶۴٫۱
بر آمد	۵۶٫۲	۵۰٫۹	۵۱٫۳	۵۳٫۱	۵۳٫۲	۵۱٫۴	۵۵٫۵	۵۲٫۳	۴۹٫۳	۵۶٫۲	۵۲٫۸	۵۳٫۱	۶۳۴٫۸	۵۲٫۹
در آمد کی ظاہری زیادتی	۱۵٫۰	۱۲٫۹	۱۰٫۰	۹٫۹	۸٫۱	۶٫۹	۶٫۳	۳٫۷	۱۲٫۱	۱۵٫۵	۱۵٫۷	۱۸٫۰	۱۳۳٫۹	۱۱٫۲
۱۹۱۴ء														
در آمد	۶۸٫۰	۶۲٫۱	۶۶٫۹	۶۱٫۶	۵۹٫۱	۵۸٫۳	۵۹٫۴	۴۲٫۳	۴۵٫۰	۴۱٫۱	۵۵٫۵	۶۷٫۳	۶۹۶٫۶	۵۸٫۱
بر آمد	۵۷٫۴	۵۱٫۵	۵۴٫۱	۵۰٫۷	۵۲٫۴	۴۸٫۶	۵۲٫۲	۲۸٫۶	۳۱٫۹	۳۵٫۸	۳۰٫۲	۳۲٫۱	۵۲۶٫۲	۴۳٫۹
زیادتی	۱۰٫۶	۱۰٫۶	۱۲٫۸	۱۰٫۹	۶٫۷	۹٫۷	۷٫۲	۱۳٫۷	۱۳٫۱	۱۵٫۶	۲۵٫۳	۳۵٫۲	۱۷۰٫۴	۱۴٫۲
۱۹۱۵ء														
در آمد	۶۷٫۲	۶۵٫۲	۷۵٫۵	۷۳٫۶	۷۱٫۶	۷۶٫۰	۷۵٫۷	۶۸٫۴	۷۰٫۳	۶۷٫۸	۷۱٫۶	۷۰٫۳	۸۵۱٫۹	۷۱٫۰
بر آمد	۳۵٫۱	۳۳٫۰	۳۸٫۲	۴۲٫۱	۴۳٫۹	۴۲٫۶	۴۴٫۱	۳۹٫۸	۳۹٫۹	۳۹٫۱	۴۴٫۰	۴۱٫۶	۴۸۲٫۹	۴۰٫۳

سلسلۂ جدول (۲۰۱)
(ملین پونڈ میں)

	جنوری	فروری	مارچ	اپریل	مئی	جون	جولائی	اگست	ستمبر	اکتوبر	نومبر	ڈسمبر	میزان	ماہانہ اوسط
زیادتی	۳۲٫۱	۳۲٫۲	۳۷٫۳	۳۱٫۵	۲۷٫۷	۳۳٫۴	۳۱٫۶	۲۹٫۶	۳۰٫۴	۲۸٫۷	۲۷٫۶	۲۸٫۷	۳۶۸٫۶	۳۰٫۷
سنہ ۱۹۱۶ء درآمد	۷۴٫۹	۶۷٫۳	۸۶٫۱	۷۵٫۷	۸۳٫۸	۸۷٫۰	۷۶٫۷	۷۶٫۱	۷۷٫۴	۸۱٫۲	۸۸٫۹	۷۵٫۴	۹۴۸٫۵	۷۹٫۱
برآمد	۴۵٫۶	۴۴٫۹	۴۶٫۴	۴۴٫۹	۵۸٫۰	۵۶٫۱	۵۴٫۲	۵۵٫۵	۵۰٫۶	۵۲٫۴	۴۹٫۶	۴۵٫۹	۶۰۳٫۸	۵۰٫۳
زیادتی	۲۹٫۳	۲۲٫۴	۳۹٫۷	۳۰٫۸	۲۵٫۸	۳۰٫۹	۲۲٫۵	۲۰٫۶	۲۶٫۸	۲۸٫۸	۳۹٫۳	۲۹٫۵	۳۴۴٫۷	۲۸٫۸
سنہ ۱۹۱۷ء درآمد	۹۰٫۶	۷۰٫۹	۸۱٫۱	۸۴٫۵	۸۱٫۶	۸۶٫۱	۹۰٫۱	۱۰۰٫۶	۸۶٫۳	۹۴٫۳	۱۰۹٫۸	۸۴٫۸	۱۰۶۴٫۲	۸۸٫۷
برآمد	۵۳٫۳	۴۶٫۳	۵۱٫۷	۴۴٫۳	۴۹٫۸	۵۱٫۱	۵۴٫۴	۵۴٫۳	۴۶٫۴	۵۴٫۹	۴۷٫۱	۴۰٫۳	۵۹۶٫۸	۴۹٫۷
زیادتی	۳۵٫۳	۲۴٫۶	۲۹٫۴	۴۰٫۲	۳۷٫۸	۳۶٫۰	۳۵٫۷	۴۶٫۳	۳۹٫۹	۳۹٫۴	۶۲٫۷	۴۴٫۵	۴۶۷٫۴	۳۹٫۰
سنہ ۱۹۱۸ء درآمد	۹۹٫۰	۹۹٫۰	۱۰۷٫۲	۱۱۹٫۹	۱۲۰٫۹	۱۰۱٫۶	۱۰۹٫۴	۱۱۰٫۴	۹۸٫۰	۱۱۷٫۷	۱۱۶٫۹	۱۱۶٫۲	۱۳۱۹٫۳	۱۰۹٫۹

بہ سلسلۂ سابقہ جدول (۲۰)
(ملین پونڈ میں)

	جنوری	فروری	مارچ	اپریل	مئی	جون	جولائی	اگست	ستمبر	اکتوبر	نومبر	دسمبر	میزان	ماہانہ اوسط
برآمد	۴۳٫۹	۴۱٫۸	۳۹٫۲	۴۲٫۲	۴۸٫۳	۴۷٫۱	۴۵٫۷	۴۵٫۸	۴۱٫۹	۴۴٫۹	۴۶٫۱	۴۱٫۳	۵۲۹٫۳	۴۴٫۱
زیادتی	۵۴٫۱	۵۷٫۲	۶۸٫۰	۷۷٫۷	۷۷٫۵	۵۴٫۵	۶۳٫۵	۶۴٫۴	۵۶٫۱	۷۲٫۸	۷۰٫۸	۷۴٫۸	۷۸۹٫۹	۶۵٫۸
۱۹۱۹ء														
درآمد	۱۳۴٫۵	۱۰۷٫۱	۱۰۵٫۸	۱۱۲٫۲	۱۳۵٫۷									
برآمد	۵۱٫۹	۵۲٫۰	۶۲٫۱	۷۱٫۸	۷۵٫۸									
زیادتی	۸۲٫۶	۵۵٫۱	۴۳٫۷	۴۰٫۳	۵۹٫۹									

جدول (۲۱)

برطانیہ کی درآمد و برآمد کی مقدار بلحاظ وزن ۱۹۱۳ء سے ۱۹۱۸ء تک

ششماہی مدت	۳۱ جنوری ۱۹۱۴ء	۳۱ جولائی ۱۹۱۴ء	۳۱ جنوری ۱۹۱۶ء	۳۱ جولائی ۱۹۱۶ء	۳۱ جنوری ۱۹۱۷ء	۳۱ جولائی ۱۹۱۷ء	۳۱ جنوری ۱۹۱۸ء	۳۱ جولائی ۱۹۱۸ء
درآمد کا وزن				بلحاظ ملین ٹن				
اشیائے خورد و نوش و تمباکو	۸٫۷	۷٫۴	۸٫۰	۷٫۶	۶٫۹	۷٫۴	۵٫۱	۵٫۸
اشیائے خام	۱۴٫۴	۱۲٫۰	۱۱٫۶	۱۰٫۹	۱۰٫۴	۷٫۵	۹٫۴	۹٫۱
مصنوعات	۳٫۲	۳٫۳	۲٫۰	۱٫۵	۱٫۳	۰٫۸	۱٫۱	۰٫۸
دوسری اشیا (جنکا وزن نہیں بتایا گیا محض اندازے سے کام لیا گیا ہے)	۳٫۶	۳٫۱	۲٫۹	۲٫۷	۲٫۵	۲٫۱	۱٫۹	۲٫۱
میزان	۲۹٫۸	۲۵٫۸	۲۴٫۶	۲۲٫۷	۲۱٫۱	۱۷٫۸	۱۷٫۷	۱۷٫۸
جہازوں کے سامان کا وزن				بلحاظ ٹن				
انگریزی جہاز	۱۶٫۶	۱۶٫۱	۱۱٫۳	۹٫۹	۱۰٫۱	۹٫۶	۹٫۱	۹٫۷
بیرونی جہاز	۸٫۶	۸٫۲	۵٫۵	۵٫۱	۴٫۶	۲٫۱	۱٫۹	۱٫۷
میزان	۲۵٫۲	۲۴٫۳	۱۶٫۷	۱۵٫۰	۱۴٫۷	۱۱٫۷	۱۱٫۰	۱۱٫۴
درآمد کا اوسط وزن بحساب فی ۱۰۰ ٹن وزن جہاز	۱۱۸	۱۰۶	۱۴۷	۱۵۲	۱۴۳	۱۵۲	۱۶۱	۱۵۶

سال	۱۹۱۳	۱۹۱۴	۱۹۱۵	۱۹۱۶	۱۹۱۷
برآمد کا وزن			ملین ٹن		
کوئلہ وغیرہ	۷۶٫۷	۶۱٫۸	۴۵٫۸	۴۱٫۲	۳۷٫۸
دوسرے سب اشیا	۱۵٫۴	۱۲٫۵	۹٫۴	۹٫۵	۶٫۹
میزان	۹۲٫۱	۷۴٫۳	۵۵٫۲	۵۰٫۷	۴۴٫۷

شکلیں

259

۱۹۱۳ء سے ۱۹۱۹ء تک
شکل (۲)
ماہانہ تجارت کی کیفیت
اس شکل کے اعداد وشمار کے لیے دیکھو جدول (۲۰)
۱۹۱۳
۱۹۱۴
۱۹۱۵
۱۹۱۶
۱۹۱۷
۱۹۱۸
۱۹۱۹
درآمد
برآمد
درآمد کی زیادتی

مبادلات

اشاریہ

ضمیمۂ زائد ابواب

جدید ایڈیشن

دیباچۂ اشاعت چہارم

از مُصنّف

کتاب ہذا ابتداءً اس خیال سے مرتب کی گئی تھی کہ وہ جس شعبۂ معاشیات سے بحث کرتی ہے اس کی بابت ایک ابتدائی درسیہ کا کام دے گی۔ لیکن درسی کتاب کے بارے میں مصنف کا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ اس میں نظریوں کی توضیح و تشریح واقعات و اعداد و شمار کے ذریعے سے ہونی چاہیئے، اور اس کے مطالعے سے قارئین کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ متغیر ہونے والے حالات کے تحت نظریوں میں کس طرح تبدیلی و ترقی ہوئی یا ان کا کس طرح اطلاق کیا گیا۔ چنانچہ ۱۹۱۷ء میں جب تصنیف ہذا پہلی دفعہ شائع ہوئی تو یہ بتانا ضروری تھا کہ جنگ عظیم چھڑنے کے بعد مالی معاملات میں جو افراتفری اور کایا پلٹ ہوئی اس کی وجہ سے آلۂ مبادلہ کس طرح متاثر ہوا۔ علیٰ ہذا متعاقب (۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۷ء کی) اشاعتوں میں زمانۂ مابعد جنگ کے واقعات پر سلسلے کے ساتھ نظر ڈالی گئی ہے۔ لیکن اب جنگ کے ان نتیجہ خیز عواقب کے بیان کا اضافہ کرنا ضروری ہے جو ۱۹۲۹ء ... ۱۹۳۲ء کے واقعات کی شکل میں رونما ہوئے۔

بحالت موجودہ انگلستان قطعی طور سے ایسے ممالک کی اکثریت کا شریک حال

بن گیا ہے جو پورے شدو مد کے ساتھ تامینی اصول پر کاربند ہیں۔ ایسی حالت میں تامین کے موافق و مخالف دلائل کا اعادہ جو مستقل اور اٹل خیال کئے جاتے تھے کسی قدر بے محل و بے سود معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ فی زمانناً یہ دقیانوسی ہو گئے ہیں اور کوئی تاریخی اہمیت نہیں رکھتے۔ لیکن جس وقت بالآخر دنیا یہ محسوس کرلے گی کہ تجارتی ترقی کی راہ میں جو تحدیدات و موانع اندھا دھند قائم کئے جا رہے ہیں وہ دیوانگی کی حد کو پہنچ گئے ہیں تو تجارت آزادی کی جانب عود کرآنے کے موافق دلائل عام اصول پر اس قدر مبنی نہ ہوں گے جس قدر تامین کے نتائج کے بارے میں ہمارے واقعی تجربات پر۔ لہذا باب پندرہ سے متعلقہ جزو حذف کر دیا گیا ہے۔ جس وقت یہ مسئلہ پھر عملی سیاسیات کی نوعیت اختیار کرلے گا اس وقت ان دلائل کو از سر نو تحریر کر دیا جائے گا۔

اشاعت جدید میں اعداد و شمار کے ضمیمے کی بھی نظر ثانی کی گئی ہے اور اس کو حالیہ زمانے تک مکمل کر لیا گیا ہے۔ قدیم ایڈیشن کی بعض جدولیں اس لئے خارج کر دی گئی ہیں کہ اب وہ کافی دلچسپی نہیں رکھتیں بعض جدولوں کی شکل بدل دی گئی ہے یا ان میں اساسی تبدیلی کر دی گئی ہے اور متعدد نئی جدولوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔ تین نئے نقشے بھی بڑھائے گئے ہیں جو نمک کاری کی صورت حال کا آئینہ ہیں۔

اس قلیل کی کتاب میں بحث کو جدید ترین واقعات و حالات حاضرہ سے مطابق رکھنے کی سعی تحصیل حاصل ہے اس لئے کہ بسا اوقات طابع کے ہاتھوں سے نکلنے سے پیشتر ہی اس کے مضامین قصۂ ماضی بن جاتے ہیں۔ لیکن اعداد و شمار کو درج کرنے کا اصل مقصد طالب علم کی رہبری ہے تاکہ وہ اپنے طور پر تحقیق و تفحص کر سکے اور سلسلے کی آئندہ کڑیوں کو خود ہی جوڑ لے۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ مستقبل میں اس چیز کی خاص طور سے ضرورت ہو گی اس لئے کہ آئندہ مزید تبدیلیوں کا ہونا لابدی و یقینی ہے۔ فقط

مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۳ء
سٹی سکول آف کامرس لیورپول

جان اے ٹاڈ

سولھواں باب

زمانۂ مابعد جنگ از ۱۹۱۸ء تا ۱۹۲۸ء

سترھواں باب

جنگ کے عواقب ۱۹۲۹ء تا ۱۹۳۱ء

اٹھارھواں باب

معیار طلا سے علیحدگی ۱۹۳۱ء

سولھواں باب[له]

زمانۂ مابعد جنگ از ۱۹۱۸ء تا ۱۹۲۸ء

217

خلاصہ

(۱) قیمتوں کا اضافہ۔ (۲) مہلت جنگ کے بعد قیمتوں میں دفعتۃً وسریع تخفیف۔
(۳) جنگ کے بعد قیمتوں میں اضافہ۔ (۴) رفع انتفاخ۔ (۵) کن لیف کمیٹی۔ (۶) کرنسی نوٹ۔
(۷) بنک کے نوٹ۔ (۸) معیار طلا۔ (۹) سونے کے مصارف پیدائش۔ (۱۰) چاندی۔
(۱۱) مبادلات خارجہ۔ (۱۲) نظریۂ مساوات قوت خرید۔ (۱۳) توازن تجارت و قرضداری۔ (۱۴) تاوانات اور بین الحلفائی قرضے۔ (۱۵) کرنسی نوٹ کا اجرا۔
(۱۶) ینگ صاحب کی تجویز اور بنک برائے تصفیہ جات بین الاقوامی۔

پچھلے بابوں میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جنگ کے زمانے میں جو معاشی مسائل رونما ہوئے ان میں سے اکثر کا گہرا تعلق سبب یا نتیجے کے طور پر قیمتوں کے اضافے سے تھا،

له۔ قدیم ایڈیشن میں باب ۱۶ کی سرخی "جنگ کے مزید اثرات و نتائج" ہے لیکن نئے ایڈیشن میں اس کو حذف کر کے ایک نیا عنوان بنام "زمانۂ مابعد جنگ" قائم کیا گیا ہے۔ گویا بلحاظ ترتیب باب ۱۶ علی حالہ قائم ہے لیکن مضمون اور نوعیت بحث تبدیل ہوگئی ہے۔ (مترجم)۔

چنانچہ ایک معمولی آدمی کے لیے یہ اضافہ اس پُر مصائب و خوفناک زمانے کا سب سے بدیہی اور نمایاں مظاہرہ تھا جس میں سے ملک گذر رہا تھا۔ اس لحاظ سے زمانۂ بعد از جنگ سے بحث کرتے وقت اسی کے مماثل راستہ اختیار کرنا اور قیمتوں کے تغیرات کو ایک ایسی اساسی بنیاد قرار دینا جس پر مابعد جنگ دور کے مسائل کی بحث قائم کی جا سکے مناسب ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ قیمتوں کا اضافہ فی نفسہ اس دور کا سب سے نمایاں اور حیرت انگیز واقعہ تھا۔ ہر شخص یہ توقع رکھتا تھا کہ جنگ کے ختم ہوتے ہی صورت معاملات کے معمولی حالت پر عود کر آنے کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اور اس کی پہلی علامت قیمتوں کی تخفیف ہوگی۔ چنانچہ اس قسم کی تخفیف اگست ۱۹۱۸ء میں ہی واقعاً شروع ہو چکی تھی گو اغلب یہ ہے کہ وہ محض موسمی اور عارضی تھی اور یہ کہ اگر جنگ پورے سرما کے موسم میں جاری رہتی تو اس کے نتیجے کے طور پر مزید اضافہ رونما ہوتا۔ تاہم مہلتِ جنگ کے بعد تخفیف کا سلسلہ مارچ ۱۹۱۹ء تک جاری رہا (اگر رسالۂ اکنامسٹ کے تھوک فروشی کے انڈکس نمبروں کو لیا جائے)۔ لیکن اپریل سے ایک نیا اضافہ شروع ہوا جو بارہ ماہ تک قائم رہا اور اس نے قیمتوں کی عام سطح کو ایسے نقطے تک پہنچا دیا جو جنگ کے زمانے کی سطح سے بھی اونچا تھا۔ چنانچہ اگست ۱۹۱۸ء کا انڈکس نمبر جولائی ۱۹۱۴ء کے انڈکس نمبر کا ۲۴۴ فی صد تھا یہ تناسب مارچ ۱۹۱۹ء میں گھٹ کر ۲۲۲ فی صد ہو گیا تھا لیکن مارچ ۱۹۲۰ء میں بڑھ کر ۳۲۵ فی صد ہو گیا۔ اس کے بعد تخفیف شروع ہوئی جو بعد کے دو مہینوں میں صرف بقدر ۵ درجوں کے رہی لیکن ماہ جون میں سریع تخفیف رونما ہوئی حتیٰ کہ فروری ۱۹۲۲ء میں تناسب گھٹ کر ۱۶۶ فی صد یا بیشترین عدد کے ۵۰ فی صد سے کچھ اوپر رہا۔ اور رفتہ رفتہ قیمتیں از سر نو تقریباً اسی سطح پر آ گئیں جو جون و جولائی ۱۹۱۶ء میں تھی۔

218

اس مہیب کایا پلٹ کے نتائج و اثرات بلا شبہ بہت نقصان رساں تھے اور اس کے اسباب کی بحث اضافے کی ترقی کے ساتھ ساتھ سرگرم اور تلخ ہوتی گئی۔ واقعہ یہ ہے کہ فی الحقیقت اسی بعد از جنگ دور میں انتفاخ کے متعدد نظریوں نے تشکیل پائی، چنانچہ ان پر باب ۱۳ میں بحث کی جا چکی ہے۔ دوسری جانب جنگ کے بعد کے دور کے تجربے نے زمانۂ جنگ کے انتفاخ کے اسباب پر بہت کچھ روشنی ڈالی، اس لیے کہ جنگ کے بعد متعدد اعتبارات سے حالات میں بلا شبہ کامل تبدیلی رونما ہوئی

اور اس بارے میں زیادہ معین نتائج اخذ کرنا ممکن ہو گیا کہ جنگ کے زمانے میں انتفاخ کے کیا اسباب تھے۔

تیرھویں باب میں جو طریق استدلال اختیار کیا گیا ہے اس کی اتباع کرتے ہوئے اولاً

کاغذی زر۔ اس نظریئے پر بحث کرنا مناسب ہوگا کہ کاغذی زر یا کرنسی نوٹوں کا اجرا انتفاخ کا سبب تھا۔ مہلت جنگ کے بعد کی قیمتوں کے تغیرات اور کاغذی زر کے اجرا کی سرگزشت جدول (۴) و (۵) اور شکل الف میں درج ہے، چنانچہ اس سے اُس خیال کی بڑی حد تک توثیق ہوتی ہے جس کو پہلے پیش کیا جا چکا ہے کہ زر کاغذ کا اجرا اضافۂ قیمت کا سبب نہ تھا بلکہ اس کا نتیجہ تھا۔ اس لیئے کہ کاغذی زر کی مقدار کا اضافہ، قیمتوں کے اضافے سے پیشتر رونما ہونے کی بجائے اس کے بعد رونما ہوا۔ چنانچہ ۱۹۱۸ء تا ۱۹۱۹ء کے سرما میں مہلت جنگ کے بعد کی تخفیف قیمت کے پورے زمانے میں کاغذی زر کی مقدار برابر بڑھتی رہی، لیکن جونھی قیمتوں کا نیا اضافہ شروع ہوا کاغذی زر کے اجرا میں کمی ہونے لگی جس کا سلسلہ اپریل ۱۹۲۰ء تک جاری رہا (بجز اس معمولی اضافے کے جو ختم سال پر رونما ہوا)۔ اپریل ۱۹۲۰ء میں ٹھیک اس وقت مقدار زر میں ایک نیا اضافہ شروع ہوا جبکہ تھوک فروشی کی قیمتوں میں پھر کمی شروع ہو گئی۔ واقعہ یہ ہے کہ سب سے بڑی انتہائی تعداد یعنی ۰۰۰و ۲۳۱و ۶۸ و ۳ پاؤنڈ ۲۲ ڈسمبر ۱۹۲۰ء کو ہوئی یا تھوک فروشی کی قیمتوں کے بلند ترین نقطے تک پہنچنے کے نو ماہ بعد اور خردہ فروشی کی قیمتوں کے اعلیٰ ترین مقام تک پہنچنے کے دو ماہ بعد ہوئی۔

اعتبار کا انتفاخ اس نظریئے پر پہنچنے پر کہ انتفاخ کا باعث سرکاری مالی حکمت عملی اور خاصکر قرضہ جات برائے وسائل آمدنی تھے جنگ کے بعد اس بارے میں حقیقی واقعات حاصل کرنا ممکن ہو گیا چنانچہ یہ جدول (۹) اور نقشہ (۱) میں دیئے گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوگا کہ (۱) حساب گھروں کی امانتیں، جیسا کہ ششماہی چٹھوں سے ظاہر ہوتا ہے ڈسمبر ۱۹۲۰ء تک برابر بڑھتی رہیں۔ جنوری ۱۹۲۱ء سے بنکوں نے ماہانہ اعداد شائع کرنے شروع کیے اور میک ملن کمیٹی نے اس سے پیشتر یعنی جنوری ۱۹۱۹ء سے ان کا حساب شائع کیا ہے جس کی بدولت (بعض عددی تحفظات کے تابع) ان تمام

219

سالوں میں بنکوں کی حالت کے تغیرات پر بدرجہا بہتر طریق پر نظر ڈالنا ممکن ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۲ء کے ماہانہ اعداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ امانتوں کا اضافہ دسمبر ۱۹۲۰ء تک عملاً جاری رہا۔ فی الحقیقت سب سے اونچی سطح ڈسمبر ۱۹۲۱ء میں رونما ہوئی۔ (۲)۔ قرضہ جات برائے وسائل وسبیل آمدنی' ان قرضوں کو منہا کر کے جو دوسرے محکموں سے لیے گئے' ۱۹۱۹ء کے موسم خزاں میں گھٹ کر تقریباً معدوم ہو گئے اور آئندہ پھر کبھی ان کی تعداد میں قابل لحاظ اضافہ نہیں ہوا۔ (۳) بنک آف انگلینڈ کا "نقد کا تناسب" دسمبر ۱۹۲۰ء تک برابر گھٹتا گیا' چنانچہ اس تاریخ کو وہ ۸ فی صد سے کچھ کم تھا!

بعد از جنگ گرما گرمی کے زمانے میں قیمتوں کی جو رفتار رہی اس سے مذکورۂ بالا تاریخوں کا مقابلہ کرنے میں دو اہم واقعات رونما ہوتے ہیں۔ (۱) یہ کہ بنکوں کی امانتوں کے انتفاخ کا سلسلہ اور بنک آف انگلینڈ کے "نقد کے تناسب" کی تخفیف کا سلسلہ قیمتوں میں رخنہ پڑنے کے بعد بہت زمانے تک جاری رہا۔ (ب) قیمتوں کا آخری اضافہ اچھی طرح شروع ہونے سے پیشتر قرضہ جات برائے وسائل وسبیل آمدنی کے اعلیٰ اعداد قصۂ ماضی ہو رہے تھے۔ اس لحاظ سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی مابعد جنگ اضافۂ قیمت کا سبب ہونے کا ثبوت پیش نہیں کرتا۔

رفع انتفاخ۔ لیکن جنگ کے بعد کے انتفاخ کے اسباب کے بارے میں کسی نتیجے پر پہنچنے سے پیشتر یہ غور کر لینا ضروری ہے کہ رفع انتفاخ کے متعاقب دور میں کیا واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ رفع انتفاخ کی کیا صورت اختیار کی گئی' اس کی سرگزشت آیندہ سالوں میں بلا شبہ بہت کچھ بحث و مباحثہ پیدا کرے گی' لیکن اب جبکہ ان کی یاد ذہن میں تازہ ہے بعض واقعات معین کر لینے چاہئیں۔ ۱۹۱۹ء کے اختتام تک ہر شخص اضافۂ قیمت سے شاکی تھا اور عام چیخ پکار یہی تھی کہ "قیمتیں اترنی چاہئیں"۔ بارہ ماہ سے کم مدت کے اندر شُبھوں نے تخفیف قیمت کے خطرے کو فراموش کر دیا تھا جس کا مظاہرہ بہت واضح طور سے مہلت جنگ کے بعد کی تخفیف قیمت و کساد بازاری کے چند ماہ میں اور اس کے نتیجے کے طور پر ہماری اکثر صنعتوں میں اس کے پیدا کردہ جمود کے غیر معمولی زمانے میں ہوا تھا۔ اس زمانے میں ہر شخص تخفیف قیمت سے ڈر رہا تھا یا اس کی توقع رکھتا تھا۔ نتیجہ یہ کہ کوئی بھی فرمائش نہیں بھیجتا تھا چنانچہ

220

اس کے نتیجے کے طور پر جو کساد بازاری رونما ہوئی وہ بدترین شئے تھی جو رونما ہو سکتی تھی۔
اس وقت دنیا کو سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت تھی وہ یہ تھی کہ ان تمام معمولی اشیاء کی پیدائش میں پوری تیز رفتاری کے ساتھ آگے قدم بڑھایا جائے جن کی تیاری فوجی ضرورتوں کے باعث جنگ کے زمانے میں روک دی گئی تھی۔ ماقبل جنگ پیدائش کو اس طرح از سر نو جاری کرنے کی راہ میں بلا شبہ متعدد دقتیں حائل تھیں، لیکن قیمتوں کی تخفیف نے ان مشکلات پر عہدہ برآ ہونے کے جملہ مساعی کی حوصلہ شکنی کی؛ چنانچہ اس نتیجے کی بہترین مثال کے طور پر امریکہ کی روئی کی فصل کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ ۱۹۱۹ء میں قیمتوں کی تخفیف کے نتیجے کے طور پر رقبۂ زیر کاشت میں کمی ہو گئی اور سوء اتفاق سے خرابیٔ موسم کے باعث تقریباً کل فصل خراب ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب ۱۹۱۹ء میں گرما گرمی رونما ہوئی اور دنیا نے صرف کی سابقہ کمی کو پورا کرنے کے لیے یورش کی تو اشیائے خام کی مطلوبہ رسد دستیاب نہ ہو سکی۔

اضافۂ قیمت کے خلاف چیخ پکار میں اسقدر شدت پیدا کرنے والی شئے ایک حد تک یہ خیال تھا کہ اس اضافے کا باعث ایسے اسباب تھے جن کی روک تھام ممکن تھی۔ اس وقت انتفاخ کا لفظ زبان زد عام ہو چکا تھا اور اس کے سبب اور علاج کے بارے میں نظریات سے فضا گونج رہی تھی۔ یہ نظریئے بظاہر قرضۂ جاریہ خاصکر ہنڈیات خزانہ اور قرضہ جات برائے وسائل و سبیل آمدنی کے اردگرد مرتکز ہوتے تھے اور عام چیخ پکار یہ تھی کہ اس کا علاج کسی نہ کسی طرح حکومت اور بنکوں کے ہاتھوں میں تھا۔

کن لف کمیٹی

ان نظریات میں سے اکثر نظریوں کا سراغ غالباً کن لِف کمیٹی کی رپورٹ سے مل سکتا ہے جو جنگ کے بعد زر اور مبادلات خارجہ کے حالات پر غور کرنے کے لیے قائم ہوئی تھی۔ یہ رپورٹ اگست ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی چنانچہ وہ انتفاخ بذریعۂ تعدد امانت ہائے بنک کے نظریئے کا پہلا سرکاری بیان تھا۔ ۱۹۱۹ء کی گرما گرمی کے زمانے میں جب انتفاخ نقطۂ کمال تک پہنچ گیا تو "گراں زر" کی حکمت عملی کو رفع انتفاخ کے واحد آلے کے طور پر اکثر حلقوں میں تائید حاصل ہوئی اور اس کو روبہ عمل لانے کی پہلی کوشش یہ کی گئی کہ شرح بنک کو بتاریخ ۱۲ نومبر ۱۹۱۹ء ۵ فی صد سے بڑھا کر ۶ فی صد کر دیا گیا لیکن اس سے مطلوبہ نتیجہ بظاہر رونما نہیں ہوا۔

چنانچہ فروری ۱۹۲۰ء میں شرح بنک میں مزید اضافہ کرنے کا مطالبہ شدت و تسلسل کے ساتھ کیا گیا۔ اس اثناء میں سرکاری مالیات کا مسئلہ زیر غور آگیا تھا اور جون ۱۹۱۹ء کا عظیم الشان قرضۂ فتح[1]، قرضۂ جاریہ خاصکر بنک آف انگلینڈ سے حاصل کردہ قرضہ جات برائے وسائل وسبیل آمدنی کی تقلیل کا آغاز تھا، چنانچہ وہ بہت جلد گھٹ کر قابل نظر انداز مقدار میں رہ گئے، اگرچہ ہنڈیات خزانہ کی مقدار از سرنو بہت بڑھ گئی اور جون ۱۹۲۰ء تک ان کے اضافے کا سلسلہ جاری رہا (دیکھو نقشہ (۱) ک)۔

اس وقت رفع انتفاخ کے دور کے واقعات پر نظر بازپسیں ڈالی جائے تو تقریباً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا رفع انتفاخ کے وکیل یہ انتظار کر رہے تھے کہ قرضۂ فتح راستے سے ہٹ جائے۔ لیکن یہ کہ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ معین تدابیر اختیار کرنے کا زمانہ اُس وقت تک نہ آئیگا جب تک کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ بھی اپنے داخلی مالی معاملات منظم نہ کرلیں۔ چنانچہ فروری ۱۹۲۰ء میں امریکہ نے یہ تدابیر اختیار کیئے کہ استحکام کی غرض سے ایک بڑے قرضے کا اجرا کیا اور امریکہ میں اسی کے مماثل رفع انتفاخ کے اعلان کی بظاہر یہی علامت معلوم ہوتی ہے، لیکن انگلستان میں فی الواقع اپریل تک کچھ نہیں کیا گیا۔ ۴ار اپریل ۲۰ء کو اخبار ٹائمز میں اُس یادداشت کے خلاصے شائع ہوئے جو خزانۂ شاہی کے ایک عہدہ دار مسٹر بی بلیکٹ نے پیش کی تھی اور جس میں رفع انتفاخ اور "گراں زر" کا نظریہ پیش کیا گیا تھا، چنانچہ یہ یادداشت اسقدر اہم ہے کہ مندرجۂ ذیل پیراگراف کا حوالہ دینا مناسب ہوگا:-

"اب جبکہ جنگ ختم ہوگئی ہے رفع انتفاخ کو روبہ عمل لانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ حکومت ایسے وسائل تلاش کرے جن سے عوام میں یہ ترغیب پیدا ہو کہ وہ اپنی موجودہ عظیم المقدار قوت خرید بہ "شکل زر" کا کچھ حصہ حکومت کے حوالے کریں تاکہ موخر الذکر اسے اپنے قرضۂ جاریہ اور خاصکر قرضہ جات برائے وسائل وسبیل آمدنی کو ادا کرنے کے کام میں لاسکے، کیونکہ ان قرضوں کا بڑا جزو ان اعتباری امانتوں کی

---

[1] Victory Loan

نمایندگی کرتا ہے جو حکومت نے بزمانۂ جنگ تخلیق کیے تھے اور جو اب تک ادا نہیں ہوئے ہیں۔ عوام کی قوتِ خرید پر قابو حاصل کرکے اور اس زر کو سابقہ قرضوں کی ادائی میں استعمال کرکے حکومت (۱) عوام کی قوتِ خرچ کو گھٹا دیتی ہے اور اس طرح صَرف کی راہ میں مزاحم ہوتی ہے قیمتوں میں کمی کردیتی اور برآمد کو بڑھا دیتی ہے۔ (۲) ان اعتباری قرضوں کی مقدار میں تقلیل کردیتی ہے جو بنک اپنے گاہکوں کو دے سکتے ہیں اور جو گاہک طلب کرتے ہیں۔ (۳) عوام کی جانب سے کم زر خرچ ہونے اور بنکوں کی جانب سے کم قرضہ دیئے جانے کی وجہ سے کم زر مطلوب ہوتا ہے اور حکومت اس قابل ہوتی ہے کہ کاغذی زر کی زائد مقدار میں کمی کرسکے"۔

شرحِ بنک کا اضافہ یہ چیز بظاہر اتفاقی تطابق سے کچھ زیادہ ہی معلوم ہوتی ہے کہ ٹھیک اسی دن حکومت نے کارروائی شروع کی۔ جو عذر پیش کیا گیا وہ یہ تھا کہ ہنڈیاتِ خزانہ کے اجرا سے خاطر خواہ استفادہ نہیں کیا گیا تھا، چنانچہ خزانے کی ہنڈی کی شرح ۶½ فی صد تک بڑھا دینا ضروری ہوگیا تھا اس کے ناگزیر معنی یہ تھے کہ شرحِ بنک میں بھی لازماً اضافہ کیا جائے، چنانچہ دوسرے ہی دن ۷ فی صد تک اس میں اضافہ کردیا گیا اور یہ کل صورتِ حالات کا رخ پلٹ دینے والی شئے ثابت ہوئی۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ جو اصولِ عمل نومبر میں بظاہر غیر موثر ثابت ہوا تھا وہ اپریل میں کاملاً کامیاب رہا اور ایک دلچسپ نظریہ یہ ہے کہ اس اثنا میں حکومت نے کاغذی زر کے اجرا کی تحدید کا اصول اختیار کرلیا تھا، جیسا کہ صٓ۲۲۵ جدید ایڈیشن پر بیان کیا گیا ہے۔ لیکن یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا اس سے کچھ زیادہ اثر رونما ہوسکتا تھا۔ اس لیے کہ اگر بنکوں کو کسی زمانے میں مقررہ حد سے زیادہ زر کی ضرورت ہوتی تو وہ ہنڈیاتِ خزانہ کو فروخت کرکے حکومت کو مجبور کردیتے، اس طرح اپنے نقد در بنک آف انگلینڈ" میں اضافہ کرلیتے اور اس کے بعد بنک آف انگلینڈ کے نام کاغذی زر یا بنک کے نوٹوں کے لیے چک تحریر کرتے جس کو بنک رد نہیں کرسکتا تھا۔

یہ بات اب عام طور سے تسلیم کی جاتی ہے کہ کسی ذمہ دار شخص کو بھی خواہ وہ کوٹھی کے کاروباری حلقوں سے تعلق رکھتا ہو یا خزانے سے اُس گراں زر کی

حکمت عملی کے اثر کی پوری وسعت کا پہلے سے اندازہ نہ تھا۔ ابتدائی نتائج شرح بنک کے اضافے کے مقابلے میں محض کوٹھی کا کاروبار کرنے والی دنیا کا معمولی ردعمل تھے، چنانچہ تمام ملک کے بنکوں نے فوراً معمولی طریقے سے اپنی حیثیت مضبوط کرنی شروع کی یعنی اہل معاملہ کو قرضہ دینے کی راہ میں زیادہ دقتیں پیدا کردیں اور اپنے دیے ہوئے قرضوں کو واپس لینا شروع کردیا۔ لیکن اس طریق عمل کا نتیجہ توقع سے بہت بڑھا ہوا تھا جس کا باعث غالباً وہ غیر معمولی طور سے اعلیٰ سطح تھی جس پر گرم بازاری پہنچ گئی تھی، لیکن یہ محض اس زمانے کے غیر معمولی حالات کا فطری نتیجہ تھا۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پانچ سال سے دنیا ہر قسم کے معمولی اشیاء بہ شمول غذا و لباس کی رسد کے بغیر گزارہ کر رہی تھی، دوسری جانب تنظیم و تعمیر نو کا عظیم المقدار کام خاصکر برباد شدہ علاقوں میں انجام پذیری کا متقاضی تھا اور اس کے ساتھ مکانوں کی معمولی تعمیر کے کاموں کا تودہ پڑا ہوا تھا جس وقت جنگ ختم ہوئی اور ناکہ بندی اٹھالی گئی تو یہ امر فطری تھا کہ تمام دنیا ہر قسم کے اشیاء کی رسد کی کمی کو پورا کرنے کے لیے یورش کرتی، چنانچہ ہر اس ملک میں جو مطلوبہ اشیاء تیار کرسکتا تھا فرمایشوں کی بھرمار ہونے لگی حتیٰ کہ وہ ان کی تکمیل کی صلاحیت اپنے میں نہ پاتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قیمتوں میں ناگزیر اضافہ ہوگیا جس کے معنی یہ تھے کہ ہر شخص زر کمار ہا تھا اور قرضہ بآسانی مل جاتا تھا جیسا کہ ان حالات میں ہمیشہ ملا کرتا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ کوٹھی کا کاروبار کرنے والی دنیا میں محتاط اشخاص مبادلات خارجہ کے تغیرات کے پیش نظر جو متخاصم ممالک کے خاص طور سے خلاف تھے پریشان ہو رہے تھے۔ متخاصم ممالک اب انجام کار اس قابل تو ہوگئے تھے کہ بیرونی ممالک سے اشیاء خریدیں لیکن ان میں ابھی یہ صلاحیت نہیں پیدا ہوئی تھی کہ ان اشیاء کی قیمت اپنی پیداوار سے ادا کریں، اور یہی چیز صناعوں کو اپنا مال فروخت کرنے سے روک رہی تھی۔

نتیجہ اس لحاظ سے جس وقت بنکوں نے اپنے اہل معاملہ کے نام ہدایات جاری کرنا شروع کیے کہ اوورڈرافٹوں[1] کی مقداریں جو بکثرت تحریر کیے جارہے تھے

(Over drafts. [1]

کمی کی جائے تو اہل معاملہ کے لیے ایسا کرنے کا واحد طریقہ یہ ہوسکتا تھا کہ زائد اشیا خریدنا ترک کردیتے بلکہ اس امید میں کہ مال فروخت کرنے سے ضروری زر دستیاب ہوجائے گا موجود الوقت معاہدوں کے تحت فرستادہ مال قبول کرنے سے انکار کردیتے۔ لیکن یہی وہ مقام تھا جہاں رفع انتفاخ کے وکیلوں کی نظر ایک فطری نتیجے کو دیکھنے سے قاصر رہی تھی۔ ہر شخص کی زبان پر قیمتوں کی تخفیف کا ذکر تھا، اور صارف بظاہر دفعتہً اس نتیجے پر جا کودے کہ اگر قیمتیں کم ہورہی تھیں تو انجام کار ان کی بھلائی اس میں تھی کہ اپنی خریداریوں کو ملتوی کردیں اور اس وقت تک انتظار کریں جب تک کہ قیمتیں کم ہوجائیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک جمود وسکون کی حالت دفعتہً طاری ہوگئی۔ ہر شخص اشیا کی خرید ازدسے دست کش تھا۔ خردہ فروش دکانوں نے اپنی تجارت کو دفعتہً رکا ہوا پایا اور وہ نہ تو اپنے ذخیرے میں کمی کرسکتے تھے اور نہ اُن فرمائشوں کی قیمت ادا کرسکتے تھے جو قلیل مدت پیشتر روانہ کی گئی تھیں اور جن کے سلسلے میں اشیا ابھی تک وصول ہوتے جارہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ طلب کا عدیم النظیر طریقے پر فقدان ہوگیا۔ صارف خریدنا نہیں چاہتے تھے، خردہ فروش اپنے حسابات صاف کرنے سے معذور تھے تھوک فروش کوٹھیاں سونی پڑی تھیں اور وہ بھی بلاشبہ صناعوں کے دام ادا نہ کرسکتی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی ہفتوں میں لین دین اور مالی معاملات میں ایسی سرد بازاری رونما ہوئی جو عدیم المثال اور اس چیز کے بالکل برعکس تھی جس کے بنک خواہاں تھے۔ کوئی شخص کسی کو بھی کچھ ادا نہ کرسکتا تھا اور ہر طرف صورت حالات سرعت کے ساتھ نہ صرف پُرخطر بن گئی بلکہ فی الحقیقت مایوس کُن ہوگئی۔

بحالی

جمود کا زمانہ اور اس کے بعد کی سُست رفتار لیکن تکلیف دہ بحالی کا دور ان لوگوں کو کبھی فراموش نہیں ہوسکتا جو اس میں سے گزرے۔ یہاں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ اکثر لوگوں کو اس بات کا غالباً یقین واثق ہوگیا کہ بہرطور تخفیف قیمت دو خرابیوں میں سے بدتر خرابی ہے۔ اب یہ بات عام طور سے تسلیم کی جاتی ہے کہ رفع انتفاخ کا عمل جو ناگزیر طور سے تکلیف دہ تھا بہت تیزی کے ساتھ اور حد سے بہت زیادہ آگے بڑھا دیا گیا تھا اور غالباً یہ بھی کہ اس کو ضرورت سے زیادہ دیر تک استعمال کیا گیا۔ لیکن اس اثنا میں ہمارا تعلق اس مسئلے سے یہ ہے کہ وہ انتفاخ کے

224

اسباب پر کس حد تک روشنی ڈالتا ہے، چنانچہ مصنف کے نتائج پھر تجربی طور سے حسب ذیل طریقے پر بیان کیے جا سکتے ہیں :- جنگ کے بعد کے انتفاخ کے اسباب ان اسباب سے کلیتہً مختلف تھے جو جنگ کے زمانے میں اضافۂ قیمت کا باعث بنے تھے۔ مختصراً وہ یہ تھے کہ جس وقت اشیاء کی طلب کے انبار در انبار لگا یا کا بے پناہ سیلاب امڈا تو دنیا کو اتنی مہلت نہ مل سکی کہ جنگ سے پیشتر معمولی اشیاء کی جتنی پیدائش ہوتی تھی اس کے قریب قریب تیار کرتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فی الحقیقت قحط کی سی قلت کا دور رونما ہوا جو صرف اضافۂ قیمت کی جانب رہبری کر سکتا تھا۔ ان حالات میں قرضے کی سہولتوں میں اضافہ کرنا تقریباً ناگزیر تھا۔ بنکوں سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ اتنی مافوق الانسان دانشمندی اور جراءت دکھائیں گے کہ ان گاہکوں کو قرضہ دینے سے انکار کر دیں جو دونوں ہاتھوں سے زر کما رہے تھے۔ لیکن یہ بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جون اور دسمبر کے ختم پر ششماہی چٹھوں میں حساب گھروں کا نقد کافی صد تناسب اس اعلیٰ سطح سے بہت گر گیا تھا جو جنگ کے کل زمانے میں تھی اور ما قبل جنگ معمولی اعداد کے لگ بھگ ہو گیا لیکن اس سے کبھی کم نہ ہوا۔ اس لحاظ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انتفاخ کا باعث زائد اعتباری سہولتیں تھیں جو بنکوں نے عطا کی تھیں۔

انتفاخ کے اسباب

تنظیم و تعمیر نو

225

جنگ کے بعد کی جدید مالی تنظیم کی سرگزشت کا اعادہ کرتے ہوئے یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ کن لف کمیٹی کی پہلی رپورٹ پیش کردہ اگست ۱۹۱۹ء[ل] کی جانب اشارہ کیا جا چکا ہے جس میں ارکان نے زر کاغذ کے اجرا کے مستقبل سے بحث کی ہے اور یہ سفارش کی ہے کہ تنظیم جدید کے زمانے میں اس اجرا میں تدریجی طور سے تخفیف کرنے کے خیال سے کسی سال کے امانتی نوٹوں کی گردش کی حقیقی بیش ترین مقدار ہی اس کے بعد کے سال میں قانوناً بیش ترین مقدار قرار دی جائے۔ اپنی آخری رپورٹ میں جو دسمبر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی انھوں نے

ل۔ First Interim Report of the Committee on Currency and Foreign Ex- changes after the War, 1918.

اس تجویز پر کر زور دیا اور حکومت نے اس کو اختیار کرنے کے متعلق اپنے ارادے کا فوراً اعلان کر دیا۔ ۱۹۲۰ء میں مشکلات کے ایک یا دو دور آئے جن میں سے ایک میں حکومت نے یہ کسی قدر مشتبہ عملی تدبیر اختیار کی کہ مجموعی مقدار میں سے ابتدائً جاری کردہ تقریباً سات ملین نوٹ منہا کر لیے جو رواج سے واپس طلب کر لیے گئے تھے لیکن ابھی تک زائل نہیں کیے گئے تھے۔ اس کا بدیہی سبب یہ تھا کہ وہ اب تک عوام کے ہاتھ میں تھے لیکن اس کے قطع نظر اعتباری اجرا یعنی نوٹوں کی وہ مقدار جو سونے پر یا بنک کے نوٹوں پر مبنی نہ تھی، بیشترین مقدار سے اس طرح کم رکھا گیا کہ محفوظ ذخیرۂ زر کاغذی میں مزید بنک کے نوٹوں کا اضافہ کر دیا گیا۔

کاغذی زر

اپریل ۱۹۲۱ء میں محفوظ ذخیرۂ زر کاغذی میں تین ملین پاؤنڈ کی رقم بہ شکل نقرہ بڑھا دی گئی۔ اور یہ مقدار سات ملین پاؤنڈ تک پہنچنے تک تدریجی اضافہ کیا جاتا رہا۔ ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء میں اجرا میں معقول کمی کر دی گئی اور ۱۹۲۳ء کے بعد اس کی مقدار تقریباً انتیس کروڑ پاؤنڈ پر یکسانی کے ساتھ برقرار رکھی گئی۔ ایک سے زاید دفعہ یہ توقعات بر آمد ہوئے کہ حکومت کاغذی زر کے اجرا کے کل مسئلے پر غور کرے گی اور اس کو غالباً بنک آف انگلینڈ کے موجود الوقت اجرائے زر کاغذ میں کسی نہ کسی طرح ضم کر دے گی۔ لیکن ۱۹۲۸ء تک اس سمت میں کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا گیا جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ ایسا کوئی قدم اٹھانے سے بیشتر معیار طلا پر عود کر آنے کے مسئلے کے بارے میں کسی فیصلے پر پہنچنا ضروری تھا۔[1]

کاغذی زر کا مجموعی اجرا۔

بنک آف انگلینڈ کے زر کاغذ کے اجرا کی سرگزشت کے متعلق خاصکر جنگ کے بعد کے زمانے میں کچھ کہنا ضروری ہے۔ جدول (۱۰) سے یہ معلوم ہوگا کہ جنگ کے ابتدائی سالوں میں اجرا میں بہت دھیما اضافہ ہوا۔ لیکن ۱۹۱۷ء سے گردش میں بہت سرعت کے ساتھ اضافہ ہوا یہاں تک کہ ۱۹۱۸ء کے ختم تک جنگ سے بیشتر کے اعداد کے مقابلے میں اس کی تعداد دگنی ہو گئی۔ جنگ کے بعد اضافہ اور بھی زیادہ نمایاں ہو گیا، خاصکر ۱۹۲۰ء میں جب کہ

[1] دیکھو "زر اور بنک آف انگلینڈ کے زر کاغذی کی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ" ۵ فروری ۱۹۲۶ء۔

حکومت نے دوسرے بنکوں کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ ان کے پاس جنگ سے پیشتر اور جنگ کے دوران میں جتنا سونا تھا (جس کی مقدار کا اندازہ چالیس ملین پونڈ کیا جاتا تھا) اس کا بیشتر حصہ بنک آف انگلینڈ کے حوالے کریں۔ اگست ۱۹۱۹ء سے حکومت نے یہ کیا کہ کاغذی زر کے اجرا کے مقابلے میں جتنا سکہ اور فلز رکھا جاتا تھا اس میں بنک آف انگلینڈ کے نوٹ بھی شامل کرنے شروع کیے۔ اس طرح ملک کے مجموعی زر کاغذ کا حساب کرتے وقت اس مقدار کو منہا کر دینا ضروری ہے تاکہ دو مرتبہ وہ محسوب نہ ہوں۔ ۱۹۲۵ء میں اس مقدار میں اس طرح اضافہ ہو گیا کہ بنک آف انگلینڈ کو وہ کل سونا واپس کر دیا گیا جو محفوظ ذخیرۂ زر کاغذ میں رکھا ہوا تھا لیکن چاندی نہیں دی گئی اور اس کمی کو کلیتہً نوٹوں سے پورا کیا گیا۔ چنانچہ یہاں اس اثر کو ظاہر کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جو بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کے مجموعی اجرا اور زر کاغذی پر سونے اور چاندی کی اُس حقیقی مقدار کا پڑا جو اس کل زر کاغذی کی بنیاد کے طور پر موجود تھی

بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں اور زر کاغذی کے اجرا کی مجموعی مقدار

۵ / اگست ۱۹۲۵ء تک

بنک آف انگلینڈ کے نوٹ

پاؤنڈ

مجموعی اجرا ———— ۱۸۲/۴۰۴/۸۷۵

منہائی اُس مقدار کی جو صیغۂ بنک کاری میں تھی۔ ۳۶/۰۸۵/۲۵۰

پاؤنڈ

گردش ۱۴۶/۳۱۹/۶۲۵

پاؤنڈ

مجموعی اجرا کی مقدار کے مقابلے میں سونا	۱۶۲/۶۵۴/۸۷۵
نوٹوں کی منہائی جو صیغۂ بنک کاری میں تھے	۳۶/۰۸۵/۲۵۰
سونے کی خالص مقدار جو نوٹوں کے مقابلے میں تھی	۱۲۶/۵۶۹/۶۲۵

کرنسی نوٹ (زر کاغذی)

مجموعی اجرا ——— ۳۰۵،۴۸۴،۰۰۰
بنک کے نوٹوں کی مہیائی۔ ۵۶،۲۵۰،۰۰۰
۲۴۹،۲۳۴،۰۰۰

چاندی جو کرنسی نوٹوں کے مقابلے میں تھی ۷،۰۰۰،۰۰۰

نوٹوں اور ان کے مقابلے کے سونے اور چاندی کی مقدار ۱۲۵ ۳۹۵،۵۵۴ ۱۳۳،۵۶۹،۶۲۵

اس لحاظ سے ان مجموعی نوٹوں کے مقابلے میں جو گردش میں تھے سونے اور چاندی کی مقدار ۱۸،۳۳ فی صد ہے۔

---

227 بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کے زائد اجرا کا سب سے بڑا نتیجہ یہ تھا کہ نوٹوں کے مقابلے میں جتنا سونا رکھا گیا تھا اس کا فی صد بڑھ گیا۔ چونکہ تمسکات کے مقابلے میں نوٹوں کے اجرائے مجاز کی مقدار ۱۸۴۴ء کے قانون کے تحت اب تک معین تھی (اگرچہ جیساکہ باب میں بیان کیا جا چکا ہے وہ بڑھا کر ۱۹ ملین پونڈ کر دی گئی تھی) اس لیے ہر زائد نوٹ جاری کرنے کے معنی یہ تھے کہ سونے کی مقدار میں بھی اتنا ہی اضافہ کیا جائے۔ اس طرح ۵ راگست ۱۹۲۵ء کو جاری شدہ نوٹوں کی مجموعی مقدار جہاں ۱۸۲،۴۰۴،۸۷۵ پونڈ تھی وہاں ان کی بنیاد کے طور پر ذخیرے میں سونے کی مقدار ۸۹ فی صد سے کم نہ تھی۔ یہ اصول غیر دانشمندانہ ہوتا اگر دوسری جانب کرنسی نوٹوں کا متوازی اجرا عمل میں نہ آتا جس کی بنیاد محض بنک کے نوٹ اور قلیل سی چاندی تھی۔ اس لحاظ سے دونوں زروں کے اجرا کو ملا دینا چاہیئے جیساکہ مذکورۂ بالا جدول میں بتایا گیا ہے۔

اس جدول سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زر کاغذی کے مجموعی خالص اجرا کے مقابلے میں

فلز کا جو فی صد تھا وہ تقریباً ٹھیک اتنا ہی تھا جتنا کہ جنگ سے بیشتر کے زمانے میں تھا، جبکہ گردش بقدر ۴۰ ملین پونڈ تھی اور اس کی بنیاد کے طور پر سونے کی مقدار اُن نوٹوں کے بنیادی سونے کو منہا کر کے جو صیغۂ بنک کاری میں تھے تقریباً دس ملین پونڈ تھی یا حقیقی گردش کے مقابلے میں سونے کی خالص مقدار ۲۳ فی صد تھی۔

معیار طلا۔ کن لف کمیٹی سے لے کر نیچے تک ہر شخص کو اس بات پر اتفاق تھا کہ جنگ کے بعد سب سے پہلی چیز جو بعجلت ممکنہ انجام دینے کے قابل تھی وہ یہ تھی کہ ایک موثر معیار طلا کو از سر نو جاری کیا جائے۔ لیکن ان تدابیر پر بحث کرنے سے بیشتر جو اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر اختیار کیے گئے تھے اولاً اس چیز کو بالکل واضح کر دینا چاہیئے کہ جنگ کے زمانے میں معیار طلا پر کیا گزری۔ واقعہ یہ ہے کہ کل جنگ کے زمانے میں سونے کی ادائی کو کبھی روکا ہی نہیں گیا۔ بنک آف انگلینڈ کے نوٹ بیشتر کے مثل قابل مبادلہ رہے اور کرنسی نوٹ بھی اپنی موجودگی کے کل زمانے میں سونے سے خاص طور سے قابل مبادلہ رہے۔ چونکہ کسی کو اس واقعے کا علم نہ تھا اور اکثر لوگ اس کو تسلیم کرنے سے منکر تھے، لہذا یہاں کرنسی اینڈ بنک نوٹس ایکٹ منظورہ ۶ راگست ۱۹۱۴ء کے دفعہ (۱) فقرہ (۳) کے الفاظ کو نقل کر دینا مناسب ہوگا:۔ "کرنسی نوٹ کے قابض کو یہ حق حاصل رہیگا کہ عندالمطالبہ بنک آف انگلینڈ کے دفتر کے اوقات میں اس نوٹ کی رقم اس کی مندرجہ قیمت کے لحاظ سے سونے کے سکے کی شکل میں جو فی الوقت سلطنت متحدہ میں زر قانونی ہے حاصل کرے۔"

سونے کی برآمد سونے کے استعمال پر کامل بندش قائم کرنے میں حکومت جس طریقے سے کامیاب رہی وہ نہایت ہنرمندانہ تھا۔ سونے کا واحد حقیقی استعمال یہ ہے کہ اس کو برآمد کیا جائے، اور جو کچھ حکومت نے کیا وہ صرف یہ تھا کہ سونے کی ترسیل بذریعۂ جہاز کو مالِ تجارت کے جنگی بیمہ کی اُس سرکاری تجویز کے تحت شامل کرنے سے انکار کر دیا جو شدید عملی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اختیار کی گئی اس لحاظ سے نقصان کا خطرہ چونکہ زیادہ تھا لہذا اس کا عملاً یہ نتیجہ نکلا کہ سونے کی برآمد ممنوع اور پورے موثر طریقے پر رُکی رہی۔ رہا بقیہ حصہ تو سونے کے سکوں کو پگھلانے کی ممانعت، ساؤرن کی زائد فلزی قیمت حاصل کرنے کی ہر کوشش میں مزاحمت پیدا کرنے کے لیے کافی تھی اور سونا فی الواقع رواج سے غائب ہو گیا۔

228

دنیا کے سونے کی رسد

اس اثنا میں جنگ کے زمانے میں دنیا کے سونے کی رسد کی صورت حال نے تاریخ میں اس بات کی نہایت واضح مثال پیش کی تھی کہ سونے کے مصارف پیدائش پر اور اس طرح اس کی پیداوار پر اضافۂ قیمت کا کیا اثر پڑتا ہے۔ یوں تو جیسا کہ جدول (۱) کے مرحمہ اعداد سے معلوم ہوگا جنگ سے پیشتر بھی دنیا کے سونے کی رسد میں نمایاں رکاوٹ پیدا ہوئی تھی لیکن جوں جوں جنگ نے طول کھینچا اور قیمتیں بڑھتی گئیں سونے کی پیداوار پر اس کا اثر بہت قوی پڑنے لگا۔ رسد کی اس تخفیف کا باعث محنت اور ہمہ قسم کے اشیائے خام کی گرانی کی شکل میں مصارف پیدائش کی زیادتی اور جنگ کے نتیجے کے طور پر محنت اور دھاکو آلات و اشیاء کی قلت تھی۔ ۱۹۱۸ء میں بعض کانوں کی کھدائی موقوف رہی، تقریباً تمام صورتوں میں پیداوار میں تخفیف ہو گئی تھی اور یہ بیان کیا جاتا تھا کہ اگر حالات رو بہ اصلاح نہ ہوئے تو دوسری کانوں کو بھی بند کرنا پڑے گا اور اس کے برخلاف معمولی درجے کی کچھ دھات کی پیداوار میں اور بھی زیادہ تخفیف ہو جائے گی۔ ۱۹۱۸ء میں یہ مسئلہ ایک خاص کمیٹی کے تفویض کیا گیا جس کی رپورٹ[1] نے اس مشورے کو قطعی طور سے رد کر دیا کہ کان کنوں کو اپنی پیداوار برقرار رکھنے کے لیے مالی امداد دی جائے۔

امریکن مبادلات

مہلت جنگ کے رونما ہوتے ہی یہ مسئلہ بلا شبہ نظر انداز ہو گیا لیکن ۱۹۱۹ء کے اوائل میں ایک کلیتہً نئی صورت حال رونما ہوئی۔ دنیا کی تجارت کے از سر نو جاری ہونے کے نتیجے کے طور پر مبادلات خارجہ میں اشیاء کی عظیم المقدار طلب کا اثر خاصکر ان ملکوں میں ظاہر ہونا شروع ہو گیا جن کی جنگ کے زمانے میں ناکہ بندی کی گئی تھی۔ خود ہمارے مبادلے کی شرحوں کی تائین اس نام نہاد نظام کے ذریعے سے ہوئی تھی جس کے تحت امریکن ڈالر سیکوریٹیز کمیٹی[2] ان تمسکات کو بیرونی ممالک میں ایک معین قیمت پر ہنڈی خریدنے کے لیے استعمال کرتی تھی

229

---

[1] Report of the Committee on the gold Production of the British Empire, November, 29, 1918

[2] Americean Dollar Securities Committee

یہ جنگی تدبیر کی حیثیت سے ضروری تھا، اس لیے کہ خود حکومت بیرونی ممالک سے بڑی خریداریاں کرتی تھی اور شرح مبادلہ کے اضافے سے سب سے زیادہ وہی متاثر ہوسکتی تھی۔ لیکن جب جنگ ختم ہوگئی تو حکومت سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ خانگی تاجروں کے فائدے کے لیے اس نظام کو برقرار رکھے گی، چنانچہ مارچ ۱۹۱۹ء میں مبادلات غیر مامون رہے۔ لیکن اس کا فوری نتیجہ سونے کی برآمد ہوتا، اس لیے اس کو روکنے کے لیے سونے کی برآمد کو قابو میں لانا ضروری ہوگیا چنانچہ اپریل ۱۹۱۹ء میں حکم بہ اجلاس کونسل کے ذریعے سے تحدیدی کارروائی کی گئی اور بجز خزانۂ شاہی کے اجازت نامے کے تحت کسی اور صورت سے سونا برآمد کرنے کی ممانعت کردی گئی۔ اس طرح فی الواقع جنگ کے ختم ہو جانے کے بعد تک معیار طلاء کو اصولاً ترک نہیں کیا گیا۔

سونے کی برآمد کے اجازت نامے

برآمد کے اجازت ناموں کے طریقے نے محض خزانۂ شاہی اور بنک آف انگلینڈ کو سونے کی نقل پر اختیار دیا جو کسی صورت میں بھی ناگزیر ہوتی۔ سونا پیدا کرنے والے ملکوں کی فطری خواہش یہ تھی کہ سونا وہیں بھیجیں جہاں اس کی بہترین قیمت وصول ہو۔ اگر وہ انگلستان بھیجتے تو اس کی قیمت صرف ۳ پاؤنڈ ۱۷ شلنگ ½ ۱۰ اپنس وصول ہوتی۔ اگر وہ نیویارک روانہ کرتے تو اس کی قیمت ہی حقیقی شرح مبادلہ تھی اور چونکہ نیویارک کی شرح مساوات سے اوپر تیزی سے جانی شروع ہوئی (حقیقی محولہ شرح ڈالر میں ہونے کی وجہ سے بلاشبہ کم ہو رہی تھی) اس لیے جنوبی افریقہ کے کان کنوں کو سونا محض براہ راست نیویارک روانہ کرنے کے لیے مجبور ہونا پڑتا۔ اس لحاظ سے ناگزیر شئے کے سامنے سر تسلیم خم کرکے خزانۂ شاہی نے فی الواقع انگلستان سے سونا مکرر برآمد کرنے کے اجازت نامے عطا کیے، چنانچہ سونے نے بھی معمولی تجارتی راہ اختیار کی اور محض لندن سے ہوکر گزرتا تھا۔ نتیجہ بلاشبہ یہ ہوا کہ سونا آزادی کے ساتھ ریاستہائے متحدہ میں جانے لگا اور اتنی کثیر مقدار میں گیا کہ اس کی وجہ سے وہاں کے حکام میں بڑا اضطراب پیدا ہوگیا۔ اپریل ۱۹۲۲ء میں یہ اندازہ کیا گیا کہ[له] ریاستہائے متحدہ کے مرکزی بنکوں میں جتنا سونا تھا اس کی مقدار

له۔ دیکھو رسالۂ کامرس اینڈ فینانس نیویارک مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۲۲ء۔

تین ہزار چھ سو ستاون ملین ڈالر یا دنیا کے مشہور بنکوں کے مجموعی ذخائر طلا کے تقریباً بقدر ۳۵ فی صد تھی۔

چاندی

۱۹۱۹ء کے موسم گرما سے مبادلات خارجہ کی حالت مالی حلقوں میں اساسی مسئلہ بن گئی، لیکن اس پر بحث کرنے سے پیشتر چاندی کی قیمت کی سرگزشت پر غور کرنا ضروری ہے۔ جنگ کے زمانے میں چاندی کی قیمتوں میں جو تغیرات ہوئے ان کے بارے میں سابقہ بابوں میں کوئی بحث اس لیے نہیں کی گئی کہ اگرچہ یہ تغیرات نمایاں تھے لیکن جنگ کے بعد جو کچھ واقعات رونما ہوئے ان کے سامنے یہ بالکل ماند پڑ گئے۔ اس لحاظ سے اس کل مسئلے پر یہاں بحث کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔

جنگ کے آغاز ہی سے سونا رواج سے غائب ہونے لگا جس کی وجہ سے چاندی کے سکوں کی طلب فطرتاً بڑھ گئی اور اس کا پورا کرنا بالکل غیر ممکن تھا، چنانچہ ایک زمانے تک پوسٹل آرڈر استعمال کرنے پڑے۔ کرنسی نوٹوں کے اجرا سے یہ دقت جلد رفع ہوگئی، لیکن جنگ کے ابتدائی سالوں میں تقریباً ہر ملک کثیر مقدار میں چاندی کے سکے جاری کرنے لگا، جس کی وجہ ایک حد تک یہ تھی کہ حقیقی زر کی ضرورتیں بڑھ گئی تھیں، لیکن بعض ملکوں میں بلاشبہ ایک حد تک اس وجہ سے بھی چاندی کی تشکیک عمل میں آرہی تھی کہ چاندی کا اندوختہ کیا جا رہا تھا، اور اس غرض کے لیے سونا دستیاب نہ ہوسکتا تھا۔ لیکن قیمتوں کے اضافے کے طور پر مصارف پیدائش کی زیادتی نے دنیا کی چاندی کی رسد کو دنیا کے سونے کی رسد کے مقابلے میں بہت زیادہ سرعت کے ساتھ متاثر کیا، چنانچہ میکسیکو میں، ملک کی سیاسی بدنظمی کی وجہ سے چاندی کی سب سے زیادہ قلت رہی۔ غرض ۱۹۱۵ء کے ختم سے چاندی کی قیمت میں

جنگ کے زمانے میں حالت

سرعت کے ساتھ اضافہ ہوگیا۔ ستمبر ۱۹۱۷ء تک وہ بڑھ کر ۵۵ پنس ہوگئی تھی، اور ۶۲ پنس کی معیاری قیمت سے اتنی کافی قریب تھی کہ اس کی بنا پر خاص طور سے متعلقہ حکومتوں کے لیے اس بارے میں کارروائی کرنا ضروری ہوگیا۔ چونکہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں چاندی سب سے زیادہ مقدار میں پیدا ہوتی تھی اس لیے انھوں نے سب سے پہلے کارروائی کی، اور ستمبر ۱۹۱۷ء میں بجز اجازت نامے کے تحت چاندی کی برآمد کی ممانعت کر دی گئی۔

امریکہ میں کثیر المقدار چاندی کے ڈالروں کا ذخیرہ تھا جو ۱۸۹۳ء سے پیشتر بلینڈ ایکٹ اور شرمان ایکٹ کے تحت مسکوک ہوا تھا چنانچہ پٹ مین ایکٹ منظورہ ۲۳ اپریل ۱۹۱۸ء کے تحت امریکہ حکومت اپنے متحدین کو ان ڈالروں میں سے ۳۵۰ ملین ڈالر تک ۱۰۱ ½ سنٹ فی اونس خالص چاندی کے حساب سے فروخت کرنے پر راضی ہو گیا۔ اس سے پورا فائدہ اُٹھایا گیا اور چاندی کا اکثر حصہ ہندوستان گیا اور اس طریقے سے چاندی کی قیمت پورے جنگ کے زمانے میں تقریباً ایک ڈالر فی اونس کے حساب سے موثر طریقے سے نگرانی میں رکھی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ فرانس اپنے پنج فرانکی سکوں کے ذخیرے سے کام لینے کے قابل ہو گیا جو ۱۸۷۳ء سے پیشتر ڈھالے گئے تھے، اور اس طریقے سے جنگ کے زمانے میں صورت حالات تباہی سے بچ گئی۔

جنگ کے بعد اور اپریل ۱۹۱۹ء میں امریکن مبادلات کے غیر منتظم ہو جانے کے بعد چاندی کی قیمت پر جو نگرانی قائم تھی وہ بھی بعد کے مہینے میں اُٹھ گئی، اور چونکہ چاندی زیادہ تر امریکہ سے آتی ہے اس کی قیمت امریکن مبادلے کے ساتھ بڑھنی شروع ہو گئی یہاں تک کہ فروری ۱۹۲۰ء میں وہ عدیم النظیر طریقے پر بڑھ کر ½ ۸۹ پنس فی اونس ہو گئی۔ اس کی وجہ سے ان مشکلات نے انتہائی صورت اختیار کر لی جو ہندوستان میں وہاں کے زر اور مبادلے کے نظام کے بارے میں پورے جنگ کے زمانے میں موجود تھے۔ ہندوستانی زر اور مبادلے کا نظام روپیہ کی قیمت بحساب تقریباً ۴۳ پنس فی اونس پر مبنی تھا۔ اگست ۱۹۱۷ء سے شرح مبادلہ بتدریج بڑھا کر ا شلنگ ۶ پنس کر دی گئی تھی، اور یہ شرح مئی ۱۹۱۹ء تک برقرار رہی، لیکن اس تاریخ کے بعد سے نگرانی کے ہٹ جانے اور چاندی کی قیمت کے بڑھ جانے کی وجہ سے اس میں پھر اضافہ شروع ہوا۔ اس مہینے میں حکومت ہند نے ایک اور کمیٹی کا تقرر کیا جس کی رپورٹ مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۱۹ء چاندی کی صورت حال کے بارے میں معلومات کا ایک بیش بہا ذخیرہ ہے۔ کمیٹی مذکور نے یہ علاج تجویز کیا کہ روپیہ کی قیمت بڑھا کر قدیم شرح کے مساوی یعنی ۲ شلنگ کر دی جائے۔ لیکن اس کو روبہ عمل لانے سے پیشتر بازاری قیمت اس عدد سے اوپر جا چکی تھی اور فروری ۱۹۲۰ء میں وہ فی الحقیقت ۲ شلنگ ½ ۹ پنس تک پہنچ گئی۔

اسی کے ساتھ چاندی کے سکوں کے بارے میں خود ہمارے حالات پر چاندی کی قیمت کے اضافے کا برا اثر پڑ رہا تھا، اور چاندی کے سکے کو برقرار رکھنے کے مصارف سے ہراساں ہوکر جو اپنے ماقبل جنگ معیار یعنی $\frac{11}{12}$ خالص چاندی کے لحاظ سے بھی اس وقت اپنی مرقومہ قیمت سے بدرجہا زیادہ قیمتی تھا، حکومت نے اس معیار میں ۵۰ فی صد کمی کرنے کی انتہائی تدبیر اختیار کی۔ لیکن اس قانون کے منظور ہونے تک یعنی ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء تک خطرہ باقی نہ رہا تھا۔ چاندی کی غیر معمولی طور سے زیادہ قیمت فطری طور سے اپنی آپ معالج بن گئی۔ بر اعظم کے ملکوں نے اپنے چاندی کے سکے اور ظروف فلزی قیمت پر فروخت کرنے شروع کر دیئے۔ اس کا نتیجہ بلا شبہ یہ ہوا کہ ان کے چاندی کے سکے رواج سے غائب ہو گئے۔ لیکن ان کی بابجائی آسانی کے ساتھ کاغذی زر سے کر دی گئی جو مطابع سے کثیر مقداروں میں چھپ کر نکلنے شروع ہو چکے تھے۔ اسی کے ساتھ کل دنیا اور خاصکر میکسیکو کی چاندی کی پیداوار قیمت کی زیادتی کے باعث اپنی اصلی حالت پر آنی شروع ہوئی، اور دوسری طرف چاندی استعمال کرنے والے ملکوں مثلاً چین نے اپنا صرف کم کر دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ جون سنہ ۱۹۲۰ء تک قیمت گھٹ کر ۴۴ پنس پر آگئی، اور امریکہ میں قانون پٹ مَن کا ازسرنو خریداری کرنے کا فقرہ نافذ ہوا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس فقرے کا تعلق صرف "گھریلو" چاندی سے تھا۔ اس طرح ایک زمانے تک ریاستہائے متحدہ میں چاندی کی دو قیمتوں کا عجیب و غریب واقعہ رونما رہا۔ سنہ ۱۹۲۰ء کے ختم تک یورپ کے رفع انتفاخ کی پیدا کردہ

ہندوستان پر اثر

سرد بازاری کا اثر ہندوستان کی تجارتی صورت حالات پر پڑنے لگا۔ ہندوستان کی خاص برآمد مثلاً روئی، سن، چائے وغیرہ کی اعلیٰ قیمتوں کے باعث توازن تجارت، جو پہلے اس ملک کے موافق تھا، سُرعت کے ساتھ غائب ہو رہا تھا جس کا ناگزیر اثر ہندوستان کی چاندی کی طلب پر پڑا اور روپیہ کے مبادلے کی شرح پھر گھٹ کر ۲ شلنگ پر آگئی۔ اس مقام پر حکومت بہت خوشی سے روپیہ کی نئی قیمت ۲ شلنگ نافذ کرنے کے لیے تیار ہو جاتی، لیکن معاشی حالات مگر اس کے بس سے باہر ثابت ہوئے، اور چاندی کی بازاری قیمت جو سنہ ۱۹۲۱ء کے اوائل میں گھٹ کر $\frac{1}{2}$۳۱ پنس ہو گئی تھی، اس نے ناگزیر طریقے پر روپیہ کی قیمت کو بھی اپنے ساتھ گرا دیا حتیٰ کہ وہ قدیم شرح یعنی ۱ شلنگ

۳۸ پنس سے بھی کم ہوگئی۔ اس کی وجہ سے ہندوستانی تجارت خارجہ میں مزید مشکلات اور پیچیدگیاں رونما ہوگئیں۔ اس لیے کہ اب ہندوستان کے اکثر درآمد کرنے والے حکومت کی اس تجویز پر عود کر آئے کہ روپیہ کی قیمت ۲ شلنگ مقرر کرنی چاہیئے اور انھوں نے یہ مطالبہ کیا کہ اس شرح کو ان کے خارجی قرضوں کی ادائی کی حد تک موثر بنانا چاہیئے۔ ۱۹۲۱ء سے چاندی کی قیمت میں تقریباً ۳۰ پنس سے ۳۶ پنس تک تغیر واقع ہوا اور اس کے ساتھ روپیہ کی قیمت میں بھی اُتار چڑھاؤ ہوتا رہا۔ بعد میں چل کر ایک اور سرکاری کمیٹی مقرر ہوئی جس نے اگست ۱۹۲۶ء میں ا شلنگ ۶ پنس کی نئی شرح مقرر کرنے کے موافق رپورٹ پیش کی اور ہندوستانی زر اور بنک کاری کے نظام میں بعض دوسرے اہم تغیرات کرنے کے بارے میں سفارش کی۔[1]

۱۹۱۹ء کے موسم خزاں تک مبادلات خارجہ کی حد تک صورتِ حال اسقدر خراب ہو رہی تھی کہ ہر دوسرا مسئلہ اس کے سامنے ماند پڑ رہا تھا۔ نیویارک میں اسٹرلنگ کا مبادلہ تقریباً استقلال کے ساتھ گھٹتا گیا حتیٰ کہ فروری ۱۹۲۰ء میں وہ ۳٫۱۸ ڈالر تک پہنچ گیا۔ اس مہینے میں جمعیتہ اقوام کی مجلس نے اپنے لندن کے اجلاس میں مالی معاملات کی نزاکت پر بحث کرنے کی غرض سے ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ اس کے علاج کے ذرائع تلاش کیے جائیں اور اس سے پیدا ہونے والے خطرناک نتائج کو رفع کیا جائے، چنانچہ کانفرنس ۲۴ ستمبر ۱۹۲۰ء کو انجام کار برسلس میں منعقد ہوئی۔ اس اثناء میں ڈالر کا مبادلہ موسم گرما میں کسی حد تک اپنی اصلی حالت پر آجانے کے بعد موسم خزاں میں پھر گر گیا، اگرچہ اتنا کم نہیں ہوا جتنا کہ فروری کا کمترین نقطہ تھا۔

برسلس کی کانفرنس میں مبادلات خارجہ کے ایک مفروضہ جدید نظریئے پر جو پروفیسر گستاؤ کیسل کے نام سے منسوب کیا جاتا تھا اور جو بعد میں چل کر "نظریہ مساوات قوتِ خرید" کے مقبول عام نام سے موسوم ہوا، بہت کچھ بحث مباحثہ ہوا، اگرچہ عام اشخاص کے لیے وہ نیا تھا، تاہم کسی اعتبار سے وہ جدید نظریہ نہ تھا لیکن وہ اسقدر

233

[1] Report of Royal commission on Indian Currency and Finance

جاذب توجہ اور کچھ زمانے بعد متعدد کوٹھی کا کاروبار کرنے والے ذمہ دار اشخاص کی نظر میں اسقدر اہم عامل بن گیا کہ اس پر کسی قدر تفصیلی طور سے نظر ڈالنا ضروری ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ اصطلاح کے معمولی مفہوم میں مبادلات خارجہ کا نظریہ نہ تھا۔ ماقبل جنگ زمانے میں شرح مبادلہ کے معنی کسی دو ملکوں کے معیاری طلائی سکوں کی اضافی قدر کے تھے، اور وہ دونوں سکوں کے خالص سونے کے اضافی وزن پر مبنی تھی۔ یہی مبادلے کی ٹکسالی مساوات تھی اور اس نقطے کے گرد مبادلے کی اصلی شرح، مقاماتِ طلا کے اُن حدود کے اندر گھومتی رہتی تھی جو سونے کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں بھیجنے کے مصارف کی بنا پر متعین ہوتے تھے۔ لیکن جنگ کے زمانے میں اور اس کے بعد اکثر ملکوں کا حقیقی زر سونے سے بالکل منقطع ہوگیا تھا اور "مساواتِ قوتِ خرید" کے نظریئے کا خلاصہ محض یہ تھا کہ جس وقت اس مفہوم میں اس لیے کوئی شرح مبادلہ نہ ہو کہ کسی زر میں کوئی ذاتی قدر نہیں ہے تو شرح مبادلہ کا واحد ممکنہ بدل یہ ہوگا کہ دونوں زروں کی قوتِ خرید کا ہر ملک میں ایک دوسرے سے مقابلہ کیا جائے، چنانچہ حقیقی شرح مبادلہ کا قوتِ خرید کی اس "مساوات" سے نظری طور سے قریب ہونا ضروری ہے۔ یا دوسرے طریقے سے اس کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ دو کاغذی زروں کی اضافی قدر کا اندازہ جن میں سے کسی میں بھی کوئی ذاتی قدر نہیں ہے صرف اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ اضافی قوتِ خرید کا انڈکس نمبروں کے کسی طریقے کے ذریعے سے مقابلہ کیا جائے۔

234

مساواتِ قوتِ خرید اسقدر سادہ شکل میں تحلیل ہو جانے کے بعد نظریہ بلاشبہ حقیقت متعارف ہے اور اس کے فی الحقیقت کچھ معنی نہ تھے۔ لیکن اس نے قبول عام میں بہت کچھ غلط فہمی پیدا ہونے کا موقع بہم پہنچایا جس کا باعث مصنف کے خیال میں زیادہ تر لفظ "مساوات" کا غلط استعمال تھا۔ معمولی شخص کو فطرتاً یہ خیال پیدا ہوا کہ قوت خرید کی مساوات کے معنی تقریباً کوئی ایسی ہی شئے تھے جیسے کہ مبادلے کی ٹکسالی مساوات کے تصور کے ہیں۔ یعنی کوئی بنیادی مقام یا نقطہ جو کسی ایسے معین واقعے کے مطابق متعین ہو جس کے گرد حقیقی شرح مبادلہ گھومتی رہے۔ لیکن مساواتِ قوتِ خرید

اس معنی میں ہرگز مساوات نہ تھی۔ وہ محض دو تغیر پذیر واقعات کے درمیان ایک نسبت یا تعلق تھا جن کی نمایندگی ہر ملک کے انڈکس نمبروں سے ہوتی تھی اور جن میں سے ہر دو دائماً متغیر تھے اور دونوں کے درمیان کوئی بنیادی نقطہ یا ضروری تعلق نہ تھا۔ اس نظریئے کے متعلق عوام کی غلط فہمی کی مثال کے طور پر غالباً اس خیال کو پیش کیا جاسکتا ہے جو عام طور سے پھیلا ہوا تھا کہ اسٹرلنگ کے مبادلے کو مساوات پر یعنی ۴٫۸۶ ڈالر پر لانے کے لیے جس چیز کی ضرورت تھی وہ یہ تھی کہ اس ملک کی قیمتوں کی عام سطح کو اسی سطح پر لایا جائے جو امریکہ میں تھی" لیکن یہ خیال قطعاً غلط تھا۔ اس لیے کہ اس وقت انگلستان کے ایک سادرن اور نیویارک کے ۴٫۸۶ ڈالروں کی اضافی قوتِ خرید کبھی جنگ سے پیشتر کی شرح کے مثل نہ تھی جبکہ مبادلہ مساوات پر ہوتا تھا۔ اس نظریئے کا صحیح اطلاق یہ ہونا چاہیئے تھا کہ اگر لندن کی قیمتیں ۱۹۱۳ء کی قیمتوں" سے اوپر ٹھیک اسی فی صد پر عود کر جاتیں جیسا کہ نیویارک کے اسی کے بالمقابل انڈکس نمبروں کے فی صد سے ظاہر ہو رہا تھا تو ماقبل جنگ مساوات یعنی ۴٫۸۶ ڈالر کی شرح پر عود کر آنے کے لیے حالات بالکل موافق ہوتے۔

لیکن یہ بدیہی تھا کہ اگر دونوں ملکوں میں سے کسی ملک کے مقامی حالات، مالی معاملات کے قطع نظر، اشیاء کی اتنی کافی تعداد کی قیمت میں تغیرات پیدا کریں جس سے عام انڈکس نمبر متاثر ہو تو اس مرمہ شکل میں بھی نظریہ صادق نہ آسکتا تھا۔ مثلاً امریکہ میں جنگ سے پیشتر کے انگلستان کے مقابلے میں قیمتوں کی اعلیٰ سطح کا باعث بڑی حد تک تامینی محصول کے اصول کو عام طور سے خیال کیا جا رہا تھا، اور ۱۹۲۲ء میں جدید فورڈنی تامینی محصول کے جاری ہونے کا اثر بھی غالباً یہی ہو سکتا تھا کہ قیمتیں پھر بڑھ جاتیں۔ علاوہ ازیں ہر ملک میں قیمتوں کے تغیرات پر غور کرنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ دو قسم کے اشیاء کے مابین تفریق کی جائے یعنی ایک تو وہ اشیاء جو زیادہ تر ملک میں تیار اور صرف ہوتے تھے اور دوسرے وہ جو درآمد یا برآمد ہوتے تھے، اور اس لحاظ سے جن کے دنیا کے حالات سے متاثر ہونے کا زیادہ قرینہ تھا۔ اس کے علاوہ یہ سوال تھا کہ قیمتوں کی عام سطح کو صحت و صداقت کے ساتھ ظاہر کرنے کی حد تک انڈکس نمبروں پر کس حد تک اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ جود پر وفیسر کیسل نے بتایا کہ اگر ایک خاص انڈکس نمبر امریکہ کی قیمتوں کے بارے میں لیا جائے تو مبادلے کا واقعی تغیر نظریئے کے بالکل مطابق بیٹھتا تھا۔ لیکن یہ کہ اگر انڈکس نمبروں کا دوسرا سلسلہ لیا جائے تو تطابق بدرجہا کم بدیہی ہوتا تھا۔ آخر میں یہ کہ یہ نظریہ مختلف ممالک کے مابین قرضداری کے توازن کے ایک بہت ہی اہم عنصر کا کوئی لحاظ نہیں کرتا جس کا شرح مبادلہ پر بہت قوی اثر پڑتا ہے اور یہ عنصر دو ملکوں کے مابین قرضوں کی نقل اور ایک دوسرے کو قرضہ دینے کی آمادگی ہے۔ جنگ کے بعد کے کل زمانے میں اسٹرلنگ کے مبادلے میں یہ نہایت ہی اہم عنصر رہا۔ اس لیے کہ ریاستہائے متحدہ، یورپ کے اکثر ملکوں کو کثیر المقدار رقوم بطور قرض دے رہے تھے۔ نہ صرف کم وبیش مستقل قرضوں کی شکل میں بلکہ زر کے بازار کے مفہوم میں زر کی زیادہ سیال شکل میں بھی جو شغل کے لیے لندن بھیجا جارہا تھا۔

واقعات ان سب خلل انداز ہونے والے حالات پر نظر کرتے ہوئے یہ امر تعجب خیز نہیں کہ قیمتوں اور مبادلات کی رفتار کا حساب مثلاً لندن اور نیویارک کے مابین لگا کر نظریۂ مساوات قوت خرید کی صداقت کو ثابت کرنے کی کوشش نے مبادلات کی حقیقی اور نظری شرحوں کے مابین کوئی بہت ہی قریبی تعلق پیدا نہیں کیا۔ مثلاً مارچ ۱۹۱۹ء سے ہمارے معیار طلا پر عود کر آنے کے زمانے یعنی ۱۹۲۵ء تک ایسے بڑے بڑے دور آئے جن میں مبادلہ کی نظری اور حقیقی شرحیں کم وبیش ایک ہی سمت میں نقل پذیر رہیں لیکن اکثر صورتوں میں ان دونوں کے درمیان وسیع فرق موجود تھا۔

توازن تجارت ۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۱ء کی کایا پلٹ کے دور میں ہمارے توازن تجارت کے تغیرات اس زمانے کے غیر معمولی حالات کا آئینہ تھے۔ برآمد سب سے اول اپنی اصلی حالت پر عود کر آئی، اور جنوری ۱۹۱۹ء سے اضافہ بہت سریع رہا۔ تاہم اس کے بعد درآمد میں فوراً اضافہ ہوا۔ لیکن درآمد کی نقلی ہی زیادتی بہت کم ہوگئی خاصکر رفع انتفاخ کے ابتدائی مہینوں میں اسلیے کہ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء میں درآمد پر سب سے اول ضرب پڑی۔ اس کے برعکس برآمد

زیادتی جولائی تک رونما نہیں ہوئی۔ رفع انتفاخ کے زمانے میں دونوں کی تخفیف تباہ کن تھی لیکن یہ حالت خاصکر برآمد کے بارے میں صادق آتی تھی۔ جون ۱۹۲۱ء میں گھٹ کر تقریباً ۱۹۱۸ء کے اوسط تک آلگی تھی۔ لیکن یہ ادنیٰ ترین سطح تھی اور ۱۹۲۱ء کے موسم خزاں سے برآمد بتدریج قابل لحاظ ترقی کر کے ایسی سطح پر آگئی جو ماقبل جنگ اعداد سے ابھی خاصی اونچی تھی۔ جوں جوں درآمد میں زیادہ نمایاں بحالی ظاہر ہوتی گئی درآمد کی ظاہری زیادتی میں ۱۹۲۴ء اور ۱۹۲۵ء میں پھر اضافہ شروع ہوا، (دیکھو جدول ۱۷)۔

یہ سب بلاشبہ قیمت کے اعداد ہیں اور ان کا مقابلہ برآمد و درآمد کی مقدار کے ان اندازوں سے کرنا بہت دلچسپ ہوگا جو جدول (۱۸) میں دیئے گئے ہیں۔ اگر قیمت کے اعداد مقدار کے اعداد کے مقابلے میں درج کیے جائیں تو یہ معلوم ہوگا کہ درآمد کی مقدار جنگ کے زمانے میں اچھی خاصی رہی لیکن جنگ کے بعد کی گرماگرمی کے زمانے میں زمانۂ قبل از جنگ کے اعداد کے مقابلے میں بڑی حد تک کم ہوگئی تھی۔ پھر بھی رفع انتفاخ کے دور میں وہ کبھی اسقدر کم نہیں ہوئی جتنی کہ جنگ کے زمانے میں کم ہوگئی تھی، اور ۱۹۲۴ء تک اس میں زمانۂ بعد از جنگ کے اعداد کے مقابلے میں کچھ زیادتی ہوگئی تھی۔ برآمد کی مقدار میں زیادہ تغیرات ظاہر ہوئے چنانچہ جنگ کے زمانے میں جو تخفیف ہوئی وہ درآمد کی تخفیف کے مقابلے میں کچھ زیادہ نمایاں رہی، اور یہ بات کسی قدر عجیب ہے کہ بحالی ۱۹۲۰ء میں ہونے کے بجائے ۱۹۱۹ء میں ہوئی۔ ۱۹۲۱ء کے بعد برآمد کی مقدار، درآمد کی بہ نسبت یا برآمد کی قیمتوں کے مقابلے میں بدرجہا زیادہ سرعت کے ساتھ بحال ہوئی اور ۱۹۲۳ء میں زمانۂ قبل از جنگ کے اعداد سے بہت زیادہ بڑھ گئی، لیکن دو متعاقب سالوں میں معتدبہ کمی رونما ہوئی۔

غیر ظاہر درآمد و برآمد

جنگ کے بعد کے حالات کا جو اثر ہماری ظاہر درآمد و برآمد پر پڑا اس کا اندازہ کرنا بہت دشوار ہے۔ لیکن جنگ کے بعد سے محکمۂ تجارت نے ہماری قرضداری کے توازن کا وقتاً فوقتاً اندازہ لگایا ہے، چنانچہ ان کے نتائج مندرجہ ذیل جدول میں حتی الامکان شامل ہیں جس کو نظرِ ثانی کے بعد سلسلے کے ساتھ ضمیمہ کے جدول (۱۹) میں پیش کیا گیا ہے۔

توازنِ تجارت ۔ ظاہر اور غیر ظاہر

(جو محکمۂ تجارت کے رسالہ مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۲۷ء سے ماخوذ ہیں۔

ملین پاؤنڈ

	۱۹۰۷ء	۱۹۱۰ء	۱۹۱۳ء	۱۹۲۰ء	۱۹۲۲ء	۱۹۲۳ء	۱۹۲۴ء	۱۹۲۵ء	۱۹۲۶ء
ظاہر درآمد کی زیادتی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۱۴۲	۱۵۹	۱۵۸	۳۴۳	۱۷۱	۱۹۵	۳۲۴	۳۸۴	۴۷۷
قومی جہازرانی کی حقیقی آمدنی [1]	۸۵	۹۰	۹۴	۳۴۰	۱۱۰	۱۳۳	۱۴۰	۱۲۴	۱۲۰
بیرونی ممالک میں مشاغل اصل سے خالص آمدنی [2] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۱۶۰	۱۸۷	۲۱۰	۲۰۰	۱۷۵	۱۷۵	۱۹۳	۲۳۹	۲۷۰
کمیشن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۲۵	۲۵	۲۵	۴۰	۳۰	۳۰	۶۰	۶۰	۶۰
دوسرے خدمات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۱۰	۱۰	۱۰	۱۵	۱۰	۱۰	۱۵	۱۵	۱۵
مجموعی غیر ظاہر برآمد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۲۸۰	۳۱۴	۳۳۹	۵۹۵	۳۲۵	۳۴۸	۴۱۰	۴۳۸	۴۶۵
خالص فاضلات جو سلطنت متحدہ کو واجب الوصول تھے	۱۳۸	۱۵۳	۱۸۱	۲۵۲	۱۵۴	۱۵۳	۸۶	۵۴	۱۲
جدید ماورا ابحر قرضے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۹۱	۲۰۷	۱۹۸	۶۰	۱۳۵	۱۳۶	۱۳۴	۸۸	۱۱۲

[1] بشمول اس آمدنی کے جو برطانوی بندرگاہوں میں بیرونی جہازوں کے مصارف کی بنا پر وصول ہوئی۔

[2] یہ اعداد بیرونی ممالک میں حکومت کی ادائیوں کی زیادتی کو منہا کرنے کے بعد ملتے ہیں۔

محکمۂ تجارت نے جنگ کے زمانے کو شریک کرنے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن زمانۂ قبل از جنگ اور زمانۂ بعد از جنگ کا موازنہ و مقابلہ بہت دلچسپ ہے۔ ۱۹۲۰ء میں اکثر اعتباروں سے بیشترین اعداد ظاہر ہوئے لیکن متعاقب سالوں میں سلطنت متحدہ کے ذمے کی قرضداری کی خاص زیادتی میں کمی ظاہر ہوئی جو ۱۹۲۶ء میں کمترین نقطے پہ پہنچ گئی۔ بایں ہمہ بیرونی ممالک میں ہم نے جو نئے قرضے دیئے تھے ان کی مقدار رفع انتفاع کے کل زمانے میں اچھی خاصی رہی۔

تاوانات۔ مبادلات کا مسئلہ کافی وقت طلب ہوتا اگر اس کا انحصار محض مختلف ممالک کے مابین حقیقی خدمات و اشیا کی حد تک توازن تجارت پہ ہوتا۔ لیکن اس میں بہت جلد دو زائد عنصروں کا اضافہ ہوگیا جو ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔ یعنی ایک جانب تاوانات اور بین الحلفا قرضے اور دوسری جانب اکثر متخاصم دول کی جنگ کے بعد کے ابتدائی سالوں میں اپنے مالیوں کو متوازن کرنے کی عدم قابلیت جس کے نتیجے کے طور پر مزید زر کاغذی جاری کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ نصابی کتاب کے حدود کے اندر ان طویل مراسلات اور گفت و شنید کا خلاصہ بھی بیان کرنا غیر ممکن ہے جو قرضے کے تصفیے کا آغاز کرنے سے پیشتر ضروری ثابت ہوئے۔ لیکن تاوانات ادا کرنے پر مجبور کرنے کی کوشش کے کچھ اثرات ظاہر کرنے کے لئے جرمنی کی مثال پیش کی جا سکتی ہے ہر ملک میں عام چیخ پکار یہی تھی کہ "جرمنی کو تاوان لازماً ادا کرنا چاہیئے" اور اس کی مفاومت تقریباً ناممکن تھی۔ لیکن یہ بات بھی مساوی طور سے بدیہی تھی کہ جنگ کے بعد کے حالات کے تحت جنگ ختم ہونے کے بعد کچھ زمانے تک جرمنی نہ صرف تاوان کی ادائی کا آغاز ہی نہیں کر سکتا تھا بلکہ خود اپنے ہی مصارف کو تنظیم جدید کے زمانے میں اپنے سابقہ دشمنوں سے مالی امداد لیے بغیر پورا نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن علمائے معاشیات کے لیے فطرت انسانی حد سے زیادہ قوی تھی، چنانچہ معاہدۂ صلح کے تحت یہ قرار پایا کہ جرمنی تاوان کی ادائی فوراً شروع کر دے، دوسری جانب یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اس موقع پر امریکہ یا انگلستان سے کسی مالی امداد کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی، جو کچھ نتیجہ ہونے والا تھا اس کا حال پہلے سے معلوم ہو چکا تھا۔ جنگ کے بعد اپنی

288

شکستہ حالت میں اور خاصکر ایسی صورت میں جبکہ السیس لورین اس کے ہاتھ سے جاچکا تھا، جرمنی تاوان ادا کرنا تو درکنار اپنے داخلی میزانیہ کی حد تک بھی مصارف و آمدنی کو بجز زائد زر کاغذ کے اجرا کی ہلک عملی تدبیر کے ایک دوسرے سے متوازن نہیں کر سکتا تھا۔ اس تجربے کو اس کے منطقی نتیجے تک پہنچانے کے لیے تقریباً پانچ سال لگے۔ لیکن جنوری ۱۹۲۴ء میں مارک کی قیمت ایک اسٹرلنگ پونڈ کے مقابلے میں ۲۱ بلین مارک تھی، اور اس مقام پر برائے نام نرخ بھی حساب کے قابل نہ رہا۔ چنانچہ فرانسیسی سائنے کی قدیم صورت بلکہ روس و آسٹریا کے جنگ کے زمانے کے زروں کی مثالیں جن میں قدر زر کی تخفیف خطرناک طریقے پر ظاہر ہوئی تھی، جرمنی کی مثال کے سامنے بالکل ماند پڑ گئیں جو مستقبل کے لیے یقیناً ایک انتہائی صورت رہیگی، اس لیے کہ قدر زر کی تخفیف اس حد سے تجاوز ہی نہیں کر سکتی۔ متعدد بے سود کوششوں کے بعد معاہدۂ ڈاز امریکہ کی مدد سے ۱۹۲۴ء کے موسم خزاں میں بالآخر روبہ عمل لایا گیا اور جرمنی اس قابل بنادیا گیا کہ نقصان کی تلافی کا دھیما اور تکلیف دہ عمل شروع کرے۔

اس اثنا میں یورپ کی متخاصم قوتوں میں انگلستان ہی تنہا ایسا ملک تھا جو اپنے ذاتی ذرائع کی مدد سے اس عمل کا مقابلہ کرنے کے قابل تھا۔ جنگ کے بعد کے سب سے پہلے بجٹ میں قرضداری کی ادائی کے لیے نہایت معقول انتظام کیا گیا اور سات سال کے اندر انگلستان نے تقریباً ۰۰، بلین پونڈ کاملاً ادا کر دیئے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، جولائی ۱۹۱۹ء کا قرضۂ فتح مندی قرضۂ جاریہ کی ادائی کا آغاز تھا، چنانچہ ۱۹۲۲ء کے ختم تک باقی ماندہ ہنڈیات خزانہ گھٹ کر تقریباً بقدر ۰۰ ۵ ملین رہ گئے تھے۔ فروری ۱۹۲۳ء میں ریاستہائے متحدہ سے جو معاہدہ طے پایا وہ تاریخ میں زیادہ تر اس لحاظ سے یادگار رہے گا کہ وہ انگلستان کے اپنے ذمے کے واجبات کی ادائی کے عزم مصمم کی شہادت ہے نہ کہ اس لحاظ سے کہ وہ ان لینداروں کی مالی معاملات میں دانشمندی کا ثبوت ہے جنھوں نے انگلستان سے ایسے قرضوں کی رقم پوری حاصل کر لی جو امریکہ نے دوسرے متدین کو انگلستان کی مشترکہ ذمہ داری پر دیئے تھے۔ انگلستان نے

بلاشبہ ایسے مظاہرے کی قدر و قیمت کو اپنی مستقبل کی ساکھ برقرار رکھنے کے لیے پوری طرح محسوس کیا۔ لیکن امریکہ سے جو تصفیہ ہوا وہ اسٹرلنگ کے مبادلے کی اصلاح اور معیار طلا کے ازسرنو اختیار کرنے کے لیے بھی ایک ابتدائی اساسی چیز تھا، چنانچہ اس کے بعد ہی ان پر ذمہ دار حکام مالیات کے مساعی مرتکز ہو گئے۔

۱۹۲۳ء کے ابتدائی مہینوں میں امریکن شرح مبادلہ میں بحالی واضح طور سے رونما ہو گئی تھی، چنانچہ شرح تقریباً ۴٫۷۰ ڈالر کے قریب آ گئی۔ لیکن ختم سال تک باوجود اس کے کہ جولائی میں شرح بنک بڑھا کر ۴ فی صد کر دی گئی تھی خرابی عود کر آئی۔ پھر بھی خیال اس نقطے پر جما رہا کہ کامیابی کی واحد امید اس بات میں مضمر تھی کہ انگلستان کی قیمتوں کی سطح امریکہ کی قیمتوں کی سطح کے قریب آ جائے خواہ اول الذکر کو گھٹا کر ایسا کیا جائے یا موخر الذکر کو بڑھا کر جیسا کہ امریکہ میں سونے کی کثیر مقدار کی درآمد کے نتیجے کے طور پر توقع تھی۔ فی الواقع نظریۂ مساوات قوتِ خرید کی سب سے بڑی اہمیت اس بات میں مضمر تھی کہ گراں زر کے اصول کے وکیلوں نے انگلستان میں قیمتوں کو گھٹانے کے لیے اس نظریے کو استدلال کے طور پر کس حد تک استعمال کیا۔ اس شکل میں نظریہ ان لوگوں کے لیے ایک نہایت نیار آلہ ثابت ہوا جن کا اصول جنگ کے بعد کے کل زمانے میں یہ تھا کہ اس ملک میں اعتباری نظام کی تنظیم داخلی تجارت کے حالات کے بارے میں اختیار کردہ اصول عمل کے نتائج کے لحاظ سے نہ کرنی چاہیے بلکہ مبادلات خارجہ کے حالات پر نظر رکھتے ہوئے کرنی چاہیے۔ اس کی وجہ سے فطری طور سے ایک مخالف دبستان رونما ہوا اور اس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اس ملک میں صنعت کی بحالی کو بیرونی مالی اصول کی عملی ضرورتوں پر قربان کیا جا رہا تھا اور یہ کہ اعتبار کی تحدید قیمتوں کو گھٹا کر صنعت پر دباؤ ڈال رہی تھی۔ مارچ ۱۹۲۵ء میں شرح بنک بڑھا کر ۵ فی صد کر دی گئی۔ اس وقت تک شرح مبادلہ اصلاح پا کر ۴٫۷۶ ڈالر پر آ گئی تھی، لہٰذا حکام بظاہر اس نتیجے پر پہنچے کہ آخری قدم اُٹھانے اور معیار طلا پر عود کر آنے کے لیے وقت مناسب تھا۔

معیار طلا پر عود۔ چنانچہ حسب ذیل طریقوں سے اس پر عمل کیا گیا۔ ۲۸ اپریل ۱۹۲۵ء کو میزانیہ پیش کرتے ہوئے وزیر مالیات نے اپنی تقریر میں یہ اعلان کیا کہ سونے کی برآمد کی تحدید کی تجدید ابتداءً مقرر کردہ تاریخ یعنی ۳۱ دسمبر ۱۹۲۵ء کے بعد

240

نہیں کی جائے گی، اسی کے ساتھ بنک آف انگلینڈ کو اس بات کی عام اجازت دی گئی کہ میزانیہ کی تقریر کی تاریخ سے زر قانونی کی ہر شکل کے مقابلے میں سونا برآمد کے لیے ادا کیا جائے۔ قانون معیار طلا[1] منظورہ ۱۳ رمئی ۱۹۲۵ء کی رُو سے یہ قرار پایا کہ بنک آف انگلینڈ پر اپنے نوٹوں کا مبادلہ قانونی سکّے سے کرنا واجب نہ ہوگا بلکہ یہ کہ نوٹ خود مثل سابق اب بھی زر قانونی رہیں گے۔ اسی کے ساتھ طلائی سکّے کی شکل میں نوٹوں کو مبدل کرنے کا لزوم بھی منسوخ کر دیا گیا، دوسری جانب ایک اور فقرے کی رو سے ۱۸۷۰ء کے قانون تسکیک کی یہ قرارداد کہ ہر کسی کو ٹکسال میں سونا سکّہ سازی کے لیے پیش کرنے کی اجازت تھی صرف بنک آف انگلینڈ تک محدود کر دی گئی۔ بنک کے نوٹوں، کرنسی نوٹوں اور فلز کی طلائی سکوں سے نقد پذیری کی بابتہ جو جو قراردادیں تھیں ان کے بجائے قانون نے یہ طے کیا کہ بنک آف انگلینڈ کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ زر قانونی کے معاوضے میں خام سونا ہر شخص کے ہاتھ ۴۰۰ اونس خالص سونے کی سلاخوں کی شکل میں ۳ پاؤنڈ ۱۷ شلنگ ۱۰½ پنس فی اونس معیار طلا کی شرح قیمت سے (یعنی ۱۱/۱۲ خالص سونا) فروخت کرے جو تقریباً ۴ پاؤنڈ ۵ شلنگ فی خالص اونس کے حساب سے پڑتا ہے۔

ان قراردادوں اور شرائط کا مقصد غالباً یہ تھا کہ عوام کو سونے کے سکّے عملاً استعمال کرنے پر عود کر آنے کی کوشش سے باز رکھا جائے۔ اگرچہ یہ ہمارے اجرائے زر کاغذی کے کل نظام میں ایک اساسی انقلاب پیدا کرتے تھے، عوام نے کسی شکوہ و شکایت کے بغیر انھیں قبول کر لیا اور معیار طلا پر عود کر آنے کا کل کام کسی دقت کے بغیر پورا ہو گیا اور سونے کی برآمد کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی۔ لیکن حفظ ماتقدم کے طور پر ایسی کال کی کسی علامت کے ظاہر ہونے کی صورت میں نیویارک میں معقول تعدادیں قرضہ حاصل کرنے کے انتظامات کئے گئے تھے لیکن ان کی کبھی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔

کنیڈا بہت خاصی حد تک معیار طلا پر آچکا تھا، جنوبی افریقہ نے اسی تدبیر پر عمل پیرا ہونے کے بارے میں یکم جولائی کو اپنے ارادے کا اعلان کیا۔ آسٹریلیا

241

[1] Gold Standard Act. 1925.

اور نیوزی لینڈ نے اسی دن تبدیلی کی جس دن انگلستان نے تبدیلی کی، اور ہالینڈ اور ڈچ ایسٹ انڈیز نے بھی ہمارے ہی ساتھ ساتھ عمل کیا۔ آسٹریا، زیکوسلوویکیا، جرمنی، روس، سویڈن، اور ہنگیری ۱۹۲۲ء اور ۱۹۲۴ء کے مابین واقعی یا کامل ثبات پذیری کی حیثیت پر بحال ہو گئے تھے۔

یورپ میں تین اہم ملک ایسے باقی تھے جنھوں نے اب تک معیار طلا پر عود نہیں کیا تھا یعنی فرانس، بلجیم اور اٹلی۔ بلجیم نے سب سے اول اکتوبر ۱۹۲۶ء میں عمل کیا چنانچہ ایک نیا سکہ موسوم بہ بلجا رائج کیا گیا اور ایسے ۳۵ سکے ایک پاونڈ اسٹرلنگ کے مساوی تھے۔ لیکن فرانک اب بھی داخلی استعمال کے لیے ۵ فرانک بمقابلہ ایک بلجا کی نسبت سے باقی رکھا گیا۔ اس طرح عملاً نئی شرح ۱۷۵ فرانک فی پاؤنڈ ہو گئی۔ حالانکہ اس کے بالمقابل جنگ سے بیشتر یورپ کے ملکوں کے مابین شرح ۲۵٫۲۲ تھی۔ اٹلی نے دسمبر ۱۹۲۷ء میں قدم اٹھایا، لیکن یہاں لائر کو بحساب فی پاؤنڈ ۹۲٫۴۶ لائر کی نئی شرح سے قائم رکھا گیا۔ فرانس نے جون ۱۹۲۸ء میں سب سے آخر میں ۱۲۴٫۲۱ فرانک فی پاؤنڈ کی نئی شرح مقرر کی، اور یہ بلجیم اور اٹلی کے تقریباً بین بین تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ فرانس تقریباً دو سال سے ثبات پذیر ہو چکا تھا، اس لیے کہ جولائی ۱۹۲۶ء کی نازک حالت کے بعد جب فرانک کی قیمت ۲۵۰ پاؤنڈ ہو گئی تو پائن کارے کی حکومت کا مستعدانہ عمل شرح مبادلہ کو فوراً تقریباً ۱۲۵ پر واپس لے آیا، اور اس کے بعد واحد مسئلہ یہ تھا کہ آیا اس کو اور آگے بڑھنے دیا جائیگا یا نہیں یا جیسا کہ آخر میں فیصلہ کیا گیا تھا، آیا فرانس اس سطح تک قیمت میں تخفیف ہو جانے سے پورا فائدہ اٹھائے گا یا نہیں۔ صرف یہ کہنا باقی رہ جاتا ہے کہ پولینڈ، ڈنمارک، ناروے اور یونان بھی ۱۹۲۷ء اور ۱۹۲۸ء میں معیار طلا پر واپس ہو گئے۔ اس سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ ماقبل جنگ شرحوں پر جن ملکوں نے معیار طلا پر عود کیا ان میں صرف انگلستان، جرمنی، ہالینڈ، ناروے، سویڈن اور ڈنمارک تھے۔ سوٹزرلینڈ فی الحقیقت معیار طلا سے کبھی نہیں ہٹا، اس کے برخلاف ہسپانیہ ۱۹۳۳ء میں بھی معیار طلا سے ہٹا ہوا تھا۔[1]

[1] دیکھو رسالہ اکنامسٹ مورخہ ۱۴ر جولائی ۱۹۲۸ء بیرونی سکوں کی ثبات پذیری کی جدول صفحہ ۵۹ پر۔

لیکن جنگ کے بعد کی ثبات پذیری کے اس کل پچھلے دور پر نظر ڈالتے ہوئے متعاقب واقعات کی روشنی میں یہ غور کرنا ضروری ہے کہ ثبات پذیری کے لیے جن سطحوں کا انتخاب کیا گیا تھا آیا وہ حق بجانب تھے۔ سب سے نمایاں مثالیں بلاشبہ ہماری اور فرانس کی ہیں۔ کیا انگلستان نے ۱۹۲۵ء میں معیار طلا پر ماقبل جنگ شرح کے ساتھ عود کر آنے میں غلطی کی اور فرانس دوسری جانب ۱۹۲۶ء میں ثبات پذیری پر عمل پیرا ہوا تو کیا اس نے قیمت میں بہت زیادہ تخفیف کر دی! اس کا کم و بیش صحیح جواب حاصل کرنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ نظریۂ مساوات قوت خرید کو پیش نظر رکھتے ہوئے واقعات کو جانچا جائے جو سلطنت متحدہ اور ریاستہائے متحدہ کی اضافی قیمتوں اور شرح مبادلہ کی ماہانہ یادداشت میں ۱۹۲۰ء کے آغاز سے ملیں گے۔ ایک دلچسپ واقعہ اس سے رونما ہوتا ہے۔ ۱۹۲۲ء تا ۱۹۲۳ء کے موسم سرما میں ہماری قیمتیں فی الحقیقت از سر نو ریاستہائے متحدہ کی قیمتوں کے مساوی ہو گئی تھیں، لیکن غالباً ہمارا معیار طلا پر عود کر آنا اس وقت خارج از بحث تھا، اس لیے کہ تاوان کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے کچھ نہیں کیا گیا تھا، جرمنی کے مارک کی آخری عظیم تخفیف کی ابھی ابتدا تھی اور بجز آسٹریا اور روس کے کسی ملک میں ثبات پذیری کے سلسلے میں کچھ نہیں کیا گیا تھا جس وقت ہم نے فی الحقیقت معیار طلا کی جانب اپریل ۱۹۲۵ء میں عود کیا تو ہماری قیمتوں کی سطح اب بھی ریاستہائے متحدہ کی سطح سے اوپر تھی۔ لیکن جون کے بعد سے اس میں اصلاح ہو گئی۔

فرانس کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک اُس زمانے میں اس بارے میں بہت کم شبہ تھا کہ ثبات پذیری کی شرح اس سے بہت زیادہ اعلیٰ رکھی جا سکتی تھی جتنی وہ تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ واقعی ثبات پذیری کے آخری دور میں حکام کے لیے سب سے بڑی دقت فرانک کی قیمت کو بڑھنے سے روکنا تھی۔ ۱۹۲۶ء کے بعد سے واقعات کی رفتار بظاہر واضح طور سے یہ بتاتی ہے کہ فرانس نے ادنیٰ شرح سے بہت خاصا فائدہ حاصل کیا، خاصکر اعلیٰ اسٹرلنگ کی شرح کے مقابلے میں۔ اس بارے میں بہت کم شبہ ہے کہ اس طرح جو صورت حالات پیدا ہوئی تھی اس کا تعلق بہت بڑی حد تک انگلستان کے مشکلات سے تھا

جس کے نتیجے کے طور پر وہ معیار طلا سے ستمبر ۱۹۳۱ء میں ہٹ گیا۔

۱۹۲۸ء میں زر کاغذی اور بنک کے نوٹوں کے قانون کی منظوری اور ۲۲ر نومبر ۱۹۲۸ء کو بنک آف انگلینڈ کی جانب سے ایک پاؤنڈ اور دس شلنگ کے نوٹوں کا اجرا جنگ کے بعد کی مالی تنظیم میں آخری منزل سے پہلے کی منزل تھا۔ یہ قانون ان سابقہ قوانین کی ترمیم کی شکل میں تھا جو بنک آف انگلینڈ کو ۱۸۴۴ء سے پیشتر اور بعد منظم کرتے تھے۔ اس کی رو سے بنک کو ایک پاؤنڈ اور دس شلنگ کے نوٹ جاری کرنے کی اجازت دی گئی اور اس کے سب سے اہم شرائط کا تعلق اجرا کی تحدید سے اور نوٹوں کی بنیاد کے طور پر رکھے جانے والے تمسکات سے تھا۔

اعتباری نوٹوں کا اجرا یعنی نوٹوں کی وہ مقدار جو بنک آف انگلینڈ صیغۂ اجرا کے موجودہ طلائی سکوں اور خام سونے کی مقدار سے متجاوز جاری کرسکتا ہے، محدود کرکے ۲۶۰ ملین پاؤنڈ مقرر کی گئی اور اس میں ۱۸۴۴ء کے ایکٹ کے تحت قدیم اجرائے مجاز بھی شامل ہے، جو جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، ۱۹۲۳ء میں بڑھا کر ۱۹ ۳/۴ ملین پاؤنڈ کر دیا گیا تھا۔ اس کل ۲۶۰ ملین پاؤنڈ کو تمسکات پر مبنی قرار دینا ضروری ہے، لیکن ان میں چاندی کے سکے بھی جن کی مقدار ۵ ۱/۲ ملین پونڈ سے متجاوز نہ ہو شامل کی جا سکتی ہے۔ یہی چاندی کی ٹھیک وہ مقدار تھی جو یوم تبدیلی کو محفوظ ذخیرۂ زر کاغذی میں تھی اور یہ شرط ۱۸۴۴ء کے قانون کے تحت عائد کردہ اس شرط کی پابجائی کر دیتی ہے جس کے تحت یک ربع سونا یا کل فلزی ذخیرے کا ۱/۵ حصہ چاندی کی شکل میں رکھا جا سکتا تھا۔

۱۸۴۴ء کے قانون کی قدیم شرط کی رو سے چاندی کو فلزی ذخیرے کے معقول جزو کی حیثیت سے استعمال کرنے کی اجازت تھی لیکن اس کو مذکورہ بالا طریقے پر ترک کرکے حکام نے مصنف کے خیال میں ایک بہت بڑا موقع کھو دیا۔ بنک آف انگلینڈ کے نئے عددی خلاصے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجموعی نوٹوں کے اجرا کا اوسط ۱۹۳۲ء میں ۳۵۹،۴۹۵،۰۰۰ پاؤنڈ تھا جس کے منجملہ ۲۶۳،۶۰۷،۰۰۰ پاؤنڈ یا

---

[۱] دیکھو جدول (۵) ب۔

تقریباً ۷۵ فی صد حصہ ایک پاؤنڈ اور دس شلنگ کے نوٹوں کی شکل میں تھا جو محض چاندی میں قابل ادائی ہیں، اس لیے کہ نئے قانون میں ان نوٹوں کی نقد پذیری کی واحد شرط یہ ہے کہ وہ زرقانونی ہوں اور چاندی ۲ پاؤنڈ کی حد تک زرقانونی ہے۔ ان نوٹوں میں سے ۱۷۱۰۰۰ پاؤنڈ کے نوٹوں کے ذخیرے کو سونے سے مبدل کرنے کے حق کے قطع نظر (جو ستمبر ۱۹۳۱ء میں جس وقت انگلستان معیار طلا سے ہٹ گیا ملتوی کر دیا گیا تھا) ان نوٹوں کو نقد سے مبدل کرنے کے بارے میں عوام کی کوئی ممکنہ خواہش صرف چاندی کی شکل میں ادائی کر کے پوری کی جا سکتی تھی۔ اس لحاظ سے یہ بات بظاہر بدیہی معلوم ہوگی کہ ایسی تحریک کا مقابلہ کرنے کے لیے سرمایۂ محفوظ کی مناسب شکل چاندی کا سکہ ہوگی۔ یہ بات اب تسلیم کر لینی چاہیئے کہ بنک کے نوٹوں کے مقابلے میں فلزی سرمایۂ محفوظ کا حقیقی کام محض یہ ہے کہ اگر نقد پذیری مطلوب ہو تو نقد ادائی قطعی طور سے یقینی بنادی جائے۔ ہمارے نظام کے تحت اس واقعے نے کہ بنک آف انگلینڈ کے صیغۂ بنک کاری کا سرمایۂ محفوظ کل کا کل بنک کے نوٹوں پر مشتمل تھا، مسئلے کو پیچیدہ بنا دیا۔ اس لیے کہ بدیہی طور سے جس وقت تک ہم معیار طلا پر تھے سرمایۂ محفوظ کا سب سے بڑا افادہ یہ تھا کہ بیرون ملک زر کے جانے کے امکان کا مقابلہ کیا جائے اور یہ صرف سونے کے ذریعے سے ممکن تھا۔ اس لحاظ سے صیغۂ بنک کاری میں جو نوٹ ہوں ان سب کی بنیاد سونے پر ہونی ضروری ہے۔ لیکن جہاں تک ان نوٹوں کا تعلق ہے جو عوام کے قبضے میں ہیں وہاں تک چاندی فلزی سرمایۂ محفوظ کی جملہ ضرورتوں کو پورا کر دیتی ہے۔

یہ واقعہ کہ ۱۹۲۸ء کے ایکٹ کے تحت بنک آف انگلینڈ ذخیرۂ محفوظ زر کاغذی کے ایک جزو کو چاندی کی شکل میں رکھنے کی حد تک اپنے حق سے ارادتاً دست بردار ہو گیا، بلاشبہ اس اصول کار کے مطابق تھا جو بنک نے متعدد سالوں سے اختیار کر رکھا تھا کہ چاندی کو فلز شمار کرنے سے منکر تھا اور اس طرح عمل پیرا ہو کر مابعد سالوں میں جبکہ چاندی رکھنے کا حق بہت ہی مفید ثابت ہو سکتا تھا اس اصول کار کو تبدیل کرنے کی حد تک اپنے لیے سد راہ قائم کر لی تھی۔ یہ فیصلہ غالباً کسی حد تک حکومت کی اُس کارروائی کا نتیجہ خیال کیا جا سکتا ہے جو اس نے

244

چاندی کے سکّے میں چاندی کی مقدار گھٹا کر ۵۰ فی صد مقرر کرنے کی صورت میں اختیار کی تھی۔ چاندی کے سکّے میں اس طرح کھوٹ کی مقدار بڑھا دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذمہ دار بنک کاروں کا یہ میلان کہ وہ چاندی کے سکّے کو فلز خیال کرنے سے منکر تھے فطرتاً اور بھی زیادہ قوی ہوگیا۔

اعتباری نوٹوں کے اجرا کی تغیر پذیری و لچکداری کی حد تک قانون کے شرایط یہ ہیں کہ (۱) ان کی مقدار کو بنک آف انگلینڈ کی درخواست پر خزانہ ہر وقت گھٹا سکتا ہے اور اس کی مدت اور مقدار کا تعین بھی بنک کے مشورے سے خزانہ کر سکتا ہے۔ اس طرح نوٹوں کی مقدار کی تخفیف کا کل مسئلہ بنک آف انگلینڈ اور خزانے پر منحصر رکھا گیا ہے اور اس پر پارلیمنٹ یا کسی اور جماعت کی کوئی نگرانی نہیں ہے۔

245

اعتباری نوٹوں کی مقدار کے کسی ممکنہ اضافے کی حد تک طریقۂ عمل یہ ہے کہ اگر بنک خزانے سے یہ درخواست کرے کہ کسی مقررہ حد تک مقدار میں اضافہ کرنا عملاً ضروری ہے تو خزانہ بنک کو ایسا کرنے کا مجاز اتنی مدت تک کر سکتا ہے جو خزانے کے خیال میں چھے ماہ سے متجاوز نہ ہو۔ اس قسم کے حکم کی وقتاً فوقتاً اسی طریقے سے تجدید کی جا سکتی ہے یا اس کو بدلا جا سکتا ہے، لیکن اس کی کل میعاد دو سال سے متجاوز نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ پارلیمنٹ اس کے خلاف کوئی حکم جاری نہ کرے۔ اس اثنا میں خزانے کی کسی روئداد کو جس میں اضافے کی اجازت دی گئی ہو فوراً پارلیمنٹ کے دونوں بیوت میں پیش کرنا ضروری ہے۔ اسی کے ساتھ بنک کے سابقہ آئین و قوانین کے بعض شرایط میں بالتفصیل ترمیمات کرنے کے موقع سے بھی حسب ذیل طریقے پر فائدہ اٹھایا گیا ہے:۔

(۱) نئے نوٹ لندن سے باہر کسی مقام میں جاری کیے جا سکتے ہیں اور یہ ضروری نہ ہوگا کہ وہ یہاں قابل ادائی قرار دیئے جائیں۔ لیکن جہاں کہیں وہ جاری کیے جائیں ان کی ادائی صرف بنک کے صدر دفتر پر ہو سکے گی۔

(۲) نئے نوٹ نہ صرف انگلستان بلکہ اسکاٹ لینڈ اور شمالی آئرستان میں بھی زرِ قانونی ہوں گے۔

(۳) ۱۸۳۳ء کے قانون بنک کی ایک عجیب قرارداد کے تحت بنک آف انگلینڈ کے نوٹ پانچ پاؤنڈ سے اوپر کی تمام رقموں کے لیے زرِ قانونی تھے۔ اور فی الواقع

پانچ پاؤنڈ کے لیے زر قانونی نہ تھے۔ اس شرط میں اب ترمیم کر دی گئی ہے اور بنک کے نوٹ اب کسی مقدار کے لیے بھی زر قانونی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس ترمیم کی بنا پر پانچ پاؤنڈ کا نوٹ ایسے قرضے کے لیے زر قانونی نہیں ہو جاتا جو پانچ پاؤنڈ سے کم ہو یعنی دیندار کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ خردہ دیے کا مطالبہ کرے۔ لیکن اس قسم کا حق واقعہ یہ ہے کہ کبھی حاصل نہ تھا۔

(۴) ۱۹۲۵ء کے قانون معیار طلا دفعہ (۱)۔ نے بنک آف انگلینڈ کو اپنے نوٹوں میں سے کسی کی ادائی قانونی سکے یا فی الواقع سونے میں کرنے کی ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا۔ نئے قانون نے یہ قرار دیا ہے کہ جس وقت تک یہ دفعہ نافذ رہے اس وقت تک نئے نوٹ بنک کی جانب سے ادا کردہ رقوم کی حد تک زر قانونی رہیں گے اور اس میں بنک کے جاری کردہ نوٹ بھی شامل ہوں گے۔ اس لحاظ سے بنک آف انگلینڈ سے اس کے جاری کردہ بڑی رقموں کے نوٹوں میں سے کسی کو نقد سے مبدل کرنے کا مطالبہ ہونے کی صورت میں وہ نئے ایک پاؤنڈ اور دس شلنگ کے نوٹ ادا کر سکتا ہے اور ان نوٹوں کے مبادلے میں قابض محض چاندی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ یہ بلا شبہ ۱۹۲۵ء کے قانون کا محض منطقی نتیجہ ہے۔ کیونکہ اس قانون کی رو سے بنک کے نوٹوں کی سونے میں ادائی ..۴۰۰ اونس خالص سونے یا تقریباً ..۱۷ پاؤنڈ کی حد کے نیچے منسوخ کر دی گئی۔

بڑے رقوم کے بنک کے نوٹوں کے قابضوں کو جدید نوٹ بطور خردہ مانگنے کا حق بھی حاصل ہے۔

(۵) جدید نوٹ اجرتوں کے معاوضے کے طور پر ادا کئے جا سکتے ہیں اس طرح ۱۸۳۱ء کے ٹرک ایکٹ[1] کی سابقہ شرط منسوخ کر دی گئی جو اس کے برعکس تھی۔

مندرجہ ذیل اعداد بنک آف انگلینڈ کی نو مرتب فرد حساب کی پہلی اشاعت سے لیے گئے ہیں جس میں ضروری تبدیلیاں کر دی گئی ہیں:۔

---

[1] Truck Act. قانون ادائی اجرت بہ شکل جنس بجائے بشکل زر۔

بنک آف انگلینڈ کی ہفتہ وار فردِ حساب

بابتہ

ہفتۂ مختتمہ ۲۸ر نومبر ۱۹۲۸ء

صیغۂ اجرا

جاری کردہ نوٹ :-	
پاؤنڈ	پاؤنڈ
گردش میں ---- ۳۶۷,۰۰۱,۱۴۸	سرکاری قرضہ ---- ۱۱,۰۱۵,۱۰۰
بنککاری کے قرضے میں ۵۲,۰۸۷,۷۹۷	دوسرے سرکاری تمسکات ۔ ۲۳۳,۵۶۸,۵۵۰
	دوسرے تمسکات ---- ۱۰,۱۷۶,۱۹۳
	چاندی کے سکے ---- ۵,۲۴۰,۱۵۷
	اعتباری نوٹوں کی مقدار ۔ ۲۶۰,۰۰۰,۰۰۰
	سونے کا سکہ اور فلز ---- ۱۵۹,۰۸۸,۹۴۵
۴۱۹,۰۸۸,۹۴۵	۴۱۹,۰۸۸,۹۴۵

صیغۂ بنک کاری

پاؤنڈ	پاؤنڈ
مالکوں کا اصل ---- ۱۴,۵۵۳,۰۰۰	سرکاری تمسکات ---- ۵۲,۱۸۰,۳۴۴

گلہ — ۳،۲۵۴،۰۰۱	دوسرے تمسکات بٹے اور قرضے۔ ۱۳،۵۸۶،۲۹۳
سرکاری امانتیں — ۲۱،۴۵۲،۰۵۱	تمسکات ۲۰،۲۱۴،۸۵۵
دوسری امانتیں :—	} ۳۳،۸۰۱،۱۴۸
بنکوں کی :— ۶۲،۳۷۹،۴۰۹	نوٹ — ۵۲،۸۰۱،۱۴۸
دوسری مدوں کی :— ۳۷،۱۸۵،۲۰۳	سونے اور چاندی کے سکے۔ ۷۵۵،۷۰،۴۱
} ۹۹،۵۶۴،۶۱۲	
ہفتہ وار اور دوسری میعادی ہنڈیاں۔ ۲،۶۴۹	
۱۳۸،۸۲۶،۳۱۳	۱۳۸،۸۲۶،۳۱۳

247

معلوم ہوگا کہ صیغۂ اجرا کے متعلق تبدیلیوں کے علاوہ صیغۂ بنک کاری میں بھی بعض تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ جدول (۷) میں جو صورت درج ہے اس سے نئی شکل کا مقابلہ کرنے پر معلوم ہوگا کہ "دوسری امانتوں" کی مد کو دو اجزا میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ایک تو "بنکوں کی امانتیں" اور دوسرے "دوسری امانتیں"۔ دوسری جانب "دیگر تمسکات" کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یعنی (۱) بٹے اور قرضے۔ (۲) تمسکات۔

اعتباری نوٹوں کی تعداد ۲۶۰ ملین پونڈ ہے اور یہ کن لف کمیٹی کے قاعدے کے تحت ۱۹۲۸ء کی بیشترین مقررہ مقدار سے کچھ ہی کم ہے۔ ۳ راگست ۱۹۲۷ء کو کرنسی نوٹوں کا اجرا بمقدار (۳۰۰،۸۸۵،۰۰۰) پاؤنڈ تھا جس میں سے ۵۶،۴۵۰،۰۰۰ پاؤنڈ سونے اور نوٹوں کے قابل مبادلہ ہیں۔ اس طرح اعتباری نوٹوں کی مقدار (۲۴۴،۶۳۵،۰۰۰) پاؤنڈ ہے جو ۱۹۲۸ء کی بیشترین مقدار تھی۔ اس میں ۱۹،۷۵۰،۰۰۰ پاؤنڈ اجرائے مجاز کا اضافہ کرنے سے کل مقدار ۲۶۴،۳۸۵،۰۰۰ پاؤنڈ ہو جاتی تھی۔

اس قانون کی منظوری کے فوراً بعد کے زمانے کے تجربے کا یہاں حوالہ دینا مناسب ہوگا تاکہ یہ معلوم ہو کہ اعتباری اجرا کی نئی لچکداری سے عملاً کیا اثر رونما ہوا۔ پہلا قابل لحاظ امر یہ ہے کہ اعتباری نوٹوں کا اجرا ۲۶۰ ملین پاؤنڈ تک کسی قدر اعلیٰ عدد ثابت ہوا تھا، اس نے اتفاقی طور سے ایک ایسا نتیجہ پیدا کیا جس کا عوام کو کبھی اندازہ نہ تھا۔ آیندہ تین سالوں میں مجموعی نوٹوں کے اجرا اور حقیقی گردش میں بحیثیت مجموعی کمی نمودار ہوئی۔ لیکن نوٹوں کے بنیادی ذخیرے کی طاقت کی صحیح آزمایش اُس سونے کا فی صد ہے جو بنک آف انگلینڈ میں اُن نوٹوں کے مقابلے میں رکھا جاتا ہے جو فی الحقیقت عوام کے ہاتھوں میں ہوں۔ اس لیے کہ صیغۂ بنک کاری میں جو نوٹ رکھے جاتے ہیں ان کے متعلق فی الواقع یہ خیال کرنا چاہیئے کہ ان کی بنیاد کے طور پر ۱۰۰ فی صد سونا رہتا ہے، اور انھیں مجموعی نوٹوں کے اجرا سے نیز اُس مجموعی سونے سے منہا کرنا چاہیئے جو ان نوٹوں کے مقابلے میں رکھا جاتا ہے۔ اس بنیاد پر اُس چیز کا صحیح تناسب جس کو "نوٹ کا سونا" کہا جاتا ہے "حقیقی گردش" سے ہفتہ بہ ہفتہ معلوم کیا جا سکتا ہے اور اس کا حساب بہت دلچسپ طریقے سے نکلتا ہے۔ گردش جتنی کم ہوگی اتنا ہی نوٹ کے سونے کا تناسب کم ہوگا۔ اس کی بہترین تشریح دو متضاد تاریخوں کی حقیقی مثال سے ہوتی ہے جیسا کہ ذیل کے اعداد سے معلوم ہوگا:۔

	۲۶ دسمبر ۱۹۲۸ء	۱۷ فروری ۱۹۳۲ء
	پاؤنڈ	پاؤنڈ
مجموعی اجرا	۴۱۳,۷۸۴	۳۹۵,۷۶۶
صیغۂ بنک کاری میں	۲۵,۵۴۱	۵۰,۸۸۴
گردش	۳۸۸,۲۴۳	۳۴۴,۸۸۴
مجموعی سونا	۱۵۳,۷۸۴	۱۲۰,۷۶۶ [له]
صیغۂ بنک کاری میں	۲۵,۵۴۱	۵۰,۸۸۴
نوٹ کا سونا	۱۲۸,۲۴۳	۶۹,۸۸۲
گردش کا فی صد	۳۳.۰	۲۰.۳

248

له۔ اعتباری اجرا ۲۷۵,۰۰۰ پاؤنڈ۔

جدول (۱۰) میں ایک خانے کا اضافہ کیا گیا ہے جس میں ۱۹۲۸ء کے بعد سے کل زمانے کی گردش کے مقابلے میں "نوٹ کے سونے" کا فی صد دیا گیا ہے، اور نتیجہ بہت ہی عجیب ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے نوٹوں کا رواج پہلے کے مقابلے میں سونے کے بدرجہا کم فی صد پر کر رہے ہیں اور ضمناً یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ یہ فی صد دنیا کے کسی دوسرے ملک کے مقابلے میں بہت زیادہ کم ہے۔ اس لیے کہ اکثر ملکوں نے از روئے قانون بہ فی صد کی حد مقرر کی ہے اور یہی ان نوٹوں کے اجرا کے لیے "سونے کے ذخیرے" کی لازمی طور سے اقل ترین مقدار قرار دی گئی ہے۔

تعجب خیز بات یہ ہے کہ عوام نے اس میلان کو کبھی محسوس ہی نہیں کیا، جس کے معنی یہ ہیں کہ ہماری قوم نے سونے کے ذخیرے کو بتدریج کم کرنے کا اصول اختیار کرنے کی اتفاقی طور سے تعلیم پائی۔ یہی وہ بہترین شے ہے جو ہم کر سکتے تھے اور اس کی وجہ سے ایسی مثال قائم ہوگئی ہے جس کی کل دنیا بخوبی تقلید کر سکتی ہے۔ اس طرح انگلستان نے غالباً غیر ارادی طور سے اس چیز کی جانب رہبری کی ہے جو جنگ کے بعد سے مالی طریقوں کی اہم ترین اصلاحوں میں سے ایک ہے۔ اب جبکہ داخلی زر کے لیے سونے کا استعمال ہر ملک میں ترک کر دیا گیا ہے، داخلی زر کے مقابلے میں سونے کے ذخیرے کا کوئی معقول و معتدبہ تناسب رکھنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ چنانچہ وقت آگیا ہے کہ کل دنیا اسی سوال کو حل کرے کہ "اجرائے نوٹ کے مقابلے میں فلز کا محفوظ ذخیرہ قائم کرنے کی غرض و غایت کیا ہے؟" اس سے جو مقصد پورا ہوتا تھا وہ محض یہ تھا کہ اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ اگر کسی سبب سے عوام کے دل میں یہ بات سما جائے کہ وہ نوٹوں کو بدگمانی کی نظر سے دیکھیں تو نوٹوں کو فلز سے مبدل کیا جا سکے۔ لیکن اس بدگمانی کے پیدا ہونے کا واحد سبب زائد اجرا کا خطرہ تھا اس لیے کہ محض زائد اجرا کی وجہ سے فلز کے مقابلے میں کاغذی زر کی قیمت گھٹ سکتی تھی یا دوسرے الفاظ میں سونے پر بڑھوتری وصول ہو سکتی تھی۔ اس لحاظ سے جتنے فلزی ذخیرے کی کبھی ضرورت ہوتی تھی وہ ٹھیک اتنا ہوتا تھا کہ کسی اتفاقی

زائد اجرا کو نقد سے پوری طرح مبدل کرنے ہی میں ختم ہو جاتا تھا۔ اور یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس قسم کا زائد اجرا زر کی ضرورتوں کی اچانک تحدید سے نیز اجرا کے حقیقی اضافے سے رو نما ہو سکتا تھا۔

لیکن موجودہ زمانے میں کل صورت حالات میں دو واقعات کی بنا پر تغیر واقع ہوا ہے۔ اولاً یہ کہ نوٹوں کا اجرا اس وقت ہر جگہ شدید سرکاری نگرانی میں ہے اور اگر حکومت پر یہ اعتبار کیا جا سکتا ہو کہ وہ ارادتاً زائد اجرا میں حصہ نہ لے گی تو کسی بڑے فلزی ذخیرے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اب جبکہ عوام کو اپنے نوٹ سونے سے مبدل کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے بلکہ وہ محض زر علامتی سے مبدل کرا سکتے ہیں اس لیے جس واحد ذخیرے کی ضرورت ہے وہ اس زر علامتی یا ذیلی سکے کا ذخیرہ ہے جس کے لیے ۴۰ فی صد سے بہت کم مقدار کافی ہوگی۔ بلکہ اب تک ۴۰ فی صد سونا جو رکھا جاتا ہے وہ بھی ضرورت سے بہت زیادہ ہے اور اس کا بیشتر حصہ چاندی کی شکل میں رکھا جا سکتا ہے۔ اگر انگریز بنک کاروں کو بظاہر اس سے صدمہ پہنچے کیونکہ ان لوگوں نے اس خیال میں پرورش پائی تھی کہ بنک آف انگلینڈ کے نوٹ میں عوام کے اعتماد کا باعث یہ واقعہ تھا کہ وہ محض اُن پانچ طلائی ساورنوں کی علامت تھا جو بنک آف انگلینڈ میں تابعِ نوٹ کے مطالبے کے انتظار میں پڑے ہوئے تھے تو انھیں یہ یاد دلایا جا سکتا ہے کہ اسکاٹ لینڈ کے ایک پاؤنڈ کے نوٹ کے مبادلے میں اس کے رواج کے شروع سے محض چاندی ادا کی جاتی رہی ہے اور وہ اسکاٹ لینڈ میں اتنی ہی آزادی کے ساتھ رائج رہا ہے جتنا کہ دنیا کا کوئی دوسرا نوٹ اور اس کی ساکھ اتنی ہی اچھی رہی ہے جتنی دنیا کے کسی دوسرے نوٹ کی۔

لیکن یہاں اجرائے نوٹ کی نئی لچکداری کے اثرات کا عظیم تر مسئلہ باقی رہ جاتا ہے۔ اس کو سمجھنے کا غالباً بہترین طریقہ شکل ب کا مطالعہ ہے جس میں نہ صرف شرحِ بنک بلکہ بنک کے ذمے کے واجبات کے مقابلے میں اس کے سرمایۂ محفوظ کا تناسب درج ہے۔ قدیم زمانے میں جب کبھی تناسب حد سے زیادہ کم ہو گیا شرحِ بنک میں اضافہ کر دیا گیا۔ لیکن یہ معلوم ہو گا کہ ۱۹۲۵ء کے بعد سے

تناسب میں بہت شدت کے ساتھ تغیرات ہوتے رہے، اور صرف دو دوروں میں شرح بنک میں اضافہ کیا گیا یعنی ایک تو وال اسٹریٹ کی شکست کے زمانے سے پیشتر اور دوسرے ۱۹۳۱ء کی آفت کے زمانے میں۔ دوسری جانب متعدد مواقع پر شرح بنک میں اضافہ کیے بغیر تناسب میں بہت زیادہ کمی ہونے دی گئی۔ ستمبر ۱۹۳۱ء کے بعد سے صورت حالات میں اس واقعے کی بنا پر تغیر واقع ہو گیا ہے کیونکہ ہم معیار طلا سے ہٹ گئے تھے حکام کی مرضی کے خلاف سونے کا باہر چلا جانا غیر ممکن تھا۔ لیکن اس سے پیشتر بھی یہ ظاہر ہے کہ بنک کے حکام کو تجربے سے یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ اس قسم کی برآمد کے متعلق زیادہ ہراساں و مضطرب نہ ہونا چاہیے۔ ممکن ہے کہ اس کا باعث بلاشبہ یہ واقعہ ہو کہ آجکل سرمایہ محفوظ کی مقدار اس سے زیادہ ہوتی ہے جتنی کہ قدیم زمانے میں تھی۔ لیکن اس میں بہت کم شبہ ہے کہ اس کا باعث ایک حد تک اعتباری نوٹ کے اجرا کی توسیع کا اقتدار بھی تھا۔

آخر میں، یہاں یہ کہنا نا مناسب نہ ہوگا کہ اس اقتدار کو ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۳ء تک کے زمانے میں صرف ایک مرتبہ کام میں لانا پڑا اور وہ بھی نہایت غیر معمولی نوعیت کے واقعات کے تحت ماہ ستمبر میں جبکہ انگلستان معیار طلا سے ہٹ چکا تھا۔

جنگ کے بعد کی تنظیم کی آخری منزل ۱۹۲۹ء میں رونما ہوئی جبکہ ینگ صاحب کی تجویز کے تحت جرمنی کے تاوانات کے مسئلے کی نظر ثانی کی گئی اس کی رو سے ۱۳۲ ملیرڈ[1] ریش مارک (یعنی ۶۶۰۰ ملین پونڈ) کی محیر العقول رقم منسوخ کی گئی جو جرمنی کے ذمے کے واجبات کے طور پر ۱۹۲۱ء میں مقرر کی گئی تھی۔ سالانہ واجب الادا رقوم کو تقریباً ۶۰ سالوں پر پھیلا دیا گیا اور رقوم کی مقدار کو اتنی حد تک کم کر دیا گیا جس کو جرمنی ادا اور اپنے یہاں سے منتقل کر سکتا تھا

[1] ایک ہزار ملین کا ایک ملیرڈ ہوتا ہے (milliard) اور ایک ملین کے دس لاکھ ہوتے ہیں۔

اور بجو انجام کاران متعدد اروں کے مساوی تھی جو جرمنی کے لیندار وں کے ذمے امریکہ کو واجب الادا تھی۔"

لیکن اس نئی تجویز کا سب سے اہم جزو غالباً بنک برائے تصفیہ جات بین الاقوامی کا قیام تھا جو ان تمام پیچیدہ انتظامات کی بجائے تجویز کیا گیا تھا جو ڈآز کی تجویز کے تحت جرمنی کے ذمے کے قرضے اس کے متعدد لیندار وں کو ان کے سکوں میں ادا کرنے اور مارک کو ان سکوں میں مبدل کرنے کے بارے میں پیش کیے گئے تھے۔ یہ طے پایا کہ ہر سالانہ قسط جرمنی کی جانب سے بنک برائے تصفیہ جات بین الاقوام کو ادا کی جائے، لیکن یہ حصص بجائے اس کے کہ لیندار وں کو فوراً ادا کر دیے جائیں اس بین الاقوامی بنک ہی میں رکھے رہیں گے تاآنکہ ان کی ادائی ریاستہائے متحدہ کو واجب ہو جائے۔ اس طرح جرمنی، متحدین، اور امریکہ کی باہمی ادائیوں کا تصفیہ حساب گھر کے اصول پر بنک برائے تصفیہ جات بین الاقوامی پر منحصر رکھا گیا۔

لیکن اس بین الاقوامی بنک کے دستور العمل کو مرتب کرنے والوں کے پیش نظر اس نئے بین الاقوامی حساب گھر سے بدرجہا زیادہ وسیع فوائد کا نشو و نما تھا چنانچہ یہ اصول قرار دیا گیا کہ اس کے اجزائے ترکیبی یعنی وہ مرکزی بنک جو شریک ہوں ان میں سے کوئی بھی بین الاقوامی بنک میں سونا بطور امانت رکھ سکتا تھا اور ان امانتوں کو کسی قسم کے بیرونی مطالبات کو ادا کرنے کے کام میں حسب ضرورت لا سکتا تھا۔ مقصود یہ تھا کہ سونے کی بین الاقوامی نقل و حرکت بتدریج موقوف کر دی جائے۔ چنانچہ ہر ملک کے لیے واجب گردانا گیا کہ بین الاقوامی بنک میں اپنا کھاتہ کھولے اور بین الاقوامی مطالبات سونے کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل کیے بغیر محض مددوں کو ایک مد سے دوسری مد میں منتقل کر کے ادا کیے جائیں۔ اس قسم کی تجویز میں عظیم امکانات موجود تھے لیکن اس کی ترقی کے لیے بدیہی طور سے وقت درکار تھا خواہ وہ ایک ہی سبب سے کیوں نہ ہو اس لیے کہ ہر ملک میں قانون وضع کرنے کی ضرورت تھی تاکہ وہ سونا یا وہ رقوم جو بین الاقوامی تصفیہ جات کے بنک کے کھاتے میں مرکزی

251

بنک کے نام سے جمع و درج ہوں انہیں مرکزی بنک کو اپنے سرمایہ محفوظ کے جزو کے طور پر استعمال اور قبول کرنے کا اقتدار حاصل ہو کہ گویا خود مرکزی بنک کی تجوریوں میں یہ سونا محفوظ پڑا ہے۔

بین الاقوامی تصفیہ جات کے بنک کے محل وقوع کا مسئلہ فطری طور سے بہت کچھ رشک و حسد کا مرکز رہا چنانچہ یہ سوال کہ جنگ کی صورت میں سونے کے ذخائر کا کیا حشر ہو گا بلا شبہ لاینحل تھا لیکن بالآخر سوٹزرلینڈ میں ایک مقام بیسل سب کی رضامندی اور مصالحت جوئی سے پسند کر لیا گیا۔

سترھواں باب

جنگ کے عواقب

۱۹۲۹ء تا ۱۹۳۱ء

خلاصہ

(۱) امریکہ میں تجارتی گرم بازاری اور اعتبار کی بربادی۔ (۲) قیمتوں کی تخفیف۔ (۳) جرمنی کے مشکلات۔ (۴) انگلستان کا معیار طلا سے ہٹنا (۵) قیمتوں کی تخفیف کے اسباب۔ سونے، اعتباری سہولتوں اور زر کی مبینہ قلت (۶) اعتماد کا فقدان۔

پچھلے باب میں جنگ کے بعد کی سرگزشت ۱۹۲۹ء کی ینگ صاحب کی تجویز کی رو سے مسئلہ تاوان کے از سر نو تصفیہ پانے اور بین الاقوامی تصفیہ جات کے بنک کے قائم ہونے تک بیان کی گئی۔ یہ توقع کی گئی تھی کہ یہ جنگ کے بعد کی تعمیر نو کی آخری منزل ہوگی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ محض ایسے دور کا آغاز ثابت ہوئی جس میں ایسی اکثر چیزوں کو از سر نو منسوخ کرنا پڑا جو مہلت جنگ کے بعد سے انجام دی گئی تھیں۔

اب پچھلے حالات پر نظر ڈال کر ان مشکلات کا سراغ لگانا ممکن ہے جن کا آغاز نیو یارک کے تمسک صرافے کی گرم بازاری سے ہوا جو ۱۹۲۸ء تا ۱۹۲۹ء میں اپنی انتہائی حالت پر پہنچ گئی تھی۔ ۱۹۲۱ء کی عالمی رفع انتفاخ کی سرد بازاری کے بعد ریاستہائے متحدہ میں بہت تیزی کے ساتھ بحالی رونما ہوئی تھی۔ جنگ کے نتیجے کے طور پر ریاستہائے متحدہ کی حیثیت اس وقت بڑی حد تک لیندار ملک کی ہو گئی تھی۔ داخلی حیثیت سے ملک بہت ہی خوشحال تھا اور امریکہ سے باہر بھی متعدد بازاروں میں اس کا تسلط بڑھ رہا تھا۔ ۱۹۲۳ء کے فورڈنے محصول درآمد نے تامینی محصول کی اُن دیواروں میں اور بھی زیادہ اضافہ کر دیا جو امریکہ کے داخلی بازاروں کی محافظ تھیں اور چونکہ اس کی وجہ سے امریکہ کے واجب الوصول عالمی قرضہ جات کی ادائی بہ شکل اشیاء و خدمات میں بڑی حد تک مزاحمت پیدا ہو رہی تھی، اس لیے کثیر المقدار رقوم امریکہ کو سونے میں وصول ہوئے، اور اس سبب سے اُس کے سونے کے ذخائر دنیا کے ہر ملک کے مقابلے میں بیشتر بلند ہو گئے۔ امریکہ بلا شبہ محسوس اور تسلیم کرتا تھا کہ سونے کا یہ عظیم المقدار ذخیرہ غیر ضروری تھا قطع نظر اس سے کہ اس کو جوڑنے اور رکھنے کے مصارف اور مادی مشکلات بہت زیادہ تھے۔ لیکن ریاستہائے متحدہ کی ان تمام کوششوں کے باوجود جو اس ذخیرے کو کم کرنے کے لیے کیے گئے تھے نتائج بہت ہی حقیر تھے، اس لیے حکومت کو زیادہ تر یہ فکر لگی رہی کہ اس کے نتیجے کے طور پر رونما ہونے والے اعتبار کے انتفاخ اور قیمتوں کے اضافے کو روکا جائے، اور یہ ایسا اصول تھا جس کو بعد میں چل کر مذموم قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ اس کی رو سے سونا غیر منفعت بخش ہو گیا۔ اس میں شک نہیں کہ اشیا کی قیمتوں کے اضافے کو روکنے میں امریکہ کو بڑی حد تک کامیابی ہوئی، لیکن بہت بعد تک یہ بات تسلیم نہیں کی گئی کہ قیمتوں کے اضافے کو ایک اور سمت یعنی تمسک صرافے میں روکنے کی حد تک امریکہ کا اصول ناکام رہا۔ ۱۹۲۶ء تک یہاں کی گرم بازاری کو واجبی طور سے مناسب و معقول حدود کے اندر رکھا گیا، لیکن اس سال سے یہ محسوس کیا جانے لگا کہ یہ حد سے زیادہ بڑھ رہی ہے

اور ذمہ دار بنک کاروں کے تمام مساعی امریکہ میں ان کو روکنے کے لیے بے سود ثابت ہوئے۔ ایک نتیجہ یہ ہوا کہ صرافے میں لگانے کے لیے جو قلیل المدت قرضے لیے جاتے تھے ان کی شرح سود میں بہت اضافہ شروع ہو گیا، اس کا نتیجہ صرف یہی نہیں ہوا کہ امریکہ میں زر کو دوسرے کاموں سے ہٹا کر صرافے میں لگانے کی ترغیب ہوئی بلکہ یہ بھی کہ بیرونی ممالک سے زر بہت جلد کھنچ کر یہاں آنے لگا۔ اس کی وجہ سے امریکہ کے لیے بیرونی ممالک کو قرضہ دینا جیساکہ مہلت جنگ کے بعد سے وہ بڑی حد تک دے رہا تھا منفعت بخش نہ رہا، چنانچہ اس نے خاص طور سے جرمنی کو قرضہ دینا موقوف کر دیا۔

لندن کے زر کے بازار پر اس کا اثر بہت سخت پڑا۔ ۱۹۲۸ء میں بنک آف انگلینڈ اپنے سونے کے ذخیرے میں اضافہ کرنے کے بڑی حد تک قابل ہو گیا تھا، لیکن اس سال کے آخری ربع حصے میں سونا کثیر مقدار میں باہر چلا گیا جس کی وجہ سے فروری ۱۹۲۹ء میں شرح بنک کو ۱/۲ ۴ فی صد سے بڑھا کر ۱/۲ ۵ فیصد مقرر کرنا ضروری ہو گیا۔ لیکن گرما میں امریکہ میں پھر درآمد شروع ہوئی چنانچہ ۲ راکتوبر کو شرح میں ۱/۲ ۶ فی صد تک پھر اضافہ کرنا پڑا۔ اس اثنا میں ستمبر میں ہیٹ ری کی تباہی نے لندن کو سخت صدمہ پہنچایا تھا۔ وال اسٹریٹ کی گرم بازاری اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ اگر اس پر کوئی بندش قائم کی جاتی تو اس کا تقریباً لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ انتفاخ ناگزیر طور سے پھوٹ پڑتا۔ لیکن بحالت موجودہ اس کا نفس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ فی الحقیقت کونسی شے اضافۂ قیمت کے انحطاط کا باعث ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ حالات نے ۲۵ راکتوبر ۱۹۲۹ء کو انتہائی صورت اختیار کر لی جبکہ دنیا نے تخفیف قیمت کے ایسے دور میں قدم رکھا جو اپنی تیز رفتاری کے اعتبار سے نہیں تو کم از کم اپنی مدت کے لحاظ سے ۱۹۲۱ء کی اس سرد بازاری سے بڑھا ہوا ثابت ہوا جو رفع انتفاخ کے باعث رونما ہوئی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ سٹسک صرافے کی قیمتوں کی تخفیف سب سے اول رونما ہوئی لیکن اشیا کی قیمتوں نے ان کی اتباع کی اور بعض اشیا کی قیمتوں نے دوسرے اشیا کی قیمتوں کے

مقابلے میں بدرجہا زیادہ سرعت کے ساتھ اتباع کی۔
جوں جوں وقت گزرتا گیا یہ بات واضح ہوتی گئی کہ قیمتوں کی یہ نئی تخفیف، قیمتوں کے اس دوری تغیر سے کچھ زیادہ خراب تھی جس میں کمی رونما ہو کر نظری بحالی عود کر آتی ہے۔ معمولی حالات میں قیمتوں کی ایسی تخفیف کے نتیجے کے طور پر فوراً اضافۂ صرف رونما ہوتا ہے اور طلب و رسد میں توازن پیدا کر دیتا۔

254

لیکن ۱۹۳۱ء کے ابتدائی گرما تک یہ بات روشن ہو گئی کہ اس صورت میں کوئی گہرا سبب کارفرما تھا جو رواس کے اہتزاز کو روک رہا تھا، اور برعظم میں جو تغیرات اور ترقیاں ہوئیں ان سے مشکلات کے مرکز کا فوراً پتہ چلنا شروع ہو گیا۔ قیمتوں کی تخفیف سے جرمنی پر خاص طور سے کاری ضرب لگی۔ اس لیئے کہ ۱۹۲۴ء کی ڈانز کی تجویز کے بعد سے جرمنی تاوان ادا کرنے کی کشاکش میں مبتلا تھا اور صرف اپنی برآمد کو ترقی دے کر اور ایک موافق توازن قائم کر کے وہ ادائی کر سکتا تھا۔ ۱۹۲۹ء کی ینگ صاحب کی تجویز طے ہونے تک جرمنی کے لیئے تاوان کسی بڑی حد تک ادا کرنا غیر ممکن تھا، اور وہ اپنے ذمے کے قرضوں کو تازہ بتازہ قرضے حاصل کر کے بے باق کر رہا تھا۔ ۱۹۳۰ء میں جب دنیا کی قیمتوں میں تخفیف ہوئی اس کے لیئے کسی قسم کی ادائی کرنا روز افزوں دشوار ہوتا گیا اور جب امریکہ سے قرضہ ملنا موقوف ہو گیا تو جو لوگ جرمنی کے حالات سے واقف و باخبر تھے ان پر یہ بات روشن ہو گئی کہ کامل بربادی محض وقت کا معاملہ تھی۔ جرمنی نے سخت ترین کفایات عمل میں لا کر اور تجارت خارجہ کی تحدیدی کی شدید عملی ضرورت کو پورا کرنے کے لیئے ضوابط مرتب کر کے اپنے توازن کو برقرار رکھنے کی بلاشبہ ہر ممکنہ کوشش کی، لیکن یہ سب تدابیر کلیتہً بے نتیجہ ثابت ہوئے اور مئی ۱۹۳۱ء میں حالات سرعت کے ساتھ نازک صورت اختیار کرنے لگے۔
اس مہینے میں کریڈٹ انسٹالٹ کو جو فی الواقع آسٹریا کا قومی بنک ہے، نقد ادائی موقوف کرنی پڑی اور بنک آف انگلینڈ نے فوراً اس کو ۴ ملین پاؤنڈ اسٹرلنگ کا قرضہ دے کر اس کی دست گیری کی۔ فرانس اس قرضے کے دینے میں فطری طور سے شرکت کرتا، لیکن اس وقت دنیا کو جرمنی اور آسٹریا کے درمیان

کروڑگیری کے اتحاد کی تجویز کا اچانک طور سے علم ہوا جسے فرانسیسی حکام نے بدگمانی کی نظر سے دیکھا اور سیاسی اتحاد کی جانب پہلا قدم تصور کیا چنانچہ اس تجویز سے دست برداری کو فرانس نے قرضہ دینے میں اپنی شرکت کی شرط قرار دینے کی خواہش ظاہر کی، اور بنک آف انگلینڈ کو تنہا یہ قرضہ دینا پڑا۔

لیکن یہ سب کچھ جرمنی کے لینداروں کے لیے اس بات کی علامت تھی کہ اسی قسم کی مصیبت و پریشانی کی وہاں توقع کریں۔ اس کی وجہ سے بیرونی امانتیں کثیر مقداروں میں واپس لی جانے لگیں۔ اور اوائل جون میں یہ معلوم ہوگیا کہ جرمنی دیوالیہ ہونے کے قریب تھا خوش قسمتی سے ریاستہائے متحدہ کے معتمد خزانہ مسٹر انڈریو میلن اس وقت یوروپ میں تھے اور انھوں نے اس صورت حالات کی نزاکت کو محسوس کیا۔ چنانچہ لندن اور برلن میں مشورے کرنے کے بعد انھوں نے نئے ماوراء اطلانطک ٹیلی فون کے بارے میں صدر جمہوریۂ امریکہ مسٹر ہوور سے راست مراسلت شروع کی اور صدر موصوف پر یہ واضح کردیا کہ تاوقتیکہ جرمنی کے لیے فوراً کچھ نہ کیا جائے وہ دیوالیہ ہوجائے گا امریکہ سے اس کو جتنے قرضے دیے گئے تھے اور جواب تک اس کے ذمے واجب الادا تھے وصول نہ ہوسکیں گے اور اس طرح امریکہ کو نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جملہ ممالک متعلقہ سے سیاسی مشورے کرنے کا عام عمل تنگئ وقت کی وجہ سے ترک کرکے صدر ہوور نے اپنی ذاتی ذمہ داری پر ان تمام قرضوں کی ادائی کے لیے ایک سال کی مہلت کا اعلان کردیا جو امریکہ کو واجب الوصول تھے اس کا ہر جگہ مسرت کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا اور اس کے بعد ہی امریکہ، انگلستان، فرانس اور بنک برائے تصفیہ جات بین الاقوامی نے جرمنی کو مشترکہ طور سے ۱۰۰ ملین ڈالر کا قرضہ دیا۔ انگلستان نے اور فرانس کے سوا ہر دوسرے ملک نے مہلت ادائی کی تجویز سے فوراً اتفاق کرلیا اور اس کے مطابق عمل کیا، لیکن فرانس کو واجب الوصول رقوم کی ادائی کے یک لخت موقوف ہوجانے کی وجہ سے سب سے زیادہ نقصان برداشت کرنا پڑا، اس لیے کہ اس کو اس طریقے سے خالص فاضل آمدنی معقول مقداروں میں وصول ہو رہی تھی اور

255

اس لحاظ سے اس نے اس تجویز کے تسلیم کرنے میں بہت پس وپیش کیا اور مشکلات پیدا کیے۔ اس کے نتیجے کے طور پر جو تاخیر واقع ہوئی اس نے نفسیاتی اثر و نتیجے کو بڑی حد تک برباد کر دیا اور جس وقت تک فرانس نے انجام کار شرط طریقے پر اتفاق کر لیا اس وقت تک یہ شبہ کیا جانے لگا تھا کہ آیا جرمنی محفوظ ہو گیا تھا یا نہیں۔ بیرونی ممالک کے رقوم کی بازگشت کا سلسلہ جاری رہا اور جولائی میں نارتھ جرمن وول کمپنی[1] کے دیوالے نے ڈارمس ٹیڈٹر بنک[2] کی کمر توڑ دی اور اس تباہی سے دوسروں کا بھی متاثر ہونا یقینی تھا۔ مثلاً مبادلات خارجہ پر جو بندشیں عائد کی گئیں ان کی بنا پر ڈیوٹش اورینٹ بنک[3] کے لیے جس کا کاروبار زیادہ تر مصر اور ترکی میں تھا، جرمنی سے رقوم حاصل کرنا غیر ممکن ہو گیا، چنانچہ وہ بھی نقد ادائی ملتوی کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اس سے سب سے قریبی تعلق رکھنے اور متاثر ہونے والے دول کے نمایندوں کا ایک جلسہ ۲۱ جولائی کو عجلت کے ساتھ لندن میں منعقد ہوا لیکن وہ محض عارضی طور سے مسکن تدابیر کا مشورہ دینے کے قابل تھے۔

لیکن اس اثنا میں مصیبت سرعت کے ساتھ اپنا دائرۂ اثر بڑھا رہی تھی، اور جولائی کے وسط تک تمام دنیا میں یہ سرگوشیاں ہونے لگیں کہ انگلستان بھی خطرے میں تھا، اس لیے کہ یہ بات مشہور ہو گئی کہ انگریز بنک کار جرمنی کو کثیر المقدار رقوم بطور قرض دے رہے تھے جن کے وصول ہونے کی اب کوئی امید باقی نہیں رہی تھی، اور یہ اطلاع ملی کہ لندن کے بعض بڑے حساب گھر بھی اس سے بری طرح متاثر ہوئے تھے۔ ۱۵ جولائی کو میک ملن کمیٹی کی رپورٹ شائع ہوئی اور اس سے یہ پتہ چلا کہ کچھ مدت پہلے تک لندن کو کثیر المقدار رقوم قلیل المدت قرضوں کے شرائط پر متعدد ممالک خاصکر فرانس سے وصول ہو رہے تھے جن کا بیشتر حصہ جرمنی کو یا تو طویل المدت قرضوں کے شرائط پر یا

256

[1] North German Wool Company

[2] Darmstadter Bank,

[3] Deutsche Orient Bank.

ان قلیل المدت قرضوں کی شکل میں دیا جارہا تھا جن کے وصول ہونے کی اب کوئی سبیل نہ رہی تھی۔ چنانچہ ممالک غیر کو تقریباً ۲۵۰ ملین پاونڈ کی خالص رقم لندن کے ذمے واجب الادا تھی، اور اگرچہ اعداد و شمار سے معلوم ہوا کہ ۱۹۳۰ء میں اس رقم کی مقدار فی الحقیقت بدرجہا زیادہ تھی، لیکن اس واجب الادا فاضلات کی اچانک اشاعت نے ہمارے بیرونی لینداروں کو حیرت زدہ کردیا اور ممالک غیر میں ہمارے اعتبار اور ساکھ کو سخت صدمہ پہنچایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لندن سے کثیر المقدار سونا نکل کر باہر اور بالخصوص فرانس چلا گیا۔ اس نے اس واقعے کی جانب توجہ منعطف کرائی کہ فرانک سے ہٹنے کے دوران میں اور ۱۹۲۶ء میں فرانس کے ثبات پذیر ہونے سے پیشتر فرانس کے متعدد باشندوں نے کثیر المقدار رقوم ممالک غیر میں حفاظت کی غرض سے رکھ چھوڑے تھے اور ۱۹۲۸ء کے بعد سے اس کل زر کے واپس وصول کرنے کے لیے حالات موافق نہ تھے، نتیجہ یہ کہ لندن اور نیویارک میں اب بھی ان کے کثیر المقدار رقوم پڑے ہوئے تھے۔

وال اسٹریٹ کی تباہی کے بعد شرح بنک سرعت کے ساتھ ۶½ فی صد سے گھٹا کر مئی ۱۹۳۰ء میں ۳ فی صد اور مئی ۱۹۳۱ء میں ۲½ فی صد کردی گئی تھی، اور ایسا کرنے میں توقع یہ تھی کہ مالی معاملات میں سہولت پیدا کر کے قیمتوں کی تخفیف کا مقابلہ کیا جائے گا۔ لیکن ۲۳ جولائی کو سونے کی نئی برآمد کا مقابلہ کرنے کی کوشش کے سلسلے میں شرح پھر بڑھا کر ۳½ فی صد کردی گئی اور ایک ہفتہ بعد ۴½ کردی گئی۔ لیکن ایسا کرنا تحصیل حاصل تھا۔ ان دو ہفتوں میں بنک آف انگلینڈ کے ہاتھ سے ۳۰ ملین پاونڈ سے زاید سونا نکل گیا۔ یکم اگست کو یہ اعلان کیا گیا کہ بنک نے فرانس اور امریکہ سے ۵۰ ملین پاونڈ کا قرضہ لینے کا انتظام کیا تھا اور اسی زمانے میں اعتباری اجرا بڑھا کر ۲۷۵ ملین پاونڈ کردیا گیا، اگرچہ یہ تدبیر محض بطور حفظ ماتقدم تھی جو تعطیل بنک کے دن گردش کے عام اضافے کے انتظام کے سلسلے میں اختیار کی گئی تھی۔ لیکن اس کا نتیجہ غالباً یہ ہوا کہ بیرونی ممالک میں عدم اطمینان اور عدم تیقن کے احساس میں اضافہ ہوگیا، اور سونے کی

بازطلبی جاری رہی۔

ان سب پر طرہ یہ کہ واقعات کے بدبختانہ تسلسل کے باعث حکومت کی دو مزید رپوٹیں شائع ہوئیں جن کے متعلق اب یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ انھوں نے بے حد و حساب نقصان پہنچایا یعنی مارچ ۱۹۳۱ء میں عمالی حکومت نے مصارف قومی کے بارے میں ایک کمیٹی مقرر کی جو مے کمیٹی[1] کے نام سے مشہور ہے اور اس کی رپورٹ ۳۱ جولائی کو شائع ہوئی۔ 257 اس میں میزانیے کے آیندہ گھاٹے کا بہت ہی تاریک خاکہ کھینچا گیا تھا اور خاصکر بے روزگاری کے فنڈ میں سختی کے ساتھ کفایات کو روبہ عمل لانے کی ضرورت پر زور دیا گیا تھا۔ اس کے فوراً ہی بعد بے روزگاری کی کمیٹی کی درمیانی رپورٹ شائع ہوئی جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ بے روزگاری کے فنڈ کو بے اصولی کے ساتھ خرچ کرنے کی وجہ سے اس کی حالت مایوس کن طریقے پر خراب ہوگئی تھی۔ ۱۹۲۱ء سے بے کاری و بے روزگاری نے بہت نازک صورت اختیار کرلی تھی، اور رسالانہ کثیر المقدار رقوم بطور قرض لے کر اس فنڈ کو برقرار رکھا جارہا تھا اور چونکہ خوشحالی کے جلد عود کر آنے کی کوئی توقع نہ تھی جس کی بنا پر یہ فنڈ دوبارہ مستحکم بنیاد پر قائم ہو جاتا اس لیئے گھاٹوں کا یہ سلسلہ قائم نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ اس لحاظ سے سالانہ گھاٹے کو سال بھر کی سرکاری آمدنی سے پورا کرنا ضروری تھا، لیکن اس نے میزانیے کی حالت بلاشبہ ہمیشہ سے زیادہ خراب کردی۔

یہ بات اب واضح ہوگئی ہے کہ اگر حکام انگلستان کے اعتبار او رساکھ کے زوال کا ارادۃً اہتمام کرنے کی خواہش کرتے تو وہ اس سے زیادہ یقینی وقطعی طریقہ اختیار نہ کرسکتے۔ خواہ انھوں نے اس کو محسوس کیا ہو یا نہ کیا ہو اس میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا کہ مدبران سیاست صورت حالات کی نزاکت کو محسوس کرنے سے کلیتہً قاصر رہے۔ اس کے برخلاف وہ یہ خیال کرتے تھے کہ ان تمام رپورٹوں میں انھیں ایک فرقہ وارانہ فائدہ حاصل کرنے کا موقع دکھائی دیتا تھا۔ جنگ کے بعد سے تامین کے لیئے ہیجان بڑھ رہا تھا لیکن کساد بازاری کے

---

[1] May Committee

فرانس و امریکہ سے لیے ہوئے دو قرضوں کی مقدار کے ٹھیک مساوی تھی۔ ممکن ہے کہ یہ محض اتفاقی تطابق ہو، لیکن یہ واقعہ اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے کہ اس ہفتے کے تین چار یوم کے اندر ہی برطانوی کابینہ نے معیار طلا کو ترک کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ ۲۱ ستمبر روز دوشنبہ کو اس کے متعلق اخباروں میں اعلان شائع ہو گیا۔ اسی تاریخ پارلیمنٹ میں ضروری قانونی کارروائی عجلت کے ساتھ طے کر لی گئی، شرح بنک بڑھا کر ۶ فی صد مقرر کی گئی اور تمسک صرافہ بند کر دیا گیا۔

معیار طلا سے انگلستان کے ہٹ جانے سے جو اثرات و نتائج رونما ہوئے ان پر بحث کرنے سے پیشتر ان حقیقی اسباب کو زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کرنا ضروری ہے جو اُن واقعات کی تہ میں مضمر تھے جنھوں نے اس حالت کی جانب رہبری کی۔ متصل سبب یہ تھا کہ بیرونی لینداروں اور جمع کرنے والوں کو بنک آف انگلینڈ پر اعتماد باقی نہ رہا تھا اس لیے کہ یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ ہمارے بیرونی دیندار ہمیں رقم ادا کرنے کی قابلیت نہ رکھتے تھے۔ اس لحاظ سے گو ہمارے داخلی میزانیہ کی غیر اطمینان بخش حالت نے اس اعتماد کے زائل کرنے میں بلاشبہ بڑی حد تک حصہ لیا تھا پھر بھی بڑا سبب غیر موافق توازن تجارت تھا جس کا باعث اولاً یہ واقعہ تھا کہ ہماری برآمد میں تخفیف ہو رہی تھی جو (زیادہ تر ہمارے ہی بیانات کے مطابق) مصارف پیدائش اور اُجرتوں کی زیادتی سے منسوب کی جاتی تھی، لیکن اس عدم توازن کا اصلی سبب ہماری غیر ظاہر برآمد کی تقلیل تھی اور خاصکر یہ کہ ہمارے بیرونی دیندار سود کی معمولی ادائی سے قاصر تھے اور ممالک غیر میں ہم جو خدمات انجام دے رہے تھے خاصکر جہاز رانی کے سلسلے میں ان سے ہم کو کم آمدنی وصول ہو رہی تھی۔ لیکن ان سب کا باعث براہ راست عالمی معاشی کساد بازاری تھی جو قیمتوں کی مستقل تخفیف کے نتیجے کے طور پر رونما ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے تحقیق کا اصلی موضوع و مقصود قیمتوں کی تخفیف کے اسباب ہیں۔

پہلی اساسی چیز یہ ہے کہ جنگ کے بعد کی قیمتوں کی تخفیف کے اس دور پر سابقہ دوروں کے ساتھ مناسب طریقے پر ملا کر نظر ڈالی جائے شکل اجو صد ۲۱۸ اور صد ۲۱۹ کے مابین ہے۔ اس میں جنگ کے زمانے اور تفریطی اجرا کی

کساد بازاری کے زمانے کی قیمتوں کی سرگزشت درج ہے اور یہ ۱۹۲۲ء کے ختم تک اس لیے بیان کی گئی ہے کہ تھوک فروشی کی قیمتوں کی ادنیٰ ترین سطح اس میں شامل رہے جو فی الحقیقت اس سال ستمبر میں رونما ہوئی۔ شکل ب میں ۱۹۲۲ء سے شروع کر کے قیمتوں کی سرگزشت موجودہ زمانے تک بیان کی گئی ہے۔ پہلی چیز قابل ذکر یہ ہے کہ تخفیف میں تسلسل کا نمایاں فقدان ہے۔ ۱۹۲۲ء کی ادنیٰ سطح بحیثیت مجموعی جنوری ۱۹۲۵ء تک بلند ہوتی گئی اور اس کے بعد ہی مئی ۱۹۲۶ء میں ایک نئی ادنیٰ سطح تک بتدریج تخفیف ہوئی۔ پھر چھ مہینے تک اضافہ ہوتا رہا جس کے بعد اپریل ۱۹۲۷ء تک ایک اور تخفیف ہوئی۔ لیکن اس کے بعد کے دو سال کے زمانے میں قیمتیں اکتوبر ۱۹۲۹ء تک ایک حد تک ثبات پذیر رہیں اور اسی مہینے سے عظیم الشان کساد بازاری شروع ہو گئی۔ اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ اکتوبر ۱۹۲۹ء میں محکمہ تجارت کا تھوک فروشی کا انڈکس نمبر ستمبر ۱۹۲۲ء کے ۱۵۴ء۳ کے مقابلے میں ۱۹۱۳ء کا ۱۳۶ء۱ فی صد تھا، دوسرے الفاظ میں سات سال میں صرف ۱۸ء۲ درجوں یا ۱۲ فی صد کی تخفیف ہوئی۔

یہ سوال نہایت معقولیت کے ساتھ اور بجا طور سے کیا جا سکتا ہے کہ قیمتوں کی ایک حد تک ثبات پذیری کے اس طویل دور کا باعث کیا تھا۔ ۱۹۲۰ء تا ۱۹۲۲ء کی کساد بازاری کیوں اس وقت تک جاری نہ رہی جب تک قیمتیں ماقبل جنگ سطح پر واپس نہ آ گئیں؟ اس وقت فطری توقع تھی کہ ایسا ہی ہو گا لیکن چونکہ وقت گزرتا گیا اور تخفیف میں بظاہر قطعی طور سے رکاوٹ پیدا ہو گئی اس لیے عام خیال پلٹ کر اس نقطے پر آ گیا کہ ماقبل جنگ زمانے کے مقابلے میں ایک ثلث زیادہ کی نئی سطح قائم و ثبات پذیر ہو گئی تھی۔ تاہم کوئی بھی بظاہر اس کی تشریح کرنے کے قابل نہ تھا کہ قیمتیں کیوں ماقبل جنگ سطح سے اوپر رہیں۔ اس کے برخلاف ۱۹۲۹ء سے پیشتر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ تمام اشیا کی عالمی رسد زمانۂ جنگ کی قلت کے مقابلے میں کامل طور سے بڑھ کر سابقہ حالت پر آ گئی تھی اور اکثر صورتوں میں ہمیشہ سے بدرجہا زیادہ کثیر المقدار ہو گئی تھی۔ مثلاً لوہے اور فولاد میں اور ان تمام صنعتوں میں جو ان پر منحصر تھیں جنگی ساز و سامان کو سیویلین اغراض میں مبدل کر دیا گیا تھا اور دنیا کی امکانی پیداواریں

کثیر اضافہ ہوگیا تھا۔ اسی کے ساتھ اصول کے مطابق عمل پیرا ہونے کے نتیجے کے طور پر پیدائش کے مصارف کم ہوگئے تھے اگرچہ مقدار ہمیشہ زیادہ نہ ہوتی تھی۔ زراعت میں سائنس اور کلوں کے استعمال کی ترقی پیداوار کے بڑھانے اور مصارف کے کم کرنے میں بہت بڑا حصہ رکھتی تھی۔ روئی کی کاشت میں بھی اگرچہ سائنس اور کلوں کا استعمال زیادہ کارگر نہ ہوسکا پھر بھی امریکہ کی کثیر المقدار فصل کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ ۱۹۲۶ء میں دنیا کی روئی کی رسد نے دنیا کی انتہائی سابقہ حد کو شکست کر دیا اور اس صورت میں قیمتیں ایک زمانے تک گھٹ کر بلا شبہ ماقبل جنگ سطح پر آ لگیں لیکن اس کا متصل نتیجہ یہ ہوا کہ صرف میں عظیم المقدار اضافہ ہوگیا، خاصکر امریکہ میں۔ یہی وہ واقعہ تھا جس نے مصنف کی رہبری ۱۹۲۹ء تک قیمتوں کی ثبات پذیری کے دور کی توجیہ کرنے کی جانب کی۔ ریاستہائے متحدہ کی گرم بازاری ظاہری خوشحالی کی اُس عظیم الشان موج کو ظاہر کر رہی تھی جس میں عظیم المقدار صرف مضمر تھا۔ اکثر لوگ اس وقت بھی پریشان تھے کہ یہ خوشحالی فرضی تھی، یہ کہ صرف میں باقساط اضافہ ہو رہا تھا اور یہ کہ اشیا کی برآمد خاصکر یورپ کے بازاروں کو قرضے دے کر تقریباً جبراً کی جا رہی تھی۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اس کے نتیجے کے طور پر صرف میں جو کمی ہوئی وہ امریکہ سے شروع ہوئی اگرچہ بعد میں چل کر وہ بہت جلد کل دنیا میں پھیل گئی۔

ابتداءً نہایت عام طریقے پر یہ استدلال کیا جا رہا تھا کہ قیمتوں کی تخفیف کا باعث وہی اسباب تھے جو اوپر بیان ہوئے یعنی متعدد شعبوں میں پیدائش کا عظیم المقدار اضافہ اور کثیر المقدار ذخائر کا اجتماع۔ لیکن کم از کم ایک صورت میں یعنی روئی کی حد تک یہ بات قطعاً صادق نہ آتی تھی بلکہ اس کے برخلاف ۱۹۲۶ء کی عظیم الشان پیداوار آئندہ دو موسموں میں کلیتہً جذب ہوگئی تھی اور جولائی ۱۹۲۹ء میں دنیا کی بیش برو مقدار گھٹ کر تقریباً ماقبل جنگ اعداد تک آگئی تھی۔ لیکن گرم بازاری کے خاتمے کے بعد صرف خاصکر امریکہ میں بہت سرعت کے ساتھ گھٹ گیا اور اس کے بعد ہر سال رسد کی بیش برد مقدار استقلال کے ساتھ بڑھتی گئی۔ روئی کی حد تک جو کچھ ہوا وہ یہ تھا کہ تقلیل صرف کے باعث خاصکر امریکہ میں عظیم المقدار ذخائر جمع ہونے شروع ہوئے۔ مختلف اشیا کی قیمتوں کی

تخفیف کے مختلف مدارج کی جانچ سے اس واقعے کا پتہ چلا کہ جن اشیا کی قیمتیں سب سے زیادہ سرعت سے کم ہوگئی تھیں وہ وہی تھے جن میں امریکہ دنیا کے مجموعی صرف کے بڑے حصے کا ذمہ دار تھا، اور یہ بات مترشح ہوئی کہ قیمتوں کی تخفیف کا اساسی باعث امریکہ کے کاروبار کی تباہی تھی۔ تمسک صرافے کی قیمتوں کے گھاٹے کے نتیجے کے طور پر (اور امریکہ میں سب طبقے تخمین میں مبتلا تھے) ہر شخص سخت دقت محسوس کرنے لگا اور نہ صرف تعیشات کی حد تک بلکہ اضافی ضروریات کی حد تک بھی صرف کو کم کر دیا گیا۔ طلب کی تحدید کے نتیجے کے طور پر تھوک فروشی کی قیمتوں کی تخفیف بہت جلد تمام دنیا میں پھیل گئی اور ہر جگہ قوتِ خرید کی کمی میں روز افزوں زیادتی ظاہر ہونے لگی، اور اس کا ردعمل پھر دنیا کی قیمتوں پر ہوا۔ اس طرح ۱۹۲۹ء کے بعد سے قیمتوں کی تخفیف کا بڑا سبب طلب کی اچانک تحدید تھی جو امریکہ میں شروع ہوئی تھی اور یہ یہاں کی مصنوعی خوشحالی کے سابقہ دور سے نمایاں تضاد رکھتی تھی۔

262

لیکن اگر یہ استدلال بھی کیا جائے کہ اکتوبر ۱۹۲۹ء کے بعد قیمتوں کی تخفیف محض جنگ کے بعد کی سرد بازاری کی فطری مگر ایک زمانہ سے ملتوی شدہ تکمیل تھی تو بھی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اتنی دیر یا کیوں رہی؟ ۱۹۲۰ء کی سرد بازاری انگلستان میں بھی ۱۹۲۲ء میں اپنے آخری نقطے پر پہنچی اور امریکہ میں اس سے بہت پیشتر۔ اگر تجارتی دور کا تصور کچھ اصلیت رکھتا ہے تو سرد بازاری کے فطری نتیجے کے طور پر اس کی بحالی کا رونما ہونا ضروری تھا۔ اس لیے کہ قیمتوں کی تخفیف، صرف میں اضافہ کر دیتی ہے اور گرم بازاری کا دور دوبارہ از سر نو شروع ہو جاتا ہے۔ پھر اس صورت میں اس بحالی میں اتنی تاخیر و طوالت کیوں واقع ہوئی؟

اگر متعدد چھوٹے اسباب لئے جائیں تو ایک سبب یہ تھا کہ تھوک فروشی کی قیمتوں کی تخفیف کی بنا پر خردہ فروشی کی قیمتوں میں کافی تقلیل واقع نہیں ہوئی جس سے زائد صرف کی ترغیب ہوتی۔ جس طرح جنگ کے زمانے میں خردہ فروشی کی قیمتیں تھوک فروشی کی قیمتوں سے بالائی دوڑ میں پیچھے رہیں

اسی طرح ۱۹۲۰ء کے بعد سے تخفیف کی دوڑ میں بھی پیچھے رہیں۔ ۱۹۲۴ء میں تھوک فروشی کی قیمتوں کی بحالی کے متوازی کوئی مماثل تغیر خردہ فروشی کی قیمتوں میں واقع نہیں ہوا حتیٰ کہ پھر دونوں ایک دوسرے کے خاصے قریب آگئے، لیکن ۱۹۲۴ء سے ۱۹۲۹ء تک تھوک فروشی کی قیمتوں کے مقابلے میں خردہ فروشی کی قیمتیں بہت زیادہ ثبات پذیر رہیں یہاں تک کہ ۱۹۲۹ء کے ختم تک دونوں کے درمیان اچھا خاصا فرق قائم ہوگیا، اور اس کے بعد سے مسلسل بڑھتا ہی چلا گیا لیکن اس تقابل میں حد سے زیادہ کھینچ تان نہ کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ اول تو دونوں انڈکس نمبروں میں جو اشیا شامل کئے گئے ہیں وہ ایک ہی اور مقررہ نہیں ہیں اور خاصکر تھوک فروشی کی قیمتوں کے انڈکس نمبروں میں اشیائے خام کا غلبہ ہے۔ علاوہ ازیں خردہ فروشی کا انڈکس نمبر، جو فی الحقیقت مزدوروں کے طبقے کے مصارف زندگی کا اشاریہ ہے، اس میں لگان جیسی مدیں بھی شامل ہیں جو تھوک فروشی کے انڈکس نمبر میں قطعاً نہیں ہیں۔ لیکن اختلاف کا بڑا سبب محض یہ واقعہ ہے کہ ایک تھوک فروشی کی قیمت ہے اور دوسری خردہ فروشی کی قیمت۔ تھوک فروشی کی قیمتیں خاصکر اشیائے خام کی حد تک زیادہ تر عالمی قیمتیں ہیں جو کم و بیش آزاد مقابلے کے تابع ہیں۔ اس کے برخلاف خردہ فروشی کی قیمتوں میں پیدائش اور تقسیم کے مصارف بہ شکل اجرت کا بہت بڑا عنصر شامل ہے اور چونکہ جنگ کے بعد اجرتوں میں لازماً سستی کے ساتھ تخفیف ہوئی تھی اس لیے یہ مصارف مقابلتہً اعلیٰ رہے اور انھوں نے مکمل اشیا کی قیمت میں ویسی سریع تخفیف نہ ہونے دی جیسی کہ اشیائے خام کی قیمت میں ہو رہی تھی۔

لیکن ایک اور بھی عامل ہے جس کا تذکرہ ضروری ہے۔ ایک جانب تہذیب و شائستگی کی ترقی کے باعث جس کے معنی اکثر صورتوں میں اتحاد کے ذریعے سے اجارے اور تعین قیمت کے تھے اور دوسری جانب روز افزوں بڑھنے والے تامینی محصولوں کے باعث خردہ فروشی کی قیمتوں میں اسی تیزی کے ساتھ تخفیف نہیں ہو رہی تھی جیسی کہ اشیائے خام کے مصارف کی تخفیف کے مدنظر ممکن تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ صناعوں اور بیچ والوں دونوں کی

263

زمانۂ جنگ کی نفسیاتی کیفیت حد سے زیادہ دیر تک قائم رہی۔ وہ اعلیٰ قیمتیں وصول کرنے کے عادی ہو چکے تھے اور ان میں پھر کمی کرنے سے انھیں نفرت تھی۔ کم کردہ قیمتوں پر بڑا بیوپار کرنے کے مقابلے میں اعلیٰ قیمتوں پر محدود مقدار میں تجارت کرنا زیادہ آسان تھا۔ صرف خانگی تاجر ہی قیمتوں کی تخفیف کی مقاومت نہیں کر رہے تھے بلکہ ہمہ اقسام کے مامون پیشے اس اصول پر کاربند تھے۔ ریلوے کمپنیوں نے ہر اس تجویز کی مخالفت کی جس میں ماقبل جنگ معیار یعنی فی میل ایک پنس کی مسافروں کی شرح کی جانب عود کرنے کا تہیّہ کیا گیا تھا، اگرچہ بعد میں چل کر وہ مخصوص روزمرہ کی شرحوں اور تفریحی ٹکٹوں وغیرہ میں ہمہ قسم کی رعایتیں کرنے پر مجبور ہو گئے تھے جبکہ سڑک کے مقابلے نے انھیں آمد و رفت کی انحطاط پذیری کے دباؤ کو محسوس کرانا شروع کیا۔ جہاز راں کمپنیوں نے بھی متعدد کانفرنسوں یا تعین قیمت کے انتظامات کے ذریعے سے اپنے درجۂ اول کے مسافروں کی شرحوں کو ماقبل جنگ سطح سے بہت اوپر رکھا، اگرچہ انھیں دوسری شرحیں بھی جاری کرنی پڑیں مثلاً کیبن کے کرایہ کے جہاز اور مسافروں کے تیسرے درجے کے جہاز جس میں آمد و رفت کے بڑے حصے کی جلد کھپت ہو گئی۔ حکومت نے بھی یہی اصول اختیار کیا، اس لیے کہ ۱۹۳۳ء میں بھی اس نے ماقبل جنگ ایک پنس کے ڈاک کے محصول کی جانب عود نہیں کیا تھا، اگرچہ یہ بات تسلیم کر لی گئی کہ ڈاکخانے کو اتنا منافعہ وصول ہو رہا تھا جو فرق کو زائل کرنے کے لیے کافی سے زیادہ تھا۔ اس طرح قیمتوں کو گھٹا کر زمانے کے سخت گیر حالات کا مقابلہ کرنے کے بجائے کاسبوں یا پیدا کنندوں کا رجحان ہر جگہ بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ کساد بازاری کے مقابلے میں قیمتوں کو مصنوعی طریقے پر برقرار رکھنے کی کوشش کی جائے، مثلاً حکومت برازیل نے قہوے کی قیمت کو بازار میں برقرار رکھنے کے لیے بطور ثالثی ایک تجویز پر عمل کیا جس کی رو سے ایک فنڈ قائم کیا گیا تھا جس میں سے پیدا کرنے والوں کی امداد بہ شکل قرض کیجاتی تھی، علیٰ ہذا ریاستہائے متحدہ امریکہ کی وفاقی مجلس زرعی نے اور حکومت مصر نے اپنی فصلوں کی قیمتوں کو برقرار رکھنے کے لیے اسی قسم کی کوششیں کیں۔ دنیا کے

264

پیدا کرنے والوں میں معاہدے کے ذریعے سے پیدائش کی تحدید کر کے قیمتوں کے برقرار رکھنے کے تجاویز ہی بظاہر واحد سبیل البدل معلوم ہوتے تھے اور اس قسم کے تجاویز کو مختلف مدارج کامیابی کے ساتھ ٹین، ربر، تانبہ، چائے وغیرہ میں روبہ عمل لانے کی کوشش کی گئی۔ آخر میں قومیت کی روز افزوں ترقی ہر طریقے سے آزاد مقابلے میں مداخلت کر رہی تھی، مثلاً اکثر ممالک یہ کوشش کر رہے تھے کہ مسافروں کی نقل وحرکت کو اپنے ہی بندرگاہوں اور جہازوں تک محدود رکھیں (اور انھیں عام طور سے مالی امداد دینی پڑتی تھی) اور قومی صنعتوں کے اغراض میں درآمد پر تامینی محصول کی اونچی اونچی دیواریں قائم کریں۔

لیکن بد قسمتی سے بجائے اس کے کہ حکومتیں اور دنیا کے ماہرین اپنی توجہ اس مصیبت کے اسباب کے علاج کی جانب مبذول کرتے، ان کی توجہ قیمتوں کی تخفیف کے اسباب اور خاصکر مالی اسباب سے متعلق دوسرے نظریوں نے اپنی جانب پھیر لی۔ چنانچہ ایک کتاب "تخفیف قیمت" نامی[1] میں جو ۱۹۳۳ء کے موسم خزاں میں لکھی گئی تھی مصنف نے ان نظریوں کی بحث اس حد تک کی ہے جس حد تک کہ اس زمانے میں انھوں نے ترقی کی تھی، لیکن اس کے بعد بہت سے ایسے واقعات ظہور پذیر ہوئے ہیں جو اگرچہ عام نتائج پر اثر انداز نہیں ہوتے پھر بھی انھوں نے صورت حالات کو واضح تر بنا دیا ہے۔ کل استدلال کی بنیاد یہ تھی کہ دنیا کی سونے کی رسد میں اتنی کافی تیزی سے اضافہ نہیں ہو رہا تھا جس کی بنا پر نظریۂ مقدار زر کے مطابق دنیا کی قیمتوں کی عام سطح برقرار رہ سکتی اور یہ کہ موجود الوقت رسد کی تقسیم بہت بری طرح ہوئی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ فرانس اور امریکہ میں سونے کے کثیر المقدار ذخائر کا ارتکاز عمل میں آیا تھا اور خاصکر امریکہ میں یہ ذخائر منفعت بخش نہ رہے تھے، چنانچہ قیمتوں کے اضافے کی شکل میں ان کا فطری نتیجہ ظاہر نہ ہو سکا۔ استدلال یہ تھا کہ سونے کی یہ قلت محض تفریطی اجرا کے اُس اصول کا سلسلہ قائم کر رہی تھی اور اس کو شدید بنا رہی تھی جسے جیسا کہ کہا جا چکا ہے انگلستان کو ۱۹۲۵ء میں معیار طلا پر لوٹا لانے کے لیے استعمال کیا گیا تھا۔

پہلی اساسی چیز یہ ہے کہ اس مسئلے کے بارے میں واقعات پر واضح نظر ڈالی جائے۔

---

[1] Fall of Prices

265

ضمیمہ کی جدول (۱۱) میں دنیا کی سونے کی پیداوار کی سرگزشت درج ہے، اس کے برعکس جدول (۲۰) میں سن ۱۹۲۰ء کے بعد سے دنیا کے مرکزی بنکوں کے سونے کے ذخائر کا حال ہے اور ۱۹۱۳ء کے اعداد کو مقابلے کے لیے پیش کیا گیا ہے۔ ان دونوں جدولوں کے مقابلے سے ایک اہم نکتہ فوراً رونما ہوتا ہے۔ سونے کے ذخائر کا اضافہ جن کو "دنیا کی سونے کی ظاہری رسد" کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے ۱۹۱۳ء کے بعد سے اس زمانے کی دنیا کی مجموعی سونے کی پیداوار کے بظاہر تقریباً مساوی ہے۔ اس لیے کہ ۱۹۱۳ء اور ۱۹۳۲ء کے مابین دنیا کی مجموعی سونے کی پیداوار کا اندازہ ۵۷۶ ملین پاؤنڈ تھا جو شرح مساوات سے تقریباً ۵۰ء ملین ڈالر کے مساوی ہے۔ اس کے برخلاف ۱۹۱۳ء تا ۱۹۳۲ء میں مرکزی بنکوں کے سونے ذخائر میں تقریباً ۰۰ء ملین ڈالر کا اضافہ ہوا۔ یہ بدیہی طور سے بالکل غیر اغلب ہے۔ اس لیے کہ ہم جانتے ہیں کہ دنیا کی سالانہ سونے کی پیداوار کا بڑا حصہ صنعتی کاموں میں استعمال ہوتا ہے یا اندوختوں میں چلا جاتا ہے جنگ سے پیشتر اندازہ کیا گیا تھا کہ اس کی مقدار مجموعی مقدار کا تقریباً ایک ثلث تھی۔
لیکن جدول (۲۰) کو جانچنے سے ایک بدیہی تشریح فوراً رونما ہوتی ہے۔ صرف انگلستان میں ۱۹۱۳ء میں سونے کے ذخائر کی مقدار محض ۱۷۰ ملین ڈالر تھی، ۱۹۲۰ء میں وہ بظاہر بڑھ کر ۷۶۳ ملین ڈالر ہو گئی تھی اور یہ مقدار اس کے بعد سے تقریباً برابر برقرار رہی ہے۔ لیکن یہ بخوبی معلوم ہے کہ ظاہری تبدیلی کلیتہً فرضی اور خیالی ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ جنگ کے زمانے میں ملک میں جتنا سونا رائج تھا اور جس کی مقدار کا اندازہ کنلف کمیٹی نے تقریباً بقدر ۱۲۳ ملین پاونڈ کیا تھا وہ تقریباً سب کا سب بنک آف انگلینڈ میں کھنچ کر چلا گیا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اسی کے مماثل تبدیلی متعدد دوسرے ممالک میں واقع ہوئی ہے مثلاً آسٹریلیا میں، اس لیے کہ تمام تر میلان ہر ملک کے سونے کو حتی الامکان مرکزی بنک میں مرتکز کرنے کا رہا ہے اور یہ اصول کار بہت ہی موثر رہا ہے۔
دوسرے دلچسپ تغیرات بھی جدول (۲۰) میں ظاہر کیے گئے ہیں مثلاً ۱۹۱۳ء اور سن ۱۹۲۰ء کے مابین بعض ایسے ممالک کے سونے کے ذخائر میں عظیم المقدار اضافہ جو جنگ کے زمانے میں یا تو فی الحقیقت غیر جانبدار تھے جیسے ہسپانیہ،

266

ہالینڈ اور سوٹ زرلینڈ یا جو جنگ سے فائدہ حاصل کرنے کی اسی طرح قابلیت رکھتے تھے جیسی کہ غیر جانبدار ملک رکھتے تھے، مثلاً ارجن ٹائن اور جاپان۔

لیکن موجودہ نقطۂ نظر سے جدول (۲۰) کی اصلی دلچسپی متعاقب سالوں میں ہے۔ ریاستہائے متحدہ نے ۱۹۱۳ء تا ۱۹۲۰ء میں اپنے سونے کے ذخیرے کی مقدار دگنی کر لی۔ لیکن اضافہ کا سلسلہ مستقل طور سے ۱۹۲۴ء تک جاری رہا اور ۱۹۲۹ء تک کچھ تخفیف کے بعد پھر اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۹۳۲ء کے ختم پر ان کے قبضے میں دنیا کی مجموعی مقدار کی یک ثلث مقدار تھی لیکن اس سے بھی زیادہ تعجب خیز فرانس کی مثال ہے جس کے سونے کے ذخائر تقریباً ماقبل جنگ سطح پر ۱۹۲۶ء تک رہے اور اس کے بعد ان میں سرعت کے ساتھ اضافہ شروع ہوا۔ یہاں تک کہ ۱۹۳۲ء کے ختم تک اس کے پاس جو مقدار تھی وہ امریکہ کے مقابلے میں بہت زیادہ کم نہ تھی۔ اس طرح اس تاریخ تک امریکہ اور فرانس کے پاس ملا کر دنیا کے مجموعے کا ۶۱ فی صد سونا موجود تھا۔ لیکن عجیب و غریب واقعہ یہ ہے کہ گو امریکہ اور فرانس ان عظیم المقدار ذخائر کے اندوختے کر رہے تھے، بقیہ دنیا نے ۱۹۲۹ء تک کسی تخفیف کو محسوس کرنا شروع نہیں کیا تھا۔ اور اس کے بعد سے ان کا خالص گھاٹہ ریاستہائے متحدہ اور فرانس کے نفع سے بدرجہا زیادہ رہا۔

لیکن ۱۹۲۸ء کے بعد سے ان دوسرے ملکوں میں سے بعض کے تفصیلات میں نمایاں تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ جرمنی، ارجن ٹائن، جاپان اور آسٹریلیا میں سخت گھاٹہ رہا۔ اس کے برخلاف برازیل کے سونے کے ذخائر کلیتہً غائب ہو گئے۔ لیکن روس، بلجیم، سوٹ زرلینڈ اور ہالینڈ کے ذخائر میں بہت کثیر اضافہ ہوا۔ روس بلاشبہ کلیتہً مستثنیٰ ہے۔ اس کو محض اس چیز کا قلیل جزو واپس مل رہا ہے جو اس کے ہاتھ سے جنگ کے زمانے میں اور اس کے بعد جاتا رہا اور وہ اب بھی ماقبل جنگ اعداد سے بہت نیچے ہے۔ لیکن بلجیم، ہالینڈ اور سوٹ زرلینڈ میں جو نقل ہوئی وہ ۱۹۳۱ء میں انگلستان کے معیار طلا سے ہٹ جانے کا نتیجہ ہے۔ اس اثناء میں قابل غور معاملہ یہ ہے کہ دنیا کے سونے کے ذخائر میں من حیث المجموع

پورے زمانے میں معقول اضافہ ہوتا رہا ہے اور ریاستہائے متحدہ اور فرانس کو حذف کرکے بھی اعداد سے اس کی قطعاً کوئی شہادت نہیں ملتی کہ بقیہ دنیا میں سونے کے ذخائر کی کوئی معتد بہ تخفیف ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ جنگ کے بعد سے دنیا بحیثیت مجموعی کسی حد تک انگلستان کے اصولِ کار کی اتباع کر رہی تھی کہ اپنے سونے کے ذخائر کو مرکزی بنکوں میں مرتکز کر رہی تھی جو ان ذخائر کے لیے سب سے مناسب جگہ ہے۔ اس لیے کہ سونے کا صحیح اور مناسب استعمال اس کا رواج نہیں ہے بلکہ یہ کہ وہ اعتبار کی رفیع الشان عمارت کی بنیاد کے طور پر کام میں لائی جائے جو دنیا کے زر کی اصلی رسد ہے۔

اس لحاظ سے اس سے نظریے کی دوسری شکل رونما ہوتی ہے کہ دنیا میں اس مفہوم میں حد سے زیادہ کم "زر" تھا کہ اعتبار کی رسد کی تحدید رفع انتفاخ کے کسی اصول کے مطابق کی گئی تھی اور یہ کہ یہی قیمتوں کی تخفیف کا سبب تھا۔ اس 267 مسئلے کے بارے میں کل دنیا کے واقعات سے عددی لحاظ سے بحث کرنا بلاشبہ غیر ممکن ہے۔ لیکن اسی ملک کے تجربے کے لحاظ سے عام مسئلے پر کچھ روشنی ڈالی جاسکتی ہے چونکہ ہمارا بنک کاری کا نظام اعلیٰ درجے کا مرکزی نظام ہے لہٰذا اعتبار کی مقدار کے متعلق اعداد و شمار حاصل کرنا آسان ہے، چنانچہ اگر بنک کی امانتوں کی مقدار کو حساب گھر کے اعداد کے ساتھ لیا جائے تو اعتبار کی رسد کے متعلق اچھا اشاریہ حاصل ہوتا ہے۔

سلطنت متحدہ کے متعلق واقعات جدول (۹) میں ملیں گے جس میں لندن کے حساب گھر بنکوں کے ماہانہ اعداد ۱۹۱۹ء سے ملیں گے اور ۱۹۲۲ء کے بعد کے نتائج نقشہ (ب) میں ظاہر کیے گئے ہیں۔ امانتوں کی مقدار کے متعلق اس نقشے کی شہادت ناقابل اعتراض ہے۔ رفع انتفاخ کی سرد بازاری کے بعد کا نشیبی نقطہ مارچ ۱۹۲۳ء میں ظاہر ہوا۔ لیکن اس کے بعد سے ۱۹۲۵ء کے ختم تک موسمی تغیرات کا لحاظ کرتے ہوئے خط تقریباً استوار اور سید ھا رہا۔ ۱۹۲۶ء کے نصف اول میں معمولی موسمی نشیب کسی قدر حد سے زیادہ متجاوز ہوگیا، لیکن اس کے بعد سے آگے تک یعنی ۱۹۲۹ء کے آغاز تک مستقل اضافہ ہوتا رہا۔ ۱۹۲۹ء کے ختم پر جو معمولی عروج ہوا وہ قطعی طور سے معمول سے کم تھا اور موسم بہار میں جو زوال ہوا وہ بہت نمایاں تھا۔ لیکن اس سال کے ختم پر ایک اور نئی اونچی حد قائم ہوگئی۔

۱۹۳۱ء میں موسم گرما کی آفت کے نتیجے کے طور پر امانتوں میں بھاری تخفیف ہوئی اور اس کا سلسلہ تقریباً فروری ۱۹۳۲ء تک یکساں رہا لیکن اس کے بعد امانتوں میں نہایت غیر معمولی اور عدیم النظیر اضافہ شروع ہوا اور ۱۹۳۲ء کے ختم تک مجموعی مقدار بڑھ کر ایسے عدد تک پہنچ گئی تھی جس نے تمام سابقہ انتہائی حدوں کو (خواہ وہ مابعد جنگ انتفاخ کے دور ہی میں کیوں نہ رہے ہوں) پوری طرح توڑ دیا۔

یہ بتانے کے لیے کہ آیا امانتوں کے ان تغیرات اور ارزاں یا گراں زر کے اصول کے مابین کوئی تعلق تھا نقشہ (ب) میں ایک خط کا اضافہ کر دیا گیا ہے جس سے شرح بنک ظاہر ہوتی ہے۔ ۱۹۲۲ء میں شرح بنک گھٹ کر ۳ فی صد ہو گئی، چنانچہ اس سال امانتوں میں تخفیف ہوتی رہی۔ ۱۹۲۵ء میں جبکہ شرح بنک ایک زمانے تک بڑھا کر ۵ فی صد اس خیال سے مقرر کی گئی کہ ہمارے معیار طلا پر لوٹ آنے میں سہولت ہو تو امانتوں پر جو واحد ظاہرا اثر پڑا وہ یہ تھا کہ جون اور دسمبر کی انتہائی مقداروں کے خط مسطح رہے۔ ۱۹۲۹ء میں جبکہ سال کے بیشتر حصے میں شرح بنک ۵ فی صد تھی اور وال اسٹریٹ کی شکست کے زمانے کے ادھر اور ادھر قلیل مدت کے لیے ۶½ فی صد تھی، پھر جو واحد اثر رونما ہوا وہ یہ تھا کہ جون اور دسمبر کی انتہائی مقداروں کا خط مسطح ہو گیا۔ لیکن ۱۹۳۰ء میں جب شرح بنک پھر گھٹا کر ۳ فی صد کر دی گئی تو امانتوں نے اپنی معمولی رفتار کو ۱۹۳۱ء کی آفت تک از سر نو قائم رکھا۔ لیکن اس آفت کے ختم ہو جانے کے بعد شرح بنک میں استقلال کے ساتھ بتدریج کمی کر کے اس کو ۲ فی صد تک مقرر کیا گیا اور امانتیں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے نئی انتہائی حدوں پر پہنچ گئیں۔

۱۹۳۲ء کے ان تغیرات نے ایک جانب ارزاں زر اور امانتوں کے اضافے اور دوسری جانب قیمتوں کے مابین کسی تعلق کے کامل فقدان کو ثابت کرنے میں غالباً کسی دوسری چیز سے زیادہ کام کیا ہے۔ محکمۂ تجارت کے تھوک فروشی کے انڈکس نمبروں کا خط نقشہ ب میں ظاہر کیا گیا ہے اور یہ بالکل بدیہی ہے کہ تھوک فروشی کی قیمتوں اور امانتوں کی مقدار کے مابین کوئی تناسب یا تعلق نہیں ہے۔ قیمتوں کے قلیل المدت اضافے کے قطع نظر جو ستمبر ۱۹۳۱ء میں انگلستان کے معیار طلا سے

268

ہٹ جانے کے بعد رونما ہوا، تھوک فروشی کی قیمتوں میں اکتوبر ۱۹۲۹ء سے بتدریج تخفیف ہو رہی ہے۔ ۱۹۳۲ء کے ختم پر یہ عملاً ماقبل جنگ سطح پر واپس آگئی تھیں اور امانتوں کی مقدار اس سے زیادہ ہوگئی تھی جتنی کہ کبھی تاریخ میں تھی!

لیکن بنک کاری کے اعداد سے اس استدلال کا اور بھی زیادہ قطعی ثبوت اس طریقے کی جانچ سے حاصل کرنا ممکن ہے جس کے ذریعے سے بنک اپنی امانتیں اپنے متعدد قرضگیر اہل معاملہ میں تقسیم کرتے ہیں، جیسا کہ باب (۱۰) میں بیان کیا گیا۔ اور ۱۹۳۲ء میں جو غیر معمولی تغیر و تبدل رونما ہوا اس کو ظاہر کرنے کے لیے یہ اعداد نقشہ ج میں پیش کیے گئے ہیں۔ اس شکل کی اساسی خصوصیت بنک کے زر کے شغل کے تین اہم ذرایع یعنی قرضے، بٹے اور مشاغل اصل کی اضافی حیثیت کا تغیر ہے، چنانچہ ایک نظر میں معلوم ہو جائے گا کہ ۱۹۳۱ء کے آخری حصے میں اور اس سے بھی زیادہ نمایاں طریقے پر ۱۹۳۲ء میں معمولی حالت کا ملاً برعکس ہوگئی ہے۔ قرضوں کی مقدار عدیم النظیر طریقے پر گھٹ گئی ہے۔ اس کے برخلاف بٹوں اور مشاغل اصل کی مقدار میں تقریباً ٹھیک متناسب طریقے پر اضافہ ہوا ہے۔ اس کی توجیہ بدیہی ہے۔ بنک اپنے زر کو قرضوں میں استعمال کرنے کو ترجیح دیتے ہیں، اس لیے کہ ان کو ایسی صورت میں اچھی شرح سود ملتی ہے لیکن ۱۹۲۹ء کے بعد سے ان کو ایسا کرنے میں روز افزوں زیادہ مشکلات محسوس ہوئے اس لیے کہ کساد بازاری کے باعث ہر قسم کے تاجر مستعار زر منفعت بخش طریقے پر استعمال کرنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ ارزاں زر اچھی تجارت کا محض ایک عامل ہے۔ دوسرا عامل اعتماد ہے جس کا مدار انجام کار قیمتوں اور امکانی منافعہ کے اضافہ کی امید پر ہے۔ لیکن جیسا کہ بعد میں چل کر معلوم ہوگا اس اعتماد کا کامل فقدان کساد بازاری کے آخری مرحلوں کی نمایاں خصوصیت رہی ہے۔

لیکن اس پر بحث شروع کرنے سے پیشتر ہمیں حساب گھر کے اعداد پر نظر ڈالنی چاہیئے جو نقشہ ب میں سہ ماہی کے حساب سے ظاہر کیے گئے ہیں۔ یہ معلوم ہوگا کہ وہ تھوک فروشی کی قیمتوں کے تغیر سے بہت زیادہ قریبی تطابق رکھتے ہیں۔ ۱۹۲۳ء تا مارچ ۱۹۳۰ء کے درمیانی زمانے میں وہ

بحیثیت مجموعی بتدریج بڑھ رہے تھے، اگرچہ تغیرات ہوئے تو وہ محض معمولی موسمی تھے۔ لیکن اس تاریخ سے عظیم المقدار تخفیف شروع ہوئی جو ۱۹۳۱ء کے ختم تک برابر جاری رہی اور ۱۹۳۲ء میں جاکر محض جزوی طور سے یہ اپنی سابقہ حالت پر از سرنو آئے۔ لیکن حساب گھر کے اعداد و شمار کے پورے اثر و نتیجے کو ظاہر کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مختلف حساب گھروں مثلاً ٹاؤن کلیرنگ، میٹروپولی ٹن کلیرنگ، کنٹری کلیرنگ اور پروونشل کلیرنگ میں تفریق کردی جائے کیونکہ ان سب کے حسابات کا ایک ہی مجموعہ لیا گیا ہے جیسا کہ باب ۹ میں بیان کیا گیا اور حالیہ سالوں کے تفصیلات جدول (۶) ب میں بیان کردیے گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوگا کہ مجموعے کی تخفیف کا باعث کلیۃً ٹاؤن کلیرنگ کے اعداد کی تخفیف کو قرار دیا گیا ہے جو شہر کی بڑی کاروباری کوٹھیوں کے مالی معاملات کی نمایندگی کرتے ہیں اور جن کی مقدار کا انحصار بڑی حد تک قرضوں کی مقدار اور حصص کے اجرا وغیرہ پر ہے۔ کنٹری کلیرنگ، میٹروپولی ٹن کلیرنگ اور پروونشل کلیرنگ کے اعداد اس معمولی تجارتی وصنعتی کاروبار کی مقدار کا بدرجہا بہتر اشاریہ ہیں جو کل ملک میں انجام دیا جارہا ہے، اور یہ معلوم ہوگا کہ ان میں بہت کم تخفیف ظاہر ہوئی۔

چونکہ بظاہر اب بھی کچھ ایسے لوگ ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ زر کے معنی آلۂ مبادلہ کے ہیں اور یہ کہ حد سے زیادہ قلیل زر کی شکایت کا تعلق ایک حد تک اجرائے زر کاغذی کی تحدید سے تھا جو بلاشبہ ہمارے زر کا بیشتر حصہ تھا، لہذا اس بارے میں بھی واقعات کو جانچنا ضروری ہے۔

حال حال تک ہمیں زر کی مقدار کے متعلق بجز زر کاغذی کی مقدار کے بہت کم معلومات حاصل تھیں، لیکن ۱۹۳۲ء میں بنک آف انگلینڈ نے ملک کے کل زر کا عددی تخمینہ شائع کرنا شروع کیا اور یہ اعداد ۱۹۲۱ء سے شروع کیے گئے ہیں[1] اس لحاظ سے اس کل دور میں مجموعی زر کی نقل کا سراغ

270

[1] دیکھو جدول (۵) ب۔

لگانا ممکن ہے، چنانچہ نقشہ ب میں ان اعداد کو ظاہر کرنے کے لیے ایک خط کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ واقعات بہت ہی صاف ہیں۔ ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء میں خالص گردش کی مقدار میں تخفیف ہوتی رہی، لیکن ۱۹۲۳ء اور ۱۹۲۴ء میں وہ ثبات پذیر رہی۔ اس کے بعد سے وہ بہت دھیمی رفتار کے ساتھ گھٹتے گھٹتے فروری ۱۹۳۳ء میں فی الحقیقت سب سے نشیبی نقطے پر پہنچی اور پھر اس تاریخ سے اس میں بہت دھیما اضافہ شروع ہوا۔ یہ امر تعجب خیز ہے کہ ۱۹۳۳ء کے بعد سے اس میں مزید تخفیف کیوں نہ ہوئی۔ اس لیے کہ اس زمانے میں خردہ فروشی کی قیمتوں میں خاصی تخفیف ہوئی، اور اس سے یہ توقع ہو سکتی تھی کہ زر کی طلب میں بھی کمی ہو جائے گی۔ لیکن اصل معاملہ یہ ہے کہ زر کی اس سرگزشت میں زر کی تحدید کی اس مفہوم میں قطعاً کوئی علامت ہی نہیں ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو جانی چاہیے کہ یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے کہ کم از کم اس ملک میں زر کی حد سے زیادہ قلت اس لفظ کے کسی مفہوم میں بھی رہی۔ جنگ کے بعد سے ہمارے نظام میں جو عظیم الشان تغیر واقع ہوا وہ یہ ہے کہ ہم سونے کی کمتر مقدار سے کام چلانے کا سبق سیکھتے رہے۔ جیسا کہ باب میں بیان کیا جا چکا ہے ہم نے یہ بات غالباً اتفاقی طور سے سیکھی کہ سونے کا بدرجہا کم فی صد ہمارے کاغذی زر کو رواج دینے کی بنیاد کے طور پر مکتفی ہو سکتا ہے، اور ہم اپنے محفوظ سرمایہ طلا سے اس مفہوم میں زیادہ سہولت سے کام لینے کے اصول کی جانب بھی گامزن ہو رہے ہیں کہ شرح بنک کے اضافے وغیرہ جیسے سخت تدابیر اختیار کیے بغیر جن کے متعلق سابق میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ سونے کی تامین کے لیے ضروری ہیں، ہم بعض اوقات سونے کی عظیم المقدار کمی کو برداشت کر سکتے ہیں۔ مصیبت یہ ہے کہ دوسرے ممالک اس معاملے میں ہماری مثال کی تقلید کرنے کے قابل نہ تھے یا اس کو انھوں نے مناسب نہیں تصور کیا۔ چنانچہ سب سے بڑے خاطی بلاشبہ فرانس اور امریکہ ہیں۔ لیکن یہ امر کہ ان ملکوں میں سونے کے کثیر المقدار ذخائر کا اجتماع کسی اصول کار کے تحت عمل میں

نہیں آیا بلکہ ان ملکوں کی اس حیثیت کی بنا پر ناگزیر طور سے رونما ہوا ہے کہ وہ دُنیا کے بڑے لیندار ملک ہیں اس قدر عام طور سے تسلیم نہیں کیا جاتا۔ واقعہ تو یہ ہے کہ امریکہ بالعموم لیندار ملک کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اس کی ظاہر برآمد کی زیادتی بہت خاصی ہوتی ہے لیکن اس زیادتی میں اس کے وصول طلب قرضوں کی ادائی کے سلسلے میں آجکل اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ علیٰ ہذا فرانس بھی دوسرے ملکوں کا لیندار رہا لیکن موجودہ زمانے میں فرانس میں سونے کی عظیم المقدار درآمد کا سبب دوسری ہی سمت میں ملتا ہے ۱۹۲۶ء میں فرانس نے اپنے زر کو ثبات پذیر بنایا، لیکن اس سے بیشتر اس پر بہت برا وقت گذرا تھا، چنانچہ ۱۹۲۶ء میں فرانک کی قیمت گھٹ کر فی پاونڈ ۲۵۰ فرانک تک ہو گئی تھی، اور بظاہر اس کا خطرہ معلوم ہوتا تھا کہ فرانس بھی افراط اجرا کی حد تک جرمنی کے قدم بہ قدم چلے گا۔ اس زمانے میں فطری طور سے فرانک باہر چلا گیا اور بیرونی ممالک میں خاصکر انگلستان اور فرانس میں کثیر المقدار رقوم لگا دیے گئے۔ ۱۹۲۸ء کے بعد کل زر تو واپس نہ ہو سکا لیکن اس کا بیشتر حصہ واپس حاصل کر لیا گیا۔ یہ نقل اس لیے ناگزیر تھی کہ فرانسیسی مالکوں کو اس پر بہت قلیل آمدنی وصول ہو رہی تھی، رہی یہ بات کہ بیرونی ممالک میں اس کا کچھ حصہ ۱۹۳۱ء میں بھی پڑا ہوا تھا تو اس کا سبب زیادہ تر یہ واقعہ تھا کہ فرانسیسی مالکوں کو اس سے اپنے وطن ہی میں کام لینے میں منفعت نہ تھی۔

لیکن اس امر پر حد سے زیادہ زور نہیں دیا جا سکتا کہ امریکہ اور فرانس میں سونے کے یہ عظیم المقدار ذخائر حقیقی مصیبت کا سبب ہونے کے بجائے اس کی علامت تھے۔ امریکہ کی مثال لیجئے تو معلوم ہو گا کہ اس کے دیندار امریکہ کو اشیا کی شکل میں قرضے کی ادائی اس لیے نہ کر سکتے تھے کہ تامینی محصولوں میں اضافہ ہو گیا تھا اور ۱۹۳۱ء میں ہالے اسموٹ محصول نے ان کی سطح کو اور بھی زیادہ بلند کر دیا تھا۔ ۱۹۳۱ء میں انگلستان نے معیار طلا کو ترک کیا جس کی وجہ سے تجارتی بندشوں کی ایک نئی لہر شروع ہو چکی تھی جو زیادہ تر مبادلات کی بدنظمی پر مبنی تھی، لیکن اس کے پیشتر ہی سے تقریباً ہر ملک تامینی محصولوں کی دیواریں روز بروز زیادہ اونچی کرتا جا رہا تھا اور زیادہ سے زیادہ

تجارتی بندشیں عائد کر رہا تھا۔ بعض بندشیں مدافعانہ نوعیت رکھتی تھیں جو اپنے توازن تجارت کو محفوظ کرنے کے لیے ملک عائد کر رہے تھے اور بعض محض اس چیز کا نتیجہ تھیں جس کو مجنونانہ قوم پرستی کہا جا سکتا ہے۔ غرض نتیجہ یہ ہوا کہ سب قرضدار ممالک اپنے قرضوں کو فطری طریقے سے اشیا اور خدمات کی شکل میں ادا کرنے میں روز افزوں زیادہ دقت محسوس کر رہے تھے اور صرف یہ سبیل البدل باقی رہ گیا تھا کہ یا تو سونے کی شکل میں ادائی کریں یا مزید قرضہ حاصل کریں۔ ۱۹۲۸ء تک امریکہ آزادی کے ساتھ قرضہ دے رہا تھا، لیکن جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، ۱۹۲۹ء میں نسک صرافے کی گرم بازاری کی وجہ سے اس کو روک دیا گیا۔ جنگ سے پیشتر فرانس بڑا لیندار اور قرضہ دینے والا ملک بن گیا تھا، لیکن جنگ کے بعد سے اس کو یہ حیثیت اس اعتبار سے از سر نو حاصل نہیں ہوئی۔ ۱۹۲۸ء میں فرانک کی ثبات پذیری تک فرانس کے لیے قرضہ دینا بلاشبہ غیر ممکن تھا۔ لیکن اس کے بعد بھی اہل فرانس باہر قرضہ دینے کو بہت ناپسند کرتے تھے جس کی وجہ زیادہ تر یہ تھی کہ جنگ سے پیشتر جن ممالک کو انھوں نے قرضہ دیا تھا ان میں سے اکثروں کی حد تک اور خاصکر روس کے معاملے میں ان کا تجربہ نہایت تلخ تھا۔ لیکن ۱۹۲۸ء کے بعد سے فرانس کی حیثیت میں ایک نئی خصوصیت اس لحاظ سے پیدا ہوئی کہ اس کے حکام نے قرضوں کے ذریعے سے سیاسی شرائط طے کرنے کا اصول اختیار کر لیا تھا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فرانس کا مقصد و ارادہ یورپ کی مالی سیادت و قیادت حاصل کرنے کا تھا۔ چنانچہ وہ زیادہ تر سیاسی اغراض کے تحت قرضے دیتا تھا جن کی اساسی بنیاد بلاشبہ اس کا جرمنی سے خوف و ہراس تھا

272

لیکن تخفیف قیمت کا باعث خواہ کسی صورت سے سونے کی رسد کی تقلیل ہو یا نہ ہو واقعہ یہ ہے کہ ہر شخص مصیبت کا الزام اسی سے منسوب کر رہا تھا، اور اس حالت میں بہت سخت خطرہ تھا اس لیے کہ اصلاح کی بظاہر کوئی امید نہ معلوم ہوتی تھی۔ دنیا کی سونے کی پیدائش ایک طبعی واقعہ تھا جس کے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ قابو سے باہر کی چیز تھی۔ ۱۹۲۹ء میں جمعیۃ اقوام کی

مجلس مالیہ[1] نے ایک خاص وفد سونے کی رسد اور اس کے اثرات کے کل مسئلے کی تحقیق کی غرض سے مقرر کیا۔ چنانچہ اپنی درمیانی رپورٹ مورخہ ستمبر سنہ ۱۹۳۰ء میں وفد نے اعداد و شمار پیش کیے جن سے حالیہ زمانے میں سونے کی پیدائش کی حقیقی کمی ظاہر ہوتی تھی اور اسی کے ساتھ وہ تخمینے بھی پیش کیے جو مستقبل کی ممکنہ پیدائش سے متعلق بعض نہایت مستند اصحاب کے مرتب کردہ تھے، اور ان سب سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ پیداوار میں مزید تخفیف کا امکان تھا۔ چونکہ فرانس اور ریاستہائے متحدہ کے بارے میں اس کی کوئی امید نہ تھی کہ وہ اپنے اصول عمل میں تبدیلی کرنے اور اپنے سونے کے اندوختوں کو چھوڑنے پر آمادہ ہوں گے لہٰذا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام دنیا میں ناامیدی و یاس کا دور دورہ ہو گیا اور اس نے بحالی کی توقع کے بارے میں اعتماد کے تدریجی انحطاط کی جانب رہبری کی۔ یہ محسوس کیا جاتا تھا کہ معاملاتِ عالم، قرضوں اور تاوانات، تقلیل اسلحہ اور تابینی محصولات کے ساتھ مایوس کن طریقے پر پیوست ہو گئے تھے اور بظاہر اس الجھاؤ سے نکلنے کی کوئی صورت نہ معلوم ہوتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تخفیف قیمت کا ایک مذموم دائرہ قائم ہو گیا جس کا باعث اعتماد کا فقدان تھا، چنانچہ اسی کے باعث اکثر اشیا کی قیمتیں ان کے مصارف پیدائش کی سطح سے بہت نیچے ہوتی جا رہی تھیں۔ لیکن قیمتوں کی اس ترغیب دہ سطح اور زر کی وافر رسد کے باوجود کوئی شخص اتنا کافی اعتماد نہ رکھتا تھا کہ بازار میں جا کر اشیا کی خریداری کرے، اس لیے کہ سب کو یہی خطرہ دامنگیر تھا کہ قیمتوں میں کہیں مزید تخفیف نہ ہو جائے، چنانچہ ہوا بھی بعینہ ایسا ہی۔ تحدید پیدائش کے متعدد تجاویز یا تو شکست ہو گئے یا غیر موثر ثابت ہوئے اور متعدد دفعہ ایسا معلوم ہوا کہ اضافۂ قیمت کی باری آئے گی، لیکن ایسی توقع مکرر غلط ثابت ہوئی۔ اس طرح معاملات کو بد سے بدتر ہونے دیا گیا اور سنہ ۱۹۳۱ء کے موسم بہار میں یہ بدیہی تھا کہ یوروپ کامل بربادی و تباہی کے قریب تھا، جرمنی ایسی صورت میں

273

[1] Financial committee of the League of Nations)

جبکہ اسی کے تمام اشیائے برآمد کی قیمتیں گر رہی تھیں بدیہی طور سے ینگ صاحب کی تجویز کے تحت تاوانات کی ادائی کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکتا تھا۔ آسٹریا کی آفت محض تودۂ بارود میں ایک چنگاری ثابت ہوئی اور اس نے عام آتشزدگی کا آغاز کردیا۔ صدر امریکہ ہوور کی مہلت ادائی قرضہ اس وقت صورت حالات کا کارگر علاج ہوسکتی تھی جبکہ فرانس تساہل و تاخیر کا داؤں پیچ نہ چلتا۔ لیکن امریکہ کی تجویز کا ملاً ناکام رہی اور نتیجہ یہ ہوا کہ ستمبر ۱۹۳۱ء میں انگلستان کو معیار طلا سے ہٹنا پڑا اور اس طرح ایک نئے باب کا افتتاح ہوا۔

اٹھارھواں باب

معیار طلا سے علیحدگی

سنہ ۱۹۳۱ء تا ؟

(۱) اس کے اثرات (ا) انگلستان میں قیمتوں، شرح مبادلہ اور توازن تجارت پر۔ (ب) دوسرے ممالک مثلاً برّاعظم، مصر، ہندوستان، امریکہ پر، انتفاخ یا افراط اجرا (۲) جنگی قرضے اور تاوانات۔ (۳) لوزان اور اس کے بعد۔ (۴) دسمبر سنہ ۱۹۳۲ء کی قرضوں کی ادائی۔ (۵) ریاستہائے متحدہ امریکہ کی بنک کاری کی نازک صورت حالات۔ (۶) امریکہ کا معیار طلا سے ہٹ جانا۔

معیار طلا سے انگلستان کے ہٹ جانے کی وجہ سے جو اثرات رونما ہوئے وہ عالمگیر تھے، لہٰذا اُس کل صورت حالات کو واضح طور سے سمجھنے کے لیے جو اس کے بعد سے رونما ہوئی یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی مساحت کو مختلف حصوں اور دوروں میں تقسیم کر دیں چنانچہ ان کی ترتیب حسب ذیل کی جا سکتی ہے :۔

(۱) ستمبر سنہ ۱۹۳۱ء تا جون سنہ ۱۹۳۲ء (جو لوزان کانفرنس کی تاریخ ہے) اس میں انگلستان اور برّاعظم پر جو اثرات پڑے ان کے مابین تفریق کی جائے گی پھر

(۲) قلیل المدت بحالی لوزان کانفرنس کے بعد جو ۱۹۳۲ء تا ۱۹۳۳ء کے موسم سرما میں ناکام ثابت ہوئی اور اس کے نتیجے کے طور پر مارچ ۱۹۳۳ء میں امریکہ معیار طلا سے ہٹ گیا۔

(۳) ورلڈ اکنامک کانفرنس۔ (عالمی معاشی کانفرنس)۔

علیحدگی از معیار طلا کے اثرات انگلستان پر

متصل اثر بلاشبہ یہ ہوا کہ شرح مبادلہ میں تخفیف ہو گئی، لیکن عجیب و غریب چیز اس تخفیف کی وسعت و سرعت تھی۔ پانچ دن میں شرح ۳٫۴۳ ڈالر تک گر گئی، اس کے برعکس جب اپریل ۱۹۱۹ء میں جنگ کے بعد انگلستان سرکاری طور سے معیار طلا سے الگ ہوا تو شرح مبادلہ کو ۳٫۰۵ ڈالر تک گرنے کے لیے نو مہینے لگے۔ مبادلات کے نظریۂ مساوات قوتِ خرید[له] پر غور کرتے ہوئے یہ ظاہر ہے کہ اس سریع تخفیف کو امریکہ اور سلطنت متحدہ کی قیمتوں کی اضافی سطح حق بجانب قرار نہیں دیتی تھی۔ اس لیے کہ واقعہ یہ ہے کہ ستمبر ۱۹۳۱ء تک سلطنت متحدہ کی قیمتیں امریکہ کے مقابلے میں نسبتاً ادنیٰ تھیں اور سلطنت متحدہ کے خلاف جو فرق تھا وہ دسمبر تک مادی صورت میں ظاہر نہ ہوا۔ شرح مبادلہ کی سریع تخفیف کی توجیہ غالباً سونے کی مسلسل بازطلبی میں ملے گی، اس لیے کہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ معیار طلا سے انگلستان کی علیحدگی کے نرے واقعے نے ایسے اکثر ممالک کو، جو معیار مبادلۂ طلا پر قائم تھے اور لندن میں اپنے محفوظ سرمائے رکھتے تھے، فوراً اس بات پر مجبور کر دیا کہ معاملات میں مزید ابتری پیدا ہونے سے پیشتر فی الفور ان رقوم کو واپس حاصل کر لیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ معیار طلا سے ہمارے ہٹ جانے کے سب سے زیادہ قابل افسوس خصوصیات میں سے ایک خصوصیت تھی۔ ان ملکوں نے فی الواقع وہ چیز اختیار کی تھی جو ان کے

[له] Purchasing power parity theory of the exchanges.

زروں کی بنیاد مستحکم کرنے کی بہترین شکل یعنی سونا حاصل کرنے کا حق خود اپنے ہی پاس سونا رکھنے کے بجائے انھوں نے اپنے مقام پر اس کو چھوڑا تھا جہاں سے عندالطلب وہ بآسانی اور کامل یقین کے ساتھ دستیاب ہوسکتا تھا، اس لیے کہ سونے کا واحد آزاد بازار ہونے کی حیثیت سے لندن کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ لینداروں کو وہاں سے سونا حاصل کرنے کا ہمیشہ پورا اطمینان ہوتا تھا۔ یہ امر کسی کے خواب وخیال میں بھی نہ آتا تھا کہ لندن سونا ادا کرنے میں کوتاہی یا خطا کرے گا۔ اگر وہ خطا کرتا تو فی الحقیقت اس کے معنی یہ ہوتے کہ بنک آف انگلینڈ اپنے ذمے کے واجبات سونے کی شکل میں ادا کرنے سے قاصر رہا۔ اور اس کے نتیجے کے طور پر ان تمام ملکوں کو جو صدمہ پہنچ سکتا تھا وہ ایک ایسی چیز تھی جس کو محسوس کرنے سے انگلستان کے عوام کلیتہً قاصر تھے۔ انگلستان میں ایک زمانے تک معیار طلا سے ہٹ جانے کی موافقت میں ہیجان پھیلا رہا، اور انگلستان کے عوام بظاہر اس واقعے سے بالکل نابلد معلوم ہوتے تھے کہ معیار طلا سے الگ ہونے کے معنی فی الواقع دیوالیہ ہوجانے کے اعلان کے تھے۔

لیکن قیمتوں کے تغیرات نے شرح مبادلہ کی تخفیف کو انجام کار حق بجانب ثابت کیا اور اس کو اور آگے تک لے گئے۔ اکثر اشیا کی قیمتوں میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہوا اور بعض صورتوں میں مثلاً خاص کر گیہوں اور چاندی کی قیمتوں میں نیویارک میں تخمین کے نتیجے کے طور پر جو اضافہ ہوا وہ واقعات کے لحاظ سے کلیتہً غیر حق بجانب تھا، چنانچہ اس کے فوراً ہی بعد تخفیف رونما ہوئی جیسا کہ جدول (۴م) ب سے معلوم ہوگا تھوک فروشی کی قیمتوں کے متعلق محکمہ تجارت کے مرتب کردہ انڈکس نمبر نومبر میں اپنی بلند ترین سطح پر تھے۔ جب قیمتوں کی تخفیف کا میلان پوری طرح رونما ہوا تو اس کی رفتار بھی تقریباً ویسی ہی تیز تھی جیسی کہ اضافہ کی، اور اس کا سلسلہ جون یا جولائی تک جاری رہا چنانچہ اکثر اشیا کی قیمتیں بہت پست سطح تک پہنچ گئیں اور بعضوں کی سطح تو تاریخ میں پست ترین ہوگئی۔ بایں ہمہ سونے کی قیمتوں میں ستمبر کے اضافہ کی وجہ سے تقریباً کچھ بھی زیادتی نہ ہوئی، اور وہ پھر فوراً گرنے لگیں یہاں تک کہ جون میں وہ ایک نئی پست سطح پر پہنچ گئیں۔ دوسری جانب

نیو یارک کے تمسکات اور حصص کے انڈکس نمبر بھی جو حالیہ سالوں میں قیمتوں کے عام تغیرات کے بہت اچھے ترجمان رہے ہیں اس کل زمانے میں بہت گر گئے تھے۔

اس دور کی بلکہ فی الحقیقت ۱۹۲۹ء کے بعد کے کساد بازاری کے کل دور کی نمایاں خصوصیت ہمارے بنک کاری کے نظام کی ثبات پذیری تھی۔ کسی زمانے میں بھی یہاں بنکوں پر کبھی یورش نہیں ہوئی جیسا کہ تقریباً دوسرے تمام ممالک میں حتیٰ کہ فرانس اور امریکہ میں بھی ہوئی تھی، اور کوئی ایک برطانوی بنک بھی کسی قسم کے مشکلات میں مبتلا نہیں ہوا۔ ایک استثنیٰ جس نے محض عام اصول کو ثابت کر دکھایا لندن کا ایک جنوبی امریکی بنک تھا جو عظیم الشان چائلیئن نائٹریٹ کمبائن[1] کا منتظم تھا اور جس کو بنک آف انگلینڈ سے امداد حاصل کرنی پڑی۔

۱۸ر فروری ۱۹۳۲ء تک بنک آف انگلینڈ کی شرح ۶ فی صد رہی، لیکن اس کے بعد سے اس میں بتدریج کمی کردی گئی یہاں تک کہ ۷ر جولائی کو وہ ۲ فی صد ہوگئی۔ زر نقد مسلسل واپس طلب کیے جانے کی وجہ سے محفوظ سرمائے میں بہت خاصی تخفیف ہوگئی اور ختم دسمبر ۱۹۳۱ء میں جبکہ شرح معمولی طور سے اداقی تھی محفوظ سرمایے کی مقدار گھٹ کر ۱۴۰۱ فی صد رہ گئی تھی۔

۳۰ر اکتوبر کو وہ چیز رونما ہوئی جس کو بحالی کی پہلی علامت کہا جا سکتا ہے، چنانچہ اسی تاریخ کو امریکہ اور فرانس سے حاصل کیے ہوئے پچاس ملین پاونڈ کے قرضے کے منجملہ بیس ملین پاونڈ ادا کرنے کے قابل بنک آف انگلینڈ نے اپنے آپ کو پایا۔ اس بیس ملین پاونڈ کے منجملہ ۱۵ ملین پاونڈ بہ شکل طلا ادا کیے گئے، لیکن یکم فروری ۱۹۳۲ء کو بقیہ تیس ملین پاونڈ ہمارے سونے کے ذخیرے پر مزید بار ڈالے بغیر ادا کردیے گئے۔ خزانے کے جاری کردہ اسّی ملین پاونڈ کے تمسکات کے متعلق فروری میں یہ اعلان کیا گیا کہ خزانے میں ان کو ادا کرنے کے لیے زر موجود تھا اور اسی وقت ایک جزو ادا کر دیا گیا، لیکن چونکہ اس قرضے کا ایک جزو

---

[1] Chilean Nitrate Combine

فرانس میں بارہ ماہ کے تمسکات کی شکل میں تھا، اس لیے قرضے کی مدت ختم ہونے تک ان کی رقم ادا نہیں کی جا سکتی تھی۔

یہ واقعہ کہ ہم ان عظیم المقدار رقوم کی ادائی کرنے کے قابل ہوئے اس کا باعث ایک حد تک وہ غیر معمولی تحریک تھی جو فروری ۱۹۳۲ء میں شروع ہوئی تھی کہ خانگی افراد سے پرانے سونے اور ساورنوں کی کثیر مقدار واپس لی جائے۔ اس مہینے میں بیت العوام میں یہ اعلان کیا گیا کہ سونے کی پوری قیمت مبادلہ ادا کرنے میں سرکار کو کوئی عذر یا اعتراض نہ تھا اور چونکہ اُس وقت جو شرح رائج تھی اس کے حساب سے مبادلہ کرنے کے معنی یہ تھے کہ ایک ساورن کے لیے تقریباً ۳۰ شلنگ ادا کیے جائیں، لہٰذا اس بڑھوتری کو حاصل کرنے کے لیے فوراً یورش ہوئی جو ہمہ اقسام کے پرانے سونے اور زیورات کو بھی حاوی تھی۔ ۱۹۳۳ء تک اس طریقے سے جو سونا حاصل کیا گیا اس کی مجموعی مقدار کا اندازہ محض انگلستان میں پندرہ ملین پاونڈ تھا۔ ہندوستان میں بھی سوداگروں نے اس طریقے سے منافعہ حاصل کرنے کے موقع کو بہت جلد محسوس کیا، چنانچہ اس کے بعد سے ہندوستان سے لندن اور پیرس کو سونے کی گنگا مسلسل بہتی رہی، اور اس کے نتیجے کے طور پر ۱۹۳۳ء تک تقریباً ۱۱۰ ملین پاونڈ کا سونا مجموعی طور سے برآمد ہوا۔ اسی زمانے میں یہ بات ظاہر ہوئی کہ مستبدلہ حالات کا اثر پڑ رہا تھا اور دُنیا کے نئے سونے کی پیداوار میں نمایاں اضافہ ہوا (دیکھو جدول ۱)۔

277

بشکل طلا ادائی کرنے کے طریقے کی موقوفی کا اثر تمسک صرافے پر ویسا اچانک اور ڈرامائی نہ تھا جیسا کہ مبادلات خارجہ کے بازاروں پر اور اشیا کی قیمتوں پر پڑا تھا۔ ۲۳ر ستمبر کو تمسک صرافہ دوبارہ کھلا اور صنعتی حصص میں قلیل سی گرم بازاری رہی، لیکن ان کے لین دین پر بندشیں عائد کرنی پڑیں اور صرف ۱۴ر نومبر کو یہ بندشیں جزوی طور سے ہٹائی گئیں اور فروری میں ان کو تقریباً کاملاً اٹھا لیا گیا۔ تاہم نئے حصص کے اجرا پر بندشیں عائد کرنے کا سلسلہ جاری رہا، اگرچہ ان میں وقتاً فوقتاً ترمیم کی جاتی رہی۔ مبادلہ خارجہ کے بازار میں سب سے بڑی دشواری ابتداءً یہ تھی کہ پیشگی کاروبار کرنے والا مبادلے کا بازار کلیۃً مفقود تھا

جس کا باعث یہ تھا کہ مبادلے کے کاروبار پر بندشیں عائد کی گئی تھیں، لیکن اپریل ۱۹۳۲ء میں انھیں ہٹا دیا گیا۔

اس بارے میں بڑی بڑی توقعات قائم کی گئی تھیں کہ ہمارے معیار طلا سے ہٹ جانے کا فوری اثر یہ ہوگا کہ توازن تجارت کی اصلاح ہو جائے گی، چنانچہ جیسا کہ جدول (۱۷) سے ظاہر ہوگا ابتداءً برآمد میں کچھ اضافہ ہوا۔ تاہم اس واقعے نے تاجین کے وکیلوں کو اپنی تحریک اور مہم جاری رکھنے سے باز نہیں رکھا۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں انتخاب عامہ عمل میں آیا اور اس کے نتیجے کے طور پر قومی جماعت (National Party) کو غالب اکثریت کے ساتھ فتح حاصل ہوئی۔ محصول درآمد کے وقت سے پیشتر نفاذ کو روکنے کی ضرورت کی بنیاد پر مسودۂ قانون غیر معمولی درآمد[1] نومبر میں منظور ہوا اور اس کی رو سے اکثر اشیا پر عملی ضرورت کے لحاظ سے محصول عائد کیے گئے، اور اس کے بعد ہی فروری ۱۹۳۲ء میں عام محصول درآمد کا قانون نافذ کر دیا گیا۔

ظاہرا اور پوشیدہ درآمد و برآمد کے متعلق توازن تجارت کے اعداد و شمار جدول (۱۹) میں درج ہیں۔ ۱۹۳۱ء کے نتائج یقیناً کافی بُرے تھے چنانچہ برآمد اور مکرر برآمد پر اشیا کی درآمد کی زیادتی بقدر ۴۰۰ ملین پاونڈ تھی۔ لیکن اس کے مقابلے میں ۳۴ ملین پاونڈ فلز کی خالص برآمد رکھنی پڑی، اور چونکہ پوشیدہ برآمد کی زیادتی گھٹ کر صرف ۳۴۰۴ ملین پاونڈ رہ گئی تھی، لہذا نتیجہ یہ ہوا کہ خالص دینداری کی زیادتی کا اندازہ ۷۰ ملین پاونڈ تھا۔ اس مسئلے کا اعادہ کرنے سے بچنے کے لیے اس مقام پر یہ کہہ دینا نامناسب نہ ہوگا کہ ۱۹۳۲ء کے اعداد و شمار سے مذکورۂ بالا فرق میں کوئی اصلاح ظاہر نہ ہوئی، اور برآمد پر اشیا کی درآمد کی زیادتی گھٹ کر ۲۸۷ ملین پاونڈ تک آگئی۔ لیکن اس مرتبہ فلز کی خالص درآمد بقدر ۲۰ ملین پاونڈ ہوئی جس سے برآمد پر جملہ درآمد کی آخری زیادتی بقدر ۳۰۷ ملین پاونڈ رہ گئی۔ تاہم پوشیدہ یا غیر مشہود برآمد میں مزید تخفیف ہوئی اور

---

[1] Abnormal Impartation Bill

و ۲۳۰.۵ ملین پونڈ تک گر گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ درآمد کی خالص زیادتی اندازاً ۷
ملین پاؤنڈ کے نقصان کے بقدر تھی۔

دوسرے ممالک پر اثرات

پہلا اثر جیسا کہ توقع ہو سکتی تھی، یہ تھا کہ دوسرے متعدد ممالک نے ہماری مثال کی تقلید کی۔ چنانچہ ناروے، سویڈن اور ڈنمارک فوراً عمل پیرا ہو گئے اور ان کے بعد اکتوبر میں رھوڈیسیا اور فن لینڈ نے اتباع کی، برخلاف ازیں کنیڈا نے بھی سونے کی برآمد اجازت کے تحت روا رکھی، اور دسمبر میں جاپان نے سونے کی برآمد پر اس بندش کو از سر نو عائد کیا جو حال حال میں اٹھالی گئی تھی۔

اس کے بعد اُن ممالک پر اثر پڑا جن کا زر اسٹرلنگ کی بنیاد پر قائم تھا، مثلاً ہندوستان اور مصر۔ ان دونوں ملکوں نے چونکہ اسٹرلنگ سے اپنے زروں کا تعلق قائم رکھنے کا فیصلہ کیا تھا، لہٰذا وہ بھی معیار طلا سے ہٹ گئے۔ آسٹریلیا کی حیثیت بھی بلاشبہ کچھ زمانے سے ایسی ہی تھی اور اس مقام پر یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ نیوزی لینڈ نے آسٹریلیا کی مثال کی تقلید ۱۹۳۳ء میں کی۔

بلاشبہ سب سے زیادہ مضر اثر ان ملکوں پر پڑا جن کے اسٹرلنگ کے فاضلات لندن میں تھے۔ مثلاً بنک آف فرانس کے پورے ۶۰ ملین پاؤنڈ اب بھی لندن میں تھے جس کے معنی یہ تھے کہ اس کو تقریباً ایک ثلث کا نقصان ہوا اور حکومت کو یہ سب اپنے ذمے لینا پڑا جیسا کہ اس نے بنک آف فرانس کا وہ سب منافعہ لے لیا تھا جو ۱۹۲۸ء میں ثبات پذیری کے بعد مبادلات خارجہ سے وصول ہوا تھا۔ بلجیم اور ہالینڈ کی حیثیت اسی کے مماثل تھی اگرچہ ان کے نقصانات بلاشبہ نسبتاً کم تھے۔ تمام عالم کے بنک اپنے فاضلات انگلستان میں رکھتے تھے اور جو کچھ نقصان ہوا اُسے محض خاموشی کے ساتھ انھیں برداشت کرنا پڑا۔
انگلستان کے معیار طلا سے ہٹنے سے پیشتر اور اس کے بعد سونے کے ذخائر کی نقل و حرکت کا حال جدول (۲۰) سے معلوم ہو سکتا ہے جس میں تمام دنیا کے

مرکزی بنکوں کے ماہانہ سونے کے ذخائر کا حساب درج ہے۔ انگلستان کا ذخیرہ جولائی میں کمترین نقطہ پر تھا، ستمبر میں اس میں خفیف سا اضافہ ہوا، اور اکتوبر میں فی الحقیقت پھر خفیف سا اضافہ ہوا، لیکن نومبر میں مزید عظیم تخفیف ہوئی جس کے بعد اپریل تک بہت کم تغیر واقع ہوا۔ جرمنی میں بھی سونے کی کمی کا سلسلہ جاری رہا لیکن سب سے نمایاں تغیر بلجیم، ہالینڈ اور سوئٹزرلینڈ کی جانب سونے کا بہاو تھا جو جولائی میں شروع ہوگیا تھا لیکن ستمبر میں اور اس کے بعد بہت بڑھ گیا تھا۔ یہ بلاشبہ اس بات کا نتیجہ تھا کہ زر کے قابض کسی ایسے ملک میں اپنے زر کے تحفظ کے متلاشی تھے جو ابھی تک معیار طلا پر تھا۔

فرانس نے بھی زیادہ سے زیادہ سونا جوڑنے کا سلسلہ جاری رکھا، اگرچہ ابتداً جو اضافہ ہوا وہ نسبتاً بہت زیادہ نہ تھا۔ اس کا کچھ حصہ لندن سے اور زیادہ حصہ ہندوستان سے لیکن بیشتر حصہ ریاستہائے متحدہ سے آیا، چنانچہ اکتوبر میں امریکہ کے سونے کے ذخائر میں بہت بھاری تخفیف ہوگئی۔ تاہم فرانس کی اساسی خصوصیت یہ تھی کہ وہاں جاری کردہ زر کاغذ میں بہت کثیر اضافہ ہوا جو زیادہ تر چند بنکوں کے دیوالیہ ہو جانے کا نتیجہ تھا۔ جدول (۲۲) میں فرانس، جرمنی اور ریاستہائے متحدہ اور انگلستان کے مرکزی بنکوں کی مالی حالت کا کچھ اندازہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے، چنانچہ اس سے معلوم ہوگا کہ ۱۹۳۱ء میں فرانس میں زر کاغذ کا اجرا بقدر بیس ہزار ملین فرانک یا تقریباً ۴۰ فی صد بڑھ گیا تھا۔ اسی کے ساتھ ساتھ سونے کا اندوختہ کرنے کی تحریک بھی فرانس میں ترقی پاتی رہی۔ ہر شخص جو مستطیع تھا سونے کی ایک سلاخ خرید لیا کرتا تھا، اس کے برعکس کمتر درجے کے لوگ سونے کے سکے خریدتے تھے اور چونکہ سونے کے سکے بہت کم مقدار میں دستیاب ہوسکتے تھے۔ لہذا طلائی ایگل (یعنی امریکہ کے ۲۰ ڈالر والے سکوں) کی مانگ میں بہت نمایاں اضافہ ہو گیا۔

۱۹۳۲ء کے آغاز میں یہ بات واضح ہوگئی کہ امریکہ کی حالت سقیم ہوتی جارہی تھی۔ معیار طلا کو انگلستان کے ترک کر دینے کا پہلا نتیجہ واثر یہ ہوا کہ ڈالر خریدنے کے لیے عام یورش ہوئی، لیکن اس کے کچھ عرصہ بعد ہی اس کے بجاے امریکہ کی

حالت کے بارے میں روز بروز بے اطمینانی بڑھتی گئی جو زیادہ تر بنکوں کی تباہی کے ایک اور سیلاب کا نتیجہ تھا، چنانچہ اس تباہی کا بہترین اندازہ مندرجۂ ذیل جدول سے بہترین طریقے سے ہو سکتا ہے:۔

280

سن	بنکوں کی تعداد جن کا دوالہ نکلا	امانتیں بحساب ملین ڈالر
۱۹۳۰ء	۱۳۴۵	۸۶۵
۱۹۳۱ء	۲۲۹۸	۱۶۹۲
۱۹۳۲ء	۱۴۵۳	۷۳۰

کثیر المقدار سونے کے واپس طلب کیے جانے اور اس کی بیشتر مقدار کے فرانس چلے جانے سے امریکہ کے ذمہ دار حکام کو سخت تشویش اور بے اطمینانی ہو رہی تھی۔ لیکن اس سے بھی زیادہ مذموم شے یہ تھی کہ امریکہ میں زر کا اندوختہ کرنے کی تحریک رونما ہوئی اور کاغذی ڈالر بھی مستثنیٰ نہ رہے، چنانچہ جدول (۲۲) سے اس کا اثر زر کاغذ کے اجرا کے اضافے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۳۱ء تا ۱۹۳۲ء کے موسم سرما میں حکام امریکہ نے ایسے تدابیر مسلسل اختیار کیے جو بظاہر اس تصور پر مبنی تھے کہ امریکہ کو بقیہ دنیا کا خیال ترک کر کے سب سے اول اپنے داخلی انتظامات کی درستی کرنی چاہیئے اور اس تفریطی اجرا کو روکنا چاہیئے جو کساد بازاری کا سبب خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن چونکہ حکام افراط اجرا کے نام سے بظاہر بہت خائف تھے اس لئے، مکرر اجرا کی اصطلاح بطور سبیل البدل جلد ڈھال لی گئی۔

ان سب اصلاحی تدابیر کی داستان طویل اور پیچیدہ ہے، لیکن اس امر پر نظر رکھتے ہوئے کہ امریکہ میں اس کے بعد کیا واقعات ظہور پذیر ہوئے اس داستان کے چند اساسی خصوصیات کا خاکہ پیش کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ ۱۹۲۷ء ہی میں حکومت امریکہ نے اس بات کی ضرورت محسوس کی تھی کہ

کاشتکاروں کے لیے کچھ کرنا چاہیئے اور پہلی سعی مک ناری و ہاگن کے مسودۂ[1] قانون کی شکل میں تھی، جس کا مقصد امریکہ کی اُن خاص پیداواروں کی قیمتوں میں اضافہ کرنا تھا جو برآمد کی فاضلات پر منحصر و مبنی تھیں۔ خیال یہ تھا کہ حکومت ان برآمد کے فاضلات کی نکاسی اپنے ذمے لے لے اور اگر ضرورت ہو تو نقصان کے ساتھ، اور اس نقصان کو سب کاسبوں اور پیدا کرنے والوں پر کسی طریقے سے تقسیم کر دے۔ لیکن اس مسودۂ قانون کا کچھ بھی نتیجہ نہ نکلا۔ تاہم ۱۹۲۸ء کے صدارتی انتخاب نے دونوں جماعتوں نے اپنے آپ کو اس بات پر مجبور پایا کہ کاشتکاروں سے وعدے کریں اور ۱۹۲۹ء میں ہوور کی حکومت نے مجلس امداد کاشتکاران[2] گیہوں اور روی کے انتظام کے لیے قائم کی، چنانچہ اس مجلس نے اپنا کام اسی سال ماہ اکتوبر میں وال اسٹریٹ کی تباہی سے پیشتر شروع کر دیا۔ اس مجلس کے کاموں کی عجیب و غریب داستان مصنف نے کسی دوسرے مقام پر بیان کر دی ہے[3] اور اس مقام پر صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ حکومت کو معلوم ہوا کہ ۵۰۰ ملین ڈالر کے دائر فنڈ کے ساتھ اُسے قیمتوں کے سنبھالنے کے اصول کا رہبر گامزن ہونا ہے، چنانچہ اس پر عمل کرنے کا واحد اثر یہ ہوا کہ حکومت کے پاس روی اور گیہوں کے کثیر المقدار ذخائر پڑے رہ گئے جو ایسی قیمتوں پر خرید ے گئے تھے جن کا اس کے بعد پھر کبھی ظہور نہ ہوا۔ اس کے بعد جو قدم اٹھایا گیا وہ ویٹرانس بونس بل[4] کی منظوری تھی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ جنگی خدمات کے صلے میں جو مختلف سالینے ادا کیے جاتے تھے وہ فوری نقد تادیوں میں مبدل ہو گئے، چنانچہ اس طریقے سے تقریباً ۲۰۰۰ ملین ڈالر کی ادائی واجب ہو گئی۔ اس کے بعد قومی قرضے کی انجمن[5] وجود میں

281

[1] Mc Nary Hugen Bill

[2] Farm Relief Board

[3] دیکھو مصنف کی کتاب "روی کی فروخت کا انتظام" (The Marketing of Cotton) شائع شدہ ۱۹۲۳ء

[4] Veterans Bonus Bill مسودہ قانون وظائف ملازمان فوج

[5] National Credit Corporation

آئی جس کے فنڈ کی مقدار ۵۰۰ ملین ڈالر تھی اسے بنکوں کے بے کار اور ناقابل فروخت اثاثے کو کارآمد بنانے کے لیے استعمال کیا گیا، اور اس کے بعد اس کے مماثل مقصد سے جمع کرنے والوں کی امدادی انجمن[1] اور جائداد غیر منقولہ کی حفاظت کی انجمن[2] قائم ہوئی لیکن یہ سب تجاویز غیر موثر و غیر مکتفی ثابت ہوئے۔ چنانچہ قومی قرضے کی انجمن نے بمشکل کام کا آغاز کیا تھا کہ جنوری ۱۹۳۲ء میں اس کی بجائے ایک نئی انجمن بنام "انجمن تنظیم مالیات"[3] سے کردی گئی جس کے مجموعی فنڈ کی مقدار ۲۰۰۰ ملین ڈالر تھی۔ اس کو زیادہ تر امریکہ کے بنکوں کی مالی حیثیت مستحکم کرنے کے کام میں لایا گیا، اور بعض بڑی ریلوں کو عظیم المقدار قرضے بھی دیے گئے، لیکن اس کا اثر عام صنعت پر بہت ہی کم پڑا۔

واشنگٹن سے اس کے بعد اندوختوں کے خلاف ایک عظیم الشان تحریک شروع ہوئی اور اس کو واضح کرنے کے لیے امریکہ کے زر کے نظام[4] کا کچھ بیان ضروری ہے۔ جیسا کہ جدول (۲۱) سے معلوم ہوگا امریکہ میں سات مختلف قسم کے کاغذی ڈالر ہیں۔ طلائی صداقت ناموں کی بنیاد کلیتہً سونے پر اور نقروی صداقت ناموں کی بنیاد کلیتہً چاندی پر قائم ہے لیکن جاری کردہ زر کاغذ کا بیشتر حصہ وفاقی سرمایہ محفوظ کے نوٹوں پر مشتمل ہے، جن کی بنیاد کے طور پر ۴۰ فی صد سونا ہے اور بقیہ حصہ تمسکات، ہنڈی وغیرہ پر مبنی ہے۔ گردش میں جو فلزی زر تھا اس کے منجملہ تقریباً نصف مقدار سونے پر مشتمل تھی۔

متعاقب واقعات کی تشریح کرنے کی غرض سے اس مقام پر یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ ریاستہائے متحدہ کا بنک کاری کا نظام ایک حد تک غیر ترقی یافتہ اور ابتدائی نوعیت رکھتا ہے اور فی الحقیقت کوئی مرکزی بنک موجود نہیں ہے۔ وفاقی سرمایہ محفوظ کے نظام کی

---

[1] Depositors Relief Corporation

[2] Real property defence poo

[3] Reconstruction Finance Corporation

[4] Federal Reserve System

282

رو سے ۱۹۱۳ء میں ریاستہائے متحدہ کے طول و عرض میں بارہ اضلاع میں، ہر ایک میں
ایک فیڈرل رزرو بنک قائم ہوا جن میں سے سب سے اہم بلاشبہ نیویارک اور
شکاگو تھے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی بنک آف انگلینڈ کی حیثیت نہ رکھتا تھا،
اگرچہ مجلس سرمایۂ وفاقی محفوظ[1] ان سب کی ایک حد تک نگرانی کرتی اور ان کو ایک
شیرازے میں منظم رکھتی ہے۔ لیکن اس نظام میں سب سے بڑی بیقاعدگی
یہ تھی کہ (۱) فیڈرل ازرو بنک کے دوش بدوش نیشنل بنک موجود ہے
فیڈرل ازرو نظام کے کم و بیش زیر نگرانی ہیں، (۲) اس اتحاد میں جو ریاستیں
شریک ہیں ان سب میں کثیر التعداد چھوٹے چھوٹے بنک پھیلے ہوئے ہیں۔ (۳)
ہر ریاست بنک کاری کے متعلق اپنے جداگانہ قوانین رکھتی ہے، اور اس لحاظ سے
ان بنکوں کو ریاستی بنکوں کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہمارے خیالات کے
لحاظ سے ان میں سے متعدد بنک بہت ہی چھوٹے ہیں، چنانچہ انھی چھوٹے
بنکوں میں خاصکر قصبات میں تباہی کا سب سے زیادہ شدید دور دورہ رہا۔

اس نظام کی کچھ اصلاح کرنے کی پہلی کوشش کا مہیج وہ مشکلات تھے
جن کے رونما ہونے کا خطرہ سونے کے فرانس کو چلے جانے کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا۔
اہل امریکہ اپنے سونے کے ذخائر کے متعلق خاص خیالات رکھتے ہیں۔ وفاقی سرمایہ کے
نوٹوں کی بنیاد کے طور پر ۴۰ فی صد سونا رکھنا ضروری ہے، اور معمولی بنک کے
کاروبار کے لیے وفاقی سرمایہ کے نظام کے تحت بنکوں کو ضروری ہے کہ وہ
اپنے ذمہ کے واجب الادا رقوم کا ۳۵ فی صد سونے کی شکل میں رکھیں۔ امریکہ میں
ان ضرورتوں سے زائد جو سونا رکھا جاتا ہے اس کو "آزاد" یا غیر "مقید" سونے کے
نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اور ۱۹۳۲ء میں وفاقی سرمایۂ محفوظ نوٹوں کے کثیر المقدار
اضافے کے نتیجے کے طور پر اس آزاد سونے کی مقداریں غالباً بری طرح کم
ہو رہی تھی۔ لیکن اس وقت میں زیادہ تر اس واقعے کی بنا پر اضافہ ہو گیا کہ
کساد بازاری کے نتیجے کے طور پر تجارتی ہنڈیوں میں جو قلت ہوئی اس کے

---

[1] Federal Reserve Board.

باعث فیڈرل ازرو بنکوں کو ۶۰ فی صد کی بنیاد کے لیے تجارتی ہنڈیاں حاصل کرنے میں بڑی مشکل پیش آئی، چنانچہ بنک ۴۰ فی صد سے بہت زیادہ حصے کو سونے کی شکل میں رکھنے پر مجبور ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۳۲ء میں ہی امریکہ کے معیار طلا سے ہٹ جانے کا ذکر مبہم طور سے شروع ہو گیا۔

زیادہ تر اسی مشکل کا مقابلہ کرنے کے لیے فروری ۱۹۳۲ء میں گلاس اسٹی گل بل[1] منظور ہوا تاکہ وفاقی سرمایۂ محفوظ کے نظام سے متعلق قوانین موضوعہ کی اصلاح کی جائے۔ اس مسودۂ قانون کی سب سے بڑی قرارداد یہ تھی کہ فیڈرل ازرو بنک ۶۰ فی صد کی بنیاد کے طور پر تجارتی ہنڈیوں کے بجائے سرکاری تمسکات رکھ سکتے تھے اور یہ اندازہ کیا گیا تھا کہ اس کی بدولت ۷۰۰ ملین ڈالر سونا آزاد ہو جائے گا، اور امریکہ اس قابل ہو گا کہ فرانس کے کل فاضلات کو ادا کر دے۔ اسی کے ساتھ ساتھ مسودۂ قانون میں دوسری قراردادیں بھی طے پائیں جن کا مقصد اعتبار کی رسد میں سہولتیں پیدا کرنا اور آزاد سونے کی مقدار میں اضافہ کرنا تھا۔

لیکن اس اثنا میں دنیا پھر جنگی قرضوں اور تاوانات کے پیچیدہ مسئلے میں الجھتی جا رہی تھی، چنانچہ اس کے ساتھ ان متعدد قلیل المدت قرضوں کا بھی لحاظ کرنا چاہیے جو ممالک یوروپ کو دیئے گئے تھے اور ۱۹۳۱ء کے موسم گرما میں جن کی ادائی کم و بیش رک گئی تھی۔ انگلستان نے آسٹریا کو ۴ ملین پاونڈ کا قرضہ دیا تھا، اور جرمنی کو انگلستان، فرانس، ریاستہائے متحدہ اور بنک برائے بین الاقوامی تصفیہ جات نے ۱۰۰ ملین ڈالر کا قرضہ دیا تھا، ان سب کی تجدید وقتاً فوقتاً ہو رہی تھی۔ ان کے قطع نظر جرمنی کو جو تجارتی اور بنکوں کے قرضے دیئے گئے تھے ان کی بھی تجدید نہ صرف معاہدۂ "سکوت"[2] کے تحت ہو رہی تھی جو لندن کی ایک کانفرنس منعقدۂ ۲۱ر جولائی ۱۹۳۱ء کے نتیجے کے طور پر نافذ ہوا تھا بلکہ بیسل کانفرنس[3] کے تحت بھی ہو رہی تھی جو ۱۸ر اگست ۱۹۳۱ء کو منعقد

283

ے۔ Stand-still Agreement

ے۔ Glass-stegall Bill

ے۳۔ Basle conference

ہوئی تھی۔ لیکن سب سے بڑا مسئلہ تاوانات کا اور امریکہ کو قرضے کی ادائی کا تھا۔ صدر امریکہ ہوور نے جون میں کانگریس سے مشورہ کیے بغیر کارروائی کی تھی، اور یہ امر مسلم تھا کہ کانگریس اس کی مخالفت کرنے والی تھی۔ اس اثنا میں فرانسیسی وزیر اعظم پیم لوال نے ہوور سے اکتوبر ۱۹۳۱ء میں ملاقات کی اور ان کی گفت و شنید کے نتیجے کے طور پر ایک سرکاری اطلاع شایع کی گئی جس میں بیان کیا گیا تھا کہ بین الحکومتی واجبات کے معاملے میں ان یوروپین دول کو بعجلت ممکنہ کارروائی آغاز کرنی چاہیئے جن کا تعلق یکم جولائی ۱۹۳۱ء سے بیشتر کے طے کردہ معاہدات کے نظام العمل سے تھا۔

جس وقت کانگریس کا جلسہ ہوور کی صدارت میں منعقد ہوا تو تصادم اس سے بدرجہا زیادہ سخت تھا جس کی توقع کی جارہی تھی۔ غرض تمام معاملات کا خلاصہ یہ کہ کانگریس نے صرف مندرجۂ ذیل اعلان کے ساتھ مہلت ادائی قرضہ کی منظوری دی:۔ "اعلان کیا جاتا ہے کہ یہ بات صریحاً کانگریس کے اصولِ عمل کے خلاف ہے کہ ممالک غیر کے ذمے ریاستہائے متحدہ امریکہ کا جو قرضہ واجب الادا ہے اس میں کسی طرح کی قطع و برید کی جائے یا اس کو منسوخ کیا جائے اور اس مشترکہ قرار داد سے کوئی ایسے معنی نہ لیے جائیں گے جن سے اس کے برخلاف اصولِ عمل ظاہر ہو یا یہ مترشح ہو کہ اس معلنہ اصولِ عمل میں تبدیلی کرنے کی موافقت میں کسی وقت غور کیا جائے گا۔"

اس طرح جنگی قرضوں اور تاوانات کا مسئلہ بالکل چیستاں بن کر رہ گیا تھا۔ جرمنی کو بیسل کمیٹی کی رپورٹ کی تائید حاصل تھی، چنانچہ وہ اس پر زور دے رہا تھا کہ تاوانات کی مزید ادائی قطعاً ناممکن ہے۔ فرانس یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ اگر جرمنی اسے تاوان ادا نہ کرے گا تو وہ اپنے ذمے کے قرضے کی ادائی کسی کو بھی نہ کرے گا، انگلستان وقتاً فوقتاً یادداشت بالفور کے شرائط کا اعادہ کر رہا تھا کہ ہم اپنے دینداروں سے اس سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کرتے جتنا کہ ہمیں امریکہ کو ادا کرنا ہے اور امریکہ قرضوں کی قطع و برید یا تنسیخ کی کسی تجویز پر غور کرنے سے منکر تھا۔ ان حالات میں بالآخر لوزان کانفرنس جون ۱۹۳۲ء میں منعقد ہوئی اور ساری دنیا کو اس

بات پر تعجب ہوا کہ اس یاس انگیز صورت حالات میں مسٹر رمزے میکڈونلڈ نے ایک راضی نامہ طے کرانے میں فی الواقع کامیابی حاصل کی، چنانچہ اس راضی نامے کی رو سے جرمنی کے ذمہ کا تاوان آخری مرتبہ لیکن پھر بھی شرایط کے ساتھ گھٹا کر ۵ ملین پاونڈ مقرر کیا گیا۔ لیکن یہ خبر سن کر جو مسرت و ابتہاج ہوا وہ یہ معلوم ہونے پر کرکرا ہو گیا کہ یہ تصفیہ ایک "معاہدۂ شرفا"[1] پر مبنی تھا جو انگلستان اور فرانس کے مابین طے پایا تھا کہ اس تصفیئے پر اُس وقت تک عمل نہ ہو گا جب تک فرانس و انگلستان، امریکہ سے معقول شرایط پر ایک نتیجہ خیز تصفیہ نہ کرلیں۔ اسی زمانے میں مسٹر میکڈونلڈ نے ایک عالمی معاشی کانفرنس کے دعوت نامے جاری کیے کہ دنیا کے دوسرے تمام مسائل پر غور کرنے کے لیے اس کا فوری انعقاد ہوگا۔ لیکن امریکہ اس شرط پر شرکت کرنے کے لیے رضامند ہوا کہ کانفرنس کے بحث مباحثوں سے قرضوں اور محصول درآمد کا معاملہ خارج رہے!

لوزان کے بعد

تاہم ان شرایط کے باوجود دنیا نے لوزان کانفرنس کا خیر مقدم کیا کہ وہ کساد بازاری کے خاتمہ کا آغاز تھا، اور اس سے جو توقعات پیدا ہوئے اُن کو اس اچانک اور حیرت انگیز اعلان سے تقویت پہنچی کہ انگلستان پانچ فی صد والے ۰۰۰... ملین پاونڈ کے جنگی قرضے کو ۳½ فی صد شرح سے قرضہ حاصل کرکے اس سے مبدل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس کو ایک نمایاں ترقی خیال کیا جاتا تھا، اس لیے کہ اس کو شرح سود کی تخفیف کی عام تحریک کی علامت سمجھا گیا تھا، چنانچہ دوسرے ممالک نے سرکاری قرضوں کو جلد ہی سے اسی طرح مبدل کرنا شروع کردیا، اور اس کے بعد ہر قسم کے خانگی دینداروں نے بھی اپنے ذمے کے قرضوں کو جن کی مدت ختم ہو رہی تھی کمتر شرح سود پر قرضہ حاصل کرکے ادا کیا۔ اس کے نتیجے کے طور پر رجائیت کی ایک نئی

[1] Gentlemen's Agreement

285 پھر وڈ گئی جو نیویارک کے مسک کے صرف نے سے جولائی میں شروع ہوئی چنانچہ اس نے تمام اشیائی قیمتوں میں پھر اضافہ کر دیا اور آیندہ فصلوں کی خرابی کی بنیا دپر روی کی قیمتیں سب پر سبقت لے گئیں لیکن یہ گرما گرمی دوبارہ قلیل المدت ثابت ہوئی اور ماہ ستمبر میں کمی کا رجحان رونما ہوا یہاں تک کہ فروری کے تقریباً ختم تک قیمتوں میں بتدریج تخفیف ہوتی رہی۔

اس اثنا میں ماہ ستمبر میں مقبوضات برطانیہ کی ایک کانفرنس بمقام اوٹاوا منعقد ہوئی اور بہت جلد یہ بات واضح ہوگئی کہ نتائج اس حد تک جس حد تک کہ محصول درآمد کی تخفیف کا تعلق تھا کلیتہً سلبی تھے۔ اس مجوزہ شہنشاہی زرکی شیرازہ بندی کے بارے میں بھی کچھ نہ کیا جا سکتا تھا جس کے متعلق توقع تھی کہ وہ اسٹرلنگ کی شیرازہ بندی کا بہ شمول ان تمام دوسرے ملکوں کے جو معیار طلا سے ہٹے ہوئے تھے، قلب ومرکز ہوگا۔ کنیڈا اس لیے راضی نہ ہوا کہ وہ اپنے زرکو ریاستہائے متحدہ کے ڈالر سے حتی الامکان قریب رکھنے کو ترجیح دیتا تھا۔ جنوبی افریقہ اب بھی معیار طلا کو ترک کرنے سے منکر تھا، اور چاندی کو بحال کرنے اور ازسرنو منتظم کرنے کا کام اصلاحی تجویز کا ایک جزو تھا، لیکن اس کی راہ میں جو عملی مشکلات حائل تھے وہ ناقابل حل ثابت ہوئے۔

اس کے بعد جو اہم تبدیلی رونما ہوئی وہ ریاستہائے متحدہ کا صدارتی انتخاب تھا، جس کے نتیجے کے طور پر روزویلٹ کو سنسنی خیز کامیابی حاصل ہوئی۔ جونہی یہ ختم ہوا انگلستان اور فرانس نے اس غیر سرکاری استدعا پر عمل کرتے ہوئے جو لوزان کے بعد کی گئی تھی کہ انتخاب کے ختم ہوجانے تک امریکہ سے قرضوں کے بارے میں کچھ گفت وشنید نہ کرنی چاہیئے، واشنگٹن کو مشترکہ طور سے مراسلے روانہ کیے جس میں جنگی قرضوں پر مکرر غور کرنے کی خواہش کا اظہار کیا گیا تھا۔ لیکن واشنگٹن سے یہ جواب وصول ہونے پر کہ ایسا کرنے کی کوئی معقول وجہ دکھائی نہیں دیتی سخت صدمہ ہوا اور مایوسی کی گھٹا چھاگئی۔ تاہم ایک اور مراسلہ بھیجا گیا جس میں دلائل نہایت موثر طریقے سے پیش کیے گئے تھے۔ اس اس گفت وشنید کے دوران میں ہمارے ملک میں صحافتی نقد وتبصرے کے لہجے میں ایک انوکھی تبدیلی ظاہر ہوئی۔ تسویۂ مبادلہ فنڈ[ل] ۱۹۳۲ئ کے موازنے کی رو سے قائم

ل۔ Exchange Equalisation Fund

ہوا تھا، لیکن ابتداءً ہر شخص یہ خیال کرتا تھا کہ اس فنڈ کے عمل کے نتیجے کے طور پر ہمارے پاس ڈالروں کا کافی وافر ذخیرہ تھا تاکہ اگر کوئی مطالبہ ادا کرنا ہو تو اس کے ذریعے سے ادا کیا جا سکے۔ لیکن اب یہ بیان کیا جا رہا تھا کہ ہمارے پاس ڈالر موجود نہ تھے، اور یہ کہ اگر کوئی مطالبہ ادا کرنا ضروری ہو تو ہمیں نقصان عظیم برداشت کر کے ڈالر خریدنا پڑے گا۔ اس لیے کہ ہماری درخواست کے مسترد ہونے پر شرح مبادلہ گھٹ کر آخری نئی حد یعنی ۴ اور ۳ ڈالر تک پہنچ گئی تھی۔ لیکن یہ استدلال ایک حد تک ترحم کا استدلال تھا اور وہ بھی ایسا ہی غیر موثر ثابت ہوا جیسے دوسرے استدلال، اس لیے کہ ۱۵ ر ڈسمبر کو ہمیں ۹۵ ملین ڈالر ادا کرنے پڑے، لیکن فرانس نے آخری لمحے میں ادائی سے انکار کر دیا۔

286

لیکن یہاں یہ بیان کر دینا مناسب ہوگا کہ یہ رقم کس طرح ادا کی گئی۔ بنک آف انگلینڈ نے اپنی تجوریوں میں ۱۹۶۳۲۰۸۳۱ پاونڈ سونے کی منتقلی کا عمل کر کے اس کو نیویارک کے فڈرل رزرو بنک کے نام سے نشان زد مختص کر دیا، جس کے بعد موخر الذکر بنک نے اس کا معادل بہ شکل ڈالر ریاستہائے متحدہ کے خزانے کو ادا کر دیا اور واقعہ یہ ہے کہ اس سونے کی ترسیل بذریعہ جہاز شروع ہو گئی۔ اس کی وجہ سے بنک آف انگلینڈ کے سونے کے ذخیرے میں معتدبہ کمی واقع ہوئی اور ایسی حالت میں کہ کرسمس کا زمانہ قریب آ رہا تھا جبکہ نوٹوں کی گردش میں معمولاً اضافہ ہو جایا کرتا ہے محفوظ سرمائے کی تقلیل بہت برے نتائج پیدا کر سکتی تھی، لیکن اس وقت و دشواریوں کا مقابلہ کرنے کے لیے عملی ضرورت کے لحاظ سے ایک دلچسپ تدبیر اختیار کی گئی۔ مک ملن کمیٹی کی رپورٹ سے یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ جنگ کے بعد سے کلیرنگ بنکوں کے نقد کے محفوظ سرمایوں میں کثیر المقدار زر کاغذ موجود تھا جس کا اندازہ تقریباً ۰۰ ملین پاونڈ کیا گیا تھا اور یہ مقدار زر کے لیے عوام کی ممکنہ ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے کافی سے زیادہ تھی۔ اس لحاظ سے ان بنکوں کو یہ مشورہ دیا گیا کہ وہ کرسمس کے زمانے میں اپنی معمولی زر کی ضرورتوں کے لیے بنک آف انگلینڈ کو چک تحریر کرنے کے بجائے اپنے ذمے کے مطالبات کو نوٹوں کے اس ذخیرے سے پورا کریں، چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نوٹوں کی گردش جو ۱۴ ر دسمبر کو بڑھنا شروع

ہو چکی تھی دوسرے ہی ہفتہ میں اس میں بجائے مزید اضافہ کے دو ملین پاونڈ تک کمی ہو گئی اور یہ تخفیف کرسمس تک جاری رہی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً ۵ ملین پونڈ کے نوٹ فی الحقیقت رواج سے عارضی طور سے ہٹ گئے اور بنک آف انگلینڈ کا محفوظ سرمایہ اسی حد تک برقرار رہا۔

لیکن ہماری ادائی کا فوری اثر یہ ہوا کہ مبادلے میں فوراً بحالی رونما ہوئی اور بہت جلد زر کا بہاؤ از سر نو لندن کی جانب شروع ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بنک آف انگلینڈ فی الحقیقت بقیہ ۱۹ ملین پاونڈ کا سونا واپس خریدنے کے قابل ہو گیا۔ چنانچہ بنک آف انگلینڈ کی جانب سے عظیم المقدار سونے کی خریداریوں کے نئے سلسلے کا یہ آغاز تھا جس نے آیندہ چند ماہ کے دوران میں بنک آف انگلینڈ کے سونے کے ذخیرے کو ماہ دسمبر کے ۱۲۰ ملین پاونڈ کی ادنیٰ سطح سے بڑھا کر ماہ اگست میں ۱۹۲ ملین پاونڈ تک

287

پہنچا دیا۔ یہ تغیر اس بہت ہی نمایاں تبدیلی کی ظاہری علامت تھا جو انگلستان کے اعتبار کے بارے میں دنیا کے طرز عمل میں رونما ہوئی تھی۔ لندن کی جانب کثیر المقدار زر کے بہاؤ کا سلسلہ جاری رہا، اور بنک آف انگلینڈ نے غالباً اس خوف سے کہ مبادا یہ سب "خراب زر" اس کو پھر مشکلات میں پھنسا دے، جیسا کہ ستمبر ۱۹۳۱ء میں ہوا تھا، بظاہر یہ فیصلہ کیا کہ واحد محفوظ طریقہ یہی ہے کہ فاضلات سونے کی شکل میں رکھے جائیں۔ یہ جیسا کہ بعد میں ظاہر ہوا، امریکہ کی صورت حالات سے متعلق خوف وہراس کے عام احساس کا آغاز تھا، چنانچہ بعد کے ایک مہینے کے زمانے میں سب سے زیادہ ڈرامائی تبدیلی رونما ہوئی یعنی ریاستہائے متحدہ میں بنک کاری نے نہایت نازک صورت اختیار کر لی جس کے نتیجے کے طور پر امریکہ معیار طلا سے ہٹ گیا۔

اوائل جنوری ۱۹۳۳ء میں مسٹر روزویلٹ نے قرضوں کے بارے میں غیر متوقعہ طور سے ایک نیا اصول کا اختیار کیا اور وہ یہ کہ انھوں نے حکومت برطانیہ کو مطلع کیا کہ اگر وہ اپنے نمایندے فوراً روانہ کرے تو حکومت امریکہ نہ صرف قرضوں کے معاملے میں بلکہ دوسرے عالمی مسائل کے بارے میں بھی ان سے گفتگو کرنے کے لیے بخوشی تیار ہے۔ ابتداءً یہ دعوت صرف ان دول تک محدود رہی جنھوں نے ماہ دسمبر میں قرضے کے اقساط ادا کیے تھے لیکن اس کو فوراً وسیع کیا گیا،

چنانچہ یہ کہنا ایک حد تک پیش بینی ہوگی کہ اسی کی بنیاد پر اپریل میں مسٹر رمزے میکڈ ونلڈ واشنگٹن تشریف لے گئے اور ان کے پیچھے فرانس، اٹلی اور کنیڈا کے نمایندے گئے۔ ان ملاقاتوں کا مقصد بلا شبہ یہ نہ تھا کہ کوئی قطعی معاہدات طے کیے جائیں بلکہ یہ کہ عالمی معاشی کانفرنس کے لیے راستہ صاف کیا جائے، چنانچہ سب سے اہم نتیجہ یہ تھا کہ اس کانفرنس کی تاریخ ۱۲ جون مقرر ہوئی۔

اس اثنا میں عام مالی صورت حالات میں دوسری سمتوں میں تغیرات ہو رہے تھے۔ دسمبر تا جنوری میں جنوبی افریقہ نے بالآخر معیار طلا ترک کر دیا اور اس کے نتیجے کے طور پر جنوبی افریقہ میں سونے کی قیمت میں جو اضافہ ہوا اس نے جنوبی افریقہ کی کانوں کے حصص کا بازار گرم کر دیا۔ فرانس کو اپنا مالیہ متوازن کرنے میں بہت دشواری پیش آ رہی تھی، چنانچہ اس کے نتیجے کے طور پر وزارت (کابینہ) نے ایک دفعہ اور نازک صورت اختیار کر لی، اور جرمنی میں نازیوں کے بر سر اقتدار آجانے کی وجہ سے کچھ بے چینی پیدا ہو گئی۔

لیکن ان سب واقعات کو امریکہ کی بنک کاری کی نازک صورت حالات نے ماند کر دیا۔ دسمبر ۱۹۳۲ء میں کانگریس میں ان قرضوں کا حال شایع کرنے کا مطالبہ کیا گیا جو انجمن تنظیم مالیہ[1] کی جانب سے دیے گئے تھے۔ کسی نے اس کی ایک فہرست غیر سرکاری طور سے شایع کر دی جن کی وجہ سے حکومت قبل از وقت عمل کرنے پر مجبور ہو گئی اور اس کا نتیجہ جیسا کہ حکام کی پیش گوئی تھی یہ ہوا کہ جن بنکوں کی امداد کی گئی تھی ان کی حیثیت و حالت کے بارے میں فوراً خوف و ہراس کا سیلاب تازہ ٹوٹ پڑا۔ ۱۹۳۲ء میں امریکہ میں اندوختوں اور بنک کے دیوالوں کی حد تک صورت حالات میں بہت بڑی حد تک اصلاح ہو گئی تھی، لیکن اس نے بے اطمینانی کی ایک نئی لہر پیدا کر دی، چنانچہ اوائل فروری ۱۹۳۳ء میں نیو آرلینس کا ایک اہم بنک مشکلات میں پھنس گیا اور لوئیزیانہ کی ریاست نے ایک دن کے لیے تعطیل بنک کا اعلان کر دیا۔ اس کے فوراً بعد ہی ڈی ٹرائٹ میں مشکلات رونما ہوئے اور مشی گن کی ریاست نے

[1] Re-construction Finance Crporation

اس سے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور چار دن کی بنک کی تعطیل کا اعلان کیا گیا۔ اس مصیبت نے روایتی سرعت کے ساتھ پھیل کر بنکوں پر عام یورش کی شکل اختیار کر لی اور بتاریخ ۲۵ر فروری یوم شنبہ کانگریس کو ایک ایکٹ بعجلت ممکنہ منظور کرنا پڑا جس کی رو سے جملہ ریاستوں کو عملاً یہ اقتدار و اختیار دیا گیا کہ تعطیل بنک یا مہلت ادائی کا اعلان کریں یا بنکوں سے زر امانت واپس طلب کرنے کے بارے میں جمع کنندوں کے حق کی تحدید کریں۔

نیو آرلینس کے جس بنک کی وجہ سے سارے مصائب رونما ہوئے تھے وہ بتاریخ ۲ر مارچ یوم پنجشنبہ پھر مشکلات میں مبتلا ہو گیا اور اس شہر کا روی کا بازار بند کر دیا گیا، اس کے برخلاف نیو یارک میں وفاقی محفوظ سرمایہ کی شرح ۲½ فی صد سے بڑھا کر ۳½ فی صد کر دی گئی۔ اندوختے کرنے کی غرض سے بنکوں سے جو زر واپس طلب کیا گیا اس کی مقدار سرعت کے ساتھ بڑھتی گئی اور اس مرتبہ طلائی صداقت ناموں یا اصل سونے کو نمایاں طور سے ترجیح دی جا رہی تھی اور بیرونی حسابات چکانے کے لیے بھی نیو یارک میں کثیر المقدار سونے کو نشان زد کیا گیا۔ بتاریخ ۴ر مارچ روز شنبہ معاملات نے اچانک طور سے نازک صورت اختیار کر لی، چنانچہ نیو یارک اور شکاگو کے بنک بند ہو گئے، جس کی وجہ سے تمسک صرافوں اور اشیا کے بازاروں کو بھی بند ہونا پڑا اور بیرونی مبادلے میں ہر قسم کا کاروبار رک گیا، چنانچہ اسٹرلنگ کا آخری نرخ ۳¾ ۴ ۴ ۳ ڈالر تھا۔

جس دن حالات نے نازک صورت اختیار کر لی تھی اسی دن روزویلٹ صدر جمہوریہ کی کرسی نشینی کی رسم ادا کی گئی اور انھوں نے فی الفور تمام ریاستہائے متحدہ میں بنکوں کے لیے چار دن کی مہلت ادائی کا اعلان کر دیا جو بعد میں بڑھا کر ایک ہفتہ کر دی گئی، چنانچہ اس میں داخلی و خارجی دونوں حیثیتوں سے سونے پر کامل طور سے بندشیں عائد کی گئیں جس وقت بنکوں کو دوبارہ کھلنے کی اجازت ملی تو چار قسمیں قائم کر کے بتدریج اجازت دی گئی، چنانچہ بنکوں کی ایک قسم وہ تھی جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہ مستحکم تھے اور فوراً دوبارہ کاروبار جاری کر سکتے تھے، دوسرے وہ جن کی حیثیت جانچ کے بعد مستحکم ثابت ہوئی اور اس کے بعد وہ دوبارہ کھل سکتے تھے تیسرے وہ جن کے متعلق یہ خیال تھا کہ انجام کار ان کی حیثیت مستحکم بنائی

جاسکتی تھی اور آخر میں وہ جن کی حالت مایوس کن اور تنظیم طالب تھی نیشنل یا جمہوری بنکوں کے بارے میں جن اصول کو استعمال کیا گیا ان ہی کا اطلاق اسٹیٹ بنکس یا ریاستی بنکوں پر بھی کیا گیا۔ چنانچہ یہاں یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ مارچ کے ختم تک کل ملک کے ۱۸۰۰۰ بنکوں کے منجملہ تقریباً ۱۲ ہزار بنکوں نے اپنا کاروبار ازسرنو شروع کر دیا تھا، اگرچہ ان میں سے بعض کو پھر بند ہونا پڑا۔ مبادلات کے کاروبار بھی ۱۳ر مارچ کو ازسرنو جاری ہو گئے اور سب کو حیرت تھی کہ اس سے بیشتر بند ہونے کے بعد سے ان میں کوئی تبدیلی ظاہر ہی نہیں ہوئی، اگرچہ اس وقفے میں بدرجہا اعلیٰ شرحوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ تمسک صرافہ ۱۵ر مارچ کو اور اشیا کا صرافہ ۱۶ر مارچ کو دوبارہ کھلا، اور ان دونوں میں ابتداءً قیمتوں میں عظیم اضافے رونما ہوئے لیکن وہ بہت جلد مفقود بھی ہو گئے۔

نئی حکومت کے سامنے دو اشد ضروری مسائل پیش ہوئے، اور وہ یہ کہ سونے کی بندش کے متعلق کیا کرنا چاہیے جس سے معیار طلا کو ترک کرنے کا مسئلہ وابستہ تھا اور دوسرے یہ کہ سونے کی تقلیل پذیر رسد پر مزید بار ڈالے بغیر زائد زر کس طرح مہیا کرنا چاہیے۔ پہلے مسئلے کو یوں حل کیا گیا کہ سونے پر جو بندش قائم کی گئی تھی اس کو داخلی و خارجی دونوں معاملات میں جاری رکھا گیا، لیکن موخر الذکر صورت میں چند محدود مستثنیات تھے جن میں ۵ر اپریل کو مزید ترمیم کر دی گئی اور مبادلات کے لیے ایک آمر مطلق کا تقرر کیا گیا تاکہ مبادلے کے کاروبار کی نگرانی کرے۔ اس طرح اصولاً امریکہ نے معیار طلا کو قطعی طور سے ٹھیک اسی طرح ترک کر دیا جس طرح انگلستان نے اپریل ۱۹۱۹ء میں ترک کیا تھا، لیکن خزانے کے عہدہ داروں نے نہایت شد و مد کے ساتھ انکار کر دیا کہ ان کا اس قسم کا کوئی ارادہ تھا اور دنیا ان کے الفاظ پر یقین کرنے کے لیے بظاہر تیار معلوم ہوتی تھی اس لیے کہ ڈالر بہت ثبات پذیر رہا۔ زر کے مسئلے نے جیسا کہ بعد میں ثابت ہوا اپنے آپ کو حل کر لیا۔ ابتداءً حساب گھر کے صداقتناموں کے قدیم طریقے کی تجدید کی تحریک ہوئی جو اس سے پہلے ۱۹۰۷ء کی امریکہ کی آفت کے زمانے میں اختیار کی گئی تھی لیکن اس کی بجائے فوراً اس تجویز سے کی گئی کہ سونے کی بنیاد کے بغیر ۲۰۰۰ ملین پاؤنڈ کا وفاقی زر کاغذ عملی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے

جاری کیا جائے۔ لیکن اس کا بہت قلیل جزو جاری کیا گیا، اس لیے کہ روزویلٹ کے دلیرانہ اصول عمل کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ اعتماد کا نیا احساس پیدا ہوا، چنانچہ شدید تعزیرات کی دھمکی کے تحت زر اور خاص کر سونے کی کثیر مقدار بینکوں کو واپس ہوئی۔

290

اس اثناء میں روزویلٹ نے مالیہ کے ضروری توازن کا کام مستعدی کے ساتھ انجام دیا اور کانگریس نے فوراً کفایت کے شدید تدابیر منظور کیے، دوسری جانب اس کے ساتھ ساتھ امتناع مسکرات کی تنسیخ کی جانب پہلا قدم اس طرح بڑھایا گیا کہ ہلکی شراب یعنی بیر کا استعمال قانوناً جائز قرار دیا گیا، اس طریقے سے اندازہ کیا گیا تھا کہ سرکار کو کثیر المقدار آمدنی وصول ہوگی۔

اس طرح ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آفت کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ سونے کی برآمد کو روک دیا گیا تھا اور جیسا کہ جدول (۲۰) سے معلوم ہوگا ملک کے سونے کے ذخائر کی مقدار اب بھی کثیر تھی، اس کے برخلاف اس کے مقابلے میں ممکنہ بیرونی مطالبات نسبتاً قلیل تھے اور غالباً ملک کے موجودہ آزاد سونے کی مقدار سے بھی کم تھے۔ اس لحاظ سے اس کی کوئی وجہ نہ معلوم ہوتی تھی کہ سونے کی برآمد پر کیوں مستقل بندشیں قائم کی جائیں، علیٰ ہذا اس کی بھی کوئی وجہ نہ معلوم ہوتی تھی کہ کیوں کسی بڑی حد تک انتفاخ کو عمل میں لایا جائے، لیکن اپریل کے وسط سے پیشتر ایک نئی تحریک کی علامتیں ظاہر ہوئیں۔

"قریب بہ عزل" کانگریس کے اجلاس صدارتی انتخاب اور نئے صدر کی رسم کرسی نشینی کے مابین منعقد ہوئے جن میں زرعی امداد کے قوانین وضع کرنے کے لیے ارکان مجنونانہ سرگرمی دکھا رہے تھے، چنانچہ متعدد تجاویز یکے بعد دیگرے پیش کیے گئے اور رفارم ریلیف بل (مسودۂ قانون امداد زراعت) جس میں ان تجاویز میں سے صرف چند شامل تھے ہوور کے عہد حکومت کے ختم ہونے سے دو یوم پیشتر کانگریس میں منظور ہوا۔ لیکن اس پر ہوور کے دستخط ہی نہ ہو سکے جب کانگریس نئے صدر کی سرکردگی میں منعقد ہوئی تو زرعی امداد کی بابت ایک نیا مسودۂ قانون پیش کیا گیا جس میں جملہ سابقہ تجاویز کے خصوصیات شامل تھے، لیکن اس زمانے میں جبکہ یہ مسودۂ قانون کانگریس میں منظوری کے آخری مراحل طے کر رہا تھا ایک سینیٹر نے دفعتہً ایک پوری دفعہ کے

اضافے کی تحریک کردی جس کی رو سے صدر کو مفرط اجرا کے غیر معمولی اختیارات عطا کیے گئے، چنانچہ ان میں حسب ذیل امور بھی شامل تھے :۔ (۱) حکومت کو اس امر کا اختیار کہ ۳۰۰۰ ملین ڈالر کے تمسکات بنکوں کو جاری کرے اور اگر بنک انھیں نہ لے سکیں تو اتنی ہی مقدار میں زر جاری کیا جائے۔ (۲) چاندی کی بحالی اور از سر نو تنظیم کے شرایط، چنانچہ دوسری باتوں کے منجملہ اس کی اجازت دی گئی کہ بیرونی قرضداروں کی جانب سے ۲۰۰ ملین ڈالر کی حد تک چاندی کی شکل میں ادائی قبول کی جائے اور اس چاندی کو مزید نقرئی صداقت نامے جاری کرنے کی بنیاد کے طور پر استعمال کیا جائے۔ (۳) صدر جمہوریہ کو اس امر کا اختیار کہ ڈالر کی قیمت بہ شکل طلا میں اپنے حسب صوابدید ۵۰ فی صد تک تخفیف کرے۔

بظاہر روزویلٹ صاحب اس دباؤ کی مقاومت نہ کر سکے جو ان تجاویز کی پشت پر تھا، اس لیے کہ انتفاخ کے وکیلوں نے یہ محسوس کرنا شروع کر دیا تھا کہ بنکوں کے محض جزوی طور سے مکرر کھلنے اور عملی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے زر کو رائج کرنے کی ناکامی کے نتیجے کے طور پر ملک تفریطی اجرا کے نئے شکنجے میں فی الحقیقت دبا جا رہا تھا۔ خواہ اس کا سبب کچھ ہی ہو واقعہ یہ ہے کہ ۱۹ر اپریل کو دفعتہً یہ اعلان کیا گیا کہ سونے کی بندشوں کا نفاذ پھر سختی کے ساتھ کیا جائے گا، ۵ر اپریل کو جو تجویزیں کی گئی تھیں وہ منسوخ کی گئیں اور اس دفعہ یہ بات سرکاری طور سے تسلیم کر لی گئی کہ امریکہ نے اس طرح معیار طلا کو ترک کر دیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شرح مبادلہ میں اچانک تخفیف ہو گئی، چنانچہ دو دن میں تقریباً پچاس درجے کمی ہو گئی اور شرح فوراً ۴ ڈالر سے اونچی ہو گئی اور یہ مفرط اجرا کی رجائیت کی علامت تھی، چنانچہ اشیا کی قیمتیں اور تمسک صرافوں کی شرحوں کی سطحیں نئی اعلیٰ حد کو پہنچ گئیں۔

291

اگر اس بارے میں شبہے کا کوئی امکان باقی رہ گیا تھا کہ آیا امریکہ اب بھی معیار طلا پر تھا یا نہیں تو وہ بالآخر رفع ہو گیا، چنانچہ یکم مئی کو حکومت امریکہ نے اپنے ذمے کا سود جو بیرونی تمسک داروں کو واجب الادا تھا سونے کی شکل میں یا سونے کی شرح قیمت پر ادا کرنے سے انکار کر دیا اور اس مثال کی تقلید بلا شبہ مستعدی کے ساتھ امریکہ کے دوسرے قرضداروں نے بھی کی باوجود اس کے کہ معاہدات میں

ایسے دفعات موجود تھے جن کی رو سے سونے کی شکل میں ادائی لازمی تھی اس لحاظ سے یہ معاہدات تقویم پارینہ بن گئے۔ چنانچہ جرمنی نے بھی فوراً اس کے مماثل راستہ اختیار کیا۔

عالمی معاشی کانفرنس ۱۹۳۳ء

عالمی زر اور معاشی معاملات کی کانفرنس اس قدر مکمل طور سے بے نتیجہ اور ناکام رہی کہ تاریخ کے خاص دور کے طور پر وہ بہ مشکل کسی عنوان کی مستحق ہے۔ ابتدا ہی سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ زر کی ثبات پذیری کا مسئلہ کانفرنس کے زیر غور مسائل میں سے اساسی مسئلہ تھا اور اسی کے بارے میں گہرا اختلاف آرا تھا۔ وہ سب ممالک جواب بھی معیار طلا پر تھے کم از کم عارضی ثبات پذیری کے خواہاں تھے اور اس کو روبہ عمل لانے کے لیے ایک خاکہ نمایندگان امریکہ کی منظوری و رضامندی سے مرتب کیا گیا، لیکن صدر جمہوریۂ امریکہ نے اس کو فوراً مسترد کر دیا چونکہ امریکہ قطعی طور سے انتقاخ کے اصول عمل کا پابند ہو چکا تھا اسی لیے ثبات پذیری کی کسی تجویز پر غور کرتے سے پیشتر وہ یہ معلوم کرنے کا مصمم ارادہ رکھتا تھا کہ یہ اصول کس طرح عمل کرے گا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ڈالر کی قیمت میں مزید تخفیف ہوگئی، چنانچہ ۱۹ر جولائی کو اسٹرلنگ کی شرح مساوات سے بڑھ کر ۸۲ء ۴ ڈالر ہوگئی۔ اس طرح اساسی مسئلے کو حل کرنے سے ناکام ہو جانے کے بعد یہ محسوس کیا گیا کہ دوسرے مسائل کی بحث بے کار تھی، چنانچہ ۲۷ر جولائی کو کانفرنس اختتام کو پہنچی، اور صرف ایک قطعی کامیابی کا سہرا اس کے سر رہا، یعنی چاندی کی فروخت کے بارے میں ایک معاہدہ حکومت ہند سے طے پایا۔

جون میں امریکہ کو جنگی قرضوں کی ششماہی کی ادائی واجب تھی یہی ایک معاملہ تھا جس کے بارے میں کانگریس نے روزویلٹ کو کامل اختیارات نہیں دیے تھے اگرچہ زرعی امداد کے مسودۂ قانون نے خزانۂ امریکہ کو اس کا مجاز گروانا تھا کہ ریاستہائے متحدہ کو کسی بیرونی حکومت سے جو قرضے واجب الوصول ہوں انھیں ۲۰۰ ملین ڈالر کی حد تک چاندی کی شکل میں قبول کیا جائے اور ان کی قیمت ۵۰ سنٹ فی اونس سے زائد نہ ہو۔

292

بظاہر اسی نقرے کے تحت ہماری حکومت نے بالآخر یہ فیصلہ کیا کہ ۱۰ملین ڈالر منظورہ شرح پر چاندی کی شکل میں ادا کیے جائیں۔ اس طرح برطانیہ پر تقریباً ۶۲۰۰۰۰ پاونڈ کے جملہ مصارف عائد ہوئے۔ اٹلی نے بھی علامتی زر کی شکل میں ادائی کی لیکن فرانس دوبارہ کلیتہً قاصر رہا۔

اس طرح ستمبر ۱۹۳۳ء کی عالمی صورت حالات کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ بحیثیت مجموعی ایک سال پیشتر لوزان کانفرنس کے بعد جو حالت تھی اس کے مقابلے میں ایک قدم بھی آگے بڑھایا نہیں گیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ تقلیل اسلحہ جنگی قرضے کے تصفیے یا تخفیف محصول کے بارے میں کوئی کارروائی طے نہیں پائی۔ اگرچہ قیمتیں ۱۹۳۲ء کے موسم گرما کی ادنیٰ ترین سطح سے پھر بہت خاصی اوپر ہوچکی تھیں تاہم اس بارے میں بہت کم اطمینان تھا کہ بحالی دیرپا اور مسلسل ہوگی۔ امریکہ کے مفرط اجرا زر نے قیمتوں میں اچانک طور سے نمایاں اضافہ کردیا تھا چنانچہ جولائی کے تیسرے ہفتے میں وہ سب سے اونچی سطح پر پہنچ گئی تھیں لیکن اس کے بعد ہی ایک نمایاں ردعمل رونما ہوا اور پس وپیش اور بے اطمینانی کا دور دورہ ہوگیا جس کا باعث زیادہ تر پھر اندرون ملک کے تغیرات و تبدلات تھے۔ روزویلٹ صاحب اشیا کی قیمتوں اور تمسک صرافہ کی شرحوں کے اضافہ پر قانع نہ رہے۔ نئے انتظام کے بارے میں ان کا اصول یہ چاہتا تھا کہ امریکہ کے صارفوں کی قوت خرید قیمتوں کے اضافہ کے قدم بہ قدم چلے چنانچہ انھوں نے قومی صنعتی بحالی کے انتظام[3] کے عنوان کے تحت صنعتی نگرانی کی ایک عظیم الشان تجویز کو روبعمل لانے کی کارروائی شروع کی۔ اس انتظام میں اضافۂ اجرت تقلیل اوقات کار سولہ سال سے کم عمر والوں سے کارخانوں میں کام لینے کی ممانعت اور مجتمعہ حیثیت سے معاملات طے کرنے کے بارے میں مزدوروں کا حق شامل تھے۔ یہ سب عارضی طور سے بلینکیٹ کوڈ[2] میں شامل کرلیے گئے جس کا اطلاق ہر صنعت پر ہونے والا تھا یہاں تک کہ

293

[1] دیکھو رسالۂ اکنامسٹ ۱۷ جون ۱۹۳۳ء۔

[2] Blanket Code

[3] National Industrial Recovery Administration

رفتہ رفتہ وہ خود ایک مخصوص مجموعۂ ضوابط (کوڈ) بن گیا۔ لیکن یہ تمام امور لازمی طور سے مصارف پیدائش کی زیادتی پر مبنی تھے۔ چنانچہ روئی کی حد تک ۴ء۲ سنٹ فی پاونڈ کے پروسس ٹکس[1] کی بدولت مصارف بہت بڑھ گئے اور یہ محصول اس تمام روئی پر عائد کیا گیا جو امریکہ کی صنعتوں میں صرف ہوتی تھی، اور اس کا مقصد یہ تھا کہ کاشتکاروں کو وہ معاوضہ ادا کیا جائے جس کا وعدہ ۱۹۳۳ء کی فصل کے زیر کاشت رقبوں کے ایک جزو کو ترک کرنے کے سلسلے میں کیا گیا تھا۔ امریکہ میں ان تمام انقلابی تجاویز کی قسمتوں کا فیصلہ ابھی تک معلق تھا اور سب سے بڑا مسئلۂ متنازعہ بظاہر مجتمعہ طور سے معاملات طے کرنے کا مسئلہ تھا جو امریکہ کے آجروں کے لیے ہمیشہ سے ہوّا بنا رہا ہے۔ بقیہ دنیا خاموشی اور تکلیف دہ دلچسپی کے ساتھ اس کشمکش کا تماشہ دیکھتی رہی، اس لیے کہ یہ امر تسلیم کیا جاتا تھا کہ اگر صدر جمہوریہ معاملات میں توازن پیدا کرنے سے قاصر رہیں تو وہ براہ راست افراطی اجرا کے بارے میں اپنے اختیارات کو کام میں لانے پر مجبور ہو جائیں گے جس کے معنی یہ ہوں گے کہ ڈالر کی قیمت میں مزید تخفیف ہوگی اور اس کے نتیجے کے طور پر غالباً فرانس اور دوسرے سونا استعمال کرنے والے ملک معیار طلا سے مجبوراً ہٹ جائیں گے۔

[1] Process Tax

اور

سلسلہ جدول نمبر (۱)

دنیا کے سونے اور چاندی کی پیدائش امریکہ کی دریافت کے بعد سے اور سونے کا ممکنہ ذخیرہ

قدیم ایڈیشن میں سنہ ۱۹۱۵ء تک اعداد دئے گئے ہیں۔ نئے ایڈیشن میں انھیں سنہ ۱۹۳۲ء تک بڑھایا گیا ہے اس طرح سنہ ۱۴۹۳ء تا سنہ ۱۹۱۵ء دونوں جدولوں کے اعداد وہی ہیں لہٰذا تکرار و اعادے سے بچنے کے لئے مندرجہ ذیل جدول میں صرف سنہ ۱۹۱۶ء تا سنہ ۱۹۳۲ء کے اعداد درج کئے جاتے ہیں:—

(ملین پاونڈ)

سال	سونا	چاندی	چاندی
	سالانہ پیداوار	مجموعی مقدار	سالانہ پیداوار
۱۹۱۹	۵٫۳	—	۱۸۰
۱۹۲۰	۶۸٫۵	—	۱۷۴
	—	۴۰۲٫۸	—
۱۹۲۱	۶۷٫۹	—	۱۷۱
۱۹۲۲	۶۵٫۶	—	۲۱۰
۱۹۲۳	۷۵٫۶	—	۲۴۶
۱۹۲۴	۸۰٫۸	—	۲۳۹

۱۹۲۵	۸۰٫۸	—	۲۴۵
	—	۳۷٫۰۷	
۱۹۲۶	۸۲٫۲	—	۲۵۴
۱۹۲۷	۸۲٫۵	—	۲۵۴
۱۹۲۸	۸۳٫۷	—	۲۵۷
۱۹۲۹	۸۲٫۸	—	۲۶۱
۱۹۳۰	۸۸٫۵	—	۲۴۸
	—	۲۱۹٫۷	
۱۹۳۱	۹۳٫۳	—	۱۹۳
۱۹۳۲	۱۰۱٫۵	—	۱۷۰
	—	۱۹۵٫۸	
صدر میزان بشمول سالہائے سابق		۴۷۱٫۸۲	
منہائی ½ بوجہ نقصان و صنعتی صرف		۱۵۷٫۲۷	
ختم سنہ ۱۹۳۲ تک سونے کا مکمل ذخیرہ		۳۱۴٫۵۵ ملین پاؤنڈ	

جدول (۲)

چاندی کی اوسط قیمت سنہ ۱۸۷۰ء تا ۱۹۳۲ء

سال	پنس فی اونس لندن میں	سال	پنس فی اونس لندن میں	سال	پنس فی اونس لندن میں	سال	پنس فی اونس لندن میں
۱۸۷۰	۶۰ ۱/۲	۱۸۷۹	۵۱ ۳/۱۶	۱۸۸۸	۴۲ ۷/۸	۱۸۹۷	۲۷ ۹/۱۶
۱۸۷۱	۶۰ ۹/۱۶	۱۸۸۰	۵۲ ۱/۴	۱۸۸۹	۴۲ ۱۱/۱۶	۱۸۹۸	۲۶ ۱۵/۱۶
۱۸۷۲	۶۰ ۱/۴	۱۸۸۱	۵۱ ۳/۴	۱۸۹۰	۴۷ ۳/۴	۱۸۹۹	۲۷ ۷/۱۶
۱۸۷۳	۵۹ ۱/۴	۱۸۸۲	۵۱ ۳/۱۶	۱۸۹۱	۴۵ ۱۳/۱۶	۱۹۰۰	۲۸ ۱/۴
۱۸۷۴	۸۸ ۵/۱۶	۱۸۸۳	۵۰ ۹/۱۶	۱۸۹۲	۳۹ ۱۳/۱۶	۱۹۰۱	۲۷ ۳/۱۶
۱۸۷۵	۵۶ ۱۳/۱۶	۱۸۸۴	۵۰ ۱۱/۱۶	۱۸۹۳	۳۵ ۵/۸	۱۹۰۲	۲۴ ۱/۸
۱۸۷۶	۵۳	۱۸۸۵	۴۸ ۵/۸	۱۸۹۴	۲۹	۱۹۰۳	۲۴ ۳/۴
۱۸۷۷	۵۴ ۳/۴	۱۸۸۶	۴۵ ۳/۸	۱۸۹۵	۲۹ ۷/۸	۱۹۰۴	۲۶ ۳/۸
۱۸۷۸	۵۲ ۹/۱۶	۱۸۸۷	۴۴ ۵/۸	۱۸۹۶	۳۰ ۳/۴	۱۹۰۵	۲۷ ۱۳/۱۶

سنہ	قیمت	سنہ	قیمت	سنہ	قیمت	سنہ	قیمت
۱۹۰۶	۳۰ ۷/۸	۱۹۱۳	۲۷ ۹/۱۶	۱۹۲۰	۶۱ ۹/۱۶	۱۹۲۷	۲۶ ۱/۳۲
۱۹۰۷	۳۰ ۳/۱۶	۱۹۱۴	۲۵ ۵/۱۶	۱۹۲۱	۳۶ ۷/۸	۱۹۲۸	۲۶ ۳/۴
۱۹۰۸	۲۴ ۳/۸	۱۹۱۵	۲۳ ۱۱/۱۶	۱۹۲۲	۳۴ ۷/۱۶	۱۹۲۹	۲۴ ۷/۱۶
۱۹۰۹	۲۳ ۱۱/۱۶	۱۹۱۶	۳۱ ۵/۱۶	۱۹۲۳	۳۱ ۱۵/۱۶	۱۹۳۰	۱۷ ۹/۱۶
۱۹۱۰	۲۴ ۱۱/۱۶	۱۹۱۷	۴۰ ۱/۸	۱۹۲۴	۳۴	۱۹۳۱	۱۴ ۱۹/۳۲
۱۹۱۱	۲۴ ۱۹/۱۶	۱۹۱۸	۴۷ ۹/۱۶	۱۹۲۵	۳۲ ۱/۴	۱۹۳۲	۱۷ ۲۷/۳۲
۱۹۱۲	۲۸ ۱/۱۶	۱۹۱۹	۵۷ ۱/۱۶	۱۹۲۶	۲۸ ۱۱/۱۶		

جنگ سے پیشتر ادنیٰ ترین قیمت بتاریخ ۲۷ - نومبر سنہ ۱۹۰۲ء ۲۱ ۱۱/۱۶ پنس تھی - ۱۱ - فروری سنہ ۱۹۲۰ء کو قیمت ۸۹ ۱/۲ پنس تھی - ۹ - فروری سنہ ۱۹۳۱ء کو ۱۲ پنس تھی -

جدول (۳)

انڈکس نمبر سنہ ۱۹۱۹ء تا سنہ ۱۹۳۲ء

قدیم ایڈیشن میں اس جدول کا نمبر (۵) ہے۔ دونوں میں صرف اس قدر فرق ہے کہ قدیم ایڈیشن میں اعداد صرف سنہ ۱۸۷۲ء تا سنہ ۱۹۱۹ء دئیے گئے ہیں لیکن نئے ایڈیشن میں سنہ ۱۹۳۲ء تک ان میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے حسب ذیل جدول میں تکرار سے بچنے کے لئے صرف سنہ ۱۹۱۹ء تا سنہ ۱۹۳۲ء کے اعداد پیش کئے جاتے ہیں۔

سال	انڈکس نمبر
۱۹۱۹	۲۹۶٫۵
۱۹۲۰	۳۵۸٫۰
۱۹۲۱	۲۲۹٫۷
۱۹۲۲	۱۸۵٫۰
۱۹۲۳	۱۸۵٫۱
۱۹۲۴	۱۹۳٫۶
۱۹۲۵	۱۸۵٫۴
۱۹۲۶	۱۷۳٫۵
۱۹۲۷	۱۶۵٫۰
۱۹۲۸	۱۶۳٫۴
۱۹۲۹	۱۵۹٫۰
۱۹۳۰	۱۳۹٫۲
۱۹۳۱	۱۲۱٫۳
۱۹۳۲	۱۱۸٫۵

جدول (۴)

(۱) تھوک فروشی اور خوردہ فروشی کی قیمتیں ۱۹۱۴ء تا ۱۹۲۲ء

رسالۂ اکنامسٹ کے انڈکس نمبر تھوک فروشی کی قیمتیں اور وزارت عمال کے مرتب کردہ مصارف زندگی (خوردہ فروشی کی قیمتیں)

تاریخ	اجناس اور گوشت	دوسری اشیائے خوردونوش	پارچۂ بافتہ	معدنیات	متفرق	میزان	وزارت عمال کے مرتب کردہ مصارف زندگی
فیصد مبنی بر جولائی ۱۹۱۴ء							
ختم ستمبر ۱۹۱۴	۱۱۲	۱۱۵	۹۹	۱۰۲	۱۱۲	۱۰۸	
" دسمبر ۱۹۱۴	۱۲۴	۱۱۸	۸۲	۱۰۳	۱۲۴	۱۰۹	۱۱۰-۱۲۵
" مارچ ۱۹۱۵	۱۴۵	۱۲۱	۹۷	۱۳۹	۱۴۴	۱۲۹	۱۱۵-۱۲۰
" جون ۱۹۱۵	۱۴۱	۱۲۳	۹۸	۱۳۴	۱۴۱	۱۲۷	۱۲۵
" ستمبر ۱۹۱۵	۱۴۰	۱۳۴	۱۰۸	۱۳۴	۱۳۹	۱۲۹	۱۳۰
" دسمبر ۱۹۱۵	۱۵۴	۱۲۶	۱۱۸	۱۵۴	۱۵۳	۱۴۲	۱۳۵
" مارچ ۱۹۱۶	۱۶۴	۱۴۳	۱۲۹	۱۸۴	۱۶۵	۱۵۷	۱۳۵-۱۴۰

ختم جون ۱۹۱۶	۱۷۱	۱۴۸	۱۲۹	۱۹۴	۱۸۳	۱۶۴	۱۵۰-۱۴۵
" ستمبر ۱۹۱۶	۱۷۶	۱۵۲	۱۵۲	۱۸۵	۱۹۴	۱۷۳	۱۵۵-۱۵۰
" دسمبر ۱۹۱۶	۲۲۳	۱۵۷	۱۸۴	۱۷۸	۲۰۱	۱۹۲	۱۶۵
" مارچ ۱۹۱۷	۲۳۲	۱۷۳	۲۰۰	۱۸۰	۲۳۱	۲۰۵	۱۷۵-۱۷۰
" جون ۱۹۱۷	۲۴۷	۱۸۶	۲۳۴	۱۸۲	۲۳۰	۲۲۰	۱۸۰
" ستمبر ۱۹۱۷	۲۱۱	۲۰۶	۲۴۵	۱۷۷	۲۴۴	۲۱۹	۱۸۰-۱۷۵
" دسمبر ۱۹۱۷	۲۲۲	۱۹۴	۲۷۲	۱۸۱	۲۴۳	۲۲۸	۱۹۰-۱۸۵
" مارچ ۱۹۱۸	۲۱۴	۱۹۷	۲۸۸	۱۸۰	۲۳۹	۲۲۹	۱۹۵-۱۹۰
" جون ۱۹۱۸	۲۲۰	۲۲۰	۲۹۴	۱۸۵	۲۵۰	۲۳۸	۲۰۵-۲۰۰
" ستمبر ۱۹۱۸	۲۱۵	۲۲۱	۳۱۳	۱۹۲	۲۵۱	۲۴۳	۲۲۰-۲۱۵
" دسمبر ۱۹۱۸	۲۲۵	۲۲۲	۲۶۳	۱۸۷	۲۴۰	۲۳۶	۲۲۰
" مارچ ۱۹۱۹	۲۲۲	۲۲۴	۲۴۳	۱۸۲	۲۳۴	۲۲۲	۲۱۰
" جون ۱۹۱۹	۲۳۱	۲۳۸	۲۸۳	۲۰۲	۲۴۷	۲۴۱	۲۱۰-۲۰۵
" ستمبر ۱۹۱۹	۲۴۲	۲۳۲	۳۲۱	۲۲۵	۲۴۳	۲۵۷	۲۲۰

ختم دسمبر ۱۹۱۹	۲۴۹	۲۵۰	۳۹۶	۲۴۷	۲۶۳	۲۸۷	۲۲۵
" مارچ ۱۹۲۰	۲۶۱	۲۶۰	۳۸۴	۲۶۹	۳۰۹	۳۲۵	۲۳۲
" جون ۱۹۲۰	۲۶۱	۲۶۴	۴۱۶	۲۷۷	۲۸۱	۳۰۶	۳۵۲
" ستمبر ۱۹۲۰	۲۶۰	۲۶۳	۳۸۳	۲۸۲	۲۷۸	۲۹۸	۲۶۴
" دسمبر ۱۹۲۰	۲۳۲	۲۲۷	۲۱۰	۲۶۲	۲۳۰	۲۳۱	۲۶۵
" مارچ ۱۹۲۱	۲۰۹	۲۰۶	۱۶۷	۲۱۶	۲۰۳	۱۹۹	۲۳۳
" جون ۱۹۲۱	۲۰۳	۱۸۹	۱۵۸	۲۱۰	۱۸۵	۱۸۷	۲۱۹
" ستمبر ۱۹۲۱	۱۹۳	۱۹۵	۲۰۴	۱۸۸	۱۷۷	۱۹۳	۲۱۰
" دسمبر ۱۹۲۱	۱۶۰	۱۸۱	۱۷۹	۱۶۴	۱۶۸	۱۷۰	۱۹۲
" مارچ ۱۹۲۲	۱۶۹	۱۹۵	۱۶۸	۱۵۱	۱۶۱	۱۶۷	۱۸۲
" جون ۱۹۲۲	۱۷۳	۱۹۲	۱۸۴	۱۴۹	۱۶۰	۱۷۱	۱۸۴
" ستمبر ۱۹۲۲	۱۵۱	۱۹۴	۱۸۱	۱۵۰	۱۴۸	۱۶۳	۱۷۸
" دسمبر ۱۹۲۲	۱۴۹	۲۰۰	۱۹۳	۱۵۲	۱۴۶	۱۶۶	۱۷۸

جدول (۴)

(ب) تھوک فروشی اور خوردہ فروشی کی قیمتیں سنہ ۱۹۲۰ء تا سنہ ۱۹۲۳ء

	۱۹۲۰		۱۹۲۱		۱۹۲۲		۱۹۲۳		۱۹۲۴	
	تھوک فروشی	خوردہ فروشی	تھوک فروشی	خوردہ فروشی	تھوک فروشی	خوردہ فروشی	تھوک فروشی	خوردہ فروشی	تھوک فروشی	خوردہ فروشی
جنوری	٢٩٦٫٦	٢٣٠	٢٤٥٫٩	٢٥١	١٦٤٫٠	١٨٨	١٥٧٫٠	١٧٧	١٦٥٫٤	١٧٩
فروری	٣١٠٫٣	٢٣٠	٢٢٥٫٢	٢٤١	١٦١٫٨	١٨٦	١٥٧٫٥	١٧٦	١٦٧٫٠	١٧٨
مارچ	٣١٩٫٠	٢٣٢	٢١٠٫٨	٢٣٣	١٦٠٫٠	١٨٢	١٦٠٫٣	١٧٤	١٦٥٫٤	١٧٣
اپریل	٣٢٥٫٢	٢٤١	٢٠٤٫٨	٢٢٨	١٦٠٫٣	١٨١	١٦٢٫٠	١٧٠	١٦٤٫٧	١٧١
مئی	٣٢٥٫٥	٢٥٠	٢٠١٫٧	٢١٩	١٦٠٫٦	١٨-	١٥٩٫٨	١٦٩	١٦٣٫٧	١٦٩
جون	٣٢٢٫٤	٢٥٢	١٩٧٫٧	٢١٩	١٥٩٫٩	١٨٤	١٥٩٫٣	١٦٩	١٦٢٫٦	١٧٠
جولائی	٣١٦٫٩	٢٥٥	١٩٤٫١	٢٢٢	١٦٠٫٣	١٨١	١٥٦٫٥	١٧١	١٦٢٫٦	١٧١
اگست	٣١٣٫١	٢٦١	١٩٠٫٠	٢٢٠	١٥٦٫٣	١٧٩	١٥٤٫٥	١٧٣	١٦٥٫٢	١٧٢
ستمبر	٣١١٫٤	٢٦٤	١٨٧٫٠	٢١٠	١٥٤٫٣	١٧٨	١٥٧٫٨	١٧٥	١٦٦٫٩	١٧٦
اکتوبر	٣٠٢٫٣	٢٧٦	١٨٠٫٧	٢٠٣	١٥٥٫٢	١٨٠	١٥٨٫١	١٧٥	١٧٠٫٠	١٨٠
نومبر	٢٨٦٫٩	٢٦٩	١٧٢٫٨	١٩٩	١٥٧٫٦	١٨٠	١٦٠٫٨	١٧٧	١٦٩٫٨	١٨١
دسمبر	٢٦٣٫٨	٢٦٥	١٦٧٫٩	١٩٢	١٥٥٫٨	١٧٨	١٦٣٫٤	١٧٧	١٧٠٫١	١٨٠

	۱۹۲۵		۱۹۲۶		۱۹۲۷		۱۹۲۸		۱۹۲۹	
جنوری	۱۶۱٫۰	۱۷۹	۱۵۰٫۱	۱۷۳	۱۴۳٫۸	۱۷۳	۱۴۱٫۳	۱۶۶	۱۳۸٫۳	۱۶۵
فروری	۱۶۸٫۷	۱۷۹	۱۴۷٫۶	۱۷۲	۱۴۲٫۶	۱۷۱	۱۴۰٫۱	۱۶۴	۱۳۸٫۴	۱۶۶
مارچ	۱۶۶٫۰	۱۷۵	۱۴۴٫۱	۱۶۸	۱۴۰٫۸	۱۶۵	۱۴۰٫۶	۱۶۴	۱۴۰٫۳	۱۶۲
اپریل	۱۶۱٫۹	۱۷۳	۱۴۳٫۶	۱۶۷	۱۳۹٫۹	۱۶۴	۱۴۳٫۱	۱۶۴	۱۳۸٫۶	۱۶۱
مئی	۱۵۸٫۶	۱۷۲	۱۴۴٫۹	۱۶۸	۱۴۱٫۴	۱۶۳	۱۴۳٫۶	۱۶۵	۱۳۵٫۸	۱۶۰
جون	۱۵۷٫۲	۱۷۳	۱۴۶٫۹	۱۷۰	۱۴۲٫۱	۱۶۶	۱۴۲٫۶	۱۶۵	۱۳۵٫۶	۱۶۱
جولائی	۱۵۶٫۹	۱۷۳	۱۴۹٫۱	۱۷۰	۱۴۱٫۴	۱۶۴	۱۴۱٫۱	۱۶۵	۱۳۷٫۴	۱۶۳
اگست	۱۵۶٫۲	۱۷۴	۱۴۹٫۸	۱۷۲	۱۴۱٫۳	۱۶۵	۱۳۹٫۳	۱۶۵	۱۳۶٫۰	۱۶۴
ستمبر	۱۵۵٫۱	۱۷۶	۱۵۰٫۹	۱۷۴	۱۴۲٫۶	۱۶۷	۱۳۷٫۶	۱۶۶	۱۳۵٫۸	۱۶۵
اکتوبر	۱۵۳٫۹	۱۷۶	۱۵۲٫۱	۱۷۹	۱۴۱٫۸	۱۶۹	۱۳۸٫۱	۱۶۷	۱۳۶٫۱	۱۶۷
نومبر	۱۵۲٫۷	۱۷۷	۱۵۲٫۴	۱۷۹	۱۴۱٫۱	۱۶۹	۱۳۷٫۹	۱۶۸	۱۳۴٫۰	۱۶۷
دسمبر	۱۵۲٫۱	۱۷۵	۱۴۶٫۱	۱۷۵	۱۴۰٫۴	۱۶۸	۱۳۸٫۱	۱۶۷	۱۳۲٫۵	۱۶۶

	۱۹۳۰		۱۹۳۱		۱۹۳۲		۱۹۳۳		۱۹۳۴	
جنوری	۱۳۱٫۰	۱۶۴	۱۰۶٫۹	۱۵۲	۱۰۵٫۸	۱۴۷	۱۰۰٫۳	۱۴۱	.	.
فروری	۱۲۶٫۸	۱۶۱	۱۰۶٫۲	۱۵۰	۱۰۵٫۳	۱۴۶	۹۸٫۹	۱۳۹	.	.
مارچ	۱۲۴٫۵	۱۵۷	۱۰۵٫۹	۱۴۷	۱۰۴٫۶	۱۴۴	۹۷٫۶	۱۳۷	.	.
اپریل	۱۲۳٫۷	۱۵۵	۱۰۵٫۷	۱۴۷	۱۰۲٫۴	۱۴۳	۹۷٫۲	۱۳۶	.	.
مئی	۱۲۲٫۰	۱۵۴	۱۰۴٫۴	۱۴۵	۱۰۰٫۷	۱۴۲	۹۹٫۲	۱۳۶	.	.
جون	۱۲۰٫۷	۱۵۵	۱۰۳٫۲	۱۴۷	۹۸٫۱	۱۴۳	۱۰۱٫۷	۱۳۸	.	.
جولائی	۱۱۹٫۲	۱۵۷	۱۰۲٫۲	۱۴۵	۹۷٫۷	۱۴۱	۱۰۲٫۳	۱۳۹	.	.
اگست	۱۱۷٫۸	۱۵۷	۹۹٫۵	۱۴۵	۹۹٫۵	۱۴۱	۱۰۲٫۵	۱۴۱	.	.
ستمبر	۱۱۵٫۵	۱۵۶	۹۹٫۲	۱۴۵	۱۰۲٫۱	۱۴۳			.	.
اکتوبر	۱۱۳٫۰	۱۵۷	۱۰۴٫۴	۱۴۶	۱۰۱٫۱	۱۴۳			.	.
نومبر	۱۱۲٫۰	۱۵۵	۱۰۶٫۴	۱۴۸	۱۰۱٫۱	۱۴۳			.	.
دسمبر	۱۰۸٫۹	۱۵۳	۱۰۵٫۸	۱۴۷	۱۰۱٫۰	۱۴۲			.	.

جدول (۵)

(الف) زر کاغذ کا اجرا ۔ ۱۹۱۴ء تا ۱۹۲۸ء

(جس کے اعداد سرکاری طور سے ہر جمعرات کو شائع کئے جاتے ہیں) در ہزار پاونڈ

تاریخ	جاری کردہ نوٹ	شغل اصل کا سرمایۂ محفوظ	بنکوں اور سیونگ بنکوں کو قرضے	مد مبادلہ: سونا اور زر کاغذ	مد مبادلہ: مجموعی اجرا کا فی صد	مد مبادلہ: سرکاری تمسکات	مد مبادلہ: بنک آف انگلینڈ
۲۶ر اگست ۱۹۱۴ء	۲۱،۵۳۵	—	۱۰،۱۱۲	—	—	—	۱۱،۴۲۳
۷ر اکتوبر ۱۹۱۴ء	۲۹،۲۷۳	—	۳۰،۰۸۲	۵،۰۰۰	۱۷،۱	۱۱،۹۲۴	۹،۲۶۸
۶ر جنوری ۱۹۱۵ء	۳۷،۹۷۱	—	۳۶۴	۱۹،۵۰۰	۵۱،۴	۱۴،۹۲۳	۳،۱۸۴
۷ر اپریل ۱۹۱۵ء	۴۰،۷۸۷	—	۱۵۹	۲۷،۵۰۰	۲۶،۴	۸،۶۲۳	۴،۵۰۵
۷ر جولائی ۱۹۱۵ء	۴۸،۰۵۹	۳۰۳	۱۳۹	۲۸،۵۰۰	۵۹،۳	۹،۵۸۶	۱۰،۱۳۸
۶ر اکتوبر ۱۹۱۵ء	۷۵،۲۳۷	۴۴۶	۴۹۴	۲۸،۵۰۰	۳۷،۷	۲۰،۴۰۰	۲۶،۲۸۹
۵ر جنوری ۱۹۱۶ء	۱۰۳،۰۴۰	۷۴۱	۳۹۳	۲۸،۵۰۰	۲۷،۷	۶۴،۶۲۱	۱۰،۴۶۷
۵ر اپریل ۱۹۱۶ء	۱۰۹،۴۳۷	۱،۰۳۰	۱۹۰	۲۸،۵۰۰	۲۶،۰	۷۵،۷۱۸	۶،۰۵۹

۵ر جولائی سنہ ۱۹۱۶	۱۲۳,۸۱۷	۱۹۳۹	۱۳۰	۲۸,۵۰۰	۲,۳۳۱	۹۱,۷۳۱	۵,۳۹۵
۴ر اکتوبر سنہ ۱۹۱۶	۱۳۲,۹۹۱	۲۶۳۳	۱۳۰	۲۸,۵۰۰	۲,۱۰۵	۱۰۱,۲۶۶	۵,۸۲۶
۳ر جنوری سنہ ۱۹۱۷	۱۴۸,۷۷۰	۳۹۲۴	۱۰۴	۲۸,۵۰۰	۱,۹۱۲	۱۱۸,۰۹۷	۵,۹۹۸
۴ر اپریل سنہ ۱۹۱۷	۱۵۰,۰۴۹	۵۴۷۴	۳۵۷۰	۲۸,۵۰۰	۱,۸۵۹	۱۱۵,۵۸۳	۶,۰۷۶
۴ر جولائی سنہ ۱۹۱۷	۱۶۳,۹۸۲	۶۸۱۴	۵۷۵	۲۸,۵۰۰	۱,۷۰۳	۱۳۶,۲۰۹	۵,۵۰۳
۳ر اکتوبر سنہ ۱۹۱۷	۱۸۰,۷۴۹	۷۶۵۲	۳۳۴	۲۸,۵۰۰	۱,۵۱۸	۱۵۴,۰۶۲	۵,۵۰۶
۲ر جنوری سنہ ۱۹۱۸	۲۱۲,۴۵۱	۹۵۶۹	۷۱۴	۲۸,۵۰۰	۱,۳۱۳	۱۸۶,۹۲۹	۶,۱۳۷
۳ر اپریل سنہ ۱۹۱۸	۲۳۰,۸۵۱	۱۰,۱۷۹	۷۱۴	۲۸,۵۰۰	۱,۲۱۳	۲۰۶,۳۶۶	۵,۳۵۱
۳ر جولائی سنہ ۱۹۱۸	۲۵۶,۲۲۸	۱۱,۶۰۹	۶۷۹	۲۸,۵۰۰	۱,۱۵۱	۲۳۳,۲۹۵	۵,۳۶۳
۲ر اکتوبر سنہ ۱۹۱۸	۲۷۸,۸۸۸	۱۲,۹۰۶	۶۱۵	۲۸,۵۰۰	۱,۰۱۲	۲۵۶,۷۵۹	۶,۰۲۰
۸ر جنوری سنہ ۱۹۱۹	۳۱۷,۹۳۱	۱۵,۶۰۸	۵۵۵	۲۸,۵۰۰	۹۱۰	۳۰۰,۱۳۴	۴,۳۴۹
۲ر اپریل سنہ ۱۹۱۹	۳۳۲,۱۲۳	۱۶,۴۰۰	۴۷۰	۲۸,۵۰۰	۸۱۷	۳۱۵,۰۷۷	۴,۴۷۶
۲ر جولائی سنہ ۱۹۱۹	۳۴۳,۹۵۲	۱۶,۷۴۱	۳۶۰	۲۸,۵۰۰	۸۱۳	۳۳۷,۳۲۱	۳,۸۱۲
یکم اکتوبر سنہ ۱۹۱۹	۳۲۵,۰۲۱	۱۶,۵۲۳	۵۷۰	۲۹,۸۵۰	۸۱۹	۳۱۷,۵۳۶	۳,۵۸۹

۶ جنوری ۱۹۲۰ء	۳۴۶،۹۹۶	۱۷،۲۸۶	۴۷۰	۳۲،۵۰۰	۹٫۳	۳۳۰،۴۸۱	۱۸۳۱
۷ اپریل ۱۹۲۰ء	۳۴۰،۷۰۰	۱۶،۴۱۹	۱۹۰	۳۵،۰۰۰	۱۰٫۱	۳۲۱،۱۸۰	۷۴۹
۷ جولائی ۱۹۲۰ء	۳۶۰،۱۲۲	۱۶،۷۶۸	۱۹۰	۴۳،۶۰۰	۱۲٫۴	۳۳۱،۸۴۷	۲۵۳
۶ اکتوبر ۱۹۲۰ء	۳۵۶،۱۷۶	۱۶،۹۴۵	ــــــ	۴۷،۲۵۰	۱۳٫۳	۳۲۵،۶۵۵	۲۱۶
۵ جنوری ۱۹۲۱ء	۳۶۰،۶۱۵	۱۷،۰۷۴	چاندی کا سکہ[1]	۴۷،۹۵۰	۱۳٫۲	۳۲۹،۵۸۴	۱۵۵
۶ اپریل ۱۹۲۱ء	۳۴۲،۵۶۰	۱۶،۴۸۵	ــــــ	۴۷،۹۵۰	[illegible]	۳۱۰،۹۴۴	۱۵۱
۶ جولائی ۱۹۲۱ء	۳۲۵،۴۰۷	۱۴،۵۷۲	۳۰،۰۰۰	۴۷،۹۵۰	۱۴٫۰	۲۸۸،۸۹۲	۱۳۷
۵ اکتوبر ۱۹۲۱ء	۳۱۳،۳۴۷	۱۵،۹۲۹	۳۰،۰۰۰	۴۷،۹۵۰	۱۵٫۳	۲۷۸،۱۸۲	۱۴۳
۴ جنوری ۱۹۲۲ء	۳۱۹،۸۶۳	۱۴،۷۲۰	۳۰،۰۰۰	۴۷،۹۵۰	۱۴٫۹	۲۸۳،۴۸۴	۱۴۹
۶ اپریل ۱۹۲۲ء	۳۰۲،۹۷۷	۱۵،۸۳۹	۵۰،۰۰۰	۴۷،۹۰۰	۱۵٫۸	۲۶۵،۶۹۲	۱۷۴
۶ جولائی ۱۹۲۲ء	۲۹۷،۹۰۴	۱۲،۸۶۵	۶۰،۰۰۰	۴۸،۱۵۰	۱۶٫۱	۲۵۶،۴۶۱	۱۵۸
۴ اکتوبر ۱۹۲۲ء	۲۹۱،۱۴۳	۱۳،۲۶۸	۷۰،۰۰۰	۴۸،۱۵۰	۱۶٫۵	۲۴۹،۱۰۸	۱۵۳
۳ جنوری ۱۹۲۳ء	۲۹۵،۴۱۴	۱۲،۹۱۵	۷۰،۰۰۰	۴۸،۱۵۰	۱۶٫۳	۲۵۳،۰۱۳	۱۶۶
۴ اپریل ۱۹۲۳ء	۲۸۸،۰۷۵	۱۲،۸۷۹	۷۰،۰۰۰	۴۹،۴۵۰	۱۷٫۲	۲۴۴،۳۵۲	۱۵۲
۴ جولائی ۱۹۲۳ء	۲۸۹،۲۳۷	۱۳،۱۷۹	۷۰،۰۰۰	۴۹،۴۵۰	۱۷٫۴	۲۴۴،۷۹۵	۱۶۱
۴ اکتوبر ۱۹۲۳ء	۲۸۳،۹۴۳	۱۲،۳۱۲	۷۰،۰۰۰	۴۹،۴۵۰	۱۷٫۴	۲۳۹،۶۹۵	۱۱۰

[1] ۲۰ اپریل ۱۹۲۱ء سے

سلسلہ جدول (۵)

(الف) زر کاغذ کا اجرا سنہ ۱۹۱۴ تا سنہ ۱۹۲۸ - در ہزار ملین پاونڈ

تاریخ	جاری کردہ زر کاغذ	مشاغل اصلی کے سرمایہ محفوظ کی مد	چاندی کا سکہ	مد مبادلہ: زر کاغذ اور سونا	مد مبادلہ: مجموعی اجرا کا فیصد	مد مبادلہ: سرکاری تمسکات	مد مبادلہ: بنک آف انگلینڈ
۲ جنوری سنہ ۱۹۲۴	۲۹۲٬۶۹۲	۱۲٬۶۰۵	۷٬۰۰۰	۴۹٬۴۵۰	۱۶٫۹	۲۴۸٬۶۸۸	۱۵۹
۲ اپریل سنہ ۱۹۲۴	۲۸۵٬۲۳۸	۱۲٬۷۰۴	۷٬۰۰۰	۴۹٬۴۵۰	۱۷٫۳	۲۴۱٬۳۷۴	۱۱۷
۲ جولائی سنہ ۱۹۲۴	۲۹۲٬۱۱۵	۱۲٬۸۶۹	۷٬۰۰۰	۴۹٬۴۵۰	۱۶٫۹	۲۴۸٬۳۷۳	۱۶۱
یکم اکتوبر سنہ ۱۹۲۴	۲۸۷٬۴۹۹	۱۲٬۶۱۸	۷٬۰۰۰	۴۹٬۴۵۰	۱۷٫۲	۲۴۳٬۵۷۸	۸۹
۷ جنوری سنہ ۱۹۲۵	۲۹۳٬۰۲۴	۱۲٬۵۷۳	۷٬۰۰۰	۵۳٬۹۵۰	۱۸٫۴	۲۴۴٬۴۷۱	۱۷۴
یکم اپریل سنہ ۱۹۲۵	۲۸۸٬۶۳۵	۱۲٬۳۶۱	۷٬۰۰۰	۵۳٬۹۵۰	۱۸٫۶	۲۳۹٬۹۱۳	۱۳۳
یکم جولائی سنہ ۱۹۲۵	۲۹۳٬۵۰۱	۱۳٬۱۲۸	۷٬۰۰۰	۵۳٬۹۵۰	۱۸٫۴	۲۴۵٬۵۳۶	۱۴۳
۷ اکتوبر سنہ ۱۹۲۵	۲۹۴٬۴۷۸	۱۲٬۴۱۶	۷٬۰۰۰	۵۶٬۲۵۰	۱۹٫۱	۲۴۳٬۴۵۳	۱۹۱

۶ر جنوری سنہ ۱۹۲۶	۲۹۳٬۹۳۳	۱۲٬۷۱۷	۷۰۰۰	۵۶٬۲۵۰	۱۹٫۱	۲۴۳٬۲۲۸	۱۷۱
۷ر اپریل سنہ ۱۹۲۶	۲۹۷٬۲۲۶	۱۲٬۸۹۲	۶۵۵۰	۵۶٬۲۵۰	۱۹٫۲	۲۴۷٬۶۸۰	۱۳۸
۷ر جولائی سنہ ۱۹۲۶	۲۹۶٬۰۱۹	۱۲٬۶۰۷	۶۵۵۰	۵۶٬۲۵۰	۱۹٫۰	۲۴۵٬۶۲۶	۲۰۰
۶ر اکتوبر سنہ ۱۹۲۶	۲۹۰٬۷۷۰	۱۲٬۴۲۷	۶۳۰۰	۵۶٬۲۵۰	۱۹٫۳	۲۴۰٬۴۸۹	۱۵۸
۵ر جنوری سنہ ۱۹۲۷	۲۹۱٬۱۶۹	۱۲٬۴۳۷	۶۳۰۰	۵۶٬۲۵۰	۱۹٫۳	۲۴۰٬۸۷۹	۱۷۷
۶ر اپریل	۲۹۳٬۵۸۲	۱۲٬۲۳۹	۵۶۵۰	۵۶٬۲۵۰	۱۹٫۰	۲۴۳٬۰۹۶	۱۸۵
۶ر جولائی	۳۰۰٬۰۳۷	۱۲٬۶۴۲	۵۶۵۰	۵۶٬۲۵۰	۱۸٫۷	۲۵۰٬۶۲۶	۱۵۳
۵ر اکتوبر	۲۹۷٬۶۷۳	۱۲٬۶۳۱	۵۶۵۰	۵۶٬۲۵۰	۱۸٫۸	۲۴۸٬۲۵۲	۱۵۲
۴ر جنوری سنہ ۱۱۲۸	۲۹۷٬۶۲۱	۱۲٬۴۱۷	۵۶۵۰	۵۶٬۲۵۰	۱۸٫۹	۲۴۸٬۲۸۴	۱۵۱
۴ر اپریل	۲۹۶٬۲۱۷	۱۲٬۱۹۷	۵۵۰۰	۵۶٬۲۵۰	۱۹٫۰	۲۴۶٬۵۳۳	۱۳۱
۴ر جولائی	۳۰۰٬۱۵۷	۱۲٬۴۶۱	۵۴۰۰	۵۶٬۲۵۰	۱۸٫۷	۲۵۰٬۷۹۱	۱۷۶
۳ر اکتوبر	۲۵۹٬۹۴۷	۱۲٬۳۹۴	۵۴۰۰	۵۶٬۲۵۰	۱۹٫۰	۲۴۲٬۵۵۳	۱۳۸
۲۱ر نومبر	۲۸۶٬۷۵۰	۱۲٬۱۵۱	۲۵۰	۵۶٬۲۵۰	۱۹٫۶	۲۳۷٬۴۰۲	—

جدول (۵)

(ب) نوٹوں اور سکوں کی تخمینی گردش برطانیہ عظمیٰ اور آئرلینڈ میں ۱۹۲۱ء تا ۱۹۳۳ء

(ماخوذ از بنک آف انگلینڈ ماہوار عددی خلاصہ) ماہوار اوسط ۔ در ملین پاؤنڈ

تاریخ	زر کاغذ			سکہ	منہائی		تخمینی خالص گردش
	انگلستان	اسکاٹ لینڈ	آئرلینڈ		اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کے نوٹوں کی بنیاد	کلیرنگ بنکوں میں	
جنوری ۱۹۲۱ء	۴۶۱٫۰	۲۸٫۷	۲۳٫۸	۹۹	۴۳٫۴	۱۱۲٫۲	۴۵۶٫۹
اپریل "	۴۵۰٫۱	۲۸٫۱	۲۱٫۸	۹۶	۴۰٫۹	۱۱۳٫۲	۴۱۴٫۹
جولائی "	۴۳۳٫۸	۲۶٫۲	۱۸٫۶	۹۶	۳۶٫۸	۱۱۱٫۹	۴۲۴٫۹
اکتوبر "	۴۱۷٫۷	۲۵٫۴	۱۹٫۵	۹۴	۳۵٫۸	۱۰۸٫۷	۴۱۲٫۱
جنوری ۱۹۲۲ء	۴۱۵٫۸	۲۴٫۷	۱۸٫۸	۹۴	۳۴٫۴	۱۱۱٫۷	۴۰۷٫۲
اپریل "	۴۰۷٫۶	۲۴٫۱	۱۸٫۶	۹۴	۳۳٫۶	۱۱۲٫۶	۳۹۸٫۱
جولائی "	۴۰۱٫۳	۲۴٫۴	۱۷٫۴	۹۲	۳۲٫۸	۱۰۸٫۳	۳۹۴٫۰
اکتوبر "	۳۹۰٫۸	۲۳٫۱	۱۷٫۷	۹۱	۳۱٫۸	۱۰۲٫۴	۳۸۴٫۴

جنوری سنہ ۱۹۲۳	۳۸۷٫۱	۲۲٫۸	۱۷٫۲	۹۱	۳۱٫۰	۱۰۶٫۸	۳۸۰٫۳
اپریل ″	۳۶۸٫۸	۲۲٫۸	۱۷٫۲	۹۰	۳۱٫۰	۱۰۳٫۴	۳۸۲٫۴
جولائی ″	۳۹۳٫۳	۲۳٫۶	۱۶٫۷	۸۹	۳۱٫۲	۱۰۳٫۸	۳۸۷٫۶
اکتوبر ″	۳۸۳٫۷	۲۲٫۱	۱۶٫۹	۸۸	۲۹٫۹	۱۰۳٫۶	۳۷۷٫۲
جنوری سنہ ۱۹۲۴	۳۸۷٫۸	۲۱٫۸	۱۶٫۵	۸۹	۲۹٫۳	۱۰۶٫۵	۳۷۹٫۳
اپریل ″	۳۹۲٫۷	۲۱٫۸	۱۶٫۶	۸۹	۲۹٫۴	۱۰۴٫۹	۳۸۵٫۸
جولائی ″	۳۹۷٫۷	۲۳٫۲	۱۶٫۳	۸۸	۳۰٫۵	۱۰۲٫۹	۳۹۱٫۸
اکتوبر ″	۳۸۷٫۵	۲۱٫۹	۱۶٫۶	۸۸	۲۹٫۵	۱۰۲٫۵	۳۸۲٫۰
جنوری سنہ ۱۹۲۵	۳۸۵٫۱	۲۱٫۸	۱۶٫۳	۸۹	۲۹٫۱	۱۰۶٫۸	۳۷۶٫۳
اپریل ″	۳۸۷٫۱	۲۱٫۵	۱۶٫۳	۸۸	۲۸٫۷	۱۰۲٫۵	۳۸۱٫۷
جولائی ″	۳۸۸٫۱	۲۲٫۴	۱۵٫۳	۸۷	۲۸٫۷	۱۰۳٫۸	۳۸۰٫۳
اکتوبر ″	۳۷۹٫۷	۲۱٫۱	۱۵٫۷	۸۷	۲۷٫۸	۱۰۵٫۵	۳۷۰٫۲
جنوری سنہ ۱۹۲۶	۳۷۵٫۰	۲۱٫۲	۱۵٫۲	۸۷	۲۷٫۴	۱۰۴٫۴	۳۶۲٫۶
اپریل ″	۳۷۹٫۹	۲۱٫۴	۱۵٫۵	۸۸	۲۷٫۹	۱۰۴٫۰	۳۷۲٫۹
جولائی	۳۷۹٫۲	۲۱٫۸	۱۴٫۵	۸۸	۲۷٫۴	۱۰۰٫۱	۳۷۶٫۰

اکتوبر سنہ ۱۹۲۶	٣٧٢٫٤	٢٠٫٤	١٥٫٢	٨٨	٢٦٫٥	١٠٥٫٣	٣٦٤٫٢
جنوری سنہ ۱۹۲۷	٣٦٧٫٠	٢٠٫٥	١٤٫٧	٨٨	٢٦٫٢	١٠٤٫٣	٣٠٩٫٧
اپریل "	٣٧٨٫١	٢١٫١	١٥٫١	٨٨	٢٧٫١	١٠٨٫٢	٣٦٧٫٠
جولائی "	٣٧٩٫٦	٢٢٫١	١٤٫٤	٨٧	٢٧٫٥	١٠٣٫٢	٣٧٢٫٤
اکتوبر "	٣٧٥٫٢	٢٠٫٩	١٤٫٧	٨٧	٢٦٫٦	١٠٧٫٦	٣٦٣٫٦
جنوری سنہ ۱۹۲۸	٣٧٢٫٧	٢١٫٣	١٤٫٧	٨٦	٢٦٫٩	١٠٧٫٢	٣٦٠٫٦
اپریل "	٣٧٤٫٥	٢١٫٢	١٥٫٠	٨٤	٢٧٫٣	١٠٣٫٣	٣٦٤٫١
جولائی "	٣٧٧٫٤	٢٢٫٣	١٤٫٤	٨٣	٢٧٫٧	١٠٠٫٨	٣٦٧٫٦
اکتوبر "	٣٧١٫٢	٢١٫٠	١٥٫٦	٨٣	٢٥٫٨	١٠٦٫٣	٣٥٨٫٧
جنوری سنہ ۱۹۲۹	٣٦٥٫١	٢١٫٢	١٦٫٤	٨٤	٢٣٫٦	١٠٨٫٢	٣٥٤٫٩
اپریل "	٣٦١٫٦	٢١٫١	١٦٫٦	٨٤	٢١٫٨	١٠٢٫٩	٣٥٨٫٦
جولائی "	٣٧٠٫١	٢٢٫٣	١٩٫٦	٨٣	٢٣٫٠	١٠٣٫٨	٣٦٥٫٢
اکتوبر "	٣٦١٫٩	٢١٫٠	١٧٫٤	٨٣	٢١٫٧	١٠٥٫٦	٣٥٦٫٠
جنوری سنہ ۱۹۳۰	٣٥٧٫٠	٢١٫٢	١٧٫٥	٨٤	٢١٫٤	١٠٧٫٠	٣٥١٫٣
اپریل "	٣٦١٫٠	٢١٫٤	١٨٫٠	٨٢	٢١٫٧	١٠٥٫٤	٣٥٥٫٣

جولائی سنہ ۱۹۳۰	۳۶۶،۲	۲۲،۶	۱۷،۲	۸۲	۲۲،۹	۱۰۳،۵	۳۶۱،۶
اکتوبر "	۳۵۸،۴	۲۱،۱	۱۷،۵	۸۱	۲۱،۳	۱۰۳،۸	۳۵۲،۹
جنوری سنہ ۱۹۳۱	۳۵۲،۹	۲۱،۲	۱۷،۰	۸۱	۲۱،۲	۱۰۲،۷	۳۴۸،۲
اپریل "	۳۵۳،۹	۲۰،۸	۱۷،۰	۸۱	۲۰،۶	۹۷،۶	۳۵۵،۵
جولائی "	۳۵۹،۴	۲۲،۰	۱۶،۲	۸۰	۲۱،۶	۹۶،۳	۳۵۹،۷
اکتوبر "	۳۵۸،۰	۲۰،۸	۱۶،۵	۷۷	۲۰،۴	۹۱،۰	۳۶۰،۹
جنوری سنہ ۱۹۳۲	۳۵۴،۰	۲۱،۴	۱۶،۳	۷۸	۲۱،۰	۸۹،۶	۳۵۹،۱
اپریل "	۳۷۵،۱	۲۱،۰	۱۶،۶	۷۱	۲۰،۶	۸۷،۹	۳۵۷،۲
جولائی "	۳۶۸،۲	۲۲،۱	۱۶،۱	۷۱	۲۱،۶	۹۲،۳	۳۶۳،۵
اکتوبر "	۳۶۱،۶	۲۰،۷	۱۶،۰	۷۰	۲۰،۱	۹۴،۱	۳۵۴،۱
جنوری سنہ ۱۹۳۳	۳۵۸،۵	۲۰،۲	۱۶،۶	۶۹	۱۹،۷	۹۰،۰	۳۵۴،۶
اپریل "	۳۷۵،۲	۲۰،۹	۱۷،۱	۶۹	۲۰،۶	۹۹،۸	۳۶۱،۸
جولائی "	۳۷۹،۲	۲۲،۲	۱۶،۸	۶۹	۲۱،۹	۹۹،۰	۳۶۶،۳
اکتوبر "	—	—	—	—	—	—	—

جدول (۶)

(الف) بنکوں کے حساب گھر کے اعداد و شمار لندن ۱۸۶۸ء تا ۱۹۳۲ء

(معتمد سالانہ بیان سے اخذ کئے گئے ہیں) - ملین پاؤنڈ

سال	میزان	۱۸۶۸ء پر فی صد	روزانہ اوسط	مرکز ٹاؤن کلیرنگ	میٹروپولٹن کلیرنگ	کنٹری کلیرنگ
				میزان کا فیصد		
۱۸۶۸	۳۴۲۵	—	۱۱،۰	—	—	—
۱۸۷۸	۴۹۹۲	۱۴۶	۱۶،۳	—	—	—
۱۸۸۸	۶۹۴۲	۲۰۳	۲۲،۶	—	—	—
۱۸۹۸	۸۰۹۷	۲۳۷	۲۶،۳	—	—	—
۱۸۹۹	۹۱۵۰	۲۶۸	۲۹،۹	—	—	—
۱۹۰۰	۸۹۶۰	۲۶۲	۲۹،۲	—	—	—
۱۹۰۱	۹۵۶۱	۲۷۹	۳۱،۲	—	—	—
۱۹۰۲	۱۰۰۲۹	۲۹۳	۳۳،۱	۹۱،۳	—	۸،۶

۱۹۰۳	۱۰،۱۲۰	۲۹۵	۳۳،۰	۹۱،۲	—	۸،۷
۱۹۰۴	۱۰،۵۶۴	۳۰۸	۳۴،۲	۹۱،۶	—	۸،۳
۱۹۰۵	۱۲،۲۸۸	۳۵۸	۴۰،۲	۹۲،۴	—	۷،۵
۱۹۰۶	۱۲،۷۱۱	۳۷۱	۴۱،۴	۹۲،۱	—	۷،۸
۱۹۰۷	۱۲،۷۳۰	۳۷۱	۴۱،۵	۹۱،۵	—	۸،۴
۱۹۰۸	۱۲،۱۲۰	۳۵۴	۳۹،۴	۸۵،۸	۵،۳	۸،۷
۱۹۰۹	۱۳،۵۲۵	۳۹۴	۴۴،۱	۸۶،۸	۵،۰	۸،۰
۱۹۱۰	۱۴،۶۵۹	۴۲۷	۴۷،۹	۸۶،۶	۵،۲	۸،۱
۱۹۱۱	۱۴،۶۱۴	۴۲۶	۴۸،۱	۸۶،۱	۵،۴	۸،۳
۱۹۱۲	۱۵،۹۶۲	۴۶۶	۵۱،۸	۸۶،۵	۵،۲	۸،۱
۱۹۱۳	۱۶،۴۳۶	۴۷۹	۵۳،۵	۸۶،۳	۵،۲	۸،۴
۱۹۱۴	۱۴،۶۶۵	۴۲۸	۴۸،۲	۸۴،۷	۵،۸	۹،۳
۱۹۱۵	۱۳،۴۰۸	۳۹۱	۴۳،۷	۸۱،۳	۶،۹	۱۱،۶
۱۹۱۶	۱۵،۲۷۵	۴۴۵	۵۰،۱	۸۰،۷	۷،۰	۱۲،۲

١٩١٧	١٩،١٢١	٥٥٨	٦٣٫٩	٨٢٫١	٦٫١	١١٫٧
١٩١٨	٢١،١٩٨	٦١٨	٦٩٫٧	٨٠٫٣	٦٫٦	١٢٫٩
١٩١٩	٢٨،٢١٥	٨٢٩	٩٣٫١	٨١٫٦	٦٫٣	١١٫٩
١٩٢٠	٣٩،٠١٩	١١٣٩	١٢٧٫٥	٨٤٫١	٥٫٣	١٠٫٣
١٩٢١	٣٣،٩٣١	١٠١٩	١١٣٫٨	٨٦٫٦	٤٫٧	٨٫٥
١٩٢٢	٣٧،١٦١	١٠٨٤	١٢١٫٨	٨٨٫٢	٤٫٢	٧٫٥
١٩٢٣	٣٦،٦٢٨	١٠٦٩	١١٩٫٣	٨٨٫١	٤٫٢	٧٫٦
١٩٢٤	٣٩،٥٣٣	١١٥٤	١٢٨٫٤	٨٨٫٦	٤٫٠	٧٫٣
١٩٢٥	٤٠،٣٣٧	١١٨١	١٣١٫٧	٨٨٫٥	٤٫١	٧٫٣
١٩٢٦	٣٩،٨٢٥	١١٦٣	١٢٩٫٧	٨٨٫٧	٤٫١	٧٫٣
١٩٢٧	٤١،٥٥١	١٢١٣	١٣٥٫٣	٨٨٫٦	٤٫٢	٧٫١
١٩٢٨	٤٤،٢٠٥	١٢٩١	١٤٤٫٠	٨٨٫٩	٤٫١	٦٫٨
١٩٢٩	٤٤،٨٩٧	١٣١١	١٤٦٫٢	٨٨٫٩	٤٫١	٦٫٨
١٩٣٠	٤٣،٥٥٨	١٢٧٢	١٤١٫٩	٨٩٫٠	٤٫١	٦٫٨

۱۹۳۱	۳۶٬۲۳۶	۱۰۵۸	۱۱۸۵٫۰	۸۷۷٫۸	۴۶٫۶	۴۶٫۵
۱۹۳۲	۳۲٬۱۱۲	۹۳۸	۱۰۴۵٫۳	۸۶۶٫۷	۵۱٫۰	۸۵٫۳

تاحال انتہائی جدول کا خلاصہ

		پاونڈ
انتہائی حد کا دن	دوشنبہ ۳۰ جون ۱۹۳۰ء	۲۸۲٬۱۵۷٫۰۰
انتہائی حد کا ہفتہ	ہفتہ مختتمہ ۲ جولائی ۱۹۳۰ء	۱٬۱۲۱٬۱۳۳٫۰۰
انتہائی حد کا مہینہ	جنوری ۱۹۲۹ء	۴٬۲۷۴٬۳۱۳٫۰۰
انتہائی حد کا سال	۱۹۲۹ء	۴۴٬۸۹۶٬۶۷۷٫۰۰

جدول (۶)

(ب) حساب گھر کے اعداد و شمار سہ ماہی

	۱۹۲۵	۱۹۲۶	۱۹۲۷	۱۹۲۸	۱۹۲۹	۱۹۳۰	۱۹۳۱	۱۹۳۲	۱۹۳۳
میزان	۴۰٬۴۳۷	۳۹٬۸۲۵	۴۱٬۵۵۱	۴۴٬۲۰۵	۴۴٬۸۹۷	۴۳٬۵۵۸	۳۶٬۲۳۶	۳۲۱۱۲	—
سہ ماہی اول	۱۰٬۵۴۰	۱۰٬۱۱۹	۱۰٬۴۳۰	۱۱٬۰۹۲	۱۱٬۵۵۹	۱۱٬۵۳۹	۱۰٬۲۲۵	۷۶۰۱	۸۲۰۴
سہ ماہی دوم	۹۹۳۸	۹۷۷۳	۱۰٬۵۱۰	۱۱٬۲۹۶	۱۰٬۷۵۲	۱۰٬۹۷۹	۹۸۴۰	۸۰۳۱	۷۴۳۳
سہ ماہی سوم	۹۵۳۴	۹۲۵۶	۹۸۵۰	۱۰٬۵۵۵	۱۱٬۱۵۴	۱۰٬۲۸۴	۸۹۹۱	۸۲۷۵	—
سہ ماہی چہارم	۱۰٬۴۲۵	۱۰٬۲۷۷	۱۰٬۷۶۰	۱۱٬۲۶۲	۱۱٬۴۳۱	۱۰٬۳۵۷	۷۱۵۹	۸۲۰۵	—
ٹاون کلیرنگ	۳۵٬۸۰۱	۳۵٬۳۴۶	۳۶٬۸۲۰	۳۹٬۳۱۱	۳۹٬۹۳۶	۳۸٬۷۸۳	۳۱٬۸۱۶	۲۷۸۳۴	—
سہ ماہی اول	۹۳۶۷	۸۹۴۹	۹۲۴۶	۹۸۵۷	۱۰٬۳۱۶	۱۰٬۲۹۲	۹۰۷۹	۶۴۹۳	۷۰۹۲
سہ ماہی دوم	۸۷۸۹	۸۶۸۹	۹۳۳۱	۱۰٬۰۸۰	۹۵۱۴	۹۷۸۲	۸۷۴۵	۶۹۷۰	۶۳۶۱
سہ ماہی سوم	۸۴۰۲	۸۵۸۹	۸۷۰۱	۹۳۷۱	۹۹۴۱	۹۵۲۹	۷۹۳۲	۷۲۵۶	—
سہ ماہی چہارم	۹۲۴۳	۹۱۱۹	۹۵۴۱	۱۰٬۰۰۳	۱۰٬۱۰۵	۹۱۸۰	۶۰۶۰	۷۱۱۵	ـ

میٹروپولیٹن کلیرنگ	۱۶۷۸	۱۶۶۱	۱۷۵۸	۱۸۵۴	۱۸۸۲	۱۸۱۲	۱۶۲۸	۱۶۱۰	ب
سہ ماہی اول	۴۱۹	۴۲۸	۴۴۲	۴۶۶	۴۷۹	۴۷۷	۴۴۹	۴۲۰	۴۲۳
سہ ماہی دوم	۴۱۵	۴۰۲	۴۳۷	۴۵۹	۴۷۰	۴۵۵	۴۱۷	۳۹۵	—
سہ ماہی سوم	۴۱۲	۳۹۹	۴۲۲	۴۴۷	۴۵۶	۴۳۴	۳۹۵	۳۸۰	—
سہ ماہی چہارم	۴۳۲	۴۳۲	۴۵۶	۴۸۲	۴۷۶	۴۴۷	۴۰۲	۴۱۵	—
کنٹری کلیرنگ	۲۹۵۸	۲۸۱۸	۲۹۷۳	۳۰۳۴	۳۰۷۹	۲۹۶۴	۲۷۵۲	۲۶۶۸	—
سہ ماہی اول	۷۵۳	۷۴۱	۷۴۲	۷۷۰	۷۶۴	۷۷۱	۷۱۷	۶۸۹	۶۸۹
سہ ماہی دوم	۷۳۳	۷۸۳	۷۴۲	۷۵۷	۷۶۹	۷۴۲	۶۷۷	۶۶۵	۶۷۱
سہ ماہی سوم	۷۲۰	۶۶۸	۷۲۶	۷۳۶	۷۵۶	۷۳۰	۶۶۴	۶۳۸	—
سہ ماہی چہارم	۷۵۱	۷۲۶	۷۶۳	۷۷۶	۷۹۰	۷۳۰	۶۹۴	۶۷۵	—
پروونشیل	۱۶۹۰	۱۶۲۸	۱۷۱۰	۱۶۷۳	۱۵۹۹	۱۳۴۸	۱۲۰۰	۱۲۳۸	—
سہ ماہی اول	۴۸۳	۴۵۴	۴۳۳	۴۴۸	۴۲۷	۳۸۵	۳۱۹	۳۱۸	۳۱۷
سہ ماہی دوم	۴۳۷	۳۸۴	۴۰۹	۴۱۴	۳۸۷	۳۳۳	۲۸۷	۲۹۸	۳۱۵
سہ ماہی سوم	۴۲۲	۳۸۰	۴۱۹	۳۹۱	۳۸۶	۳۱۱	۲۸۵	۳۱۲	—
سہ ماہی چہارم	۴۴۸	۴۱۰	۴۴۹	۴۲۰	۳۹۹	۳۱۹	۳۰۸	۳۱۱	—

جدول (۸) بنک آف انگلینڈ کی ہفتہ وار فرد حساب۔ اعداد برائے ہفتہ ہائے مختتمہ چہارشنبہ ۵ جولائی ۱۹۱۴ء و ۲۱ نومبر ۱۹۲۸ء

صیغۂ اجرا

۲۱ نومبر ۱۹۲۸ء	۵ جولائی ۱۹۱۴ء		۲۱ نومبر ۱۹۲۸ء	۵ جولائی ۱۹۱۴ء	
پاونڈ	پاونڈ		پاونڈ	پاونڈ	
۱۱٬۰۱۵٬۱۰۰	۱۱٬۰۱۵٬۱۰۰	سرکاری قرضہ	۱۸۰٬۹۶۴٬۰۸۵	۵۶٬۹۰۸٬۲۳۵	جاری کردہ نوٹ
۸٬۷۳۴٬۹۰۰	۷٬۴۳۴٬۹۰۰	دوسرے تمسکات			
۱۶۱٬۲۱۴٬۰۸۵	۳۸٬۴۵۸٬۲۳۵				
۱۸۰٬۹۶۴٬۰۸۵	۵۶٬۹۰۸٬۲۳۵		۱۸۰٬۹۶۴٬۰۸۵	۵۶٬۹۰۸٬۲۳۵	

صیغۂ بنک کاری

۲۱ نومبر ۱۹۲۸ء	۵ جولائی ۱۹۱۴ء		۲۱ نومبر ۱۹۲۸ء	۵ جولائی ۱۹۱۴ء	
	پاونڈ		پاونڈ	پاونڈ	
۴۸٬۳۴۰٬۳۲۷	۱۱٬۰۰۵٬۱۲۶	سرکاری تمسکات	۱۴٬۵۵۳٬۰۰۰	۱۴٬۵۵۳٬۰۰۰	مالکوں کا اصل
۳۴٬۷۵۷٬۴۹۱	۳۳٬۶۲۳٬۲۸۸	دوسرے تمسکات	۳٬۲۰۴٬۱۴۷	۳٬۴۳۱٬۴۸۴	گلہ
۴۰٬۸۱۶٬۱۷۰	۲۷٬۵۹۲٬۹۸۰	نوٹ	۱۴٬۳۹۸٬۱۸۹	۱۳٬۳۱۸٬۷۱۴	سرکاری امانتیں[1]
۸۷۰٬۵۰۴	۱٬۵۹۴٬۴۱۹	سونے اور چاندی کے سکے	۹۹٬۴۷۲٬۱۰۵	۴۲٬۴۸۵٬۶۰۵	دوسری امانتیں
			۲٬۵۹۱	۲۹٬۰۱۰	سات یوم کی اور دوسری ہنڈیاں
۱۳۲٬۱۳۰٬۰۳۲	۷۳٬۸۱۷٬۸۱۳		۱۳۲٬۱۳۰٬۰۳۲	۷۳٬۸۱۷٬۸۱۳	

[1] اس میں خزانہ، سیونگ بنک، ناظمان قرضۂ قومی اور مقسوم کی مدیں شامل ہیں۔

جدول (۸)

سلطنت متحدہ کی بنک کاری کے اعداد و شمار ۱۸۹۵ء تا ۱۹۳۲ء

(رسالۂ اکانومسٹ کے بنک کاری کے اعداد سے ماخوذ۔ در ملین پاؤنڈ)

(۱) امانتیں[1]

	۱۹۰۰	۱۹۱۳	۱۹۱۴	۱۹۱۵	۱۹۱۶	۱۹۱۷	۱۹۱۸	۱۹۱۹	۱۹۲۰	۱۹۲۱	۱۹۲۲	۱۹۲۳	۱۹۲۴	۱۹۲۵	۱۹۲۶	۱۹۲۷	۱۹۲۸	۱۹۲۹	۱۹۳۰	۱۹۳۱	۱۹۳۲
بنک آف انگلینڈ	۴۴	۷۱	۱۵۵	۱۶۲	۱۶۶	۱۷۹	۱۷۳	۲۰۰	۱۹۰	۱۲۳	۱۳۳	۱۳۲	۱۷۴	۱۶۹	۱۴۳	۱۳۹	۱۳۰	۱۱۶	۱۰۵	۱۷۴	۱۲۵
سرمایۂ مشترک کے بنک:۔																					
انگلستان و ویلز	۵۸۷	۸۰۹	۸۹۶	۹۹۳	۱۱۵۵	۱۳۶۵	۱۵۸۳	۱۸۷۴	۱۹۶۲	۱۹۷۵	۱۸۳۴	۱۸۲۲	۱۸۱۴	۱۸۰۷	۱۸۴۸	۱۸۹۳	۱۹۵۱	۱۹۱۱	۱۹۷۷	۱۸۲۱	۲۰۶۴
اسکاٹ لینڈ	۱۰۷	۱۲۶	۱۳۳	۱۴۱	۱۶۷	۱۹۷	۲۲۲	۲۶۰	۲۷۹	۲۹۱	۲۶۸	۲۴۷	۲۴۳	۲۴۱	۲۳۹	۲۴۲	۲۴۹	۲۵۱	۲۵۶	۲۴۴	۲۷۶
آئرلینڈ	۴۹	۷۱	۷۵	۷۷	۸۳	۹۹	۱۳۲	۱۶۶	۲۰۰	۲۱۳	۲۱۰	۲۰۱	۱۹۸	۲۹۱	۱۸۳	۴۹	۵۰	۴۹	۴۹	۴۹	۵۳
خانگی بنک	۴۰	۲۷	۳۳	۳۳	۳۹	۴۵	۵۱	۵۶	۵۱	۴۸	۵۱	۳۳	۲۶	۳۸	۳۵	۳۰	۳۱	۲۹	۲۷	۲۲	۱۵
میزان	۸۲۷	۱۱۰۴	۱۲۹۲	۱۳۰۷	۱۶۲۳	۱۸۷۳	۲۱۶۱	۲۵۵۶	۲۶۸۲	۲۶۸۰	۲۴۹۶	۲۴۳۵	۲۴۵۸	۲۴۳۴	۲۴۴۲	۲۳۵۳	۲۴۰۱	۲۳۵۶	۲۴۸۴	۲۳۱۰	۲۵۵۳

[1] ۱۸۹۵ء کے ابتدائی اعداد کے لئے دیکھو ملحقہ ضمیمہ (د)۔

(۲) بنک کے نوٹ گردش میں۔

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱
بنک آف انگلینڈ	۳۰	۳۰	۳۶	۳۵	۴۰	۴۶	۷۰	۹۱	۱۳۳	۱۲۶	۱۲۵	۱۲۸	۱۲۸	۱۴۵	۱۴۱	۱۳۹	۳۸۸	۳۸۰	۳۶۹	۳۶۴	۳۷۱
سرمایۂ مشترک کے بنک[1]	۰																				
اسکاٹ لینڈ	۸	۸	۱۰	۱۳	۱۹	۱۹	۲۵	۲۸	۲۹	۲۵	۲۳	۲۲	۲۲	۲۲	۲۱	۳۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
آئرلینڈ	۷	۸	۱۱	۱۵	۱۹	۲۲	۳۱	۲۹	۲۵	۱۹	۱۶	۱۶	۱۶	۱۴	۱۵	۴[3]	۴	۴	۴	۳	۳
میزان	۴۵	۴۶	۵۷	۶۳	۷۴	۸۶	۱۲۶	۱۴۸	۱۸۶	۱۶۱	۱۶۵	۱۶۶	۱۶۶	۱۸۳	۱۷۷	۱۶۴	۴۱۳	۴۰۵	۳۹۴	۳۸۸	۳۹۰

(۳) شرح بنک

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱
اعلیٰ ترین	۶	۵	۱۰	۵	۶	۵½	۵	۶	۷	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
ادنیٰ ترین	۳	۴½	۳	۵	۵	۵	۵	۵	۶												
اوسط (پاؤنڈ شلنگ پنس)	۳-۱۹-۳	۵-۱۵-۴	۹-۰-۳	۰-۰-۵	۳-۹-۵	۰-۳-۵	۰-۰-۵	۰-۳-۵	۳-۱۳-۶	۳-۲-۹	۶-۱۳-۳	۹-۹-۳	۰-۰-۳	۰-۱-۳	۰-۰-۵	۰-۱۳-۳	۰-۱۰-۳	۰-۱۰-۵	۵-۸-۳	۶-۱۸-۳	۲-۰-۳

[1] امانتوں کے ابتدائی اعداد کے لئے دیکھو متن ضمیمہ (د)۔

[2] انگریزی سرمایۂ مشترک کے بنکوں اور خانگی بنکوں کو اب نوٹ جاری کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

[3] ۱۹۲۷ء سے آئرش فری اسٹیٹ کو خارج کردیا گیا ہے۔

(۴) اہم اثاثہ																					
بنک آف انگلینڈ																					
سکہ اور طلا	۲۶	۳۵	۷۹	۵۱	۵۴	۵۸	۷۹	۹۱	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۷	۱۲۸	۱۲۹	۱۳۵	۱۵۱	۱۵۲	۱۵۹	۱۵۱	۱۵۳	۱۲۵	۱۲۴
شغل اصل	۳۴	۳۲	۳۳	۵۱	۷۶	۷۷	۹۰	۱۱۱	۱۲۶	۵۵	۷۰	۶۹	۸۸	۸۴	۵۴	۶۰	۳۱۲	۳۱۲	۳۱۵	۳۴۹	۳۶۹
صیغۂ بنکاری میں دوسرے تمسکات	۲۹	۵۲	۱۰۶	۱۱۲	۱۰۶	۹۵	۹۲	۱۰۷	۸۶	۸۳	۷۸	۸۱	۱۰۴	۱۰۳	۹۷	۸۳	۵۵	۵۱	۸۴	۸۴	۴۱
سرمایہ مشترک کے بنک																					
انگلستان و ویلز																					
نقد و عند الطلب زر	۱۴۴	۲۳۶	۲۷۶	۲۶۲	۳۶۹	۴۲۸	۴۸۱	۴۵۳	۴۴۹	۴۳۹	۴۲۳	۴۱۴	۴۳۸	۴۴۲	۴۴۴	۴۹۳	۴۹۴	۴۸۱	۴۷۲	۴۱۵	۴۴۶
شغل اصل	۱۲۸	۱۲۱	۱۴۶	۳۱۱	۳۲۳	۳۴۰	۳۴۷	۳۹۹	۳۶۹	۳۷۶	۴۲۴	۴۰۳	۳۶۱	۳۱۸	۳۰۸	۲۹۱	۲۹۳	۲۸۵	۳۲۹	۳۲۹	۵۲۱
بٹہ وغیرہ	۳۹۵	۵۴۰	۵۵۳	۵۰۴	۵۴۳	۶۸۶	۸۳۵	۱۱۳۰	۱۲۶۳	۱۲۸۰	۱۱۰۳	۱۱۱۷	۱۱۳۲	۱۱۶۸	۱۲۰۹	۱۲۲۱	۱۲۶۹	۱۲۵۱	۱۲۸۱	۱۱۶۶	۱۱۸۸
اسکاٹ لینڈ:-																					
نقد و عند الطلب زر	۲۶	۳۴	۳۰	۳۷	۴۲	۴۸	۵۷	۶۶	۷۳	۷۰	۶۴	۶۲	۶۱	۷۰	۶۰	۶۱	۶۳	۶۲	۶۴	۷۰	۶۸
شغل اصل	۳۳	۳۸	۴۵	۶۷	۷۰	۷۲	۹۴	۱۱۲	۱۰۳	۱۱۵	۱۲۶	۱۱۲	۱۰۴	۱۹۵	۹۱	۸۹	۸۳	۸۴	۹۸	۱۰۱	۱۳۷
بٹہ وغیرہ	۷۰	۷۸	۷۸	۶۵	۸۵	۱۱۲	۱۱۴	۱۳۰	۱۵۳	۱۵۱	۱۲۲	۱۱۴	۱۲۳	۱۳۱	۱۳۳	۱۳۹	۱۵۰	۱۵۴	۱۴۶	۱۳۴	۱۲۳

آئرلینڈ																					
نقد و عند الطلب زر۔	۱۲	۱۷	۲۲	۲۳	۳۳	۴۰	۵۷	۵۵	۴۰	۴۳	۳۲	۳۴	۳۱	۲۶	۲۲	۸ ^ا^	۷	۶	۲	۶	۸
شغل اصل	۱۸	۲۴	۲۶	۳۵	۳۸	۴۲	۶۵	۷۷	۸۱	۸۲	۱۰۳	۹۵	۹۴	۹۲	۸۰	۱۹ ^ا^	۲۰	۲۰	۲۲	۲۱	۲۲
بلہ وغیرہ	۳۷	۴۹	۴۸	۴۵	۴۳	۵۱	۵۲	۷۵	۱۱۰	۱۱۹	۱۰۵	۱۰۲	۱۰۴	۱۰۴	۱۰۲	۳۳ ^ا^	۳۳	۳۳	۳۲	۳۱	۲۲
خانگی بنک																					
نقد و عند الطلب زر	۱۱	۶	۷	۸	۱۰	۱۲	۱۶	۱۳	۱۲	۸	۹	۳	۳	۳	۴	۴	۴	۴	۴	۲	۲
شغل اصل	۱۵	۸	۸	۹	۹	۱۰	۱۳	۱۴	۶	۶	۱۲	۵	۶	۵	۵	۶	۶	۴	۶	۲	۳
بلہ وغیرہ	۲۱	۱۷	۲۱	۱۹	۲۳	۲۵	۲۵	۱۲۲	۳۶	۳۶	۳۳	۲۸	۲۳	۲۲	۲۴	۲۳	۲۴	۲۴	۲۰	۲۱	۱۲
	۱۰۰۲	۱۲۸۷	۱۳۶۳	۱۵۹۹	۱۸۲۴	۲۰۹۶	۲۲۱۷	۲۸۶۵	۳۰۴۲	۲۴۹۱	۲۸۳۱	۲۷۷۰	۲۸۰۱	۲۶۹۸	۲۶۹۳	۲۶۸۲	۲۹۶۳	۲۹۲۲	۳۰۴۲	۲۸۴۴	۳۰۹۶

ا؎ ۱۹۲۷ء سے آئرش فری اسٹیٹ کو خارج کر دیا گیا ہے۔

جدول (۹)

کلیئرنگ بنکوں کے اعداد و شمار

(۱) شش ماہی سنہ ۱۹۱۳ء تا سنہ ۱۹۲۰ء۔ در ملین پاونڈ

تاریخ	امانتیں	نقد بدست و در بنک آف انگلینڈ	امانتوں کا فی صد	عند الطلب زر	بٹہ اور قرضے	شغل اصل
دسمبر ۱۹۱۳	۶۷۰٫۶	۱۱۱٫۱	۱۶٫۶	۹۰٫۳	۳۶۲٫۴	۹۶٫۶
جون ۱۹۱۴	۷۰۸٫۵	۱۰۸٫۹	۱۵٫۴	۹۴٫۰	۴۵۵٫۷	۱۰۹٫۳
دسمبر	۷۸۵٫۵	۱۶۶٫۶	۲۱٫۲	۷۶٫۶	۴۳۱٫۲	۱۳۱٫۰
جون ۱۹۱۵	۸۹۹٫۲	۲۰۱٫۱	۲۲٫۴	۹۸٫۱	۴۸۹٫۲	۱۶۲٫۳
دسمبر	۸۷۰٫۹	۱۷۱٫۰	۱۹٫۶	۶۶٫۳	۳۷۶٫۵	۲۸۰٫۰
جون ۱۹۱۶	۹۴۰٫۸	۱۸۰٫۰	۱۹٫۱	۸۰٫۸	۴۴۸٫۷	۲۸۳٫۳
دسمبر	۱۰۳۲٫۱	۲۴۱٫۶	۲۳٫۴	۹۱٫۶	۴۵۲٫۰	۲۸۸٫۷

جون - ۱۹۱۷	۱۰۱۵٫۵	۱۸۲٫۹	۱۸٫۰	۷۱٫۱	۵۴۸٫۶	۲۶۵٫۵
دسمبر	۱۲۲۴٫۲	۲۳۰٫۹	۱۸٫۹	۱۶۲٫۹	۵۷۸٫۶	۲۸۹٫۸
جون - ۱۹۱۸	۱۲۸۷٫۶	۲۴۳٫۱	۱۸٫۹	۱۵۷٫۴	۶۶۶٫۱	۲۸۵٫۵
دسمبر	۱۴۴۱٫۵	۲۶۵٫۶	۱۸٫۴	۱۸۷٫۸	۷۲۲٫۴	۳۰۹٫۹
جون - ۱۹۱۹	۱۶۷۳٫۸	۳۳۳٫۹	۱۹٫۹	۳۱۶٫۴	۷۷۹٫۵	۳۲۲٫۵
دسمبر	۱۷۰۳٫۱	۳۰۹٫۲	۱۸٫۲	۱۰۵٫۵	۱۰۰۱٫۵	۳۶۵٫۱
جون - ۱۹۲۰	۱۷۵۸٫۶	۲۹۸٫۱	۱۷٫۰	۹۴٫۳	۱۰۰۲٫۴	۳۶۸٫۴
دسمبر	۱۷۹۸٫۱	۳۰۴٫۱	۱۶٫۹	۱۲۹٫۹	۱۱۳۷٫۰	۳۴۴٫۵

جدول (۹)

کلیرنگ بنکوں کے اعداد و شمار

(ب) سہ ماہی اوسط سنہ ۱۹۱۹ء تا سنہ ۱۹۳۱ء (ماخوذ از میک ملن کمیٹی رپورٹ)

ختم سہ ماہی	[illegible]	امانتیں	میزان	نقد: بدست	نقد: بنک آف انگلینڈ	میزان	[illegible]	عندالطلب	اطلاع قریب کا زر: بل بروکروں کو	اطلاع قریب کا زر: تمسک بازار کو	میزان	بٹہ: ہنڈیات خزانہ	بٹہ: تجارتی ہنڈیاں	میزان	پیشگی	سرمایہ کاری
۱۹۱۹ مارچ	۹۵۵ر۴	۴۵۰ر۷	۱۴۰۶ر۱	۱۰۵ر۹	۸۶ر۹	۱۹۲ر۸	۱۳ر۸	۲۵ر۰	۱۰۴ر۲	۱۳ر۴	۱۴۳ر۶	۲۰۲ر۴	۹۱ر۷	۲۹۴ر۰	۴۸۸ر۵	۳۲۵ر۴
جون	۱۰۱۷ر۴	۴۸۹ر۹	۱۵۰۵ر۳	۱۱۳ر۶	۱۴۰ر۰	۲۵۳ر۶	۱۶ر۸	۲۵ر۱	۱۱۹ر۰	۱۴ر۹	۱۵۹ر۰	۱۸۰ر۹	۹۱ر۰	۲۷۱ر۹	۵۱۵ر۶	۳۲۹ر۱
ستمبر	۱۰۱۷ر۸	۴۹۸ر۸	۱۵۱۶ر۶	۱۱۲ر۴	۹۳ر۶	۲۰۵ر۹	۱۳ر۶	۲۱ر۷	۸۹ر۴	۱۷ر۳	۱۲۵ر۶	۱۲۷ر۸	۱۰۳ر۶	۲۳۲ر۴	۴۶۰ر۷	۳۷۵ر۲
دسمبر	۱۰۷۵ر۱	۵۴۰ر۰	۱۶۱۵ر۰	۱۱۷ر۹	۹۳ر۹	۲۱۱ر۸	۱۳ر۱	۳۰ر۰	۵۳ر۷	۲۴ر۱	۹۷ر۸	۱۲۶ر۰	۱۴۰ر۰	۲۶۶ر۱	۴۹۳ر۴	۳۷۶ر۰
۱۹۲۰ مارچ	۱۱۲۳ر۰	۵۷۲ر۳	۱۶۹۵ر۳	۱۰۴ر۸	۷۷ر۷	۱۸۲ر۵	۱۰ر۸	۳۱ر۴	۵۵ر۶	۲۰ر۴	۱۰۲ر۳	۸۸ر۵	۱۶۲ر۸	۲۴۱ر۳	۸۱۸ر۴	۳۷۵ر۴
جون	۱۰۹۹ر۱	۶۰۰ر۴	۱۶۹۹ر۵	۱۰۱ر۸	۸۹ر۰	۱۹۰ر۸	۱۱ر۲	۲۳ر۳	۴۹ر۳	۲۲ر۲	۹۵ر۱	۷۷ر۲	۱۳۴ر۱	۲۱۱ر۲	۸۵۵ر۶	۳۶۹ر۸
ستمبر	۱۰۷۶ر۹	۶۴۱ر۶	۱۷۱۸ر۵	۱۰۶ر۷	۷۳ر۹	۱۸۰ر۶	۱۰ر۵	۲۴ر۷	۵۵ر۸	۲۱ر۱	۱۰۱ر۵	۱۲۹ر۱	۱۴۰ر۳	۲۶۹ر۴	۸۳۴ر۵	۳۶۷ر۵
دسمبر	۱۰۹۱ر۵	۶۷۴ر۰	۱۷۶۵ر۵	۱۰۹ر۸	۹۴ر۳	۲۰۳ر۱	۱۱ر۶	۲۶ر۰	۵۶ر۶	۱۸ر۹	۱۰۱ر۵	۱۶۷ر۵	۱۴۹ر۸	۳۱۷ر۲	۸۱۶ر۹	۳۵۸ر۲

۱۹۲۱ - مارچ	۱۰۴٫۹۳	۶۹۳٫۳	۱۷۳۳٫۶	۱۱۰٫۲	۸۳٫۷	۱۹۳٫۹	۱۱٫۱	۲۲٫۰	۴۹٫۹	۱۸٫۹	۹۰٫۸	۱۶۷٫۳	۱۳۸٫۹	۳۱۶٫۲	۸۲۵٫۸	۳۵۶٫۲
جون	۱۰۰٫۵۲	۷۲۰٫۸	۱۷۲۶٫۰	۱۱۲٫۵	۹۶٫۹	۲۰۹٫۳	۱۲٫۱	۲۶٫۵	۵۳٫۶	۱۹٫۱	۱۰۰٫۲	۱۸۳٫۸	۱۳۲٫۳	۳۱۴٫۲	۸۰۸٫۹	۳۵۵٫۳
ستمبر	۱۰۱٫۴۹	۷۳۰٫۹	۱۷۵۵٫۸	۱۱۲٫۳	۸۹٫۳	۲۰۱٫۷	۱۱٫۵	۳۰٫۲	۵۸٫۰	۱۶٫۹	۱۰۵٫۱	۲۶۲٫۳	۱۲۹٫۳	۳۹۱٫۷	۷۷۸٫۱	۳۳۲٫۰
دسمبر	۱۰۲٫۹۵	۷۵۹٫۲	۱۷۸۹٫۱	۱۰۸٫۰	۱۱۳٫۳	۲۲۲٫۲	۱۲٫۳	۳۰٫۲	۵۶٫۸	۱۷٫۲	۱۰۳٫۲	۲۸۳٫۸	۱۲۵٫۹	۴۰۹٫۳	۷۳۸٫۰	۳۵۶٫۸
۱۹۲۲ - مارچ	۱۰۱٫۶۲	۷۴۹٫۵	۱۷۶۵٫۶	۱۰۹٫۳	۹۰٫۹	۲۰۰٫۲	۱۱٫۳	۳۲٫۶	۵۸٫۶	۲۱٫۷	۱۱۲٫۸	۲۵۵٫۰	۱۲۰٫۱	۳۷۵٫۱	۷۲۸٫۹	۴۰۷٫۷
جون	۹۹٫۹۱	۷۳۰٫۳	۱۷۴۹٫۴	۱۰۷٫۷	۹۸٫۱	۲۰۵٫۲	۱۱٫۹	۳۲٫۸	۶۱٫۸	۲۴٫۴	۱۱۹٫۰	۲۰۱٫۲	۱۱۲٫۸	۳۱۳٫۰	۷۰۷٫۰	۴۳۴٫۷
ستمبر	۹۸٫۲۵	۶۸۹٫۳	۱۶۷۱٫۸	۱۰۹٫۱	۸۳٫۶	۱۹۳٫۷	۱۱٫۵	۲۶٫۷	۵۸٫۹	۲۴٫۳	۱۰۹٫۹	۱۹۰٫۳	۱۰۸٫۸	۲۹۹٫۰	۶۹۷٫۸	۴۳۷٫۷
دسمبر	۹۹٫۵۶	۶۶۷٫۳	۱۶۶۳٫۰	۱۰۳٫۵	۹۸٫۹	۲۰۳٫۳	۱۲٫۲	۲۷٫۶	۵۶٫۰	۲۳٫۲	۱۰۵٫۸	۱۸۵٫۵	۱۱۱٫۷	۲۹۷٫۲	۷۱۳٫۶	۴۰۳٫۱
۱۹۲۳ - مارچ	۹۸٫۰۳	۶۴۴٫۳	۱۶۲۳٫۵	۱۰۵٫۲	۸۱٫۱	۱۸۶٫۳	۱۱٫۵	۲۵٫۵	۵۹٫۳	۲۵٫۲	۱۱۰٫۲	۱۶۶٫۵	۱۱۷٫۰	۲۸۳٫۵	۷۲۶٫۲	۳۸۱٫۱
جون	۹۶٫۵۵	۶۳۸٫۶	۱۶۰۴٫۸	۱۰۱٫۱	۸۹٫۵	۱۹۰٫۲	۱۱٫۹	۲۵٫۳	۶۱٫۶	۲۷٫۲	۱۱۳٫۸	۱۳۷٫۳	۱۱۸٫۷	۲۵۵٫۰	۷۳۱٫۰	۳۷۱٫۰
ستمبر	۹۵٫۳۷	۶۳۲٫۱	۱۵۹۹٫۸	۱۰۳٫۷	۸۳٫۲	۱۸۶٫۹	۱۱٫۶	۲۳٫۷	۶۰٫۳	۲۲٫۰	۱۰۶٫۰	۱۳۰٫۷	۱۲۱٫۷	۲۶۱٫۳	۷۲۵٫۳	۳۷۹٫۸
دسمبر	۹۶٫۲۹	۶۶۵٫۱	۱۶۲۸٫۰	۱۰۳٫۲	۹۵٫۳	۱۹۹٫۶	۱۲٫۳	۲۳٫۵	۵۹٫۳	۲۳٫۱	۱۰۶٫۹	۱۳۰٫۹	۱۲۱٫۷	۲۶۲٫۶	۷۲۵٫۰	۳۷۸٫۷

۱۹۲۴ مارچ	۹۴۸،۵	۶۶۷،۸	۱۶۱۶۲،۳	۱۰۳۳،۸	۸۳۳،۷	۱۸۷۷،۵	۱۱،۶	۲۳،۱	۵۵،۴	۲۰،۳	۹۸،۸	۱۱۸،۸	۱۲۶،۰	۲۴۴،۸	۷۵۶،۰۶	۲۸۳،۹
جون	۹۵۳،۷	۶۶۲،۹	۱۶۱۲۵،۶	۱۰۲۲،۷	۹۳۳،۳	۱۹۶۲،۰	۱۲،۱	۲۵،۸	۵۹،۴	۲۲،۸	۱۰۳،۹	۹۷،۵	۱۲۵،۷	۲۲۳،۲	۷۷۴،۱۱	۳۶۹،۱۱
ستمبر	۹۴۳،۸	۶۶۲،۹	۱۶۰۴۵،۶	۱۰۳۶،۹	۸۰۰،۰	۱۸۳۵،۸	۱۱،۴	۲۳،۹	۵۹،۳	۲۲،۴	۱۰۶،۴	۱۰۳،۹	۱۲۴،۵	۲۲۸،۴	۰۷۵،۴	۳۶۱،۷
دسمبر	۹۵۳،۲	۶۶۹،۳	۱۶۲۲۳،۵	۱۰۴۴،۷	۹۶۱،۲	۲۰۰۶،۹	۱۲،۴	۲۳،۴	۵۹،۵	۲۲،۰	۱۰۹،۹	۹۸،۹	۱۲۵،۸	۲۲۴،۷	۷۹۰،۷	۳۴۴،۲
۱۹۲۵ - مارچ	۹۳۷،۳	۶۶۹،۷	۱۴۰۶۷،۰	۱۰۵۰،۳	۷۹،۰	۱۸۴،۳	۱۱،۵	۲۴،۴	۵۹،۹	۳۱،۸	۱۱۶،۰	۸۹،۹	۱۳۱،۵	۲۲۰،۹	۸۱۰،۹	۳۲۵،۴
جون	۹۰۸،۹	۶۸۵،۸	۱۵۹۴۳،۷	۱۰۳۰،۰	۹۱،۴	۱۹۴،۴	۱۲،۲	۲۳،۹	۵۸،۸	۲۹،۸	۱۱۲،۵	۷۲،۵	۱۱۹،۲	۱۹۱،۷	۸۳۱،۴	۳۰۹،۵
ستمبر	۹۱۰،۴	۶۸۴،۵	۱۵۹۶۲،۹	۱۰۴۰،۱	۷۹،۰	۱۸۳،۹	۱۱،۵	۲۶،۳	۶۵،۸	۲۸،۳	۱۲۰،۴	۱۰۴،۶	۱۲۵،۰	۲۳۴،۶	۸۲۲،۵	۲۹۲،۸
دسمبر	۹۲۳،۶	۶۷۸،۷	۱۶۱۲۵،۲	۱۰۱۰،۵	۹۵،۳	۱۹۶،۸	۱۲،۲	۲۴،۶	۶۰،۰	۳۲،۴	۱۱۷،۰	۹۵،۰	۱۲۲،۱	۲۲۹،۱	۸۲۱،۸	۲۹۴،۰
۱۹۲۶ - مارچ	۹۱۴،۲	۶۷۰،۹	۱۵۸۵۰،۱	۱۰۴۰،۴	۷۸،۹	۱۸۳،۴	۱۱،۶	۲۴،۸	۵۷،۸	۳۱،۸	۱۱۴،۵	۸۲،۲	۱۲۲،۱	۲۰۶،۳	۸۴۶،۱	۲۸۷،۷
جون	۹۱۱،۱	۶۷۶،۹	۱۵۸۶۰،۹	۱۰۳۵،۰	۸۸،۸	۱۹۲،۳	۱۲،۱	۲۵،۹	۶۰،۴	۳۰،۸	۱۱۷،۰	۸۲،۰	۱۰۹،۹	۱۹۲،۰	۸۵۵،۲	۲۷۹،۳
ستمبر	۹۲۰،۸	۶۹۱،۴	۱۶۱۲۵،۲	۱۰۲۰،۴	۸۳،۷	۱۰۶،۱	۱۱،۵	۲۴،۰	۶۸،۳	۳۰،۷	۱۲۳،۱	۱۲۰،۰	۱۰۱،۶	۲۱۳،۷	۸۵۶،۷	۲۸۳،۲
دسمبر	۹۳۹،۶	۷۱۰،۷	۱۶۵۰۴،۳	۱۰۱۰،۹	۹۲،۹	۱۹۴،۸	۱۱،۸	۲۵،۲	۶۶،۱	۳۵،۰	۱۲۶،۳	۱۱۹،۵	۹۱،۵	۲۱۷،۰	۸۷۴،۱	۲۸۴،۷

۱۹۳۷ — مارچ	۹۱۳٫۲	۷۲۱٫۴	۱۲۳۴٫۶	۱۰۴٫۵	۷۹٫۵	۱۸۳٫۹	۱۱٫۳	۲۴٫۸	۶۷٫۱	۳۵٫۰	۱۲۹٫۹	۱۱۹٫۷	۹۴٫۱	۲۱۲٫۷	۸۸۹٫۵	۲۷۸٫۲
جون	۹۲۴٫۷	۷۲۳٫۴	۱۲۴۸٫۱	۱۰۶٫۶	۹۱٫۶	۱۹۸٫۲	۱۲٫۰	۲۴٫۱	۷۱٫۶	۳۹٫۶	۱۳۵٫۲	۹۲٫۹	۱۰۰٫۲	۱۹۳٫۱	۸۹۹٫۷	۲۷۰٫۵
ستمبر	۹۳۳٫۸	۷۱۸٫۷	۱۲۵۲٫۵	۱۰۶٫۰	۷۸٫۵	۱۸۴٫۵	۱۱٫۲	۲۵٫۷	۷۸٫۰	۳۹٫۶	۱۴۳٫۳	۱۱۰٫۴	۹۹٫۲	۲۰۹٫۶	۹۰۴٫۳	۲۷۰٫۸
دسمبر	۹۵۶٫۸	۷۴۶٫۴	۱۲۹۹٫۲	۱۰۳٫۴	۹۱٫۸	۱۹۵٫۲	۱۱٫۵	۲۶٫۴	۸۴٫۸	۳۳٫۰	۱۵۵٫۱	۱۲۷٫۲	۱۰۰٫۲	۲۲۷٫۴	۹۰۳٫۲	۲۷۰٫۷
۱۹۳۸ — مارچ	۹۳۸٫۳	۷۴۸٫۷	۱۶۷۷٫۶	۱۰۶٫۰	۷۲٫۹	۱۷۸٫۹	۱۰٫۷	۲۹٫۵	۷۷٫۹	۴۷٫۸	۱۵۵٫۳	۱۰۲٫۷	۱۰۹٫۲	۲۱۳٫۰	۹۱۵٫۳	۲۷۷٫۷
جون	۹۴۵٫۴	۷۴۱٫۸	۱۶۸۷٫۲	۱۰۰٫۲	۸۶٫۱	۱۸۶٫۳	۱۱٫۰	۲۸٫۱	۷۸٫۱	۴۹٫۸	۱۵۶٫۰	۸۷٫۶	۱۱۵٫۹	۲۰۴٫۶	۹۲۳٫۷	۲۶۹٫۵
ستمبر	۹۵۲٫۸	۷۶۱٫۸	۱۷۱۴٫۶	۱۰۳٫۶	۸۰٫۷	۱۸۴٫۳	۱۰٫۷	۲۷٫۸	۷۸٫۹	۴۳٫۲	۱۵۰٫۸	۱۲۱٫۴	۱۲۵٫۶	۲۴۷٫۰	۹۲۱٫۶	۲۷۵٫۱
دسمبر	۹۷۷٫۸	۷۷۸٫۵	۱۷۵۶٫۳	۱۰۸٫۰	۹۴٫۸	۲۰۲٫۸	۱۱٫۵	۲۸٫۳	۷۵٫۸	۵۰٫۱	۱۵۴٫۲	۱۱۹٫۱	۱۲۲٫۱	۲۴۱٫۲	۹۳۳٫۷	۲۷۹٫۱
۱۹۳۹ — مارچ	۹۵۰٫۷	۷۸۸٫۳	۱۷۴۴٫۰	۱۰۴٫۸	۸۱٫۶	۱۸۹٫۴	۱۰٫۷	۲۵٫۸	۶۹٫۵	۴۵٫۸	۱۴۱٫۲	۱۰۷٫۱	۱۳۳٫۲	۲۳۹٫۳	۹۹۶٫۷	۲۷۸٫۴
جون	۹۴۰٫۳	۷۹۰٫۲	۱۷۲۰٫۵	۱۰۰٫۴	۱۰۰٫۴	۱۸۵٫۹	۱۰٫۷	۳۸٫۸	۷۳٫۴	۴۶٫۹	۱۴۹٫۳	۸۰٫۳	۱۲۰٫۵	۲۰۰٫۸	۹۷۰٫۱	۲۷۶٫۷
ستمبر	۹۳۷٫۵	۷۹۷٫۱	۱۷۳۴٫۶	۱۰۵٫۰	۱۰۵٫۵	۱۷۸٫۲	۱۰٫۳	۲۸٫۵	۷۸٫۶	۴۴٫۹	۱۵۱٫۹	۱۰۴٫۳	۱۲۱٫۸	۲۲۳٫۰	۹۶۶٫۸	۲۷۵٫۵
دسمبر	۹۲۷٫۲	۸۱۷٫۰	۱۷۴۳٫۱	۱۰۹٫۷	۱۰۶٫۷	۱۹۰٫۶	۱۱٫۴	۳۲٫۵	۸۲٫۴	۳۵٫۹	۱۵۰٫۹	۱۰۱٫۶	۱۱۶٫۹	۲۱۸٫۵	۹۵۸٫۳	۲۹۹٫۵

۳۰-۱۹ مارچ	۸۹۰٫۳	۷۹۹٫۲	۱۴۸۹٫۵	۱۰۳٫۰	۷۱٫۶	۱۷۴٫۳	۱۰۲٫۴	۳۳٫۶	۷۳٫۷	۳۲٫۶	۱۳۱٫۸	۹۵٫۱	۱۱۱٫۹	۲۰۷٫۰	۹۵۸٫۹	۲۶۵٫۹
جون	۹۱۷٫۷	۸۱۴٫۶	۱۴۳۴٫۳	۱۰۱٫۷	۸۸٫۴	۱۸۹٫۹	۱۱۰٫۰	۳۰٫۸	۷۵٫۸	۳۳٫۹	۱۴۰٫۶	۹۹٫۴	۱۳۱٫۵	۲۳۰٫۸	۹۴۷٫۵	۲۶۸٫۴
ستمبر	۹۲۶٫۷	۸۴۳٫۵	۱۷۵۰٫۲	۱۰۳٫۰	۷۹٫۷	۱۸۳٫۸	۱۰٫۵	۳۴٫۳	۸۵٫۶	۲۴٫۷	۱۳۲٫۵	۱۴۴٫۵	۱۳۱٫۵	۲۷۶٫۰	۹۲۳٫۱	۲۸۸٫۷
دسمبر	۹۳۸٫۵	۸۴۲٫۹	۱۶۹۲٫۳	۱۰۳٫۰	۹۸٫۴	۲۰۲٫۴	۱۱٫۳	۳۴٫۷	۸۴٫۲	۲۲٫۷	۱۳۱٫۶	۱۷۵٫۷	۱۲۳٫۹	۲۹۹۵	۹۰۵٫۳	۳۰۳٫۲
۳۱-۱۹ مارچ	۹۲۳٫۳	۸۲۳٫۲	۱۷۴۶٫۵	۱۰۱٫۴	۷۶٫۸	۱۷۸٫۳	۱۰٫۲	۳۰٫۹	۷۲٫۴	۲۱٫۴	۱۲۴٫۶	۱۲۴٫۳	۱۰۹٫۸	۲۸۴٫۱	۹۰۲٫۳	۳۳۱٫۵
جون	.	.	.	.	.	.	.	.	.	.	.	.	.	.	.	.
ستمبر	.	.	.	.	.	.	.	.	.	.	.	.	.	.	.	.
دسمبر	.	.	.	.	.	.	.	.	.	.	.	.	.	.	.	.

جدول (۹) کلیرنگ بنکوں کے اعداد و شمار
(ج) ماہانہ اوسط سنہ ۱۹۳۱ء تا سنہ ۱۹۳۳ء

تاریخ	امانتیں	نقد بدست در بنک آف انگلینڈ	امانتوں کا فی صد	عندالطلب زر	بٹہ	قرضے	شغل اصل[a]
جنوری ۱۹۳۱	۱۸۷۳٫۳	۱۹۷٫۷	۱۰٫۶	۱۴۴٫۳	۳۲۹٫۷	۹۲۳٫۹	۳۲۲٫۸
فروری	۱۸۱۹٫۶	۱۹۰٫۰	۱۰٫۴	۱۱۵٫۹	۳۰۱٫۲	۹۲۴٫۹	۳۳۵٫۳
مارچ	۱۷۶۳٫۹	۱۸۴٫۰	۱۰٫۴	۱۱۴٫۱	۲۴۰٫۴	۹۳۶٫۱	۳۳۷٫۰
اپریل	۱۷۳۵٫۷	۱۷۸٫۵	۱۰٫۳	۱۱۷٫۰	۲۱۱٫۰	۹۴۰٫۳	۳۳۴٫۰
مئی	۱۷۳۷٫۸	۱۷۹٫۴	۱۰٫۳	۱۳۱٫۵	۲۲۴٫۰	۹۳۴٫۶	۳۱۵٫۷
جون	۱۷۸۱٫۹	۱۸۷٫۴	۱۰٫۵	۱۳۳٫۲	۲۶۵٫۷	۹۲۳٫۰	۳۱۴٫۲
جولائی	۱۷۸۷٫۷	۱۸۳٫۸	۱۰٫۳	۱۳۰٫۵	۲۸۱٫۰	۹۱۳٫۰	۳۲۴٫۹
اگست	۱۷۴۵٫۰	۱۷۹٫۸	۱۰٫۳	۱۱۳٫۲	۲۶۳٫۶	۹۰۸٫۵	۳۲۷٫۱
ستمبر	۱۷۱۷٫۸	۱۷۳٫۷	۱۰٫۱	۱۰۶٫۹	۲۳۶٫۹	۹۱۰٫۸	۳۲۹٫۳

[a] مختصہ بنکوں کے مشاغل اصل بھی شامل ہیں

اکتوبر ۱۹۳۱	۱۷۲۴٫۰	۱۷۶٫۱	۱۰٫۲	۱۱۴٫۴	۲۳۷٫۵	۹۰۹٫۷	۳۲۸٫۹
نومبر	۱۷۰۶٫۴	۱۷۳٫۱	۱۰٫۱	۱۰۹٫۴	۲۴۰٫۵	۹۰۰٫۲	۳۲۵٫۰
دسمبر	۱۷۳۷٫۰	۱۸۴٫۴	۱۰٫۶	۱۱۹٫۴	۲۴۶٫۴	۸۹۹٫۹	۳۲۱٫۷
جنوری ۱۹۳۲	۱۷۱۴٫۰	۱۷۹٫۸	۱۰٫۵	۱۱۷٫۳	۲۳۹٫۳	۹۰۴٫۹	۳۰۸٫۱
فروری	۱۶۵۸٫۶	۱۷۲٫۸	۱۰٫۴	۱۰۹٫۸	۲۰۷٫۵	۹۰۲٫۳	۳۰۴٫۴
مارچ	۱۶۷۶٫۴	۱۷۴٫۰	۱۰٫۴	۱۱۲٫۵	۲۱۶٫۸	۹۲۲٫۱	۳۰۶٫۷
اپریل	۱۶۸۰٫۵	۱۷۳٫۳	۱۰٫۳	۱۱۲٫۴	۲۴۰٫۱	۸۸۱٫۰	۳۱۲٫۳
مئی	۱۶۹۹٫۰	۱۷۹٫۱	۱۰٫۵	۱۱۳٫۱	۲۴۶٫۵	۸۷۱٫۴	۳۲۵٫۰
جون	۱۷۶۴٫۴	۱۹۱٫۳	۱۰٫۸	۱۱۳٫۴	۲۷۷٫۷	۸۵۲٫۲	۳۶۴٫۲
جولائی	۱۸۳۰٫۹	۱۹۰٫۷	۱۰٫۶	۱۲۳٫۰	۳۱۷٫۴	۸۳۶٫۲	۳۷۲٫۴
اگست	۱۸۵۰٫۶	۱۹۲٫۶	۱۰٫۴	۱۱۷٫۵	۳۷۴٫۴	۸۱۶٫۲	۳۸۷٫۲
ستمبر	۱۸۶۴٫۹	۱۹۲٫۷	۱۰٫۴	۱۱۳٫۷	۳۹۲٫۲	۸۰۲٫۷	۴۰۶٫۶
اکتوبر	۱۸۹۳٫۴	۱۹۲٫۵	۱۰٫۲	۱۱۶٫۸	۳۹۰٫۵	۷۹۵٫۱	۴۳۵٫۲
نومبر	۱۸۹۸٫۴	۱۹۳٫۴	۱۰٫۲	۱۱۶٫۳	۳۹۱٫۲	۷۸۵٫۱	۴۴۸٫۶

دسمبر ۱۹۴۲	۱۹۸۳،۱	۲۰۶،۵	۱۰،۴	۱۲۶،۶	۳۰۷،۹	۷۷۳،۴	۳۹۶،۲
جنوری ۱۹۴۳	۱۹۸۲،۸	۲۱۴،۰	۱۰،۸	۱۱۳،۸	۳۳۱،۲	۷۶۴،۴	۳۹۶،۷
فروری	۱۹۵۶،۷	۲۰۷،۶	۱۰،۶	۱۱۱،۸	۳۸۵،۵	۷۶۵،۶	۵۲۲،۵
مارچ	۱۹۲۵،۲	۲۰۷،۰	۱۰،۸	۱۰۸،۷	۳۴۸،۱	۷۶۶،۲	۵۳۴،۴
اپریل	۱۹۳۰،۴	۲۱۸،۷	۱۱،۳	۱۰۴،۷	۳۳۷،۸	۷۶۳،۶	۵۴۱،۴
مئی	۱۹۴۴،۰	۲۰۵،۶	۱۰،۶	۹۷،۷	۳۴۶،۱	۷۷۴،۸	۵۵۴،۶
جون	۱۹۷۸،۲	۲۱۳،۳	۱۰،۸	۱۰۱،۲	۳۵۱،۸	۷۷۵،۲	۵۶۸،۷
جولائی	۱۹۷۳،۴	۲۰۴،۶	۱۰،۴	۹۵،۹	۳۶۲،۸	۷۹۷،۶	۵۷۸،۸
اگست	۱۹۶۵،۶	۲۰۸،۱	۱۰،۶	۹۰،۷	۳۵۹،۰	۷۵۸،۲	۵۸۸،۲

جدول (۱۰) - بنک آف انگلینڈ کے ہفتہ وار اعداد و شمار

(۱) ہر سہ ماہی کا پہلا ہفتہ ۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۰ء - در ملین پاونڈ

قدیم ایڈیشن میں اس جدول کا نمبر (۱۱) ہے اور صرف ۱۹۱۹ء تک اعداد درج ہیں

تاریخ	سکہ اور فلز	نوٹوں کی گردش	امانت	تمسکات صیغۂ بنک کاری میں	سرمایۂ محفوظ	تناسب	شرح بنک
۱۹۱۹ یکم جنوری	۸۰٫۰	۷۰٫۲	۲۴۱٫۲	۲۳۰٫۸	۲۸٫۲	۱۱ ۳/۴	۵
۲ اپریل	۸۴٫۹	۷۵٫۲	۱۵۶٫۱	۱۰۴۶٫۰	۲۸٫۲	۱۸ ۱/۸	۵
۲ جولائی	۸۸٫۶	۷۹٫۹	۱۹۱٫۵	۱۸۲٫۲	۲۷٫۱	۱۴ ۱/۸	۵
یکم اکتوبر	۸۸٫۳	۸۴٫۱	۱۳۷٫۱	۱۵۲٫۷	۲۲٫۵	۱۴ ۱/۴	۵
۱۹۲۰-۷ جنوری	۹۱٫۳	۹۰٫۳	۱۵۸٫۸	۱۵۷٫۳	۱۹٫۴	۱۲ ۱/۴	۶
۷ اپریل	۱۱۲٫۱	۱۰۶٫۸	۱۵۸٫۷	۱۵۲٫۶	۲۳٫۸	۱۵	۶
۷ جولائی	۱۲۰٫۶	۱۲۲٫۷	۱۳۴٫۹	۱۳۶٫۳	۱۶٫۴	۱۲ ۱/۴	۷
۶ اکتوبر	۱۲۳٫۲	۱۲۷٫۸	۱۵۶٫۰	۱۵۹٫۸	۱۳٫۸	۸ ۷/۸	۷

۱۹۲۱-۵ر جنوری	۱۲۸٫۳	۱۳۱٫۶	۱۷۱٫۷	۱۷۴٫۵	۱۵٫۳	۸ ۷/۸	۷
۶ر اپریل	۱۲۸٫۳	۱۲۹٫۲	۱۴۵٫۷	۱۴۵٫۸	۱۷٫۶	۱۲ ۱/۸	۷
۶ر جولائی	۱۲۸٫۴	۱۲۹٫۱	۱۴۸٫۸	۱۴۸٫۹	۱۷٫۷	۱۱ ۷/۸	۶
۵ر اکتوبر	۱۲۸٫۴	۱۲۵٫۷	۱۴۷٫۰	۱۴۳٫۵	۲۱٫۴	۱۴ ۳/۸	۵ ۱/۲
۱۹۲۲-۴ر جنوری	۱۲۸٫۴	۱۲۵٫۷	۱۹۳٫۰	۱۸۸٫۸	۲۱٫۳	۱۱	۵
۵ر اپریل	۱۲۸٫۹	۱۲۲٫۹	۱۴۲٫۵	۱۳۹٫۸	۲۴٫۴	۱۶ ۵/۸	۴ ۱/۲
۵ر جولائی	۱۲۸٫۵	۱۲۴٫۵	۱۴۸٫۳	۱۴۳٫۸	۲۲٫۴	۱۵	۳ ۱/۲
۴ر اکتوبر	۱۲۷٫۴	۱۳۲٫۲	۱۳۸٫۹	۱۳۳٫۹	۲۲٫۷	۱۶ ۳/۸	۳
۱۹۲۳-۳ر جنوری	۱۲۷٫۵	۱۲۴٫۱	۱۵۷٫۸	۱۵۳٫۹	۲۱٫۹	۱۳ ۷/۸	۳
۴ر اپریل	۱۲۷٫۵	۱۲۴٫۱	۱۲۷٫۱	۱۲۱٫۶	۲۳٫۲	۱۸ ۱/۴	۳
۴ر جولائی	۱۲۷٫۶	۱۲۷٫۰	۱۴۳٫۲	۱۴۰٫۸	۲۰٫۴	۱۴ ۳/۸	۴
۳ر اکتوبر	۱۲۷٫۷	۱۲۴٫۸	۱۲۰٫۳	۱۱۵٫۹	۲۲٫۶	۱۸ ۷/۸	۴

۱۹۲۴ - ۲ جنوری	۱۲۸٫۱	۱۲۷٫۵	۱۶۳٫۶	۱۶۱٫۳	۲۰٫۳	۱۲ ۳/۸	۴
۲ اپریل	۱۲۸٫۱	۱۲۶٫۴	۱۳۰٫۹	۱۲۷٫۶	۲۱٫۵	۱۶ ۳/۸	۴
۲ جولائی	۱۲۸٫۳	۱۲۷٫۸	۱۵۱٫۹	۱۴۹٫۶	۲۰٫۲	۱۳ ۳/۸	۴
۱ اکتوبر	۱۲۸٫۴	۱۲۳٫۳	۱۲۸٫۱	۱۲۰٫۵	۲۵٫۹	۲۰ ۱/۴	۴
۱۹۲۵ - ۷ جنوری	۱۲۸٫۶	۱۳۷٫۶	۱۳۰٫۱	۱۲۷٫۳	۲۰٫۸	۱۵ ۷/۸	۴
۱ اپریل	۱۲۸٫۷	۱۲۱٫۳	۱۳۶٫۳	۱۲۷٫۴	۲۷٫۲	۱۹ ۷/۸	۵
۱ جولائی	۱۵۷٫۶	۱۴۶٫۶	۱۵۵٫۶	۱۴۲٫۹	۳۰٫۷	۱۹ ۳/۴	۵
۷ اکتوبر	۱۵۷٫۹	۱۴۴٫۰	۱۱۹٫۱	۱۰۳٫۰	۳۳٫۷	۲۸ ۳/۸	۴
۱۹۲۶ - ۶ جنوری	۱۴۴٫۷	۱۴۳٫۴	۱۳۶٫۸	۱۳۳٫۸	۲۱٫۰	۱۵ ۳/۸	۵
۷ اپریل	۱۴۶٫۷	۱۴۱٫۹	۱۲۰٫۱	۱۱۳٫۳	۲۳٫۵	۲۰ ۳/۸	۵
۷ جولائی	۱۵۰٫۵	۱۴۲٫۲	۱۲۲٫۱	۱۱۲٫۱	۲۸٫۱	۲۳	۵
۶ اکتوبر	۱۵۴٫۹	۱۴۰٫۲	۱۲۲٫۷	۱۰۵٫۹	۳۴٫۴	۲۸	۵

۱۰ر جنوری ۱۹۲۶	۱۵۱،۴	۱۳۹،۸	۱۵۲،۶	۱۳۹،۳	۳۲،۳	۳۰ ۱/۲	۵
۶ر اپریل	۱۵۱،۳	۱۳۷،۹	۱۳۳،۳	۱۰۸،۶	۳۳،۲	۲۶ ۱۱/۱۸	۵
۶ر جولائی	۱۵۱،۱	۱۳۸،۳	۱۳۳،۶	۱۰۹،۴	۳۲،۶	۲۶ ۵/۱۶	۴ ۱/۲
۵ر اکتوبر	۱۵۱،۲	۱۳۶،۰	۱۳۰،۹	۱۱۴،۶	۳۳،۹	۲۵ ۱۵/۱۶	۴ ۱/۲
۴ر جنوری ۱۹۲۸	۱۵۲،۳	۱۳۷،۷	۱۵۶،۳	۱۴۰،۰	۳۴،۳	۲۱ ۱۵/۱۶	۴ ۱/۲
۴ر اپریل	۱۵۷،۳	۱۳۶،۶	۱۱۴،۹	۹۲،۱	۴۰،۴	۳۵ ۱/۸	۴ ۱/۲
۴ر جولائی	۱۷۳،۴	۱۳۷،۲	۱۴۶،۵	۱۰۸،۵	۵۶،۰	۳۸ ۱/۸	۴ ۱/۲
۳ر اکتوبر	۱۶۸،۲	۱۳۵،۰	۱۱۲،۵	۷۷،۸	۵۳،۰	۴۷ ۱/۸	۴ ۱/۲
۲۱ر نومبر	۱۶۲،۱	۱۳۲،۸	۱۱۴،۴	۸۳،۱	۴۹،۰	۴۲ ۱۳/۱۶	

جدول (۱۰)

بنک آف انگلینڈ کی ہفتہ وار کیفیت

(ب) ۲۸ر نومبر ۱۹۲۸ء کے بعد سے ماہوار اوسط درملین پاونڈ

تاریخ	سکہ اور فلز	نوٹ کا سونا گردش کا فیصد	مجموعی امانت	جس کے منجملہ بنکوں کی امانت	تمسکات صیغہ بنک کاری میں	سرمایہ محفوظ	تناسب	شرح بنک
۱۹۲۸ - ۲۸ر نومبر	۱۵۹،۸	۲۹،۲	۱۲۱،۰	۶۲،۴	۸۶،۰	۵۲،۸	٪ ۴۳،۶	۴ ½
دسمبر	۱۵۶،۳	۳۱،۵	۱۱۵،۷	۶۸،۸	۹۶،۹	۳۶،۷	۳۱،۷	۴ ½
۱۹۲۹ - جنوری	۱۵۳،۷	۲۸،۵	۱۲۱،۹	۶۷،۶	۹۰،۲	۴۹،۸	۴۱،۶	۴ ½
فروری	۱۵۰،۵	۲۶،۵	۱۱۳،۵	۶۲،۴	۷۴،۶	۵۷،۰	۵۰،۳	۵ ½ - ۴ ½
مارچ	۱۵۲،۶	۲۷،۱	۱۱۳،۹	۶۲،۰	۷۶،۱	۵۶،۲	۴۹،۳	۵ ½
اپریل	۱۵۵،۷	۲۶،۹	۱۱۲،۸	۶۲،۶	۷۹،۴	۵۵،۳	۴۷،۴	۵ ½
مئی	۱۶۱،۵	۲۸،۱	۱۰۹،۶	۵۶،۸	۶۷،۸	۵۹،۶	۵۴،۳	۵ ½
جون	۱۶۲،۹	۲۸،۱	۱۱۵،۹	۶۳،۸	۷۲،۴	۶۱،۳	۵۳،۲	۵ ½

جولائی	۱۵۲٫۱	۲۹٫۵	۱۱۶٫۳	۶۵٫۰	۹۱٫۲	۴۳٫۲	۳۷٫۳	۵ ۱/۲
اگست	۱۳۹٫۵	۲۹٫۶	۱۱۵٫۳	۶۶٫۴	۱۰۳٫۰	۳۰٫۴	۲۶٫۳	۵ ۱/۲
ستمبر	۱۳۶٫۳	۲۸٫۵	۱۱۵٫۹	۶۵٫۲	۱۰۱٫۴	۳۲٫۷	۲۸٫۲	۵ ۱/۲
اکتوبر	۱۳۲٫۱	۲۷٫۹	۱۱۲٫۷	۶۳٫۶	۹۹٫۳	۳۱٫۴	۲۷٫۸	۶ ۱/۲
نومبر	۱۳۳٫۳	۲۷٫۱	۱۱۲٫۱	۵۸٫۳	۹۳٫۱	۳۲٫۸	۳۲٫۷	۶-۵ ۱/۲
دسمبر	۱۳۹٫۶	۲۹٫۷	۱۰۷٫۷	۶۲٫۵	۹۵٫۲	۳۰٫۲	۲۸٫۳	۵ ۱/۲-۵
۱۹۳۰- جنوری	۱۴۹٫۵	۲۶٫۹	۱۳۱٫۵	۷۵٫۶	۹۵٫۸	۵۳٫۷	۴۲٫۰	۵
فروری	۱۵۱٫۶	۲۵٫۱	۱۰۸٫۲	۵۵٫۸	۶۲٫۰	۶۴٫۳	۵۹٫۶	۵-۴ ۱/۲
مارچ	۱۵۳٫۸	۲۵٫۷	۱۰۸٫۱	۵۹٫۹	۶۲٫۴	۶۳٫۱	۵۹٫۲	۴ ۱/۲-۴-۳ ۱/۲
اپریل	۱۶۱٫۴	۲۷٫۷	۱۱۹٫۰	۶۵٫۲	۷۵٫۳	۶۱٫۶	۵۱٫۶	۳ ۱/۲
مئی	۱۶۱٫۱	۲۷٫۱	۱۱۶٫۱	۶۰٫۹	۶۹٫۲	۶۴٫۷	۵۵٫۷	۳
جون	۱۵۷٫۳	۲۷٫۹	۱۱۲٫۸	۶۳٫۰	۷۳٫۸	۵۶٫۹	۵۰٫۵	۳
جولائی	۱۵۵٫۷	۲۸٫۸	۱۱۷٫۱	۷۰٫۳	۸۴٫۴	۵۰٫۷	۴۳٫۳	۳
اگست	۱۵۴٫۴	۲۸٫۹	۱۱۲٫۷	۶۳٫۰	۸۱٫۹	۴۹٫۰	۴۳٫۳	۳

۱۹۳۰- ستمبر	۱۵۶٫۸	۲۷٫۷	۱۱۰٫۰	۶۶٫۰	۷۱٫۰	۵۷٫۳	۵۲٫۱	۳
اکتوبر	۱۵۹٫۱	۲۷٫۲	۱۱۵٫۰	۶۱٫۰	۷۱٫۰	۶۱٫۸	۵۳٫۷	۳
نومبر	۱۵۹٫۵	۲۶٫۶	۱۱۰٫۵	۵۷٫۸	۶۲٫۸	۶۵٫۴	۵۹٫۱	۳
دسمبر	۱۵۱٫۳	۲۹٫۵	۱۲۳٫۰	۸۱٫۴	۹۸٫۵	۴۲٫۴	۳۵٫۵	۳
۱۹۳۱- جنوری	۱۴۳٫۹	۲۶٫۱	۱۱۷٫۱	۹۴٫۴	۸۳٫۲	۵۲٫۰	۴۴٫۴	۳
فروری	۱۴۱٫۳	۲۵٫۱	۱۰۷٫۳	۶۰٫۱	۷۱٫۳	۵۴٫۱	۵۰٫۴	۳
مارچ	۱۴۲٫۷	۲۵٫۶	۱۰۳٫۴	۶۰٫۸	۶۸٫۳	۵۳٫۴	۵۱٫۷	۳
اپریل	۱۴۶٫۵	۲۶٫۵	۱۰۵٫۳	۵۹٫۶	۷۰٫۳	۵۲٫۸	۵۰٫۲	۳
مئی	۱۵۰٫۴	۲۶٫۵	۱۰۴٫۵	۵۸٫۰	۶۵٫۸	۵۶٫۵	۵۳٫۹	۳-۲½
جون	۱۵۸٫۸	۲۶٫۵	۱۱۶٫۴	۶۸٫۷	۶۹٫۴	۶۴٫۹	۵۵٫۶	۲½
جولائی	۱۵۵٫۸	۲۷٫۴	۱۱۸٫۰	۶۹٫۳	۷۸٫۵	۵۷٫۵	۴۸٫۶	۲½-۳½
اگست	۱۳۴٫۴	۲۳٫۰	۱۱۷٫۶	۵۹٫۲	۸۳٫۹	۵۲٫۰	۴۴٫۰	۴½
ستمبر	۱۳۶٫۲	۲۲٫۳	۱۳۲٫۴	۶۰٫۲	۹۳٫۵	۵۷٫۱	۴۳٫۳	۴½-۶
اکتوبر	۱۳۶٫۸	۲۳٫۰	۱۳۵٫۷	۶۸٫۲	۹۸٫۳	۵۵٫۰	۴۰٫۶	۶

۱۹۳۱ - نومبر	۱۲۱٫۶	۲۳٫۸	۱۲۰٫۶	۶۰٫۳	۹۷٫۸	۴۰٫۵	۳۳٫۶	۶
دسمبر	۱۲۱٫۴	۲۴٫۳	۱۳۶٫۳	۸۶٫۶	۱۲۰٫۸	۳۳٫۴	۲۴٫۹	۶
۱۹۳۱ - جنوری	۱۲۱٫۳	۲۲٫۰	۱۳۲٫۴	۷۵٫۶	۱۰۹٫۹	۳۳٫۵	۳۳٫۰	۶
فروری	۱۲۱٫۳	۲۰٫۶	۱۱۸٫۲	۷۰٫۷	۸۶٫۵	۵۰٫۰	۴۲٫۲	۶ - ۵
مارچ	۱۲۱٫۴	۲۲٫۷	۱۲۰٫۷	۷۵٫۰	۹۸٫۴	۴۰٫۶	۳۳٫۶	۵-۴-۳½
اپریل	۱۲۱٫۴	۲۲٫۸	۱۲۰٫۱	۷۲٫۳	۹۷٫۲	۴۰٫۵	۳۳٫۸	۳½-۳
مئی	۱۲۳٫۱	۲۳٫۰	۱۲۷٫۵	۷۶٫۳	۱۰۴٫۱	۴۱٫۲	۳۲٫۲	۳-۲½
جون	۱۳۴٫۱	۲۳٫۳	۱۴۲٫۳	۸۴٫۷	۱۰۹٫۵	۵۰٫۷	۳۵٫۶	۲½
جولائی	۱۳۷٫۵	۲۵٫۱	۱۳۴٫۷	۸۵٫۰	۱۰۷٫۱	۴۵٫۵	۳۳٫۷	۲
اگست	۱۳۹٫۶	۲۵٫۳	۱۳۳٫۹	۸۳٫۹	۱۰۵٫۶	۴۶٫۴	۳۴٫۶	۲
ستمبر	۱۴۰٫۲	۲۴٫۰	۱۳۶٫۳	۸۶٫۱	۱۱۰٫۹	۵۳٫۶	۳۹٫۴	۲
اکتوبر	۱۴۰٫۴	۲۳٫۷	۱۳۴٫۶	۷۹٫۶	۹۷٫۳	۵۵٫۰	۴۰٫۸	۲
نومبر	۱۴۰٫۴	۲۳٫۶	۱۳۸٫۲	۸۶٫۷	۱۰۰٫۳	۵۵٫۷	۴۰٫۳	۲
دسمبر	۱۳۰٫۵	۲۵٫۶	۱۴۰٫۵	۹۵٫۰	۱۲۲٫۸	۳۵٫۷	۲۵٫۵	۲

۱۹۳۳-جنوری	۱۲۱٫۵	۲۳٫۱	۱۵۹٫۴	۱۱۳٫۹	۱۳۸٫۳	۳۹٫۲	۲۴٫۹	۲
فروری	۱۳۲٫۷	۲۲۳٫۹	۱۵۱٫۶	۹۳٫۳	۱۱۸٫۵	۵۱٫۲	۳۳٫۶	۲
مارچ	۱۶۴٫۴	۲۴۳٫۴	۱۵۷٫۲	۱۰۰٫۲	۹۹٫۶	۷۵٫۸	۳۸٫۴	۲
اپریل	۱۸۲٫۱	۳۰۱٫۵	۱۴۹٫۷	۱۰۰٫۸	۹۹٫۳	۶۸٫۱	۴۵٫۵	۲
مئی	۱۸۷٫۰	۳۰۱٫۱	۱۴۸٫۱	۹۲٫۲	۹۱٫۰	۷۴٫۹	۵۰٫۶	۲
جون	۱۸۹٫۰	۳۰۱٫۷	۱۵۶٫۵	۱۰۱٫۹	۱۰۰٫۶	۷۳٫۸	۴۷٫۱	۲
جولائی	۱۹۱٫۱	۳۱۱٫۲	۱۶۷٫۱	۹۵٫۲	۱۱۲٫۰	۷۳٫۱	۴۴٫۲	۲
اگست	۱۹۱٫۵	۳۱۱٫۴	۱۶۲٫۴	۹۰٫۱	۱۰۸٫۱	۷۲٫۵	۴۴٫۶	۲

جدول (۱۱) لندن کی فہرست مبادلہ
(ماخوذ از ٹائمز واکنامسٹ)

بر	میعاد نوعیت	بصورت تبدیلی قیمت طے کردہ پنجشنبہ ۱۶ جولائی ۱۹۱۴ء	مفہوم	مساوات مبادلہ	اضافی شرحیں پنجشنبہ کو ۱۱ نومبر ۱۹۱۶ء	اضافی شرحیں پنجشنبہ کو ۲۰ جنوری ۱۹۲۱ء
امسٹرڈم وغیرہ	چک	۱۲،۲ $\frac{5}{8}$ - ۱۲،۲ $\frac{3}{4}$	فلورن واسٹائیور فی پاونڈ	۱۲،۱۰۷	۱۱،۶۵-۶۷	۱۱،۳۵-۳۸
〃	سہ ماہی	۱۲،۵ $\frac{1}{8}$ - ۱۲،۳ $\frac{5}{8}$	〃	〃	۱۱،۸۰-۸۵	۱۱،۵۵-۶۰
انٹ ورپ وبرلز	〃	۲۵،۵۰-۲۵،۵۵	فرانک وسن ٹائم فی پاونڈ	۲۵،۲۲ $\frac{1}{2}$	—	۵۴،۷۵-۵۵،۲۵
ہمبرگ برلن وغیرہ	〃	۲۰،۶۳-۲۰،۶۷	مارک وفیننگس فی پاونڈ	۲۰،۴۰	—	۲۳۰-۲۳۵
پیرس	چک	۲۵،۲۰-۲۵،۱۷ $\frac{1}{2}$	فرانک وسن ٹائم فی پاونڈ	۲۵،۱۲ $\frac{1}{2}$	۲۷،۷۹-۸۲	۵۷،۵۰-۵۸،۰۰
پیرس، مارسیلز	سہ ماہی	۲۵،۳۶ $\frac{1}{4}$ - ۲۵،۴۱ $\frac{1}{4}$	〃	〃	۲۸،۱۵-۲۰	۵۸،۲۵-۷۵
سوئٹزرلینڈ	〃	۲۵،۴۲ $\frac{1}{2}$ - ۲۵،۳۷ $\frac{1}{2}$	〃	۲۵،۲۲ $\frac{1}{2}$	۲۴،۱۵-۲۵ ۲۴،۵۰-۶۰	۲۴،۰۲-۱۲ ۲۴،۵۲-۶۲
آسٹریا	〃	۲۴،۴۱-۲۴،۴۵	کرونن وہیلر فی پاونڈ	۲۴،۰۲	—	—
سینٹ پیٹرزبرگ (پیٹروگراڈ) و ماسکو	〃	۲۴ $\frac{3}{4}$ - ۲۴ $\frac{1}{2}$	پنس فی ربل	۲۵،۶	۱۶۳-۱۶۵ ۱۶۵ $\frac{1}{4}$ - ۷ $\frac{1}{4}$	— —

جنیوا	سہ ماہی	۲۵،۲۶ ۱/۴ - ۲۵،۶۱ ۱/۴	لاٹروسن ٹائم فی پاونڈ	۲۵،۲۲ ۱/۲	۳۲،۱۵-۲۵ [1] ۲۲،۶۳-۷۳	۱۰۵،۵۰-۱۰۶،۵۰ ۱۷ اے ٹام
نیویارک	۶۰ یوم	۴۸ ۱۱/۱۶ - ۴۸ ۱۳/۱۶	پنس فی ڈالر	۴۹،۳۲	—	—
میڈرڈ	سہ ماہی	۴۵ ۱/۱۶ - ۴۵ ۳/۱۶	پنس فی ۵ پیسی ٹاس	۴۷،۶	۲۲،۱۲-۲۲ [3] ۵۰،۵۰ ۱/۲	۳۷۷ ۱/۲ - ۸ ۱/۲ [2] ۲۸،۱۵-۲۵
لسبن و آپرٹو	″	۴۰ ۹/۱۶ - ۴۰ ۱۳/۱۶	″ فی ملریس	۵۳ ۱/۴	۳۱-۳۲ [1]	۳۱ ۱/۲ - ۳۲
کوپن ہیگن	″	۱۸،۴۸-۱۸،۵۲	کروفر وادر فی پاونڈ	۱۸،۱۵۹	۱۷،۵۰-۶۰ [1]	۶-۷ ۹۹،۹۰-۲۰-۱۰
کرسچیانیا	″	۱۸،۴۸-۱۸،۵۲	″ ″ ″	۱۸،۱۵۹	۱۶،۸۷-۹۷ [1]	۲۰،۱۰-۳۰
اسٹاک ہوم	″	۱۸،۴۸-۱۸،۵۲	″ ″ ″	۱۸،۱۵۹	۱۶،۳۰-۴۰ [1]	۱۷،۵۳-۶۳
یوناس آئرش	برقی	—	پنس فی پیسو (ڈالر) طلائی	—	—	۵۰-۵۱
کلکتہ و بمبئی	عندالطلب	—	پنس فی روپیہ	—	—	۱/۵ ۱/۸ - ۱/۴ ۱۵/۱۶

۱ برقی شرح میں

۲ روس طویل المدت شرح اب بحوالہ روبل و کوپک فی ۱۰ پاونڈ پیش کیجاتی ہے۔

۳ چیک۔

۴ آخری تاریخ جس میں لندن کی فہرست مبادلہ شائع ہوئی۔

۵ ترکی شرح میں اب بحوالہ فلورن و سنٹ پیش کیجاتی ہیں۔ ایک اسٹابورہ سنٹ کے برابر ہے

۶ ہسپانوی برقی شرح بحساب پیسی ٹاس فی پاونڈ ہے۔

۷ آجکل سنٹ فی پاونڈ۔ برقی شرح۔

جدول (۱۲) مبادلات خارجہ بر لندن (ماخوذ از ٹائمز و اکنامسٹ)

ملک	میعاد و نوعیت	مفہوم	مساوات	شرح مبادلہ ۱۶ جولائی ۱۹۱۴	شرح مبادلہ ۱۹ جولائی ۱۹۱۸	شرح مبادلہ ۹ جون ۱۹۳۳	میعاد و نوعیت	مفہوم و مساوات
پیرس	چک	فرانک و سن ٹائم فی پاونڈ	۲۵٫۲۲ ½	۲۵٫۱۲ ¾ - ۱۷ ¾	۲۶٫۱۷	۹۲ ⅞ - ⅜	انتقالات برقی	۱۲۴٫۲۱ فرانک فی پاونڈ
برسلز	چک	" " "	۲۵٫۲۲ ½	۲۵٫۲۹ ½ - ۳۰ ½	—	۲۶٫۳۰-۴۰	"	۳۵ بلجاس فی پاونڈ
برلن	درشنی	مارک و فینگ فی پاونڈ	۲۰٫۴۳	۲۰٫۴۹-۵۰	—	۱۵ ۵/۱۶ - ۹/۱۶	"	※
"	ہشت یوم	" " "	—	۲۰٫۴۶ ½	—	—	—	—
ویانا	درشنی	کرونن و ہیلر فی پاونڈ	۲۴٫۰۲	۲۴٫۱۶-۱۸	—	۳۳-۳۸	انتقالات برقی	۳۴٫۵۸ ½ شلنگ فی پاونڈ
اسٹرڈم	"	فلورن و سنٹ	۱۲٫۱۰۷	۱۲٫۱۱ ¾ - ۱۳ ¼	۹٫۱۸	۹٫۰۶-۰۹	" "	※
اٹلی	"	لائر و سن ٹس می فی پاونڈ	۲۵٫۲۲ ½	۲۵٫۲۲-۲۸	۴۳٫۱۴	۷۱ ½ - ¾	" "	۹۲٫۴۶ لیرا فی پاونڈ
سوٹزرلینڈ	"	فرانک و سن ٹائم فی پاونڈ	۲۵٫۲۲ ½	۲۵٫۱۸ ½ - ۱۹ ½	۱۸٫۷۴	۱۸٫۷۵-۸۵	" "	※
میڈرڈ	"	پیسی ٹاس و سن ٹس "	۲۵٫۲۲ ½	۲۶٫۰۵-۱۵	۱۷٫۲۸	۴۴ ½ - ¾	" "	※
لسبن	"	پنس فی ملریس	۵۳ ¼	۴۶ ۱۵/۱۶ - ۷/۱۶	۳۰ ¾	۱۰۹ ½ - ۱۱۰ ½	" "	۱۱۰ الیس کیوڈو فی پاونڈ
سنٹ پیٹرزبرگ	سہ ماہی	روبل و کوپک فی ۱۰ پاونڈ	۹۴٫۵۷	۹۵٫۷۵-۸۵	برائے نام	(نکوم) ۱۰ ½ - ۱۲ ¼	" "	—

کرسچیانیا	درشنی	کرونز واور فی پاونڈ	۱۸٫۱۵۹	۱۸٫۲۳-۲۶	۱۵٫۰۴	۲۰$\frac{1}{4}$-۲۰	انتقالات برقی	۹۴۵۰٫۸ روبل فی پاونڈ
کوپن ہیگن	"	" "	۱۸٫۱۵۹	۱۸٫۲۳$\frac{1}{2}$-۲۶$\frac{1}{2}$	۱۵٫۲۴	۱۸٫۲۵-۳۵	" "	(ڈاسلو) ※
اسٹاک ہوم	"	" "	۱۸٫۱۵۹	۱۸٫۲۳-۲۶	۱۳٫۴۱	۱۹$\frac{7}{16}$-$\frac{9}{16}$	" "	※
بمبئی وکلکتہ	انتقالات برقی	شلنگ وپنس فی روپیہ	۱ شلنگ ۶ پنس	۱ شلنگ ۳$\frac{31}{32}$	۱ شلنگ ۶$\frac{1}{16}$	۱٫۵$\frac{27}{32}$ $\frac{3}{4}$ $\frac{1}{2}$	انتقالات برقی	۱ شلنگ ۶ پنس فی روپیہ
ہانگ کانگ	" "	" " فی ڈالر	—	۱ شلنگ ۱۰$\frac{3}{4}$	۲ شلنگ ۳$\frac{5}{8}$	۱٫۳$\frac{1}{2}$-$\frac{5}{8}$	" "	※
شنگہائی	" "	" " فی ٹیل	—	۲ شلنگ ۵$\frac{5}{8}$	۲ شلنگ ۸$\frac{1}{2}$	۱٫۷$\frac{7}{8}$-۸$\frac{3}{4}$	" "	شلنگ وپنس فی ڈالر
سنگاپور	" "	" " فی ڈالر	—	۲ شلنگ ۳$\frac{15}{16}$	۲ شلنگ ۴$\frac{1}{16}$	۲٫۳$\frac{3}{4}$-$\frac{7}{8}$	" "	※
یکوہاما	" "	" " فی ین	۵۸٫۲۲ پنس	۲ شلنگ $\frac{3}{8}$-	برائے نام	۱٫۸$\frac{5}{8}$-$\frac{3}{4}$	" "	※ (ڈکوب)
اسکندریا	" "	پیاسٹرس فی پاونڈ	۹۷$\frac{1}{2}$	۹۷$\frac{5}{8}$	۹۷$\frac{3}{4}$ لہ	۹۷$\frac{3}{8}$-$\frac{5}{8}$	درشنی	※
ریوڈی جینرو	۹۰ یوم	پنس فی ملریس	۱۶	۱۵$\frac{15}{16}$ لہ	۱۱$\frac{13}{16}$	۵$\frac{1}{8}$-۵$\frac{3}{16}$	۹۰ یوم	۸۹۹٫۵ پنس فی ملریس
والپرائزو	"	" فی پیسو	—	۹$\frac{3}{4}$ لہ	۱۶$\frac{15}{16}$ لہ	—	"	ڈالر فی پاونڈ
بیونس آئرس	"	" فی پیسو یا ڈالر (طلائی)	۴۷٫۵۸	۴۷$\frac{11}{16}$ لہ	۵۱$\frac{3}{16}$ لہ	—	انتقالات برقی	※
مانٹی ویڈیو	"	" " "	۵۱	۵۱$\frac{3}{32}$	۶۰$\frac{1}{8}$ لہ	۲۹-۳۱	" "	※
نیویارک	انتقالات برقی	ڈالر وسنٹ فی پاونڈ	۴٫۸۶۶	۴٫۸۶$\frac{7}{16}$-$\frac{11}{16}$	۴٫۷۶$\frac{5}{16}$	۱٫۳۶۶$\frac{1}{4}$-$\frac{3}{4}$	" "	※

لہ جن شرحوں پر نشان لہ بنا ہوا ہے وہ ایک دن پیشتر کی برقی شرحیں ہیں۔ ٭ درشنی شرح۔ ※ غیر متبدلہ۔

جدول (۱۴)

نیویارک کے مبادلات بر یورپ ۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۶ء (قدیم ایڈیشن جدول ۱۵)

جولائی ۱۹۱۴ء سے ہر سہ ماہی کے پہلے ہفتہ میں (ماخوذ از "کامرس و فینانس" نیویارک و ازدہ اکنامسٹ)

تاریخ	انگلستان	فرانس	اٹلی	روس	جرمنی	آسٹریا	ہالینڈ	سوٹزرلینڈ
۲ جنوری ۱۹۱۹	۹۸	۹۵	۸۲	۲۷	—	—	۱۰۳	۱۰۷
۳ اپریل	۹۶	۸۷	۷۲	۲۷	—	—	۱۰۰	۱۰۴
۳ جولائی	۹۳	۷۸	۶۵	۲۷	—	—	۹۵	۹۵
۲ اکتوبر	۸۷	۶۱	۵۳	۲۷	—	—	۹۴	۹۳
۸ جنوری ۱۹۲۰	۷۷	۴۶	۳۹	۲۷	۸٫۴	۰٫۲۵	۹۳	۹۱
۸ اپریل	۸۲	۳۶	۲۲	۲۷	۸٫۴	۰٫۲۵	۹۴	۹۴
یکم جولائی	۸۱	۴۸	۳۱	—	۱۱٫۰	۰٫۳۶	۸۹	۹۴
۷ اکتوبر	۷۲	۳۵	۲۰	—	۶٫۷	۰٫۱۹	۷۷	۸۳

۶ جنوری ۱۹۲۱	۷۴	۳۱	۱۸	—	۵٫۸	۰٫۱۱	۷۹	۸۰
۷ اپریل	۸۰	۳۷	۲۲	—	۶٫۸	۰٫۱۳	۸۶	۹۰
۷ جولائی	۷۶	۴۱	۲۵	—	۵٫۶	۰٫۶۷	۸۱	۸۷
۶ اکتوبر	۷۸	۳۸	۲۱	—	۴٫۳	۳٫۷	۸۰	۹۲
۵ جنوری ۱۹۲۲	۸۴	۴۱	۲۴	—	۲٫۱	۱٫۷	۹۱	۱۰۰
۶ اپریل	۹۰	۴۷	۲۷	—	۱٫۳	۰٫۰۷	۹۴	۱۰۰
۶ جولائی	۹۲	۴۲	۲۳	—	۰٫۹	۰٫۰۲	۹۶	۹۹
۱۳ اکتوبر	۹۱	۳۹	۲۴	—	۰٫۱	۰٫۰۱	۹۶	۹۷
۴ جنوری ۱۹۲۳	۹۶	۳۷	۲۶	—	—	۰٫۰۱	۹۸	۹۷
۵ اپریل	۹۶	۳۴	۲۶	—	—	۰٫۰۱	۹۸	۹۶
۵ جولائی	۹۴	۳۰	۲۲	—	—	۰٫۰۱	۹۸	۹۰
۴ اکتوبر	۹۴	۳۱	۲۴	—	—	۰٫۰۱	۹۸	۹۳
۵ جنوری ۱۹۲۴	۸۹	۲۶	۲۴	—	—	۰٫۰۱	۹۴	۹۰
۵ اپریل	۸۹	۳۰	۲۳	۱۰۲	—	۰٫۰۱	۹۳	۹۰

۳ جولائی ۱۹۲۴	۸۹	۲۶	۲۲	۱۰۰	—	۱۰۱٫۰	۹۳	۹۲
۴ اکتوبر	۹۳	۲۷	۲۳	۱۰۰	—	۱۰۱٫۰	۹۶	۹۹
۳ جنوری ۱۹۲۵	۹۸	۲۸	۲۲	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۱	۱۰۰	۱۰۱
۴ اپریل	۹۸	۲۷	۲۱	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۹۹	۱۰۰
۴ جولائی	۹۹	۲۴	۱۹	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰
۳ اکتوبر	۹۹	۲۴	۲۱	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰
۲ جنوری ۱۹۲۶	۹۹	۱۹	۲۱	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰
۳ اپریل	۹۹	۱۸	۲۱	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰
۳ جولائی	۱۰۰	۱۴	۱۸	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰
۲ اکتوبر	۹۹	۱۵	۲۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰
یکم جنوری ۱۹۲۷	۹۹	۲۰	۲۳	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰
۲ اپریل	۹۹	۲۰	۲۴	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰

جدول (۱۵) زر کے بازار کی شرحیں (ماخوذ از اکسامسٹ)

(۱) لندن

شرحیں	جمعہ ۱۷-۷-۱۹۱۴	جمعہ ۱۹-۷-۱۹۱۸	جمعہ ۱۶-۷-۱۹۲۶	جمعہ ۱۶-۷-۱۹۳۱	جمعہ ۲۱-۷-۱۹۳۳
شرح بازار کی بٹہ کی شرحیں:-	۳	۵	۵	۲ ۱/۲	۲
۶۰ یوم کے بنکوں کے ڈرافٹ	۲	۳ ۷/۱۶ - ۱/۲	۴ ۵/۱۶	۲ ۵/۱۶	۳/۸ - ۷/۱۶
سہ ماہی " "	۲ ۱/۸	۳ ۱/۲ - ۹/۱۶	۴ ۵/۱۶	۲ ۳/۸	۷/۱۶
چہار ماہی " "	۲ ۱/۴ - ۵/۱۶	۳ ۱/۲ ۹/۱۶	۴ ۵/۱۶ - ۳/۸	۲ ۷/۱۶ - ۱/۲	۱/۲ - ۹/۱۶
شش ماہی " "	۳ ۱/۱۶	۳ ۱/۲ - ۹/۱۶	۴ ۳/۸ - ۷/۱۶	۲ ۳/۴	۳/۴ - ۱۳/۱۶
روزمرہ کے قرضے	۱ ۳/۴	۳	۴	۱ ۱/۲ - ۲	۱/۴ - ۱
قلیل المدت قرضے	۱ ۳/۴	۳ ۱/۴	۴	۲	۳/۸ - ۱

امانت پر سود :-					
بنک	$1\frac{1}{2}$	۳	۳	۱	$\frac{1}{2}$
بٹہ گھر عند الطلب	$1\frac{1}{2}$	۳	۳	۱	$\frac{1}{2}$
بٹہ گھر اطلاع قریب	$1\frac{3}{4}$	۳	$3\frac{1}{4}$	$1\frac{1}{4}$	$\frac{3}{4}$
بٹہ ہنڈیات خزانہ (سہ ماہی)	—	$3\frac{1}{2}$	$4\frac{5}{16}$	$2\frac{3}{8}$	$\frac{11}{32}$ - $\frac{5}{16}$

(۲) ممالک خارجیہ

	۱۷ جولائی ۱۹۱۴		۱۹ جولائی ۱۹۱۸	۱۶ جولائی ۱۹۲۶	۱۷ جولائی ۱۹۳۱	۲۱ جولائی ۱۹۳۳
	شرح بنک	بازاری شرح	شرح بنک	شرح بنک	شرح بنک	شرح بنک
پیرس	$3\frac{1}{2}$	$2\frac{3}{4}$	۵	۶	۲	$2\frac{1}{2}$
برلن	۴	$2\frac{1}{4}$	۵	۶	۱۰	۴
اسٹاکہوم	$3\frac{1}{2}$	$3\frac{1}{4}$	$4\frac{1}{2}$	$3\frac{1}{2}$	۲	۴
برسلز	۴	$3\frac{1}{8}$	۵	۷	$2\frac{1}{2}$	$3\frac{1}{2}$
ویانا	۴	$3\frac{7}{8}$	۵	$7\frac{1}{2}$	۱۰	۵

جدول (۱۶) سلطنت متحدہ کی تجارت خارجہ (قدیم ایڈیشن جدول ۱۷)

(عددی خلاصوں اور تجارت کی سالانہ کیفیت سے ماخوذ) ملین پاونڈ بہ استثنائے فلز

۱۹۱۹ تا ۱۹۳۲

سال	مجموعی درآمد (عام)	خالص درآمد خاص	مکرر برآمد	ملکی پیداوار کی برآمد (خاص)	مجموعی برآمد (عام)	ظاہری زیادتی درآمد کی
۱۹۱۹	۱۶۲۶	۱۴۶۱	۱۶۵	۷۹۹	۹۶۳	۶۶۳
۱۹۲۰	۱۹۳۳	۱۷۱۰	۲۲۳	۱۳۳۴	۱۵۵۷	۳۷۶
۱۹۲۱	۱۰۸۶	۹۷۹	۱۰۷	۷۰۳	۸۱۰	۲۷۶
۱۹۲۲	۱۰۰۳	۸۹۹	۱۰۴	۷۲۰	۸۲۳	۱۸۰
۱۹۲۳	۱۰۹۶	۹۷۷	۱۱۹	۷۶۷	۸۸۶	۲۱۰
۱۹۲۴	۱۲۷۷	۱۱۳۷	۱۴۰	۸۰۱	۹۴۱	۳۳۶
۱۹۲۵	۱۳۲۱	۱۱۶۷	۱۵۴	۷۷۳	۹۲۷	۳۹۴
۱۹۲۶	۱۲۴۱	۱۱۱۶	۱۲۵	۶۵۳	۷۷۹	۴۶۳

۱۹۲۷	۱۲۱۸	۱۰۹۵	۱۲۳	۷۰۹	۸۳۲	۳۸۶
۱۹۲۸	۱۱۹۶	۱۰۷۳	۱۲۰	۷۲۴	۸۴۴	۳۵۲
۱۹۲۹	۱۲۲۱	۱۱۱۱	۱۱۰	۷۲۹	۸۳۹	۳۸۲
۱۹۳۰	۱۰۴۴	۹۵۷	۸۷	۵۷۱	۶۵۸	۳۸۶
۱۹۳۱	۸۶۱	۷۹۷	۶۴	۳۹۱	۴۵۴	۴۰۷
۱۹۳۲	۷۰۳	۶۵۲	۵۱	۳۶۵	۴۱۶	۲۸۷

جدول (۱۷)

سلطنت متحدہ کے ماہوار تجارتی اعداد و شمار سنہ ۱۹۲۰ء تا سنہ ۱۹۲۳ء

(تجارت و جہازرانی کے ماہوار حسابات سے ماخوذ ہے)

ملین پاونڈ

	جنوری	فروری	مارچ	اپریل	مئی	جون	جولائی	اگست	ستمبر	اکتوبر	نومبر	ڈسمبر
۱۹۲۰ درآمد	۱۸۳٫۳	۱۷۰٫۴	۱۷۶٫۶	۱۶۷٫۱	۱۶۶٫۴	۱۷۰٫۳	۱۶۳٫۱	۱۵۳٫۳	۱۵۲٫۸	۱۳۹٫۶	۱۴۴٫۲	۱۴۲٫۷
برآمد	۱۳۱٫۳	۱۰۸٫۶	۱۳۰٫۷	۱۲۶٫۷	۱۳۹٫۶	۱۳۶٫۵	۱۵۵٫۳	۱۲۸٫۳	۱۳۰٫۸	۱۲۸٫۴	۱۳۲٫۵	۱۰۹٫۳
زیادتی	۵۲٫۰	۶۱٫۸	۴۵٫۹	۴۰٫۴	۲۶٫۸	۳۳٫۸	۷٫۸	۲۵٫۰	۲۲٫۰	۲۱٫۲	۱۱٫۷	۳۳٫۴
۱۹۲۱ درآمد	۱۱۷٫۰	۹۷٫۰	۹۳٫۸	۹۰٫۰	۸۶٫۳	۸۸٫۴	۸۰٫۵	۸۸٫۶	۸۶٫۹	۸۴٫۷	۸۹٫۳	۸۵٫۴
برآمد	۱۰۲٫۷	۷۶٫۲	۷۵٫۷	۶۰٫۴	۵۰٫۳	۴۵٫۲	۵۲٫۵	۶۱٫۳	۶۳٫۸	۷۲٫۷	۷۲٫۷	۶۸٫۶
زیادتی	۱۴٫۳	۲۰٫۸	۱۸٫۱	۲۱٫۶	۳۶٫۰	۴۳٫۰	۲۸٫۰	۲۷٫۳	۲۳٫۱	۱۲٫۰	۱۶٫۶	۱۶٫۸

۱۹۳۲ء درآمد	۷۶٫۵	۶۹٫۴	۸۷٫۹	۸۰٫۶	۸۸٫۷	۸۴٫۳	۸۱٫۷	۸۲٫۶	۷۶٫۸	۸۴٫۹	۹۵٫۶	۹۳٫۹
برآمد	۷۱٫۶	۶۸٫۵	۷۴٫۷	۶۴٫۷	۶۷٫۰	۶۰٫۹	۶۸٫۷	۶۷٫۵	۶۸٫۹	۶۸٫۷	۷۵٫۶	۶۷٫۴
زیادتی	۴٫۹	۰٫۹	۱۳٫۲	۱۵٫۹	۲۱٫۷	۲۳٫۴	۱۳٫۰	۱۵٫۱	۷٫۹	۱۶٫۲	۲۰٫۰	۲۷٫۵
۱۹۳۳ء درآمد	۹۹٫۸	۸۳٫۹	۹۰٫۰	۸۶٫۴	۸۹٫۴	۸۹٫۴	۷۶٫۹	۸۸٫۴	۸۳٫۲	۹۹٫۹	۱۰۱٫۶	۱۰۹٫۲
برآمد	۷۶٫۷	۶۷٫۳	۷۰٫۰	۷۵٫۳	۸۳٫۳	۷۳٫۸	۶۸٫۳	۶۶٫۲	۷۱٫۹	۸۲٫۵	۷۵٫۹	۷۴٫۵
زیادتی	۲۳٫۱	۱۶٫۶	۲۰٫۰	۱۱٫۱	۶٫۱	۱۵٫۶	۸٫۶	۲۲٫۲	۱۱٫۳	۱۷٫۴	۲۵٫۷	۳۴٫۷
۱۹۳۴ء درآمد	۱۰۱٫۲	۹۶٫۷	۱۰۳٫۷	۸۶٫۲	۱۲۲٫۱	۸۸٫۶	۱۰۸٫۱	۱۰۲٫۲	۱۰۰٫۹	۱۲۰٫۵	۱۱۸٫۷	۱۳۱٫۶
برآمد	۷۷٫۵	۸۱٫۲	۷۳٫۸	۷۴٫۶	۸۳٫۴	۷۲٫۰	۸۱٫۵	۷۵٫۳	۷۲٫۸	۸۱٫۵	۸۰٫۵	۸۱٫۴
زیادتی	۲۳٫۷	۱۵٫۵	۲۹٫۹	۱۱٫۶	۳۸٫۶	۱۶٫۶	۲۶٫۶	۲۶٫۹	۲۸٫۱	۳۹٫۰	۳۸٫۲	۵۰٫۲
۱۹۳۵ء درآمد	۱۲۸٫۹	۱۱۰٫۱	۱۱۲٫۹	۱۱۰٫۳	۱۰۴٫۳	۱۱۱٫۰	۹۸٫۷	۹۱٫۷	۹۷٫۹	۱۰۸٫۸	۱۱۴٫۶	۱۳۴٫۳
برآمد	۹۲٫۳	۸۳٫۲	۸۳٫۱	۷۳٫۳	۷۸٫۷	۷۹٫۵	۷۶٫۲	۷۴٫۵	۷۱٫۳	۸۰٫۵	۷۴٫۵	۸۰٫۴
زیادتی	۳۶٫۶	۲۶٫۹	۲۹٫۸	۳۷٫۰	۲۵٫۶	۳۱٫۵	۲۲٫۵	۱۷٫۲	۲۶٫۶	۲۸٫۳	۴۰٫۱	۵۳٫۹

۱۹۲۶ درآمد	۱۱۷٫۷	۹۶٫۹	۱۰۶٫۹	۱۰۲٫۵	۸۱٫۲	۹۷٫۵	۱۰۰٫۳	۱۰۱٫۱	۱۰۱٫۷	۱۱۱٫۰	۱۱۳٫۳	۱۱۳٫۳
برآمد	۷۲٫۱	۷۶٫۰	۷۸٫۵	۶۴٫۰	۵۳٫۳	۶۰٫۹	۶۶٫۷	۵۸٫۴	۵۸٫۸	۶۳٫۵	۶۴٫۱	۶۱٫۲
زیادتی	۴۵٫۶	۲۰٫۹	۲۸٫۴	۳۸٫۵	۲۷٫۹	۳۶٫۶	۳۳٫۶	۴۲٫۷	۴۲٫۹	۴۷٫۵	۴۹٫۲	۵۲٫۱
۱۹۲۷ درآمد	۱۱۳٫۶	۹۳٫۹	۱۱۳٫۵	۱۰۰٫۶	۹۶٫۴	۹۹٫۳	۹۳٫۴	۹۰٫۱	۱۰۱٫۴	۱۰۵٫۰	۱۰۷٫۴	۱۰۵٫۴
برآمد	۶۵٫۳	۶۳٫۷	۷۲٫۹	۶۴٫۴	۷۵٫۶	۶۶٫۶	۶۵٫۸	۶۸٫۲	۶۸٫۷	۷۰٫۶	۸۱٫۲	۶۹٫۱
زیادتی	۴۸٫۳	۳۰٫۲	۴۰٫۶	۳۶٫۲	۲۰٫۸	۳۲٫۷	۲۷٫۶	۲۱٫۹	۳۲٫۷	۳۴٫۴	۲۶٫۲	۳۶٫۳
۱۹۲۸ درآمد	۱۰۰٫۴	۹۸٫۹	۱۱۰٫۵	۹۶٫۸	۹۹٫۴	۹۹٫۳	۹۵٫۵	۹۷٫۷	۸۷٫۷	۱۰۲٫۷	۱۰۶٫۸	۱۰۱٫۵
برآمد	۷۰٫۰	۶۸٫۹	۷۶٫۲	۶۶٫۲	۷۰٫۴	۷۰٫[illegible]	۶۹٫۳	۷۱٫۰	۶۳٫۵	۷۳٫۲	۷۴٫۶	۶۹٫۵
زیادتی	۳۰٫۴	۳۰٫۰	۳۴٫۳	۳۰٫۶	۲۹٫۰	۲۸٫۵	۲۶٫۲	۲۶٫۷	۲۴٫۲	۲۹٫۹	۳۲٫۲	۳۲٫۰
۱۹۲۹ درآمد	۱۱۶٫۵	۹۰٫۹	۹۸٫۶	۱۰۳٫۱	۱۰۳٫۴	۹۱٫۵	۹۳٫۵	۱۰۱٫۰	۹۸٫۴	۱۱۰٫۲	۱۰۸٫۲	۱۰۶٫۴
برآمد	۷۶٫۷	۶۶٫۰	۶۸٫۶	۷۰٫۶	۷۷٫۹	۵۹٫۵	۷۴٫۵	۷۲٫۱	۶۱٫۸	۷۳٫۷	۷۱٫۴	۶۶٫۴
زیادتی	۳۹٫۸	۲۴٫۹	۳۰٫۰	۳۳٫۵	۲۵٫۵	۳۲٫۰	۱۹٫۰	۲۸٫۹	۳۶٫۶	۳۶٫۵	۳۶٫۸	۴۰٫۰

۱۹۳۰ درآمد[1]	۱۰۱٫۸	۸۸٫۲	۹۳٫۴	۸۳٫۹	۹۱٫۱	۸۳٫۴	۸۵٫۲	۷۹٫۹	۷۸٫۶	۹۰٫۹	۷۹٫۴	۸۹٫۷
برآمد	۶۶٫۴	۶۰٫۶	۶۱٫۶	۵۴٫۷	۶۰٫۱	۵۰٫۷	۵۷٫۴	۴۹٫۱	۴۸٫۱	۵۴٫۱	۵۰٫۹	۴۳٫۷
زیادتی	۳۵٫۴	۲۷٫۶	۳۱٫۸	۲۹٫۲	۳۱٫۰	۳۲٫۷	۲۷٫۸	۳۰٫۸	۳۰٫۵	۳۶٫۸	۲۸٫۵	۴۶٫۰
۱۹۳۱ درآمد	۷۵٫۵	۶۳٫۷	۷۰٫۶	۷۰٫۰	۶۹٫۶	۶۸٫۶	۷۰٫۲	۶۵٫۳	۶۸٫۳	۸۰٫۷	۸۳٫۲	۷۷٫۰
برآمد	۴۳٫۶	۳۷٫۶	۳۹٫۴	۳۹٫۱	۳۹٫۶	۳۵٫۵	۳۹٫۲	۳۳٫۰	۳۳٫۶	۳۸٫۱	۳۶٫۸	۳۷٫۶
زیادتی	۳۱٫۹	۲۶٫۱	۳۱٫۲	۳۰٫۹	۳۰٫۰	۳۳٫۱	۳۱٫۰	۳۲٫۳	۳۴٫۷	۴۲٫۶	۴۶٫۴	۳۹٫۴
۱۹۳۲ درآمد	۶۲٫۱	۷۰٫۲	۶۱٫۲	۵۳٫۶	۵۶٫۰	۵۷٫۹	۵۱٫۹	۵۳٫۳	۵۴٫[illegible]	۶۰٫۸	۶۱٫۶	۶۰٫۶
برآمد	۳۶٫۴	۳۵٫۵	۳۷٫۶	۳۹٫۴	۳۴٫۶	۳۳٫۹	۳۲٫۶	۳۲٫۰	۲۹٫۱	۳۴٫۱	۳۵٫۲	۳۶٫۶
زیادتی	۲۵٫۷	۳۴٫۷	۲۳٫۶	۱۴٫۲	۲۱٫۴	۲۴٫۰	۱۹٫۳	۲۱٫۳	۲۵٫۲	۲۶٫۷	۲۶٫۴	۲۴٫۰
۱۹۳۳ درآمد	۵۴٫۱	۴۹٫۱	۵۶٫۳	۵۱٫۲	۵۷٫۳	۵۳٫۸	۵۳٫۷	۵۶٫۸	۰	۰	۰	۰
برآمد	۳۳٫۴	۳۲٫۴	۳۶٫۵	۲۹٫۹	۳۴٫۶	۳۳٫۷	۳۴٫۲	۳۵٫۳	۰	۰	۰	۰
زیادتی	۲۰٫۷	۱۶٫۷	۱۹٫۸	۲۱٫۳	۲۲٫۷	۲۰٫۱	۱۹٫۵	۲۱٫۵	۰	۰	۰	۰

[1] اس میں ممالک غیر اور نوآبادیات کا مال تجارت شامل ہے۔

جدول (۱۸) برطانوی برآمد و درآمد کی مقدار ۱۹۱۳ء تا ۱۹۳۲ء

(ماخوذ از لیورپول اسٹیم شپ اونرز ایسوسیشن)

	۱۹۱۳	۱۹۱۴	۱۹۱۵	۱۹۱۶	۱۹۱۷	۱۹۱۸	۱۹۲۵	۱۹۲۶	۱۹۲۷	۱۹۲۸	۱۹۲۹	۱۹۳۰	۱۹۳۱	۱۹۳۲
درآمد کا وزن (ٹن):-														
اشیائے خوردنوش و تمباکو	۱۸۷۰۵	۱۶۷۵۰	۱۶۰۵۰	۱۵۲۷۰	۱۳۱۶۰	۱۱۳۸۰	۱۸۶۰۰	۱۸۰۰۰	۱۹۰۰۰	۱۸۵۰۰	۱۹۰۰۰	۱۸۸۰۰	۲۱۴۰۰	۲۰۷۰۰
اشیائے خام	۲۸۹۴۳	۲۴۲۷۰	۲۴۳۸۰	۲۲۳۴۰	۱۷۵۲۰	۱۹۷۴۰	۲۵۲۰۰	۲۰۵۰۰	۲۷۵۰۰	۲۴۰۰۰	۲۷۰۰۰	۲۴۶۰۰	۱۹۲۰۰	۱۹۱۰۰
مصنوعات	۸۳۵۴	۶۰۳۰	۴۸۹۰	۳۵۰۰	۲۳۵۰	۱۹۸۰	۱۱۲۰۰	۱۴۰۰۰	۱۵۰۰۰	۱۴۰۰۰	۱۴۵۰۰	۱۵۳۰۰	۱۴۶۰۰	۱۲۵۰۰
میزان	۵۶۰۰۲	۴۷۰۵۰	۴۵۳۲۰	۴۱۱۱۰	۳۳۰۳۰	۳۳۱۰۰	۵۵۰۰۰	۵۲۵۰۰	۶۱۵۰۰	۵۶۵۰۰	۶۰۵۰۰	۵۸۷۰۰	۵۵۲۰۰	۵۲۳۰۰
جہازوں کا داخلہ (بحساب ٹن)														
برطانوی جہاز	۳۲۲۹۲	۲۸۹۲۹	۲۲۸۶۳	۲۰۲۱۷	۱۸۷۹۵	۱۹۷۹۱	۳۷۹۶۸	۴۳۵۲۳	۴۰۴۲۱	۴۰۲۲۰	۴۰۷۴۷	۴۰۷۸۷	۳۸۲۱۲	۳۵۵۱۱
بیرونی جہاز	۱۶۷۷۲	۱۴۱۳۲	۱۰۸۶۳	۹۸۴۲	۴۴۳۳	۳۴۱۶	۱۷۵۳۶	۲۰۶۵۸	۲۰۱۶۸	۲۰۱۱۷	۲۱۹۵۴	۲۲۹۲۸	۲۲۰۸۸	۲۰۵۴۹
میزان	۴۹۰۶۴	۰	۳۳۷۲۶	۳۰۰۵۹	۲۳۲۲۸	۲۳۲۰۷	۵۵۵۰۴	۶۴۱۸۱	۶۰۵۸۹	۶۰۳۳۷	۶۲۷۰۱	۰	۶۰۳۰۰	۵۶۰۶۰

داخل شدہ جہازوں کے فی صد ٹن کے حساب سے درآمد کا اوسط وزن	۱۱۴	۱۰۹	۱۳۴	۱۳۷	۱۴۲	۱۴۲	۹۹	۹۸	۱۰۴	۹۴	۹۶	۹۲	۹۱	۹۳
برآمد کا وزن (بحساب ٹن)														
کوئلہ پیٹرو غیرہ	۷۶۶۸۷	۶۱۸۳۰	۴۵۷۷۰	۴۱۱۵۸	۳۷۸۰۰	۳۴۱۷۴	۵۴۰۹۰	۲۱۸۶۳	۵۴۳۰۴	۵۳۶۸۴	۶۴۴۰۱	۵۸۳۵۰	۴۵۹۰۹	۴۱۸۹۵
عام	۱۵۱۱۶	-	-	-	-	-	۱۳۲۰۰	۱۱۵۰۰	۱۳۶۰۰	۱۴۳۰۰	۱۵۴۰۰	۱۲۵۰۰	۹۱۰۰	۹۰۰۰
	۱۸۲۱	-	-	-	-	--	۱۷۰۰	۱۲۵۰	۱۳۰۰	۱۳۵۰	۱۵۵۰	۱۴۰۰	۱۲۵۰	۱۱۰۰
میزان	۹۳۶۲۴	-	-	-	-	-	۶۸۹۹۰	۳۴۶۱۳	۶۹۲۰۴	۶۹۳۳۴	۸۱۳۵۱	۷۲۲۵۰	۵۶۲۵۹	۵۱۹۹۵
جہازوں کی رفت (بحساب ہزار ٹن)														
برطانوی جہاز	۴۰۱۰۱	۳۲۵۱۶	۲۰۳۸۰	۱۷۷۵۲	۱۶۹۲۷	۱۴۹۶۶	۴۱۴۱۳	۳۳۸۵۸	۴۲۳۶۳	۴۳۳۷۸	۴۵۳۴۲	۴۲۶۲۰	۳۸۱۶۴	۳۴۸۵۰
بیرونی جہاز	۲۷۷۱۸	۲۳۴۵۳	۱۹۱۴۹	۱۷۸۴۴	۹۱۴۹	۷۷۷۱	۲۰۸۹۷	۱۳۰۹۴	۲۱۱۳۴	۲۱۰۷۰	۲۳۳۴۲	۲۳۲۳۳	۲۰۱۷۵	۱۸۵۴۰
میزان	۶۷۸۱۹	۵۵۹۶۹	۳۹۵۲۹	۳۵۵۹۶	۲۶۰۷۶	۲۲۷۳۷	۶۲۳۱۰	۴۶۹۵۲	۶۳۴۹۷	۶۴۴۴۸	۶۸۶۸۴	۶۵۸۵۳	۵۸۳۳۹	۵۳۳۹۰
کوئلہ کے ماسوا دوسرا مال تجارت جو باہر جانے والے جہازوں کے فی صد ٹن خالص وزن کے حساب سے باہر گیا	۵۷	-	-	-	-	-	۴۲	۳۵	۴۱	۴۲	۴۶	۳۸	۲۹	۳۱

جدول (۱۹) سلطنت متحدہ کا توازن تجارت ظاہر اور غیر ظاہر
(ماخوذ از بورڈ آف ٹریڈ جورنل بہ ماہ جنوری ہر سال)

سال	۱۹۱۳	۱۹۲۰	۱۹۲۲	۱۹۲۴	۱۹۲۵	۱۹۲۶	۱۹۲۷	۱۹۲۸	۱۹۲۹	۱۹۳۰	۱۹۳۱	۱۹۳۲
ظاہری:-												
درآمد - مال تجارت	۷۶۹	۱۹۳۳	۱۰۰۳	۱۲۷۷	۱۳۲۱	۱۲۴۱	۱۲۰۸	۱۱۹۶	۱۳۲۱	۱۰۴۴	۸۶۱	۷۰۳
فلز[1]	۷۴	۶۱	۴۵	۵۰	۵۲	۵۰	۴۰	۵۸	۷۱	۹۵	۱۰۷	۱۶۰
میزان	۸۴۳	۱۹۹۴	۱۰۴۸	۱۳۲۷	۱۳۷۳	۱۲۹۱	۱۲۵۸	۱۲۵۴	۱۲۹۲	۱۱۳۹	۹۶۸	۸۶۳
برآمد - مال تجارت	۶۳۵	۱۵۵۷	۸۲۳	۹۴۱	.	.	.	.	.	.	.	.
فلز[1]	۶۲	۱۰۴	۵۸	۶۲	.	.	.	.	.	.	.	.
میزان	۶۹۷	۱۶۶۱	۸۸۱	۱۰۰۳	۹۸۹	۸۱۷	۸۶۸	۹۱۴	۹۲۶	۷۴۸	۵۹۴	۵۵۶
زیادتی ظاہر درآمد کی	۱۴۶	۳۳۳	۱۶۷	۳۲۴	۳۸۴	۴۷۴	۳۹۰	۳۴۰	۳۶۶	۳۹۱	۳۷۴	۳۰۷

[1] سونا اور چاندی دونوں

غیر ظاہر:-												
سرکاری آمدنی کی زیادتی بیرونی ممالک سے	-	-	-	-	-	۱	۱	۱۵	۲۴	۱۹	۱۴	-۲۵
(۱) قومی جہاندانی کی خالص آمدنی	۳۴۰	۱۱۰	۱۴۰	۱۲۴	۱۲۰	۱۲۰	۱۴۰	۱۳۰	۱۳۰	۱۰۵	۸۰	۶۰
(۲) بیرونی ممالک میں شغل اصل کی خالص آمدنی	۲۰۰	۱۷۵	۱۹۲	۲۳۹	۲۸۵	۲۸۵	۲۸۵	۲۷۰	۲۵۰	۲۲۰	۱۷۰	۱۴۰
(۳) قلیل المدت قرضوں کے سود وغیرہ کی خالص آمدنی	۴۰	۳۰	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۶۳	۶۵	۶۵	۵۵	۳۰	۳۰
(۴) دوسرے ذرائع سے خالص آمدنی	۱۵	۱۰	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۰	۱۵
مجموعی غیر ظاہر برآمد........	۳۳۹	۵۹۵	۳۲۵	۴۱۰	۴۳۸	۴۸۴	۵۰۴	۴۹۵	۴۸۴	۴۱۴	۳۰۴	۲۳۰
خالص بیشی یا کمی کا اندازہ.........	۱۹۲+	۲۶۲+	+۱۵۸	+۸۶	+۵۴	+۱۰	+۱۱۴	+۱۵۵	+۱۱۸	+۲۳	-۷۰	-۷۷
ممالک غیر میں تازہ شغل اصل	۱۹۸	۶۰	۱۳۵	۱۳۴	۸۸	۱۱۲	۱۳۹	۱۴۳	۹۴	۱۰۹	۴۶	۲۹

جدول (۲۰) مختلف ممالک کے سونے کے ذخائر ۱۹۱۳ء تا ۱۹۳۳ء

(ماخوذ از فیڈرل رزرو منتھلی بلیٹین) در ملین ڈالر

	۱۹۱۳	۱۹۲۰	۱۹۲۲	۱۹۲۴	۱۹۲۶	۱۹۲۷	۱۹۲۸	۱۹۲۹	۱۹۳۰	۱۹۳۱	۱۹۳۲	جنوری ۱۹۳۳ء	فروری	مارچ	اپریل	مئی	جون
دنیا کا مجموعی ذخیرہ	۴۸۵۷	۷۲۳۹	۸۴۰۲	۸۹۵۶	۹۲۱۰	۹۵۶۸	۱۰۰۲۷	۱۰۳۰۵	۱۰۹۱۷	۱۱۲۸۹	۱۱۸۹۷	۱۱۹۲۵	۱۱۷۴۱	۱۱۹۳۹	۱۱۹۷۵	۱۱۹۱۷	—
ریاستہائے متحدہ امریکہ	۱۲۹۰	۲۴۵۱	۳۵۰۶	۴۰۹۰	۴۰۸۳	۳۹۷۷	۳۷۴۶	۳۹۰۰	۴۲۲۵	۴۰۵۱	۴۰۴۵	۴۰۷۴	۳۸۰۸	۳۹۱۶	۳۹۷۷	۳۹۹۱	۳۹۹۶
فرانس	۶۷۹	۶۸۶	۷۰۸	۷۱۰	۷۱۱	۹۵۴	۱۲۵۳	۱۶۳۳	۲۱۰۰	۲۶۹۹	۳۲۵۴	۳۲۲۱	۳۱۷۶	۳۱۵۲	۳۱۷۰	۳۱۷۳	۳۱۸۵
	۱۹۶۹	۳۱۳۷	۴۲۱۴	۴۸۰۰	۴۷۹۴	۴۹۳۱	۴۹۹۹	۵۵۳۳	۶۳۲۵	۶۷۵۰	۷۲۹۹	۷۲۹۵	۶۹۸۴	۷۰۶۸	۷۱۴۷	۷۱۶۴	۷۱۸۱
دُنیا کے مجموعے کا فی صد	۴۰.۵	۴۳.۳	۵۰.۲	۵۳.۶	۵۲.۱	۵۱.۵	۴۹.۹	۵۳.۷	۵۷.۹	۵۹.۸	۶۱.۴	۶۱.۲	۵۹.۵	۵۹.۲	۵۹.۷	۶۰.۱	—
بقیہ دُنیا کا ذخیرہ	۲۸۸۸	۴۱۰۲	۴۱۸۸	۴۱۵۶	۴۴۱۶	۴۶۳۷	۵۰۲۸	۴۷۷۲	۴۵۹۱	۴۵۳۹	۴۵۹۸	۴۶۳۰	۴۷۵۷	۴۸۷۱	۴۸۲۸	۴۷۵۳	—
سلطنت متحدہ	۱۶۵	۷۵۴	۷۴۳	۷۴۸	۷۲۹	۷۳۷	۷۴۸	۷۱۰	۷۱۸	۵۸۸	۵۸۳	۶۰۲	۶۹۲	۸۳۶	۹۰۵	۹۰۷	۹۲۲
جرمنی	۲۷۹	۲۶۰	۲۳۹	۱۸۱	۴۳۶	۴۴۴	۶۵۰	۵۴۴	۵۲۸	۲۳۴	۱۹۲	۱۹۶	۱۸۳	۱۷۶	۹۸	۸۹	۴۵
ہسپانیہ	۹۲	۴۷۴	۴۸۷	۴۸۹	۴۹۳	۵۰۲	۴۹۴	۴۹۵	۴۷۱	۴۳۴	۴۳۶	۴۳۶	۴۳۶	۴۳۶	۴۳۶	۴۳۶	۴۳۶
اٹلی	۲۶۷	۲۰۶	۲۱۹	۲۲۱	۲۲۴	۲۴۲	۲۶۶	۲۷۳	۲۷۹	۲۹۶	۳۰۷	۳۰۸	۳۲۵	۳۳۱	۳۴۳	۳۵۲	۳۵۶
بلجیم	۴۸	۵۱	۵۲	۵۳	۸۶	۱۰۰	۱۲۶	۱۶۳	۱۹۱	۳۵۴	۳۶۱	۳۶۲	۳۶۶	۳۷۱	۳۷۱	۳۷۱	۳۷۱

ہالینڈ	۶۱	۲۵۶	۲۳۴	۳۰۳	۱۶۶	۱۹۱	۱۶۵	۱۸۰	۱۷۱	۲۵۷	۴۱۵	۴۱۳	۴۱۰	۳۸۱	۳۷۴	۳۳۶	۳۰۹
سوئٹزرلینڈ	۳۳	۱۰۵	۱۰۳	۹۰۸	۹۱	۱۰۰	۱۰۳	۱۱۵	۱۳۸	۴۵۳	۴۷۷	۴۷۷	۴۸۰	۴۸۹	۴۶۰	۳۹۷	۳۶۱
روس	۷۸۶	—	۳	۷۳	۸۵	۹۷	۹۲	۱۴۷	۲۴۹	۳۲۸	۳۶۸	اگست ۱۹۳۲ء کے بعد سے شائع نہیں ہوئے					
آرجنٹائن	۲۰۶	۴۷۴	۴۷۳	۴۴۴	۴۵۱	۵۲۶	۴۰۷	۴۳۴	۴۱۲	۲۵۳	۲۴۹	۲۳۹	۲۴۹	۲۴۹	۲۳۹	۲۴۹	۲۴۹
آسٹریلیا	۲۲	۱۲۲	۱۲۷	۱۳۰	۱۱۰	۱۰۶	۱۰۹	۹۰	۷۵	۵۲	۴۱	۴۲	۴۲	۲۱	۳	۳	—
برازیل	۹۰	۳۳	۴۶	۵۴	۵۲	۱۰۱	۱۴۹	۱۵۰	۱۱	—	—	—	—	—	—	—	—
کینیڈا	۱۱۷	۱۱۳	۱۴۷	۱۵۱	۱۵۸	۱۵۲	۱۱۴	۷۸	۱۱۰	۷۸	۸۴	۸۴	۸۴	۸۱	۷۷	۷۷	—
ہندوستان	۱۲۴	۱۱۶	۱۱۸	۱۰۹	۱۰۹	۱۱۹	۱۲۴	۱۲۸	۱۲۸	۱۶۲	۱۶۲	۱۶۲	۱۶۲	۱۶۲	۱۶۳	۱۶۳	۱۶۲
جاپان	۶۵	۵۵۶	۶۰۶	۵۸۶	۵۶۲	۵۴۲	۵۴۱	۵۴۲	۴۱۲	۲۲۴	۲۱۳	۲۱۲	۲۱۲	۲۱۲	۲۱۳	۲۱۳	۲۱۲

جدول (۲۱) ریاستہائے متحدہ کا زرگردش میں
(ماخوذ از فڈرل رزرو منتھلی بلیٹن) - در ملین پاؤنڈ

	دسمبر ۱۹۲۸	دسمبر ۱۹۲۹	دسمبر ۱۹۳۰	دسمبر ۱۹۳۱	دسمبر ۱۹۳۲	جنوری ۱۹۳۳	فروری ۱۹۳۳	مارچ ۱۹۳۳	اپریل ۱۹۳۳	مئی ۱۹۳۳	جون ۱۹۳۳	جولائی ۱۹۳۳
کاغذی زر:-												
طلائی صداقت نامے	۹۹۱	۸۸۰	۱۱۱۸	۸۷۷	۶۰۱	۵۹۱	۶۴۹	۳۹۳	۳۲۳	۲۸۰	۲۶۵	۲۵۲
فڈرل رزرو نوٹ	۱۸۰۸	۱۸۶۲	۱۶۴۱	۲۶۰۳	۲۷۱۶	۲۷۰۷	۳۴۰۵	۳۶۲۱	۳۳۶۲	۳۱۶۱	۳۰۶۱	۲۹۷۳
خزانے کے جاری کردہ کاغذ												
نقرئی صداقت نامے	۴۱۰	۴۱۷	۴۰۴	۳۸۹	۳۷۱	۳۵۰	۳۶۲	۳۶۷	۳۶۰	۳۵۹	۳۶۱	۳۶۵
خزانے کے نوٹ سنہ ۱۸۹۰	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
ریاستہائے متحدہ کے نوٹ	۲۹۴	۲۶۵	۲۹۶	۲۸۸	۲۹۴	۲۸۷	۳۰۱	۲۶۶	۲۶۱	۲۶۵	۲۶۹	۲۷۵
فڈرل رزرو بنک نوٹ	۴	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۱۷	۵۰	۹۹	۱۲۵	۱۲۹
نیشنل بنک نوٹ	۶۱۶	۵۹۷	۶۵۶	۶۵۶	۸۲۲	۸۳۶	۸۶۱	۸۶۹	۹۱۵	۹۲۲	۹۲۰	۹۱۴
میزان	۴۱۲۴	۴۰۲۵	۴۰۸۶	۴۸۱۷	۴۸۰۸	۴۷۷۵	۵۵۸۲	۵۵۵۳	۵۲۷۲	۵۰۹۳	۵۰۰۲	۴۹۰۹

سکہ:-												
سونا	۳۹۵	۳۸۴	۳۶۸	۴۰۹	۴۶۸	۴۷۹	۵۷۱	۳۶۷	۳۳۵	۳۲۴	۳۲۱	۳۲۰
چاندی کے ڈالر	۴۶	۴۲	۳۷	۳۳	۲۹	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸
چاندی کے ذیلی سکے	۲۹۱	۲۹۴	۲۸۱	۲۷۱	۲۵۸	۲۵۰	۲۵۲	۲۵۸	۲۵۵	۲۵۶	۲۵۷	۲۵۸
چھوٹے سکے	۱۱۶	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۷	۱۱۳	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۲	۱۱۲	۱۱۲	۱۱۳	۱۱۳
میزان	۸۴۸	۸۳۹	۸۰۵	۸۳۰	۸۶۸	۸۶۸	۹۶۲	۷۶۵	۷۳۰	۷۲۰	۷۱۹	۷۱۹
صدر میزان	۴۹۷۲	۴۸۶۴	۴۸۹۱	۵۶۴۷	۵۶۷۶	۵۶۴۳	۶۵۴۴	۶۳۱۸	۶۰۰۲	۵۸۱۳	۵۷۲۱	۵۶۲۸

جدول (۲۲)

مختلف مرکزی بنکوں کی حیثیت

(ریس مانٹیگ انڈ کمپنی کے ویکلی ریویو اور فیڈرل رزرو بلیٹن سے ماخوذ

تاریخ	سونا	سرمایہ بیرونی ممالک میں	میزان	نوٹوں کی گردش	سونے کا فی صد	امانت وغیرہ	مجموعی درشتنی واجب الادا رقوم	سرمایہ محفوظ کا مجموعی فی صد
بنک آف فرانس (در ملین فرانک)								
۱۹۲۹- مارچ ۱	۳۴۰۶۳	۱۱۴۷۴	۴۵۵۳۷	۶۴۲۲۶	۵۳.۰	۱۷۸۰۶	۸۲۰۳۲	۵۵.۵
۱۹۳۰- فروری ۲۸	۴۲۸۵۵	۶۹۵۶	۴۹۸۱۱	۷۱۱۱۶	۶۰.۳	۱۵۹۰۴	۸۷۰۲۰	۵۷.۲
۱۹۳۱- فروری ۲۷	۵۵۹۲۴	۷۰۰۵	۶۲۹۲۹	۷۸۹۴۷	۷۰.۸	۲۴۳۰۳	۱۰۳۲۵۰	۶۰.۹
۱۹۳۲- فروری ۲۶	۷۵۰۵۹	۶۲۹۸	۸۱۳۵۷	۸۳۱۸۹	۹۰.۲	۲۸۵۳۶	۱۱۱۷۲۵	۷۲.۸
۱۹۳۳- فروری ۲۴	۸۱۰۱۷	۲۶۰۱	۸۳۶۱۸	۸۳۹۸۶	۹۶.۵	۲۰۹۵۶	۱۰۴۹۴۲	۷۹.۷
جون ۳۰	۸۱۲۴۳	۲۵۸۵	۸۳۸۲۸	۸۴۷۰۸	۹۵.۹	۱۹۷۱۳	۱۰۴۴۲۱	۸۰.۳
ستمبر ۲۹	۸۲۰۹۵	۱۲۸۷	۸۳۳۸۲	۸۲۹۹۴	۹۸.۹	۲۰۹۲۸	۱۰۳۹۲۲	۸۰.۲

جرمنی ریش بنک (در ملین ریش مارک)

۲۸ فروری ۱۹۲۹	۲۷۲۹	۹۰	۲۸۱۹	۴۵۵۳	۵۹ر۹	۶۹۵	۵۲۴۸	۵۳ر۷
۲۸ فروری ۱۹۳۰	۲۴۴۴	۳۸۴	۲۸۲۸	۴۷۲۲	۵۱ر۸	۶۲۰	۵۳۴۲	۵۲ر۹
۲۸ فروری ۱۹۳۱	۲۲۸۵	۱۶۶	۲۴۵۱	۴۴۲۸	۵۱ر۶	۶۶۳	۵۰۹۱	۴۸ر۱
۲ مارچ ۱۹۳۲	۹۲۸	۱۴۹	۱۰۷۷	۴۲۶۸	۲۱ر۷	۱۲۵۴	۵۵۲۱	۱۹ر۵
۲۸ فروری ۱۹۳۳	۷۶۹	۱۵۲	۹۲۱	۳۳۵۶	۲۲ر۹	۱۱۷۸	۴۵۳۴	۲۰ر۳
۳۰ جون	۱۸۹	۸۵	۲۷۴	۳۴۸۲	۵ر۴	۶۵۸	۴۱۴۰	۶ر۶
۳۰ ستمبر	۳۶۷	۴۰	۴۰۷	۳۶۲۵	۱۰ر۱	۶۹۲	۴۳۱۷	۹ر۴

ریاستہائے متحدہ امریکہ کے فیڈرل رزرو بنک (ملین ڈالر)

	مجموعی سونا	فیڈرل رزرو نوٹوں کی بنیاد پر	مجموعی سرمایہ					
۲۸ فروری ۱۹۲۹	۲۶۷۷	۱۲۳۴	۲۸۳۰	۱۶۶۵	۷۳ر۵	۲۴۰۹	۴۰۷۳	۶۹ر۵
۲۸ فروری ۱۹۳۰	۲۹۶۵	۱۶۷۴	۳۱۵۱	۱۶۵۶	۱۰۱ر۱	۲۳۲۷	۳۹۸۳	۷۹ر۱
۲۸ فروری ۱۹۳۱	۳۰۷۰	۱۷۴۳	۳۲۴۴	۱۴۷۸	۱۱۷ر۹	۲۳۹۹	۳۸۷۷	۸۳ر۷
۲۹ فروری ۱۹۳۲	۲۹۳۸	۲۱۲۵	۳۱۴۰	۲۶۵۱	۸۰ر۲	۱۹۳۷	۴۵۸۸	۶۸ر۴
۲۸ فروری ۱۹۳۳	۲۹۵۲	۲۲۹۹	۳۱۲۶	۳۴۱۷	۶۷ر۳	۲۲۳۶	۵۶۵۳	۵۵ر۳

۳۰ جون	۳۵۴۴	۲۸۲۸	۳۸۱۳	۳۰۹۳	۹۴،۴	۲۴۹۴	۵۵۸۷	۶۸،۲
۲۷ ستمبر	۳۵۹۲	۲۷۴۹	۳۸۲۱	۲۹۷۳	۹۲،۵	۲۸۰۸	۵۷۸۱	۶۶،۱
بنک آف انگلینڈ (ہزار پاؤنڈ)								
	نوٹ کا سونا							
۲۷ فروری ۱۹۲۹	۹۲،۲۵۳	۵۹۰۰۲	۱۵۱۲۵۶	۳۵۲۲۵۳	۲۶،۲	۱۰۷۶۶۹	۴۵۹۹۲۲	۳۲،۹
۲۶ فروری ۱۹۳۰	۸۶،۸۱۲	۶۵۱۲۷	۱۵۱۹۷۹	۳۴۶۸۱۲	۲۵،۰	۹۸۹۳۲	۴۴۵۷۴۴	۳۴،۱
۲۵ فروری ۱۹۳۱	۸۷،۶۶۵	۵۳۹۲۷	۱۴۱۵۹۳	۳۴۷۶۶۵	۲۵،۲	۱۰۸۶۰۵	۴۵۶۲۷۱	۳۱،۰
۲ مارچ ۱۹۳۲	۷۶،۷۸۶	۴۴۶۶۷	۱۲۱۴۵۳	۳۵۱۷۸۶	۲۱،۸	۱۲۰۹۸۲	۴۷۲۷۶۸	۲۵،۷
یکم مارچ ۱۹۳۳	۸۳۲۸۴	۶۶۷۳۳	۱۵۰۹۶۷	۳۵۹۲۸۴	۲۳،۵	۱۶۵۴۵۷	۵۲۴۷۱۱	۲۸،۸
۲۸ جون	۱۱۵۱۲۵	۷۵۴۵۹	۱۹۰۵۸۴	۳۷۵۱۲۵	۳۰،۷	۱۶۱۳۴۸	۵۳۲۴۷۳	۳۵،۳
۲۷ ستمبر	۱۱۰۷۵۳	۸۱۰۱۳	۱۹۱۷۶۶	۳۷۰۷۵۳	۲۹،۹	۱۵۷۷۷۹	۵۲۸۵۳۲	۳۶،۳

نقشہ نمبر (۱)
(مبادلات)
پانچ بڑے بنکوں کی امانتیں
ملین پاؤنڈ
۱۔ پانچ بڑے بنکوں کی امانتیں
۲۔ قیمتوں کے انڈکس نمبر تھوک فروشی اور مصارف زندگی
۳۔ کرنسی نوٹ
۴۔ حساب گھر کے کاروبار کے اعداد و شمار
۵۔ خزانے کی ہنڈیاں اور قرضہ جات برائے وسائل آمدنی
۶۔ بنک آف انگلینڈ کا تناسب اور شرح بنک
امانتیں
کرنسی نوٹ
مصارف زندگی
حساب گھر کے اعداد و شمار
قرضہ جات برائے وسائل آمدنی
بنک آف انگلینڈ کا تناسب
شرح بنک

نقشہ نمبر (۲)
بنک کا زر اور قیمتیں
۱۹۲۲ تا ۱۹۳۳
انڈکس نمبر
مصارف زندگی (خردہ فروشی)
تھوک فروشی کی قیمتیں
نوٹوں کی تمام تر گردش
کلیرنگ بنکوں کی امانتیں
حساب گھر کے اعداد و شمار
بنک آف انگلینڈ کا تناسب
شرح بنک
۱۹۲۲
۱۹۲۳
۱۹۲۴
۱۹۲۵
۱۹۲۶
۱۹۲۷
۱۹۲۸
۱۹۲۹
۱۹۳۰
۱۹۳۱
۱۹۳۲
۱۹۳۳

(مبادلات)

نقشہ نمبر (۳)
کلیرنگ بنکوں کی حیثیت
۱۹۲۱ تا ۱۹۳۳
امانتیں ملین پاونڈ
امانتیں
قرضہ جات
بٹہ اور مشاغل اہل
مشاغل اہل
بٹہ
نقد اور اطلاع قریب کا زر
نقد بدست و در بنک آف انگلینڈ
اطلاع قریب کا زر
۱۹۲۱
۱۹۲۲
۱۹۲۳
۱۹۲۴
۱۹۲۵
۱۹۲۶
۱۹۲۷
۱۹۲۸
۱۹۲۹
۱۹۳۰
۱۹۳۱
۱۹۳۲
۱۹۳۳

صحت نامہ

مبادلا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۴	قیمتوں	دوقیمتوں	۶۶	۲۳	کیا جا جاتا ہے	کیا جاتا ہے
۲	۱۵	کزوں	گزوں	۶۷	۱۰	ان لی	ان کی
۱۱	۱۶	ٹھوک اوخردہ	ٹھوک اور خردہ	؍؍	۱۲	وقت	دِقّت
۱۲	۱۵	یہ ہیں	یہ ہیں	۷۳	۶	ملکوں کیوں	ملکوں میں کیوں
۲۱	۱	ہرگر	ہرگز			یہ س نما نہیں	رونما نہیں
۲۳	۱۸	ہرہمنہ	ہرہمینہ	۷۴	۸	موجگی	موجودگی
۲۶	۲۵	با	یا	؍؍	۱۸	نزر قانونی	نمد قانونی
۲۹	۳	کیونکہ	کیونکر	۸۱	۱۳	انکے	ان کے
؍؍	۹	کردبنا	کردیتا	؍؍	۱۶	قانون گریستم	قانون گریشیم
۳۰	۴	کویا	گویا	۸۲	۸	تمام دنیاکو	تمام دنیا کیلیے
۳۲	۹	ہرے رسم و رواج	نئے رسم و رواج			چاندی کو	چاندی کو
۴۰	۱۰	پہلوں	پہلوؤں	۸۴	۴	قیمسوں	قیمتوں
۴۶	۱۰	قمتوں	قیمتوں	؍؍	۵	ہی	ہی
؍؍	۱۱	سعنی	معنی	۸۷	۱	حو	جو
۵۸	۲	عمدہ سلون	عمدہ سکوں	؍؍	۱۶	ہندوستان آمیلی	ہندوستان آئیکی
۶۵	۱	اس کی سے اس	اسی سے اسکی	۸۹	۳	ماللوں	مالکوں
		تھوڑی بہت	تھوڑی بہت	؍؍	؍؍	مشعولہ	مشغولہ
؍؍	۱۳	سکون	سکوں	۹۲	۷	روبر و بجبر	روبرو بجبر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۲	۹	ہت	بہت	۱۸۶	۲۰	انگریر	انگریز
″	۲۰	یورروپ	یوروپ	۲۰۶	۲۵	بوٹ	نوٹ
۹۸	۱۲	تناسٹ	تناسب	۲۲۶	۱۵	چکون	چکوں
″	۱۹	چاندی کے قیمت	چاندی کی قیمت	۲۴۱	۲	Lomba d	Lombard
″	۲۰	تناسـ	تناسب				
″	۲۱	کی بحت	کی بحث	۲۴۹	حاشیہ	Boord	Board
″	۲۳	اس اتحا	اس اتحاد	۲۵۰	″	Freislt	Freight
۱۱۲	۲۱	کرلسا	کرلیا	۲۵۵	۸	دوسرئے	دوسرے
۱۲۱	۴	ہندیوں	ہنڈیوں	″	۹	نوخیز ہیں اور	نوخیز، اور
″	۵	بنک نوٹ	بنک کے نوٹ	۲۶۲	۱۴	اسی حدتک	کسی حدتک
۱۲۲	۱۶	کروڑون	کروڑوں	۲۷۴	حوالجات سطر ۱۱	The	The
۱۲۳	۱۸	قرضہ دہندے	قرض دہندے			retum	Return
″	۲۴	تحرمی	تحریری	۲۹۴	۱۲ و ۱۳	بہتر یہ یہ ہے	بہتر یہ ہے
۱۳۱	۱	اک	ایک	۳۱۴	۳	ہوگئی ہے ہے	ہوگئی ہے
″	۹	سوز	سود	۴	اشاریہ (۱۵)	Engand	England
″	۲۱	کردنیے	کردینے کے	۵	۱۸ ″	تحدیرات	تحدیدات
۱۳۵	۱۹	کزری	گزری	۴	۲۰ ″	۱۰۰،۹۹	۱۰۰،۱۰۰
۱۳۶	۱۴	ں	مین	۹	۶ ″	150, 152,	150, 152,
۱۳۷	۱	یر	پر			187,	157
۱۴۱	۱۳	سروع	شروع	″	۷ ″	95, 07,	95, 97,
۱۷۵	۱۸	حصوں مں	حصّوں میں			189, 147,	189, 147,
۱۸۰	۲۱	تجارت خارضہ	تجارت خارجہ	۱۰	۱۷ ″	بیروفی مشاغل	بیرونی مشاغل
۱۸۴	″	اںک	ایک			امل	اصل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱	اشاریہ (۳)	جیونس کا قانون	جیونس کا قانون
		بازار، ۶۱	بازار، ۱۶
۲۲	۳ ″	اور مبادلے کی	اور مبادلے کی
		ترقی ۹ و ۱۱	ترقی ۹ تا ۱۲
۲۴	۱ ″	غیر جانب دار	غیر جانبدار
		اور جنگ عظیم	اور جنگ عظیم ۱۹۱، ۱۹۲

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۸	اشاریہ (۲)	۹ں و ۷۲	۵۹ و ۷۲
″	۱۸ ″	ہندوستانیں	ہندوستان میں
۲۹	۱۵ ″	۱۴۲ آ ۱۴۴	۱۴۲ تا ۱۴۴
۳۰	۱۴ ″	بطور زر علامتی	بطور زر علامتی
۳۲	۱۶ ″	بنک اکٹ ۵۹	بنک ایکٹ ۵۶
۳۴	۲۱ ″	in vaived in	involved in